العطایا الاحمدیہ
فی
فتاویٰ نعیمیہ
صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور — کراچی — پاکستان
5

بسم اللہ الرحمن الرحیم
پنجتن پاک
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
حضرت جبرائیل علیہ السلام
حضرت میکائیل علیہ السلام
حضرت اسرافیل علیہ السلام
حضرت عزرائیل علیہ السلام
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرتب: صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ

سنہ ۱۳۹۶ھ و ۱۹۷۶ء

نام کتاب	العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ (جلد پنجم)
مصنف	صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی
ناشر	نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات
تعداد	گیارہ سو

تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔فون:۔ 7221953

فیکس:۔ 7238010

تعارف

العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ علماء اہلسنت کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ ۱۸ رجون ۱۹۷۸ء کو یہ فقیر حقیر غلام محی الدین نعیمی مرادآبادی مع اپنے رفقائے سفر مولیٰنا محی الدین نعیمی، مولیٰنا عبدالرزاق نعیمی، مولیٰنا محمد میاں نعیمی سلمہم کراچی سے مزارات اولیاء پر حاضری دیتا ہوا گجرات پہنچا تو آستانۂ حضرت حکیم الامہ علیہ الرحمہ پر حاضری کے بعد آپ کے صاحبزادہ والا جاہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی سلمہ سے ملاقات کر کے ہم سب کو بیحد مسرت ہوئی میں آپ سے متعارف تھا لیکن آپ مجھے نہ پہچانے ۔ عزیزی مولنا محمد میاں نعیمی نے جب میرا تعارف کرایا تو آپ بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ پیش آئے ۔ دورانِ گفتگو آپ نے اپنے بدایوں سے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے جانے کا ذکر کیا تو جامعہ اور اس کے بانی حضرت مخدومی و استاذی و مرشدی سیدی صدر الافاضل قدس سرہ کی یاد تازہ ہوگئی ۔ پھر آپ نے اپنی تصنیف لطیف العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ ہدیۃً مجھے عنایت فرمائی اور حد درجہ میری عزت وتوقیر فرمائی اور بھی تحائف ودعاؤں سے نوازا ورنہ من آنم کہ من دانم اس مختصری تمہید کے بعد قلبی ودلی تاثرات کے لئے کتاب کے سرسری مطالعہ سے جو چند خاص باتیں ذہن میں آئی ہیں بغیر کسی تصنع اور مبالغہ کے عرض کر رہا ہوں ۔

عطایا احمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ کے خصائص سرمدیہ

عطایا احمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ مصنفہ شیخ الحدیث فقیہ اعظم مفسر القرآن فاضل جلیل شان مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری کے متعدد فتاوٰی مطالعہ فقیر میں آئے ہر فتوٰی عطر تحقیق اور ہر مسئلہ حقیق وانیق پایا ۔ اس ضخیم کتاب کی ترتیب وتصنیف میں کس قسم کی محنتِ شاقہ سے کام لیا ہے اور کتنی عرقریزی کی ہے اس کا صحیح علم واندازہ صرف مصنف کو ہی ہوسکتا ہے ۔ بہرکیف اس مجموعہ محاسن کے خصائص کو دیکھ کر مصنف کی جلالت علمی کا مظاہرہ ہوسکتا ہے یہ کتاب اردو زبان میں فقہ کی ایک نہایت جامع اور مستند کتاب ہے ۔ دینی معلومات فقہی توضیحات کا عظیم شاہکار ہے اس کی زبان وبیان میں ایسی سلاست وروانی ہے کہ علماء، طلبہ اور دیگر تعلیم یافتہ حضرات اس سے بخوبی استفادہ کریں گے ۔ معمولی اردو دان احباب کو بھی اس دین کے دینی مسائل واحکام شرعیہ کے سمجھنے میں کوئی خاص دِقت و دشواری پیش نہ آئے گی ۔ غرض کہ موجودہ دور کی سلیس اردو میں یہ مایۂ صدناز وافتخار کتاب اپنی مثال آپ ہی ہے ۔ یوں تو اس کے مصنف ابھی فاضل نوجوان ہیں لیکن ان کے اسلوب تحریر قلم وزبان کی پختگی، مہارت فنی اور اقامۃِ اَدِلَّہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ

تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کرنا چنداں دشوار نہیں لیکن فقہ کی کتاب تصنیف کرنا اور صرف اہل علم وفضل ہی نہیں بلکہ جادلین کے سامنے بے جھجک پیش کر کے دعوت تنقید دینا بہت مشکل ہے۔ مسائل مختلف فیھا کی توضیحات، قضایا وتحکیمات کتاب و سنت واجماع وقیاس کی روشنی میں معین کرنے کے اصول بیان کرنا۔ مخالفین ومعترضین کے غلط الزامات واعتراضات کی مکمل تردید اسئلہ کے اجوبہ کے ذریعے اپنے مسلک کی تائید اس کی حقانیت کا اثبات ماوشا کا کام نہیں اس کے لئے عظیم علم وفضل درکار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّین ؕ رب العزۃ نے اپنے کرم سے جامع فقہی صلاحیت مفتی اقتدار احمد خان کو عطا فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی مسند پر جلوہ گر ہو کر فقہی احتیاطوں کے ساتھ قلم حق رقم چلایا اور فخر و تمکنت سے گریز کر کے عجز وانکسار کو اپنایا ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ آپ حکیم الامت شیخ الحدیث مفسر قران مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی احمد یار خانصاحب قدس سرہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ بھی اپنے والد ماجد کی طرح مرجع خلائق ہیں ملک کے اطراف واکناف سے مستفتی صاحبان آپ سے فتوے طلب کر رہے ہیں اور آپ کا دار الافتاء مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔

موجودہ دور سائنس اور فلسفہ کی ترقی کا دور ہے اس لئے طبیعتیں عام طور پر عقلی دلائل کی طرف مائل نظر آتی ہیں۔ لوگ اس زمانہ میں شرعی احکام کو بھی عقلی دلائل کی روشنی میں سمجھنا اور جاننا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آج کل عقلی دلائل کے طلب کرنے کا ذوق اور عقلی سوالات قائم کرنے کا شوق اور عقلی جوابات حاصل کرنے کا رجحان بہت تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے عطایا احمدیہ میں فاضل مصنف نے اس نزاکت کا پورا پورا خیال رکھا۔ جس فتوے میں جہاں دلائل نقلیہ کے علاوہ دلائل عقلیہ کی ضرورت محسوس کی وہاں دلائل عقلیہ کو اس خوبی کے ساتھ قائم کیا ہے کہ ان کے امتزاج فتوے کی صحت وحقانیت سائل اور ہر مطالعہ کرنے والے کے دل ودماغ میں ایسی راسخ ہوگئی کہ مزید کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی حسن اتفاق سے چین کا مسئلہ جس میں لوگوں کو بہت پیچیدگی پیدا ہو رہی تھی اس کو فاضل مصنف نے ایسے دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کے ساتھ بیان کر دیا کہ جس سے تمام پیچیدگیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ اس جامعہ کتاب میں ایسے بے شمار علمی اسرار ورموز اور فنی نکات کو عمل کی افادیت عام کرنے کی غرض سے صراحۃً بیان کر دیا جن کو فقہا ومحدثین اپنا مابہ الامتیاز سمجھ کر پردۂ خاص میں رکھنا ہی مستحسن سمجھتے ہیں۔ آخر میں امید کرتا ہوں کہ ملت اسلامیہ کا ہر طبقہ اور ہر فرد العطایا الاحمدیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ چونکہ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے موجب سعادت دارین ہے اس لئے ہر دیندار شخص اس کو خرید کر اپنے پاس رکھے گا۔ خدا کرے اس کی اشاعت میں دم بہ دم اضافہ ہوتا رہے اور لوگ ہمیشہ اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں۔ رب تبارک وتعالیٰ مصنف کی عمر دراز کرے اور ان سے بیشمار دینی خدمات لے اور دارین کی نعمتوں اور سعادتوں سے مالا مال رکھے آمین ثم آمین یں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

خادم العلماء والفقراء غلام محی الدین نعیمی مرادآبادی غفرلہ الہادی

۴۸۶
۹۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعی اسلامی فتویٰ

قانونِ شریعت کے مطابق سیدزادی کا نکاح غیر سید نیک متقی منتظم باوقار باکردار اونچے خاندانی عالم مرد سے سیدہ کے وَلی قریبی کی اجازت اور رضا سے جائز ہے۔

فاروقِ اعظمؓ کا نکاح سیدہ اُمِ کلثومؓ بنتِ مولیٰ علیؓ سے ہونا ثابت ہے۔ تفضیلی شیعہ رافضی اور تبرائی شیعہ اس نکاح ہونے کے منکر ہیں

کتبہ
مفتیِ اسلام صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی۔ گجرات پاکستان

ملنے کا پتہ
نعیمی کُتب خانہ گجرات پنجاب پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلا فتویٰ

سیدزادی کا نکاح غیر سید مرد سے جائز ہونے یا نہ ہونے کا مکمل مدلل بیان

اسلام میں کفو کی قسمیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ہمارے علاقے حویلیاں ضلع ہزارہ پاکستان میں تفضیلی شیعوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید مرد سے ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے یہ نکاح باطل خاوند بیوی کی صحبت ناجائز اولاد غلط، کوئی والی وارث باپ دادا بھی اپنی رضا سے یہ نکاح اپنی بیٹی کا غیر سید مرد سے نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں سیدزادی کی ذلت اور دنیا بھر کے سادات کی توہین ہے ہاں اگر ساری دنیا کے سید راضی ہوں تب اس ایک سیدزادی کا غیر سید سے نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ یعنی سیدہ کا باپ پوری دنیا کے سیدوں کو راضی کرے پھر غیر سید سے اپنی بیٹی بیاہ سکتا ہے۔ اگرچہ مرد قریشی خاندان سے ہو، پوری دنیا کے سید حضرات اپنی بیٹوں کا نکاح سوائے سید لڑکوں کے کسی سے بھی نہیں کر سکتے، اگر سید لڑکے کا رشتہ نہ ملے تو خواہ سیدزادی بوڑھی ہو کر مر جائے مگر غیر سید اس کا خاوند ہرگز نہیں بن سکتا، سیدزادہ اگرچہ نیک ہو یا فاسق فاجر یا بدعقیدہ شیعہ ہو یا سُنّی، بلکہ سیدزادہ اگر فاسق فاجر بدمعاش بدقماش یا بدعقیدہ بھی ہو۔ تب بھی غیر سید متقی مسلمان بلکہ غوث و قطب عالم فقیہ سے افضل ہے کیونکہ نبی کریم کی اولاد ہے، یہاں تک کہ موجودہ ہر سید کا درجہ غیر سید صحابی سے بھی زیادہ ہے یہ حویلیاں کے رافضی شیعہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ابولہب اگرچہ کافر تھا مگر اس کا بھی احترام اس لیے کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ نبی کریم کا چچا اور قرابت دار تھا، ہمارے سلف صالحین نے تَبَّتْ یَدَا والی سورۃ اپنی نمازوں تلاوتوں میں پڑھنی چھوڑ دی تھی کہ اس میں ابولہب کی توہین کی گئی ہے اس سورت کو پڑھنے سے نبی کریم کو تکلیف ہوتی ہے، نیز یہ فرقہ کہتا ہے

کہ ابولہب کا درجہ امیر معاویہ سے زیادہ ہے، یہ فرقہ امیر معاویہ کو کافر کہتا ہے (معاذ اللہ) یہاں تک کہتا ہے سیدوں کو امتی کہنا بھی گناہ ہے کیونکہ یہ عام مسلمانوں کا لقب ہے، ان کی شان وعظمت کے لیے یہ لفظ گھٹیا ہے۔ سادات کا درجہ قریشیوں عرشیوں سے بلند ہے اسی وجہ سے کوئی بھی غیر سید شخص سیدزادی کا کفو اور برابری کا رشتے دار نہیں ہو سکتا، ہاں البتہ سیدزادہ ہر عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ چند ماہ پیشتر میرے پاس حویلیاں کے ایک سید صاحب آئے تھے اُن کی روائیداد حسب ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کی تین جوان بیٹیاں ہیں مگر کسی شریف سید گھرانے کا رشتہ نہیں ملتا، وہ خود صحیح العقیدہ حنفی سنی متبع سنت باشرع نیک عابد زاہد تہجد گزار ہیں اور گھر کا ماحول بھی بہت پاکیزہ ہے سب بچیاں تہجد اور نفلی عبادت تلاوت کے پابند ہیں، گھر کی مستورات سختی سے پردہ نشین ہیں ویسے تو سادات سے بستیاں بھری ہوئی ہیں مگر حنفی سنی قادری یا چشتی نقشبندی، پاکیزہ خصلت والا پابند صوم وصلوٰۃ رشتہ اب تقریباً کہیں کوئی مشکل سے ہی ملتا ہے۔ بہت سے رشتے آئے مگر پاکیزہ صحیح العقیدہ نیک متقی رشتہ نہیں آیا کوئی سید آوارہ ہے تو کوئی داڑھی منڈا تماشہ باز اور لڑاکا قاتل اور تبرائی شیعہ ہے کوئی تفضیلی شیعہ، بے نمازی بے روزہ خراب سادات کی اکثریت ہے ایسے بدقماش اور جواری خاوند کے ساتھ ایک نہایت پاکیزہ نیک نمازی باپردہ سیدھی سادی سید زادی کا گزارہ کیسے ہو سکتا ہے یا ہر وقت جان کا خطرہ یا ہر وقت لڑائی کا خطرہ یا عزت وآبرو کا خطرہ، جو رشتہ آتا ہے وہ نیکی کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اور میں خود چونکہ بیٹیوں والا ہوں لہٰذا خود تلاش رشتے کے لیے جا نہیں سکتا ورنہ لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید ان کی بیٹیوں میں نقص ہے جو یہ خود رشتے تلاش کرتے پھر رہے ہیں کوئی ان کا رشتہ مانگنے نہیں آتا۔ ایک سید گھرانے کا رشتہ آیا تھا ہم نے اسے پسند بھی کر لیا مگر انہوں نے اتنا بڑا جہیز مانگا اور وہ وہ چیزیں مانگیں جو ہماری پہنچ سے بھی باہر تھیں اور شرعاً بھی ہم اس کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ بعد میں یہ بھی پتہ لگا کہ وہ تفضیلی شیعہ ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سخت دشمن اور تبرائی، اور کنوں کے لڑانے والے شرطیں لگانے والے، گھر میں بھی کوئی خاص شرعی پابندی نظر نہیں آئی جگہ جگہ فوٹو تصویریں لگی ہوئیں۔ میرے پیر ومرشد سید محمد حسین شاہ صاحب علی پور شریف والے جو حیدرآباد دکن میں رہتے تھے امیر ملت پیر قبلہ سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ فرمایا کہ سید تو سچا اور سچا سید کبھی بدمعاش فاسق و فاجر اور بدعقیدہ نہیں ہو سکتا نہ
تفضیلی شیعہ رافضی ہو کر نہ تبرائی شیعہ رافضی ہو کر۔ جو سید فاسق و فاجر بے نمازی
بدمعاش قاتل ڈاکو چور ہو یا تفضیلی شیعہ و تبرائی شیعہ ہو سمجھ لو یہ جھوٹا بناوٹی سید
ہے اگرچہ کوئی [illegible] بنا علوی ہو مگر مذکورہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو
[illegible] ہیں جو سید خاندان سے تو نہیں ہیں ایک زمیندار چوہدری خاندان ہے
اور دوسرا پٹھان خاندان ہے۔ لیکن دونوں خاندان نہایت پاکیزہ نیک پابندِ صوم
وصلوٰۃ ہیں۔ [illegible] لڑکے بھی نیک باشرع حنفی سنی متشرع چہرہ خوب صورت
خوب سیرت ایک گھرانہ حضرت جماعت علی شاہ صاحب محدثِ علی پوری علیہ الرحمۃ
سے بیعت ہے اور پٹھان گھرانہ بریلی شریف سے بیعت ہے، پٹھان لڑکا عالمِ دین
بھی ہے اور میرے گھر والوں کو بچوں بچیوں کو بھی یہ رشتہ پسند ہے۔ ان دونوں
لڑکوں اور خاندانوں کی علاقہ میں بہت عزت اور تعظیم ہے لڑکے تو بہت ہی شریف
ہیں اور عاجز مسکین ملنسار ہیں، دونوں خاندان مالی اعتبار سے بھی بخیر ہیں۔ ایک زمیندار
ہے اور پٹھان لوگ تجارت پیشہ ہیں، فی الحال کپڑے کا وسیع کاروبار ہے۔ گھر میں ہر چھوٹا
بڑا مرد عورت نمازی ہے۔ غرضکہ ہر طرح صحیح العقیدہ اور باعزت لوگ ہیں۔ میں چاہتا
ہوں کہ میری دونوں بیٹیوں کا رشتہ یہاں ان گھرانوں میں ہو جائے مگر میرے علاقے
حویلیاں کے یہ تفضیلی شیعہ اس نکاح کو باطل اور حرام کہتے ہیں۔ اور معاذ اللہ بہت بری
بڑی شرمناک باتیں بناتے ہیں کہتے ہیں کہ اس میں سید زادی کی ذلت ہے یہ ہیں تو چند
لوگ ہی مگر شور بہت ڈالا ہوا ہے۔ ظاہراً سنی بنے ہوئے ہیں مگر ان کا ہر کام شیعوں
جیسا ہے اور خود کو محبتِ اہل بیت اور شیعانِ علی بھی کہتے ہیں، یہ شاہ صاحب
ایک ماہ پیشتر میرے پاس ڈھوک کشمیریاں راولپنڈی تشریف لائے اور اپنی پریشانی
سنا کر مجھ سے شرعی مسئلہ پوچھا میں یہاں اس علاقہ میں امام اور خطیب ہوں میں
نے اُس وقت اُن کو مشورہ دیا تھا کہ تم گولڑے شریف سے فتویٰ منگواؤ۔ انہوں نے گولڑے
شریف خط لکھا اور اپنی یہ ساری پریشانی بھی لکھ کر بھیجی تھی پندرہ دن بعد وہاں سے واپسی
جواب وہاں کے امام مسجد صاحب نے ایک ستر صفحات کا چھپا ہوا کتابچہ فوٹو سٹیٹ کرا کر
بھیجا جس کا نام ہے۔ تعارفِ مفتیانِ گولڑہ شریف۔ اس رسالچہ میں تیئیس ۲۳ فتاوے ور

ایک چوبیسواں نمبر روزنامہ اخبار ذوالفقار لکھنؤ کا ایک مضمون ہے۔ اس میں پہلا فتویٰ خود حضرتِ اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ قبلہ کا ہے جو فتاویٰ مہریہ سے نقل شدہ ہے اور آخری فتویٰ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، جو گولڑے شریف کے پیر خانے سیال شریف سے جاری ہوا، میرے اپنے ذاتی علمی خیال میں مسلکِ حنفی کے مطابق صرف پہلا فتویٰ اور آخری سیالوی فتویٰ ہے۔ باقی تمام فتوے شرعًا غلط معلوم ہوتے ہیں کیونکہ پیر مہر علی شاہ صاحب حضورِ گولڑوی کے فتوے کے بھی خلاف ہیں اور سیالوی فتوے کے بھی اور مسلکِ حنفی کے بھی زیادہ تر فتاویٰ میں حویلیاں کے ہی ایک شاہ صاحب کے مسلک و نظریہ کا سہارا پکڑا گیا ہے کسی حنفی فقہ کی معتبر و مشہور کتاب کا کوئی حوالہ نہیں، اس کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ کہاں سے مدلّل و مضبوط فتویٰ منگوایا جائے کہ ایک دن ایک مدرسے میں جانے کا اتفاق وہاں آپ کا فتاویٰ تین حصوں میں دیکھنے کا موقعہ ملا پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا کہ اتنا مضبوط فتاویٰ اتنے کثیر دلائل اور عجیب و غریب تحقیق و تفتیش، اور ہر ایک ایک فتوے میں اتنی محنت کہ کمال کر دیا، اس سے پہلے ایسا عظیم الشان فتاویٰ میری نظر سے نہیں گزرا واقعی آپنے فتویٰ لکھنے کا حق ادا کر دیا اور ایک مفتیٔ اسلام کی شان بتا دی۔ یہی وہ فتوٰی ہیں جن کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہمیں بھی اسی شان کا ایک فتویٰ سیدزادی کے نکاح کے متعلق مندرجہ بالا جات حالات کی کیفیت کے حل کے لیے عطا فرمایا جائے میری یہ تحریر استفتا سمجھی جائے۔ شاہ صاحب کی طرف سے بھی یہی استفتا ہے اُن کے اور میری دستخطوں کے ساتھ جوابی لفافے کے ہمراہ یہ خط آپ کو بھیجا جا رہا ہے اور ساتھ ہی گولڑے شریف سے آیا ہوا وہ کتابچہ بھی بھیج رہا ہوں۔ اس کا تردیدی یا تائیدی جواب بھی ہم کو عطا فرمایا جائے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ سب حضرات اُس پر ہی عمل کریں گے فقط والسّلام۔ بَیِّنُوا تُؤجَرُوا۔

دستخط سائل سید نصیب علی شاہ حنفی سنّی نقشبندی، حویلیاں ضلع ہزارہ پاکستان

دستخط۔ مُرسلہ منجانب مولوی مہربان خاں کوٹلوی مال خطیب جامع مسجد ڈھوک کشمیریاں۔

۱۹/۵/۹۴

بعون الملک العلام الوھاب

الجواب

مکرم و محترم جناب صاحب اور حضرت علامہ خطیب صاحب آپ کے تمام کاغذات
وصول ہوئے اور با غور ان کا ترتیب پڑھنے کے بعد یہ شرعی فتوٰی اسلام قرآن اور احادیث
مقدسہ اور فقہ حنفیہ کے مطابق ترتیب دیا جا رہا ہے۔ گولڑوی کتابچہ کا جواب تردیدی بھی بحمدہ
تعالیٰ ترتیب دیا جا رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس فتوئے شرعیہ کے حکم سے مذکورہ فی
السوال کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو مکمل اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنی
بیٹیوں کا نکاح ان کے ہمسر گھرانوں میں فوراً کر دیں جن کا تذکرہ آپ نے سوال میں فرمایا ہے
یہ اجازت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن و حدیث
اور فقہ حنفی کی طرف سے ہے۔ آپ اپنی بیٹیوں کے وَلیِ اَقرب ہیں اور آپ کی عاقلہ
بالغہ بیٹیاں بھی اس نکاح سے راضی ہیں آپ بھی خوش اور مطمئن ہیں، نیز جو کیفیات
اور پاکیزہ حالات آپ نے ان دونوں گھرانوں کے بتائے ہیں اُس اعتبار سے وہ لوگ شریعتِ
اسلامیہ کے فرمودات سے آپ کے حسبی کفو ہیں اور بحکم قرآنی حسبی کفو زیادہ مضبوط ہوتا
ہے نسبی کفو سے۔ لہٰذا جہلاء جویلیاں اور حمقاءِ تفضیلی شیعوں کو شور مچانے دو ان کے لغو
شور و غوغا کی پرواہ نہ کرو، ان کی ہر بات باطل ہے اور باطل کا کام ہی شور مچانا ہے
یہ لوگ اگر یہ اس مسئلے پر ہزاروں کتابیں لکھتے رہیں۔ قلم گھِستے اور صفحات سیاہ کرتے رہیں
مگر حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر نظریہ قرآنِ مجید حدیث پاک اور فقہ حنفی
کے خلاف ہے۔ قرآن عظیم اور حدیثِ مبین سے ہر مسلمان شخص مرد و عورت کے دو قسم
کے کفو ہیں۔ پہلا کفو نسبی اور دوسرا کفو حسبی۔ مگر حسبی کفو کو نسبی کفو پر فوقیت ہے، اس کی
وجہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی دین نے عورت کی اتنی حفاظت نہیں کی جتنی مضبوط و دائمی
ایک مسلمان عورت کی ہر روپ میں اسلام نے حفاظت فرمائی عورت خواہ ماں کے روپ
میں ہو یا بیٹی کے یا بہن کے یا بیوی کے روپ میں۔ یہودیت نے امیر و غریب کا فرق کر
کے عورت کو ذلیل کیا۔ عیسائیت نے کالے و گورے کا فرق کر کے عورت کو ذلیل کیا۔
ہندومت نے اونچی نیچی ذات کا فرق کر کے عورت کو ذلیل کیا، اور ان سب دینوں کے
اس امتیازی سلوک میں سب سے زیادہ بیوی کو ذلت ملی، کبھی جہیز کا مسئلہ کھڑا کر کے بیوی

کو ذلیل کیا گیا، کہیں حق مہر کا نام و نشان مٹا کر بیوی اور بیوی کے والیان کو ذلیل کیا۔ حالانکہ کثرتِ جہیز بیوی کی ذلت ہے اور کثرتِ حق مہر اس صنفِ نازک کی عزت ہے۔ اسلام سے پہلے بیوی کی حیثیت ایک جانور سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ عورت کا وجود ہی حقیر شمار کیا جاتا تھا۔ آج بھی عالم کفر میں بیوی کی یہی حیثیت ہے۔ خاوند اور اُس کے لواحقین کی نگاہ میں دولت کی عزت زیادہ بیوی کے مقابل۔ مگر اسلام نے دنیا میں تشریف لا کر اس پرانی کفریاتی رواج اور ذلتوں کو ختم کیا اسلام نے ہی فرمایا کہ اے مسلمانوں تم میں آج سے کالے گورے امیر غریب اور نیچے اونچے کا کوئی فرق نہیں۔ اور یہ بات صرف عجمیوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تا قیامت تمام مسلمان مرد و عورت عربی عجمی سید غیر سید کے لیے ایک جیسا قانون ہے۔ کسی کو کسی پر غرور و تکبر کرنے کا حق نہیں۔ تبلیغ نبوی کی کیا عظیم الشان غرور توڑ تعلیم ہے کہ سید سیدوں کو فرمایا۔ خبردار اپنی سیادت پر شیطانی غرور نہ کرنا، کیونکہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ اور غیر سیدوں کو فرمایا کہ خبردار اپنی چوہدراہٹ دولت تجارت ثروت، حکومت پر غرور نہ کرنا تم کچھ بھی ہو یا کچھ بھی بن جاؤ۔ قُوْمُوْا لِسَیِّدِ کُمْ۔ سادات کے احترام کے لیے اپنی عزت کی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔ ظاہراً تو یہ چند کلماتِ طیبات کسی خاص موقع کے لیے ارشاد فرمائے گئے لیکن حقیقتاً تا قیامت پورے عالم اسلام کے لیے اصلاح معاشرے کی تعلیم عظیم ہے ان پر عمل کر کے پورا اسلامی معاشرہ اسلامی تہذیب آداب کا نقشہ پیش کر سکتا ہے اسی اسلامی تعلیم کو بھلا کر اور کافرانہ ہندوانہ رسمیں و طریقے اپنا کر مسلمانوں نے ظلم و تعدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ لفظ آقا بھی عربی لفظ ہے اور سید بھی مگر زبانِ علم و حکمت نے آقا نہ فرمایا۔ نہ قُوْمُوْا لِاَقَاکُمْ نہ آقَاءُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ۔ فرمایا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ آقائیت کا وجود دنیا سے ناپید اور ختم ہونے والا ہے مگر سید و سادات تا ابد سدا بہار ہیں اور اِن کی تعظیم بحکم قرآنی جزوِ ایمانی ہے۔ لیکن غرور و تکبر ہر سید غیر سید مومن مسلمان کے لیے ایمان سوز زہر قاتل ہے۔ عالم انسانیت میں ہر انسان کو اسلام نے بہترین تحفظ عطا فرمایا مردوں کو بھی عورتوں کو بھی مگر چونکہ عورتیں صنف نازک ہیں بعض موقعوں پر یہ اپنے خاندانوں اور اپنے گھروں میں بھی غیر محفوظ ہو جاتی ہیں، کبھی جان کا خطرہ کبھی عزت و آبرو کا خطرہ کبھی ایمان کا خطرہ اس لیے اسلام نے مسلمان عورت کی حفاظت کے لیے خاصہ مضبوط انتظام و اہتمام فرمایا ہے، ان خطرات سے بیوی سب

میں زیادہ مبتلا ہوتی ہے اور ظالم فاسق لالچی شکی مزاج، خاوند اور اسی قسم کے سسرالیوں کے ہاتھوں مظلوم بیوی ظلم کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسلام میں کفو کا مسئلہ اور کفو کی تقسیم، غیر کفو سے عورت کو بچانا، والی وارث کی حاکمیت کو عورت پر قائم فرمانا حق مہر کا مسئلہ اور زیادہ سے زیادہ حق مہر دلوانا، جہیز کی رسم دنیوی کو ختم کرنا، اور تفویضِ طلاق کے قوانین یہ سب کچھ مسلمان عورت کے تحفظ اور خاوند کے ظلم و تکبر و لالچ کو توڑنے کے لیے ہی ہیں۔ مگر نادان اور دنیا ساز و مغرور مسلمان ان کو سمجھتے نہیں۔ سوال مذکورہ میں تفضیلی شیعہ روافض کی اسی قسم کی ساختہ نادانیاں نقل کی گئی ہیں اور سب محض جہالت، کور چشمی، اوندھی عقل اور گمراہی ہیں۔ پہلی نادانی یہ کہ سیدزادی کا غیر سید مرد سے قطعاً نکاح جائز نہیں بلکہ باطل و حرام ہے یہاں تک کہ قریشی مرد سے بھی ناجائز، دوسری نادانی یہ کہ لڑکی سیدزادی اگرچہ عاقلہ بالغہ ہو اور غیر سید نیک مرد سے نکاح پر راضی ہو اس کے والی وارث بھی راضی ہوں تب بھی نکاح جائز نہیں ہاں تمام دنیا کے سید لوگ اگر راضی ہوں تب نکاح جائز ہے یہ نظریات سب غلط اور ضلالتِ ابلیسی اور سیدزادی پر ظلم ہے اس لیے کہ اسلام قرآن اور واقعاتِ احادیث کے خلاف ان شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ سراسر اسلام کے خلاف بنا لیا ہے۔ بلکہ ان کے تمام اقوال و اعمال ہی خود ساختہ غیر شرعی ہیں، ذاتی ایجادات ہیں۔ زمانۂ نبوی سے ایسے نکاح ہوتے چلے آئے ہیں بے شمار سیدزادیاں غیر سید بزرگوں ولیوں عالموں کے نکاح میں رہیں۔ جیسا کہ ہم مندرجہ ذیل دلائل میں ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ، یہ کہنا بھی حماقت ہے کہ ساری دنیا کے سید راضی ہوں تب غیر سید سے نکاح جائز ورنہ نہیں، کیونکہ اسلام نے صرف قریبی ولی کی رضا مندی شرط لگائی ہے، اور صرف سیدوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے تاقیامت اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ غیر سید سے نکاح میں سیدزادی کی ذلت ہے اگر ایسا ہوتا تو اسلام یعنی قرآن و حدیث میں سیدزادیوں کے لیے علیحدہ صاف الفاظ میں قانون کفو بنا دیا جاتا، حالانکہ ایسا خصوصی کوئی قانون موجود نہیں نہ قرآن مجید میں نہ حدیث پاک میں نہ فقہ ائمہ اربعہ میں۔ اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے مطابق شریعت مطہرہ کے فرمودات کی حد میں رہ کر جو نکاح کیا جائے وہ تو خاوند بیوی کی عزت و عظمت اور وقار کا باعث ہے نہ کہ ذلت و رسوائی کا قرآن مجید فرماتا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۷) اے

مسلمان خاوند و تمہاری بیویاں تمہارے لیے عزت کا لباس ہیں اور تم اُن کے لیے عزت کا لباس ہو اسلام قرآن تو ہر خاوند بیوی کو بذریعہ شرعی نکاح عزت کا مقام دے رہا ہے۔ مگر یہ ظالم بد نصیب تفضیلی شیعہ کون سی عزت ڈھونڈتے پھر رہے ہیں دنیا اور آخرت کی جتنی بھی عزتیں ہیں وہ اسلامی اصول و شرائع ہیں ہیں ان سے ہٹ کر اپنے ڈیڑھ اینٹ کے گھروندے میں عزتیں باٹنتے پھرنا وساوس شیطانی اور تلبیسی ابلیس کے سوا کچھ نہیں، کیا یہ دنیوی عزت کم ہے ایک سیدزادی نیک پاک باوفا متقی مسلمان غیر سید بادشاہ کی بیوی بن کر پورے ملک کی ملکہ بنے جس پر حکمرانی کرے یا ایک معظم متقی نیک پاک مومن مسلمان زمیندار چوہدری اپنے علاقہ کا سردار پانچ وقت کا نمازی با حیثیت غیر سید مرد سے، مجبور مظلوم سیدزادی کا نکاح کر دیا جائے تاکہ وہ انتہائی احترام و عزت کے ساتھ زندگی گزار سکے یا معاشرے میں اونچے معزز و معظم خاندان کے نیک متقی مومن مسلمان عالم باعمل فقیہ پٹھان قبیلے کے نوجوان باادب بااخلاق مرد سے کسی سیدزادی کا نکاح کر دیا جائے تاکہ گھر کی چار دیواری میں باپردہ باعزت ہم مسلک صحیح العقیدہ شخص کے ساتھ اپنی خاندانی وجاہت و سیادت کے ساتھ عزت گزار سکے۔ کیونکہ بفرمانِ الٰہی صرف علماءِ اسلامی ہی خوف خدا رکھنے والے اور سب کی عزت پہچاننے والے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (سورۃ فاطر آیت ۲۸) اور میرا مشاہدہ ہے کہ جن غیر سیدوں کے گھروں میں سیدزادی بیاہ کر آئی ہیں وہ ہی لوگ اپنی بیویوں بہوؤں کی صحیح عزت کرتے ہیں سیدزادیاں وہاں انتہائی عزت و احترام سے رکھی جاتی ہیں انہی غیر سید سسرال والوں میں سیدزادی بہو، بیوی کی صحیح اور حق سادات کے مطابق عزت ہوتی ہے اور اُنہی گھروں میں اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا سچا نقشہ نظر آتا ہے۔ ہمارے علاقے یوپی انڈیا میں اکثر نیک شریف سنی سادات گھرانوں نے اپنے خاندان کے بدقماش و بدعقیدہ سیدوں سے اپنی اور اپنی بیٹیوں کی جان و عزت بچا کر نیک متقی سنی معظم و معزز اونچے خاندان صاحبِ وقار و حیثیت گھرانوں کے علما فقہا کو اپنی بیٹیاں بیاہی ہوئی ہیں، سارا سسرال یہاں تک کہ ساس اور سسر بھی اُس کی عزت کرتے ہیں صرف اس لیے کہ یہ سیدزادی ہے ہمارے گھر کا چراغ اور قبر و حشر کی روشنی ہے، بھلا یہ عزت کسی سیدزادی کو فاسق و فاجر بدعقیدہ ظالم لالچی بددماغ سید خاوند اور اُس کے گھرانے سے مل سکتی ہے۔ اِن عقل کے اندھوں تفضیلی شیعوں کو کیا معلوم کہ اگر کوئی نیک شریف مومن مسلمان متقی عابدہ زاہدہ کو کسی فاسق فاجر

بچے ڈاکٹر کو دکھانے سے پہلے دفنا دیا جائے تو بیچاری سیدزادی اور اُس کے نیک شریف میکے والوں کی ساری عمر کتنی ذلت و خواری ہوتی ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے نیک شریف بیٹیوں والے انہی کے ہاتھوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ تعویذ و فتاوی کے لیے جب سیدزادیاں میرے پاس آتی ہیں تو ستم رسیدہ والدوں کے ہاتھوں اذیت ناک حالات سنے نہیں جاتے اور پھر حیرت اس بات پر ہے کہ یہ نسبی کفو کی سخت پابندی صرف سیدزادی پر ہے، نہ سیدزادوں پر نہ کسی اور دوسری مسلمان اونچی جاتی قوم قبیلے اور معزز خاندان کے لڑکوں لڑکیوں پر یہ امتیازی تفریق وسلوک ان تفضیلی رافضیوں نے صرف بے چاری سیدزادیوں اور اُن کے مذکورہ فی السوال قسم کے والدین کے لیے بنا رکھے ہیں کہ سید لڑکا جہاں چاہے اونچی نیچی ذات میں جھک مارتا پھرے اس کو کھلی چھٹی ہے۔ ان حمقاءِ دیہات سے کوئی پوچھے کہ جب سید لڑکے غیر سیدوں میں اپنی من پسند کی شادیاں کرتے پھریں گے تو پھر سیدزادیوں کے رشتے سیدوں میں کہاں سے آئیں گے۔ تمہارے خودساختہ دین نے اس کا کیا حل سوچا ہے، اور پھر اگر سیدزادی کی اولاد کو غیرسید والا کا طعنہ پڑ سکتا ہے تو سید مرد کی اولاد کو بھی پنج قوم کی والدہ کا طعنہ پڑ سکتا ہے۔ یہ تفریق صرف انہی دیہاتی اَن پڑھ تفضیلی شیعوں نے اپنے بناوٹی دین و مذہب میں ہی بنائی ہے۔ اسلام میں ایسی کوئی ظالمانہ تفریق اور امتیازی سلوک کہیں ثابت نہیں ہے۔
اس ظالمانہ نظریے کا نام محبتِ اہل بیت رکھا ہے یہ محبت نہیں بلکہ سیدات اور شرفاءِ سادات پر ظلم ہے۔ یہ تفضیلی شیعہ محبتِ اہل بیت کی دعویداری میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ابولہب کی تعریف کرتے ہیں اور اُس کی مردودیت اور ملعونیت میں رب تعالیٰ نے جو سورۃ لہب نازل فرمائی اس سورۃ کے بھی گستاخ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ پر معترض کہ اس نے یہ سورۃ کیوں نازل فرمائی اس سے نبی کریم کو دکھ پہنچتا ہے کہ اس میں اُن کے چچا ابولہب کی برائی اور ہلاکت بیان فرمائی معاذ اللہ، پھر کل آذر بت تراش کی تعریفیں شروع کر دینا کیونکہ وہ بھی ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا، یہی وہ گمراہ لوگ ہیں جن کے بارے میں خود مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ هَلَكَ فِيَّ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ۔ ترجمہ:۔ ہلاک ہوتے رہیں گے جہنم کے اندر میرے بارے میں وہ محبت کرنے والے جو میری محبت میں شریعت کی حدیں توڑ گئے۔ سورۃ تَبَّتْ يَدَا کی گستاخی اور کلامِ الٰہی سے نفرت بیان کر کے اپنے کافر ہونے کا خود اظہار کر دیا۔ یہی تفضیلی شیعہ رافضی صرف اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو برا کہتے ہیں کہ انہوں نے مولیٰ علی سے جنگِ صفین کی تھی یہ میں صرف اس سوال کی تحریر سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس سوال کے بعد تحقیق و تفتیش کرتے ہوئے میں نے بنظرِ خود ان کی کتابوں میں یہ کفریہ عبارتیں پڑھی ہیں۔ حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم صحابی کاتبِ وحی اور معتمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مولانا روم ان کی تعریف کریں داتا صاحب ان کا ذکرِ خیر فرمائیں علما فقہا ان کی خدماتِ اسلامیہ کو سراہیں، قاضی عیاض کی کتاب الشفا کی شرح نسیم الریاض جلد اول ص۲۰۱ پر ہے۔ وَمَنْ يَكُوْنُ يَطْعَنُ فِيْ مُعَاوِيَةَ فَذٰلِكَ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةِ۔ ترجمہ۔ جو بدبخت انسان حضرت معاویہ کو برا کہے وہ جہنم کے کتوں میں سے ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ سیدوں کو امتی نہ کہو، کیونکہ یہ لفظ گھٹیا ہے، سیدوں کا درجہ عرشیوں فرشیوں سے زیادہ ہے یا یہ کہ تمام سیدوں کا درجہ غیر سید صحابی سے بھی زیادہ ہے اگرچہ سید فاسق فاجر یا بدعقیدہ بھی ہو غوث و قطب سے بھی اس کا درجہ بلند ہے یہ سب اقوال ان کے ذاتی بنائے ہوئے خرافات و گمراہیاں ہیں۔ اسلام قرآن سے ان لغویات کا کوئی تعلق نہیں، ان ہی خود ساختہ فضائلِ سادات کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ سیدزادی کا کوئی غیر سید کفو نہیں۔ کفو کا معنیٰ کرتے ہیں برابر اور ہم پلّہ یہ ترجمہ بھی ان کی جہالت اور کفریات میں سے ہے کیونکہ اسی ترجمہ کے بلبوتے پر وہ اہل بیت کو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کی کتبِ عقائد میں لکھا ہے۔ ان تمام خرافات لغویات ظلمیات کی وجہ سے ہی تبرائی شیعوں رافضیوں کو کافر کہا جاتا ہے اور تفضیلی شیعوں رافضیوں کو گمراہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شرنبلالی اپنی کتاب تنبیہ المفاسد شرح وھبانیہ کتاب السیر ص۳۰ پر فرماتے ہیں۔ اَلرَّافِضِيُّ اِذَا سَبَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَوْ لَعَنَهُمَا يَكُوْنُ كَافِرًا وَاِنْ فَضَّلَ عَلَيْهِمَا عَلِيًّا لَا يَكْفُرُ وَهُوَ مُبْتَدِعٌ۔ ترجمہ۔ رافضی شیعہ جب صدیق و فاروق پر تبرا بولے تو کافر ہے اور اگر صرف تفضیلی ہے اور صدیق و فاروق سے مولیٰ علی کو افضل مانے تو گمراہ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اہل سنت ہیں۔ اور مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ تبرائی شیعہ ہیں اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ تفضیلی شیعہ۔ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳) کا صحیح نفسیر صرف اہل سنت کے پاس ہے رافضیوں تفضیلیوں کی حبِ اہل بیت تو جہنم کی ہلاکت ہے۔ آج دنیا میں محبانِ علی نے

بھر میں ظلم کا [illegible] مذہب ایجاد کریں مگر قیامت میں مولیٰ علی کے ہاتھوں ہی یہ تفضیلی رافضی ذلیل و خوار ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث نے اِن کے اسی ظلم کو توڑنے کے لیے [illegible] نے حبِ اہلِ بیت کی آڑ میں سیّدزادیوں پر روا رکھا ہے۔ کفو کی دو قسمیں ہیں [illegible] پہلی قسم کفو نسبی دوسری قسم کفو حسبی یعنی حسبی۔ کفو کا معنیٰ ہے تعلق رشتے داری نسبی کفو میں عرف کا تعلق ہے [illegible] بچے کے پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے جو بھی بچہ جس گھر پیدا ہوا اُس کے عرفی رشتے قبیلے والے اُس کے نسبی خاندانی کفو بن گئے نسبی کفو میں دو چیزیں شرطِ کفوئیت ہیں ۱ قومیت ۲ حرفت یعنی خاندانی پیشہ کفو کی قسم دوم حسبی اور حسبی کفو میں دینی تعلق دینی رشتے داری ضروری۔ حسبی کفو میں پانچ چیزیں شرطِ کفوئیت ہیں ۱ خاوند بیوی کا دین ایک ہو عقیدہ ایک ہو ۲ معاشرے میں معزز معظم ہو ۳ نیک سیرت متقی ہو ۴ عالم عاقل ہو ۵ خاوند غریب مسکین محتاج و قلاش نہ ہو بلکہ کم از کم اتنا مال رکھتا ہو کہ بیوی کا حقِ مہر ادا کر سکے اور دونوں خاوند بیوی اپنے اِخراجات میں میں باعزت زندگی کی رہائشی نان نفقہ پورے کر سکیں۔ سورۃ اِخلاص میں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کا معنیٰ بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی رشتے دار نہیں کفو کا یہ معنیٰ کرنا کہ فضیلت میں برابری اور پھر تفضیلی شیعوں کا یہ کہنا کہ مولیٰ علی نبی کریم کے کفو ہیں اور پھر کہتے پھرنا کہ علی کرم اللہ وجہہ بالکل نبی کریم کے برابر اور اُن کی مثل ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ علی کو نبوّت نہ ملی وہ بھی صرف اس لیے کہ نبی کریم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہے معاذ اللہ یہ سب باتیں کفریہ ہیں۔ کفو کے سلسلے میں تفضیلی شیعوں کا موقف اور عقیدہ یہ ہے کہ فاطمی سیّدزادی لڑکی کا نکاح غیر فاطمی سیّدزادے کے علاوہ کسی اور دوسرے شخص سے جائز نہیں۔ اگرچہ وہ مرد ھاشمی ہو یا قریشی کے دس قبیلوں میں سے کسی قبیلے کا ہو یا اگرچہ عجمی النسل عالم فقیہ نیک متقی مومن مسلمان معظم صاحبِ حیثیت باوجاہت ہو۔ اور اگرچہ غیر فاطمی شخص سے نکاح کرتے میں خود عاقلہ بالغہ سیّدزادی بھی راضی ہو اور اُس کے ولی قریبی بھی راضی ہوں کتنی ہی مجبوری ہو سیّد لڑکے کا رشتہ ملے یا نہ ملے۔ لڑکی سیّدزادی بے شک بے نکاحی محتاجی میں فقیرنی بوڑھی ہو کر مر جائے۔ اگر کسی غیر سیّد سے نکاح سیّدزادی کا کسی بھی مجبوری کے تحت کیا یا کر ادیا گیا تو باطل اور وطی صحبت زنا ہو گی اور اولاد ناجائز ہو گی۔ سیّدزادی کا خاوند صرف اور صرف سیّد لڑکا ہی ہو سکتا ہے اگرچہ وہ سیّد لڑکا جاہل فاسق فاجر قاتل ڈاکو یا

ایا ہیچ تلاش اور بدعقیدہ ہی ہو، شیعوں رافضیوں کے پاس اپنے اس موقف اور خود ساختہ عقیدے پر کوئی بھی واضح دلیل نہیں نہ قولی نہ عملی، نہ عقلی نہ نقلی، نہ قرآن مجید سے نہ حدیثِ پاک سے نہ فقہ ائمہ اربعہ سے نہ متقدمین علما فقہا کے قول وعمل سے نہ متاخرین علما فقہا کے قول وعمل سے جو اُن کے اس مندرجہ بالا صرف سیدزادی کے لیے بنائے گئے عقیدے کو صاف صاف لفظوں میں ثابت کرے، جو گولڑوی رسالہ میرے پاس بھیجا گیا ہے اس میں بھی حضرت اعلیٰ پیر مہر علی شاہ صاحب کا فتویٰ صاف صاف ان تفضیلی شیعوں کے اس موقف کی تردید فرما رہا ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی اگلی سطور میں اس رسالے کی مکمل تردید کرتے ہوئے بتائیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔ کفو کے مسئلے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک ومذہب مندرجہ ذیل ہے۔

چنانچہ مسلکِ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ ہے کہ مسلمان مومنہ متقیہ کے لیے صرف دین اور دیانت میں کفو ہونا ضروری ہے نسبی کفو ضروری نہیں۔ یعنی مسلمان متقیہ لڑکی کے لیے صرف ایسا خاوند ضروری ہے جو مومن مسلمان متقی صحیح العقیدہ دین اور دیانت والا ہو اور تمام مسلمان عورتوں کے لیے یہ ایک ہی قانون ہے خواہ لڑکی سیدزادی ہو یا غیر سیدہ چنانچہ فتاویٰ شامی جلد دوم ص۳۲۵ پر ہے۔ خِلَافًا لِمَالِكٍ فِي اعْتِبَارِ الْكَفَاءَةِ وَالثَّوْرِيِّ وَالْكَرْخِيِّ وَجَصَّاصٍ مِنْ مَشَايِخِنَا لَمْ يَعْتَبِرُوا الْكَفَاءَةَ فِي النِّكَاحِ وَلَوْ لَمْ تَثْبُتْ عِنْدَهُمْ هٰذِهِ الرِّوَايَةُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَمَا اخْتَارُوهَا۔ ترجمہ نسبی کفو کے ضروری ہونے کا اعتبار کرنا مسلک امام مالک کے خلاف ہے اور علامہ ثوری اور علامہ کرخی اور علامہ جصاص جو ہمارے حنفی مشائخ میں سے ہیں وہ بھی کبھی نکاح میں نسبی کفو کا اعتبار نہ کرتے اگر امام اعظم ابوحنیفہ کی یہ روایت (نسبی کفو کے اعتبار والی) ان مشائخ کے نزدیک ثابت نہ ہو جاتی اور حاشیہ ترمذی جلد اوّل ص۲۰۷ پر بحوالہ مجمع البحار ہے وَفِيهِ حُجَّةٌ عَلَى الْجُمْهُورِ فَإِنَّهُ يُرَاعِي الْكَفَاءَةَ فِي الدِّينِ فَقَط۔ ترجمہ اور امام مالک کے اس قول ومسلک میں جمہور کے خلاف دلیل ہے کیونکہ امام مالک صرف دینی کفائۃ کی رعایت اور اعتبار فرماتے ہیں اور قاضی خان فتاویٰ جلد اول ص۳۲۹ پر ہے الْكَفَاءَةُ مُعْتَبَرَةٌ فِي النِّكَاحِ خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ وَسُفْيَانَ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تعالیٰ علیہم أَجْمَعِينَ۔ ترجمہ:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو نکاح میں نسبی کفائۃ معتبر ہے مگر امام مالک رحمہ کے خلاف اور

حضرت [illegible] صحابہ کرام کی ایک جماعت کے بھی خلاف ہے یعنی وہ صرف حسبی نسبی
[illegible] یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک بھی یہی ہے
[illegible] کفویت نہیں مسلمان کے لیے اصل کفو اسلامی رشتے داری ہونا چاہیے
[illegible] مسلمان کی عزت [illegible] دین اور دیانت میں ہے یہی اصل تحفظ ہے۔ چنانچہ
[illegible] سلامیہ ہے۔ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ هِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِي الْإِسْلَامِ
فَقَطْ۔ ترجمہ۔ امام شافعی رح اور امام احمد کے مسلک میں وہ کفاءۃ فقط اسلام ہونے
[illegible] یعنی صرف [illegible] مسلمان متقیہ عورت کا کفو ہوتا ہے جو نیک متقی مسلمان ہو۔ نیز یوں
[illegible] نسب [illegible] قوم پرستی پیدا ہوتی ہے سب سے پہلے نسب واصل پر شیطان
ابلیس نے غرور و تکبر کیا جیسا کہ سورۃ اعراف آیت ۱۲ میں ہے۔ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔ ترجمہ۔ ابلیس نے کہا اے اللہ میں اچھا ہوں
آدم سے کیونکہ مجھ کو تو نے آگ سے بنایا جو اعلیٰ نسب والی ہے اور اس کو تو نے حقیر
مٹی سے پیدا کیا۔ اس نسبی فخر کرنے کو رب تعالیٰ نے تکبر فرمایا، کہ ارشاد ہوا۔ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ
وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ پھر زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب نے یہ ابلیسی روش اختیار کی وہ
بھی اپنے نسب پر فخر کرتے رہے۔ چنانچہ فتاویٰ بحر الرائق جلد سوم ص۱۴۱ پر ہے۔ وَإِنَّمَا
يَتَفَاخَرُونَ بِالنَّسَبِ۔ ترجمہ۔ زمانہ جاہلیت سے اہل عرب اپنے نسبوں پر فخر کرتے
چلے آرہے ہیں۔ اسلام نے اس غرور سے مسلمانوں کو بچایا، فخر کا معنیٰ ہے غرور تکبر شیخی
حدیث پاک میں ارشادِ مقدس ہے۔ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ ترجمہ۔ میں تمام
انسانوں کا سردار بنایا گیا مگر مجھے اس پر غرور نہیں۔ نسب پر فخر غرور ہے اور غرور سے ظلم
نافرمانی۔ بدکرداری، بدعقیدگی جیسے مرض پیدا ہوتے ہیں اسی لیے ائمہ ثلاثہ نے فرمایا
کہ نکاح میں نسبی کفویت اتنی زیادہ ضروری نہیں جتنی دینی ایمانی اخلاقی شرافت دیانت وجاہت
ضروری اور اہم ہے لہٰذا ہر مسلمان کو بیٹیوں کے لیے اہلِ ایمان وتقویٰ رشتوں کو ترجیح دینی
چاہیے اسی میں ہی بیٹی کی عزت وحفاظت ہے، دلیل ۲ رب تعالیٰ نے ایک آیت پاک
میں خاوند بیوی کو ایک دوسرے کا لباسِ عزت فرمایا ہے اور سورۃ اعراف کی آیت ۲۶
میں فرمایا۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ۔ یعنی تقویٰ لباس سب سے اچھا ہے۔ دونوں
آیتوں کو ملانے سے یہ مفہوم ملتا ہے کہ متقی خاوند ہی بیوی کے لیے عزت وحفاظت کا

لباس ہے۔ اور منقبتہ بیوی ہی اپنے خاوند کے لیے عزت وشرافت وامانت کا لباس ہے۔ لہٰذا اے والی وارثو سیدو غیر سیدو۔ نسب پرستی مت کرو ایمان پرستی کرو صرف سیادت لات کار کو کچھ نہ دیکھو ایمان اسلام شرافت دیانت وجاہت کو دیکھو۔ اگر سیدزادہ فاسق فاجر بدعقیدہ ہو کر تبرائی یا تفضیلی شیعہ بن جائے تو وہ نیک پاک متقیہ سنی سیدزادی کا کفو نہیں رہتا۔ نسب پر غرور حرام ہے۔

امام اعظم کا مسلک، صرف امام اعظم ابوحنیفہ رض کفو میں نسبیت کی پابندی لگاتے ہیں مگر حسبیت کے ساتھ متقید کر کے، فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان عورت کا خاوند وہی مرد ہو سکتا ہے جو اس عورت کی قومیت اور نسبیت کا ہو بشرطیکہ اس مرد کا حسب اور سبب بھی عورت کے حسب وسبب جیسا ہو۔ مسلکِ حنفی کا خلاصہ یہ کہ عورت و مرد کا حسب و نسب ایک جیسا ہو تب وہ مرد اس عورت کا کفو بنے گا اور تب ہی وہ شرعاً خاوند بیوی بن سکتے ہیں۔ اگر نسب تو ایک جیسا ہو مگر دونوں کا حسب وسبب ایک جیسا نہ ہو تو وہ مرد اس عورت کا کفو نہ بنے گا۔ ہاں البتہ اگر دونوں عورت و مرد کا نسب وقوم قبیلہ جدا جدا ہو۔ مگر حسب وسبب ایک جیسا ہو تو وہ مرد کفو بن جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نسبی کفویت کمزوری اور عارضی ہے اسلام میں اصلی اور مضبوط کفائت حسبی وسببی کفویت ہے۔ امام اعظم کے اس مسلک پر کثیر دلائل ہیں قولی بھی اور عملی بھی ہم پہلے قولی دلائل عرض کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ قولی دلائل قانون کو ثابت کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اور عملی دلائل قانون کی اہمیت ثابت کرنے کے لیے ہوتے۔ پہلی دلیل سورۃ حجرات آیت ۱۳ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ اس آیت مقدسہ میں کفو کی دونوں قسموں کا ذکر ہے۔ آیت کے پہلے حصہ میں نسبی کفائتہ کا ذکر ہے جس کا ترجمہ ہے۔ اور ہم نے ہی بنایا ہے تم سب انسانوں کو قومیں اور قبیلے، تاکہ تم ایک دوسرے کو کما حقہٗ پہچان سکو (کہ اس کا خاندان و خاندانی شان وعزت کیا ہے) آیت کے دوسرے حصہ میں حسبی وسببی کفو کا ذکر ہے۔ اور فرمایا جا رہا ہے کہ خاندانی کفویت تو دنیا کے ہر انسان وقوم قبیلے کے لیے ہے۔ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا غیر مسلم، یہی اللہ تعالیٰ کی رضا وحکمت ہے اسی نے تمہاری ذاتیں قومیں بنائی ہیں۔ لہٰذا ہر انسان کو بھی حتی الامکان اس کی حفاظت کرنی چاہیے مگر مسلمان قوم کو اس نسبی کفو کی حفاظت

[illegible] ایمانی فراست دیانت والی کفائت کی حفاظت کرنی چاہیئے
[illegible] کفائتہ ایمانی رشتے داری اور متقی خاندان بنانا زیادہ پسند
[illegible] حاصل کی جائیں لیکن بامرِ مجبوری نسبی کفائتہ میں اگر حبیت اور
[illegible] نسبیت کو چھوڑ دے۔ حبیت کو فوقیت و ترجیح دے اس
[illegible] کا تعلق بھی خاندان سازی سے ہی ہے نہ کہ فقط آخرت سے
[illegible] اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اس آیت کے پہلے حصہ۔ وَجَعَلْنٰكُمْ
[illegible] کا تعلق دنیا سے ہے۔ اور آیت کے دوسرے حصے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ (الخ) کا تعلق
آخرت سے ہے۔ اور دلیل میں۔ کنز العمال جلد سوم ص۹۴ کی روایت پیش کرتا ہے، کہ لَا
يَسْئَلُكُمْ عَنْ اَحْسَابِكُمْ وَاَنْسَابِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ
یہ روایت صحیح ہے مگر بے بات و قیاسی تائید لینا بالکل غلط ہے جب بندے کی عقل
[illegible] سے ایسی ہی جہالتیں ٹپکتی ہیں۔ اگر یہاں تعلق صرف آخرت سے ہے
تو مستدرک حاکم جلد سوم ص۱۵۸ والی روایت کا تعلق بھی صرف آخرت سے ہے کہ يَنْقَطِعُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ لہٰذا اب دنیا میں نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسب و نسب کی خصوصی فضیلت کے لیے اس روایت مستدرک
کو دلیل نہ بنانا چاہیئے۔ نیز اگر ذرا بھی عقل ہو تو پتہ یہ چلتا ہے حسب سبب نسب کا تعلق آخرت
سے نہیں ہے کیونکہ تفضیلی شیعہ کی پیش کردہ کنز العمال کی روایت لَا يَسْئَلُكُمْ (الخ) تو
اُخروی تعلق کی نفی کر رہی ہے، اور یہ رافضی اسی کو ثبوت کی دلیل بنا رہا ہے۔ کیا انہی کم عقلیوں
پر محبتِ اہلبیت کی دعویداری ہے؟ **دلیل دوم**۔ سورۃ مجادلہ آیت ۱۱ میں ارشادِ باری
تعالیٰ ہے۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ
ترجمہ، بلند فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم تمام انسانوں میں سے صرف ان لوگوں کو جو مومن بن
گئے اور مومن مسلمانوں میں سے صرف ان لوگوں کو جو علم دیئے گئے دین اسلام کا عالم و فقیہ
بنائے گئے بہت درجے۔ اس آیت میں قیامت تک انسانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ
ایمان والوں کی فضیلت دنیا کے تمام انسانی خاندانوں قوموں قبیلوں پر ہے اور ایمان
والوں میں علم و فقہ والوں کا درجہ و فضیلت تمام بے علم عوام خاندانوں قبیلوں پر ہے اور
کفو میں چونکہ شرط ہے کہ مرد کا عورت سے فضیلت میں درجہ بلند ہو، اور یہ آیتِ مقدسہ

بتا رہی ہے کہ علم کے ذریعہ درجہ بلند ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ معظم و معزز صاحب وجاہت عالمِ دین سیدزادی کا کفو ہو سکتا ہے اس لیے اگر کسی سیدزادی کے لیے نیک متقی سید کا رشتہ نہ ملے تو لڑکی کے والی وارث اپنی رضا اور عاقلہ بالغہ سیدزادی کی خوشی و پسند سے غیر سید معظم خاندان کے عالمِ دین سے اپنی سیدہ بیٹی کا نکاح کر سکتے ہیں یہ نکاح شرعاً بالکل جائز اور مضبوط ہے، کیونکہ نکاح کا مقصود بیوی کی عزت آبرو جان مال کی حفاظت کرنا ہے لڑکی کے خاندانی وقار کو قائم رکھنا ہے اور یہ حفاظتیں ایک عالم دین ذی عقل و ذی وقار کے گھر سے ہی مل سکتی ہیں۔ عام تجربہ جس کا شاہد ہے۔ **دلیل سوم**۔ سورۃ زمر آیت ۹ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ ترجمہ اے حبیب پاک سوالیہ انداز میں تمام لوگوں سے فرمایئے کہ کیا علم والے اور بے علم لوگ فضیلت میں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ سوالِ انکاری کا فرمان ہے۔ یعنی بے علم لوگ اپنے خاندانی اعتبار سے کتنے ہی بلند ہوں مگر علم و تقویٰ والے ذی وقار سے ان کی فضیلت زیادہ نہیں ہو سکتی لہٰذا کوئی بے علم فاسق و فاجر بدعقیدہ شخص محض اپنی چوہدراہٹ و سیادت پر مغرور و متکبر یا مفتخر نہ ہو۔ اس آیتِ مقدسہ سے بھی حسبی و نسبی کفو کی فوقیت کا ثبوت ملا۔ **دلیل چہارم**۔ سورۃ ہود آیت ۴۵ و ۴۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تفسیری ترجمہ اور اپنے بیٹے کنعان کے ڈوب مرنے کے بعد نوح علیہ السلام نے ندا عرض کی اپنے رب تعالیٰ سے تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار بے شک میرا وہ ڈوب مرنے والا بیٹا بھی تو میرا اہل تھا اور بے شک میری تمام اہل کو بچا لیا جانے والا تیرا وعدہ بھی حق سچ ہے (لیکن وہ میرا بیٹا نہ بچا) اور تو اپنے ہر فعل میں ہزار ہا حکمتوں والا احکم الحاکمین ہے تو ہی اُس کی ہلاکت کی حکمت جانتا ہے رب تعالیٰ نے فرمایا اے نوح بے شک وہ (تیرا بیٹا کنعان) تیرا اہل نہ رہا تھا، کیونکہ وہ بدعمل یعنی فاسق و فاجر بدعقیدہ ہو گیا تھا۔ علماءِ احناف اِس آیتِ مقدسہ سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ فاسقِ مُعلن بدعمل مرد نیک متقی خاندان والی عورت کا کفو نہیں بن سکتا اگرچہ نسبیت قوم قبیلے میں بہت ہی قریبی رشتے دار ہو فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص

[illegible] ختم ہو جاتی ہے اور اگر فاسق معلن ہو جائے تو اُس کی
[illegible] ابدی کفویت حسبی ہے کہ
[illegible] کی قرابت و دیانت کفو بنا دیتی ہے۔ اس قانونِ
[illegible] سیدتہ ہی نہیں رہتا۔ اور فاسق ظالم مرد، نیک
[illegible] کا ہو۔ کیونکہ وہاں ایمانی اور یہاں اخلاقی رشتہ
[illegible] نیچری بن گیا تو امام احمد رضا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ
[illegible] جاری فرمایا تھا کہ اب اس کو سید نہ کہا جائے کیونکہ نیچری
[illegible] سیادت ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر آزر ابراہیم علیہ السّلام کا اور ابو لہب
[illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہل قرابت نہ رہا۔ اسی طرح حضرت ابو طالب
[illegible] ہی رہ گئے قرابت نبوی نہ پا سکے۔ یہ قانون تا قیامت نافذ ہے
[illegible] ہر سید کے ساتھ۔ دلیل پنجم۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد چہارم ص ۲۲۳
پر ہے۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ إِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ ایک اور روایت میں اس
طرح ہے۔ إِنَّ كُلَّ حَسَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا حَسَبِيْ وَنَسَبِيْ۔ ترجمہ
بے شک ہر حسب و سبب اور نسب قیامت میں جدا ہو جائیں گے ٹوٹ جائیں گے مگر
میرا حسب سبب اور نسب نہیں ٹوٹے گا نہ جدائی ہوگی۔ اور جامع صغیر لامام سیوطی
دوم ص۹۲ و ص۹۵ پر اور اس کے حاشیہ کنوز الحقائق جلد دوم ص۱۴ پر ہے۔ كُلُّ نَسَبٍ
وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ۔ ترجمہ، قیامت میں تمام نسبی
وسرالی رشتے ختم ہو جائیں گے مگر میرا نسبی اور سسرالی تعلّق ختم نہ ہوگا خواہ داماد بن کر
علماءِ احناف اِن تینوں روایتوں سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں کہ سورۃ حجرات آیت ۱۳ جَعَلْنٰكُمْ
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ (الخ) کی طرزِ بیانی سے حسبی کفو کی فوقیت و اہمیت بیان فرمائی گئی
اور اِن روایتوں کی ترتیب ذکری سے بھی یہ بتایا گیا کہ نسبی کفو سے زیادہ ضروری اور اہم کفو
حسبی نسبی ہے۔ دیکھو ابتداءِ آفرینش سے ہر انسان کے تین رشتے بنتے ہیں باعتبارِ وجود
پہلا رشتہ نسبی ہوتا ہے، دوسرا رشتہ حسبی نسبی، تیسرا رشتہ صہری (سسرالی) نسبی رشتہ پیدا
ہوتے ہی، حسبی رشتہ بالغ ہونے کے بعد اور جب دو عورت و مرد کے نسبی حسبی یا صرف حسبی

کفو میسر آجائیں تو نکاح ہوتے ہی سسرالی رشتہ وجود میں آجاتا ہے یہ تین رشتے تمام انسانوں عورت ومرد کے بیلے تا قیامت موجود ہیں مومن ہوں یا کافر مسلم ہوں یا غیر مسلم، لیکن باوجود اس بات کے کہ ترتیب وجودی میں نسبی پہلے اور حسبی سببی بعد میں ہوتا ہے لیکن آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب ذکری میں حسبی سببی کا پہلے ذکر فرمایا نسبی کا بعد میں جس سے صاف ظاہر ہوا کہ حسبی سببی کفو کا مرتبہ ودرجہ اور فوقیت اہمیت نسب سے زیادہ ہے اگرچہ نسب سید کا ہو۔ نیز آقاءِ کائنات کے اِن فرمودات میں تمام اُمت مومن متقی مسلمان بھی شامل ہو گئے اور تمام سسرالی تعلق ورشتے والے بھی یعنی جن کے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سسر ہیں وہ سب بھی اور جو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساس سسر ہیں وہ سب اور سسرالی رشتہ بنانے والی ازواجِ مطہرات بھی کُلُّ سَبَبٍ یَنْقَطِعُ اور کُلُّ حَسَبٍ یَنْقَطِعُ کا معنیٰ یہ ہے کہ مسلمان متقی شریف عابد زاہد عاشقِ رسول مطیع ومتبع بننے کے بغیر کوئی کتنا ہی نیک شریف با اخلاق مہذب بن جائے کل قیامت میں اُس کی یہ سب حسبیت سببیت یَنْقَطِعُ بیکار ہو جائے گی حسبیت وسببیت وہی کار آمد ہے جو دامنِ مصطفیٰ سے لپٹ کر میدانِ محشر میں پہنچے۔ اسی طرح دنیا میں کوئی کتنے ہی اونچے خاندانی نسب والا ہو چوہدری ہو پٹھان مغل مرزا ہو کل قیامت میں یہ خاندانی حیثیت بیکار ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سید خاندان کل قیامت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع اور جدا نہ کیا جائے گا بشرطیکہ ایمان لے کر جائے یہی کیفیت اور فرق عام لوگوں کی سسرالی رشتوں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سسرالی رشتوں میں ہے۔ اسی لیے فاروقِ اعظم نے مولیٰ علی کو پیغام بھیجا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے میرا سببی وحسبی تعلق تو پہلے ہی قائم ہے بلکہ ہر مومن متقی عابد وزاہد کا بھی حسبی سببی تعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قائم ہے میں چاہتا ہوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میرا نسبی وصہری رشتہ بھی قائم ہو جائے اس لیے تم میرا نکاح اُمِ کلثوم بنتِ فاطمۃُ الزہرہ سے کردو۔ آپ کا یہ پیغام قبول ہوا۔ اور نکاح ہو گیا جیسا کہ ہم ابھی آگے ثابت کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اِن احادیث مقدسہ اور فرمودات نبوی کا مقصد یہ ہے کہ اے تا قیامت مسلمانوں تم متقی مومن با اخلاق شریفانہ زندگی باکردار اور عاقل عالم فاضل بن کر اپنی حسبیت آقاءِ کائنات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جوڑ کر قیامت میں آنا، اور اے تا قیامت سیدو تم اپنی بدکرداری بدعقیدگی سے اپنی نسبیت

رہا دمت کو بیٹا یک ہر معاملہ میں متقی بن کر نبوی حسب سے کر اور سید متقی بن کر نبوی نسب کے ساتھ
مل قیامت میں آنا کرنا ہے صرف نسبت پر مغرور ہو کر کافر فاسق ظالم نہ بن جائے۔ نہ کوئی مسلمان
صرف نام کا مسلمان رہے ورنہ دنیا میں عند الناس کفایت و اہلیت ختم اور آخرت میں عند اللہ قرب
و قربت نبوی کی کرامت ختم۔ نسبِ رسول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ سادات اسی نسبت پر مغرور ہونے
پھر بنا نفسی شیطان کی نسبت کے نعرے لگا کر ان کو مغرور و بے عمل بنا دیں ان فرمودات
میں حسب و نسب کو مقدم فرما کر بتا دیا گیا کہ کوئی نسب بغیر حسب بارگاہِ نبوت سے لَا يَنْقَطِعُ
کا ابدی و انعام سرمدی نہیں پا سکتا۔ آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ عالمین ہیں
صرف سیدوں کے لیے نہیں بلکہ اپنی پوری اُمت فرشی و عرشی زمینی و آسمانی کے لیے اس
لیے اِن چند کلمات میں تمام اُمت کو شامل فرما لیا۔ اب امت کی اپنی اپنی تقدیر و تدبیر ہے
کہ کون حیثیت حسب کو بنا لیتا ہے اور کون نسبت پر ہی مغرور ہو کر عمر برباد اہلیت تباہ
اور کفائت و کرامت ختم کر لیتا ہے، کیونکہ کفائۃِ حسبی کسبی چیز ہے اور کفائۃِ نسبی وھبی چیز
ہے۔ **دلیلِ ششم**: ترمذی شریف جلد اوّل ص۲۵۷ اور مشکوٰۃ شریف ص۲۶۷ پر ہے۔ عَنْ اَبِی
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ
مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ
وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ. قَالَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ. قَالَ وَاِنْ كَانَ
فِيْهِ شَيْءٌ قَالَ فَاَنْكِحُوْهُ. ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ اس کی شرح حاشیہ ترمذی ص۲۵۷
پر ہے۔ قَوْلُهٗ اِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ. اَیْ اِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ قِلَّةِ الْمَالِ اَوْ
عَدَمِ الْكِفَاءَةِ۔ **ترجمہ**: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا کہ ارشاد فرمایا آقائے کائنات حضورِ اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہٖ وسلم نے اے دنیا بھر کے تا قیامت مومن مسلمانو سید غیر سید جب کوئی ایسا
مسلمان مرد تمہاری طرف تمہاری بیٹی بہن سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجے جس کے دین اور
جس کے اخلاق حسنہ یعنی دیانت شرافت وجاہت عبادت سے تم راضی اور خوش ہو تو اس
رشتے کو اپنی بیٹی یا بہن کے لیے قبول و پسند کر کے نکاح کر دیا کرو پھر فرمایا اور اگر اس
قسم کے دین و شرافت والے رشتے تم نے قبول نہ کیے اور مال و دولت قوم قبیلے کی نسبی
کفائۃ کے انتظار میں بیٹھے رہے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت لمبا چوڑا

فساد پھیل جائے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ اُس مرد میں کچھ دنیوی کمی کی چیز ہو، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اگرچہ کچھ دنیوی کمی ہو، پھر فرمایا لہٰذا ایسا اچھا اور مناسب رشتہ ملتے ہی فَانْکِحُوْہُ فوراً اُس مرد سے اپنی بیٹی، بہن کا نکاح کر دو، حاشیہ ترمذی کا ترجمہ ہے (فَکَانَ فِیْہِ شَیْءٌ سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ وہ مرد بہت زیادہ دولت مند نہ ہو مال کی کمی والا سفید پوش عزت دار ہو اور اگرچہ نسبی کفو میں لڑکی کا کفو نہ ہو دیجی کفائت ہی کافی ہے) اور حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۶۷ پر ہے ۱؎
قَوْلُہٗ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ ۔ اَیْ اِنْ لَّمْ تَزَوَّجُوْا مِنْ ھٰذَا صِفَتِہٖ وَرَغِبْتُمْ فِیْ مُجَرَّدِ الْحَسَبِ وَالْمَالِ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ لِاَنَّ الْمَالَ وَالْحَسَبَ یُوْجِبَانِ الطُّغْیَانَ وَالْفَسَادَ وَیَبْقٰی اَکْثَرُ النِّسَآءِ بِلَا زَوْجٍ وَالرِّجَالُ بِلَا زَوْجَۃٍ فَیَکْثُرُ الزِّنَا وَتَقَعُ الْفِتْنَۃُ وَھٰذَا اَوْجَہٗ لمعات۔ ترجمہ لمعات شرح مشکوٰۃ نے فرمایا کہ حدیثِ مقدس کا یہ ارشادِ اقدس کہ اگر تم یہ نہ کرو گے یعنی اگر تم غیر نسبی کفو والے نیک متقی مسلمان سے نکاح نہ کرو گے اور اپنی رغبت فقط مال و دولت اور عہدے والے مرد کی تلاش و انتظار میں لگائے منتظر بیٹھے رہو گے تو زمین میں فتنہ فساد پھیل جائے گا اس لیے کہ دولت اور دنیوی بڑائی یہ دونوں چیزیں سرکشی اور فساد کا موجب ہیں اور اس لالچی انتظار میں اکثر عورتیں بغیر خاوند کے رہ جائیں گی اور اکثر مرد بغیر بیوی کے رہ جائیں تو پھر زنا اور بدکاری کی دو طرفہ کثرت ہوگی۔ اور فتنہ واقع ہوگا اور یہ لڑکی والوں کے لیے زیادہ ذلت کا باعث ہوگا، اس فرمانِ عالی سے ثابت ہوا کہ غیر نسبی کفو میں شرعی اور شریفانہ طریقے سے معزز متقی مرد کے ساتھ نکاح کر دینے سے بیٹی بہن اور سیدزادی کی ذلت نہیں بلکہ ذلت تب ہے جب کہ ولی وارث کی ضد بازی اور ہٹ دھرمی اور نسبی کفو کے انتظار یا دولت ثروت کے لالچی والدین کے اچھے نیک شریف غیر نسبی رشتے ٹھکرا دینے سے بیٹی بہن غلط راہ پر چل پڑے اور خاندانی عزت پامال و برباد کر دے، مجھے حیرانگی ہے کہ ان تفضیلی رافضیوں کی اوندھی عقل یہ بات نہیں سوچتی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمانِ چشمۂ حکمت تا قیامت ہر مسلمان کے لیے ہے سید خاندان ہو یا غیر سید اس لیے حالاتِ زمانہ سب کے ساتھ یکساں ہیں شیطان سب کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ یہ صرف زبانی بات نہیں بلکہ مشاہدہ ہے کہ جن سیدوں غیر

سیدوں نے بھی اس فرمان نبوی پر عمل نہ کیا اور ان سے عقل تفضیلی شیعوں کی ورغلاہٹ میں آکر نسبی کفو کی ہی ضد باندھ لی ان کی سیدزادیاں آخر کار مجبور ہو کر والدین اور والی وارثوں سے بغاوت کر گئیں، پھر یا اولیت شادمانی کا باعث بنیں یا عبرت زمانی کا سبب بنیں۔ خیال رہے کہ یہاں لفات کی عبارت میں حسب کا معنی ہے دنیوی وجاہت وقار مرتبہ، اور الا حسبی و نسبی میں حسب کا معنی ہے دینی کی وجاہت وقار مرتبہ۔ دلیل ہفتم۔ سابقہ دلیل نے واضح فرما دیا کہ اگر تم لوگوں نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا نکاح جلدی نہ کیا اور تم خاندانی سادات و غیر سادات بس نسبی کفو کی سوچ میں یا مال و جمال ڈھونڈتے رہے تو تمہاری لڑکیاں یا بے نکاحی بوڑھی ہو کر مر جائیں گی اور ان کو بہت قسم کی بیماریاں لگ جائینگی اور یا پھر بدکاری ہوگی یہ سب سے بڑا فساد اور بے غیرتی کا فتنہ ہوگا۔ اب اس دلیل ہشتم میں تمام مسلمانوں کو شادی بیاہ کا ایک شریفانہ باعزت طریقہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر نسبی کفو کا رشتہ کبھی کسی لڑکی کے لیے نہ ملے اور حسبی کفو ملے تو اس کو قبول اور پسند کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اسلام کا یہ ضابطہ بھی تمام مسلمانوں کے لیے یکساں ہے سید لوگ ہوں یا غیر سید۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الولی فی النکاح فصل ثانی صفحہ ۲۷۰ پر ہے۔ پہلی حدیث پاک۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِیُّ ۔ دوسری حدیث پاک۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ نَکَحَتْ نَفْسَهَا بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهَا فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ ۔ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ ۔ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَّا وَلِیَّ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ، تِرْمِذِیْ، اَبُوْدَاؤُدَ، اِبْنُ مَاجَه، دَارِمِیْ ۔ ترجمہ۔ پہلی حدیث پاک۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکاح نہیں ہوتا مگر لڑکی کے ولی کی اجازت سے اس حدیث اقدس کو روایت کیا امام احمد نے ترمذی نے، ابو داؤد نے ابن ماجہ نے۔ دارمی نے۔ دوسری حدیث پاک۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو عورت بھی اپنا نکاح اپنے ولی وارث کی مرضی کے خلاف غیر نسبی کفو میں کرے گی تو اس کا یہ نکاح باطل ہے اس کا یہ نکاح باطل ہے

باطل کا معنیٰ ہے قابلِ تنسیخ وَلی وارث کو بذریعہ عدالت نکاح ختم کرانا پڑے گا اور یہ نکاح حرام وزنا نہیں کیونکہ آگے ارشادِ مقدّس ہے۔ پس اگر خاوند نے اپنی اس بیوی سے دخول (وطی) کیا تو بیوی کے لیے پورا حق مہر واجب ہو گیا اس وجہ سے کہ بیوی کی فرج سے خاوند نے حِلّت حاصل کر لی، پھر اگر مسلمان، کسی عاقلہ بالغہ مسلمان عورت کے اولیا میں اختلاف پائیں تو سُلطانِ اسلام اس کا ولی ہے جس کا ولی نہ ہو۔ اس حدیث پاک کو بھی، امام احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی نے روایت فرمایا، ان دونوں حدیثوں میں غیر نسبی کفو سے نکاح کر لینے کا ذکر ہے۔ اس لیے کہ اگر نسبی حسبی کفو والے مرد سے عاقلہ بالغہ مسلمان عورت نکاح کرنا چاہے تو اُس کو ولی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الولی ص۲۷۰ پر ہے وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا وَالْبِکْرُ تُسْتَاْذَنُ فِیْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا (الخ) رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْاَیِّمُ یعنی عاقلہ بالغہ ثیبّہ عورت اپنے آپ کی (نکاح کرنے میں) زیادہ حق دار ہے اپنے والی وارث سے اور بالغہ باکرہ سے اجازت لی جائے گی اُس کے اپنے بارے میں اور باکرہ (کنواری) لڑکی کی اجازت اُس کی خاموشی ہے اس حدیث مقدسہ کو مسلم شریف نے روایت فرمایا۔ اِن احادیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نکاح کی اجازت لینے کی صورت میں صرف ایک قریبی والی وارث کی اجازت اور رضامندی کافی ہے لہٰذا اگر کسی سیدزادی کا نکاح کسی غیر سید حسبی سبی کفو میں لڑکی کا والد بوجہ اپنی مجبوری اجازت خوشی و رضا سے کر دے تو نکاح شرعاً و قانوناً بالکل جائز مضبوط اور درست ہو جائے گا کسی دیگر سید کو اس میں ناراض ہونے یا ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں نہ اُس کی ناراضگی کی شرعاً کوئی حیثیت ہے۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ اور بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهَا۔ دونوں حدیثوں میں ولی واحد ہے نہ کہ اولیا جمع۔ لہٰذا تفضیلی رافضی شیعوں کا یہ کہنا کہ ساری دنیا کے سید راضی ہوں تب ایک سیدزادی کا نکاح غیر سید حسبی کفو کے ساتھ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات نری جہالت و ضلالت ہے اور خود ساختہ پابندی، اس لغویات کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے آٹھویں دلیل نافع کبیر شرح جامع صغیر امام محمد ص۱۴۵ پر ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

[illegible] اَكْفَاءٌ بَعْضٍ بَطْنٌ بِبَطْنٍ۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا قریش بعض بعض کے نسبی کفو ہیں۔ یعنی ہر قریشی کسی بھی قبیلے کا ہو
ایک دوسرے کا نسبی کفو ہے ہر بطن دوسرے بطن سے جڑا ہوا ایک ہی نسب
سے تمام قریش کے دس قبیلے ہیں ۱ قریشی ہاشمی ۲ قریشی اموی (بنی امیہ) ۳ قریشی
[illegible] عدوی [illegible] (بنی کلاب) ۵ قریش بنی کنانہ ۶ قریشی بنی نوفل
[illegible] تیم ۹ قریش بنی [illegible] ۱۰ قریش بنی زہرہ۔ صدیق اکبر قبیلہ
بنی تیم [illegible] بنی عدی کے ہیں۔ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے پہلے داماد ابو العاص بن ربیع خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجے، بنی کلاب کے
[illegible] کریم [illegible] کے تیسرے داماد مولیٰ علی شیر خدا ہاشمی ہیں۔ قبائل قریش
کے [illegible] موجودہ تمام ۱ صدیقی ۲ فاروقی ۳ عثمانی، یہ بنی عثمان، عثمان غنی کی تیسری بیوی
[illegible] سے ہے ۴ علوی ۵ عباسی ۶ ہاشمی ۷ جعفری ۸ فاطمی (سادات) یہ تمام
قریشی قبیلے حسب نسب بھی ان میں ہو تو آپس میں کفو ہیں اور ہر ایک بالغہ عاقلہ لڑکی
ہر قبیلے کے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ بذاتِ خود بلا رضاءِ ولی بھی اور اپنے ولی کی
رضامندی سے بھی، نکاح کے باب میں ان دس قبائل میں سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت
نہیں۔ لہٰذا سیدزادی کسی بھی قریشی مسلمان متقی مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ امام
محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب جامع صغیر ص ۱۲۵ پر ہے۔ قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ یَعْقُوبَ
عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ قُرَیْشٌ بَعْضُہُمْ اَكْفَاءُ بَعْضٍ۔ اس کی
شرح نافع الکبیر میں اسی جگہ ہے۔ وَبِھٰذَا تَبَیَّنَ اَنَّ الْفَضِیْلَۃَ بَیْنَ الْھَاشِمِیِّیْنَ
سَاقِطَۃٌ فِیْ ھٰذَا الْحُكْمِ۔ اَلَا تَرٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ
بِنْتَہٗ سیدہ رُقَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ
كَانَ اُمَوِیًّا لَا ھَاشِمِیًّا وَكَذٰلِكَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ زَوَّجَ بِنْتَہٗ سیدہ
اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَكَانَ عَدَوِیًّا لَا
ھَاشِمِیًّا فَثَبَتَ اَنَّ قُرَیْشًا كُلُّھُمْ اَكْفَاءٌ وَسَوَاءٌ فِی النِّكَاحِ۔ ترجمہ
امام محمد نے فرمایا کہ روایت ہے یعقوب سے وہ امام اعظم سے راوی رضی اللہ عنہم کہ تمام
قریشی ایک دوسرے کے نسبی کفو ہیں، شرح کا ترجمہ اور اس حدیث و فقہ کے زمان سے

ظاہر ہوا کہ نکاح کے لیے ہاشمی قریش کو دوسرے قریشی قبائل پر کوئی فضیلت نہیں
کیا تو نہیں دیکھتا کہ آقاءِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی سیدہ رقیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تھا حضرت عثمان بن عفان سے حالانکہ وہ قریشی اموی تھے
نہ کہ قریشی ہاشمی اور ایسے ہی مولا علی نے اپنی سیدہ بیٹی اُم کلثوم کا نکاح کیا تھا حضرت
عمر فاروق سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حالانکہ فاروق اعظم بھی قریشی عدوی تھے نہ کہ قریشی
ہاشمی، پس ثابت ہوا کہ بے شک قریشی قبائل تمام آپس میں کفو ہیں اور نکاح میں سب
برابر ہیں۔ نافع کبیر اور جامع سغیر کی بیان کردہ اِس مندرجہ حدیثِ مقدسہ کو تفضیلی
رافضی ضعیف کہدیتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے یہ حدیثِ مقدسہ اگرچہ منقطع ہے مگر
سات وجہ سے بہ مضبوط اور صحیح حدیث ہے پہلی وجہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے عمل شریف نے اس حدیثِ پاک کو مضبوط کر دیا۔ دوسری وجہ یہ کہ مولیٰ علی کے عمل شریف
نے اس کو مضبوط کر دیا۔ تیسری وجہ یہ کہ تمام فقہاءِ کرام نے اس حدیث پاک کو قبول کیا اور
اپنے مسلک کی دلیل بنایا اُصولِ حدیث کے مطابق فقہاءِ کرام کا کسی حدیث کو اپنی سند بنانا
بھی اس حدیث کی قوت کی دلیل ہے، چوتھی وجہ۔ اس حدیث پاک کو محدث حافظ جمال الدین
عبداللہ بن یوسف زیلعی نے اپنی کتاب نصبُ الرایۃ لتخریج احادیثِ ھدایہ ہدایہ جلد سوم
ص۹۸ پر بہت شواہد و دلائل سے صحیح ثابت فرمایا۔ پانچویں وجہ یہ کہ تدریب الراوی ص۱۹۱
پر لکھا ہے کہ منقطع حدیث قابلِ حجت ہوتی ہے۔ چھٹی وجہ یہ کہ درایہ شرح ھدایہ
جلد سوم ص۲۶۷ پر بہت طریقوں سے اِس کو چند سندوں کے ساتھ روایت کیا ساری سندیں
تو ضعیف نہیں ہو سکتیں۔ ساتویں وجہ یہ کہ اس کو امام اعظم نے بھی قبول کیا جیسا کہ ابھی
اوپر ذکر ہوا ضعف اگر ہوا بھی تو کسی بعد کے ضعیف غیر ثقہ راوی کے شامل ہونے کی
وجہ سے ہوگا۔ ایسا ضعف پہلے والے محدثین و فقہا کے لیے مضر نہیں لہٰذا بعد میں بھی
اس ضعف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ نیز اگر اِس حدیث پاک کو ضعیف مان کر ترک کر دیا
جائے تب بھی تفضیلیوں کو نقصان ہے۔ اس لیے کہ یہی حدیث ہے جس میں نسبی کفو
کا ذکر ہے اس کے علاوہ کسی اور حدیث صحیح میں نسبی کفو کے ضروری ہونے کا ذکر نہیں
ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بھی بے ثبوت ہو جائے گا کہ سیدزادی کے لیے نسبی کفو اہم ضروری ہے اس
حدیث کو نہ ماننے کہنا پڑے گا کہ اسلام میں نسبی کفو کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں

[illegible] مسئلہ الکفاءۃ تُعْتَبَرُ فِی الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ دِیَانَۃً
اَیْ تَقْوٰی [illegible] مُعْلِنًا کَانَ اَوْ لَا عَلَی الظَّاهِرِ
ترجمہ عرب [illegible] دیانت تقویٰ والی کفاءۃ کو معتبر قرار دیا ہے۔ ہر
[illegible] اعلانیہ متقیہ نیک عورت کا کفو نہیں ہے وہ
[illegible] اسی طرح جس لڑکی کا والد متقی ہو مگر وہ لڑکی خود
[illegible] مرد اس کا کفو نہیں اور بدکردار مرد سے نیک عورت کا نکاح
[illegible] جلد پنجم حصہ دوم ص۲۶ پر بھی لکھا ہے۔ بہار شریعت حصہ ہفتم
[illegible] عالمگیری لکھا ہے کہ (نسبی وحسبی) کفو میں چھ چیزوں کا
اعتبار ہے ۱ نسب ۲ اسلام ۳ حرفت یعنی خاندانی پیشہ ۴ حریت یعنی پہلے زمانوں
میں غلام نہ ہو آج کل اس سے مراد اونچا خاندان، نیچ قوم نہ ہو ۵ تقویٰ دیانت و دینداری
[illegible] مال مرد کے پاس اتنا ہو جس سے وہ حق مہر اور نان نفقہ رہائش میاں بیوی
کا باسانی ادا کر سکتا ہو۔ بالکل قلاش مفلس غریب نہ ہو اس دلیل سے ثابت ہوا کہ فاسق بدکردار
بے نمازی کسی سیدزادی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ اور نیک پاک سیدزادی کا نکاح بدمعاش سید لڑکے
سے جائز نہیں ہے۔ دسویں دلیل امام برہان الدین فرغانی اپنی کتاب ہدایہ شریف جلد اول
ص۲۹۹ پر فرماتے ہیں۔ قُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءُ لِبَعْضٍ بَطْنٌ بِبَطْنٍ وَلَا یُعْتَبَرُ
التَّفَاضُلُ فِیْمَا بَیْنَ قُرَیْشٍ لِمَا رَوَیْنَا۔ ترجمہ: تمام قریشی قبائل ایک دوسرے کے
کفو ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلتِ نسبی قومی نہیں ہے اسی حدیثِ مقدسہ کے فرمان کی وجہ
سے جو ہم نے پہلے روایت کر دی۔ ھدایہ کے حاشیہ پر اس کی شرح عنایہ میں اسی ص۲۹۹ پر
ہے۔ مِنْ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ قُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَکْفَاءٌ لِبَعْضٍ قَابَلَ الْبَعْضَ مِنْ
غَیْرِ اعْتِبَارِ الْفَضِیْلَۃِ بَیْنَ قَبَائِلِهِمْ اَلَا تَرٰی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
زَوَّجَ اِبْنَتَهٗ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَکَانَ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ۔ ترجمہ
حدیث پاک کا ارشاد ہے کہ قریش سب قبیلے آپس میں کفو ہیں بغیر کسی فضیلت قومی کے
کیا تو دیکھتا نہیں کہ آقاءِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان
غنی سے کر دیا تھا اور وہ بنی عبدشمس کے اموی قریشی تھے۔ بہارِ شریعت حصہ ہفتم ص۴۶
پر ہے کہ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں یہاں تک کہ غیر ہاشمی قریشی

ہاشمی (سید وغیرہ) کا کفو ہے اور کوئی غیر قریشی، قریش کا کفو نہیں، عجمیُ النّسل عربی کا نسبی کفو نہیں مگر عالِم فقیہ متقی کہ اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔ گیارھویں بارھویں، تیرھویں دلیل۔ فتاوٰی عالمگیری جلد اوّل صفحہ ۲۹۰ پر اور فتاوٰی قاضی خان (خانیہ) جلد اوّل (حاشیہ عالمگیری) صفحہ ۴۲۹ پر ہے۔ فَقُرَیْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوْا حَتّٰى اَنَّ الْقُرَشِيَّ الَّذِيْ لَيْسَ بِهَاشِمِيٍّ يَكُوْنُ كُفَاءً لِلْهَاشِمِيِّ اور کنز الدقائق بابُ الاولیاء الاکفاء فصل بمن نکحت صفحہ ۹۹ پر ہے وَالْكَفَاءَةُ تُعْتَبَرُ نَسَبًا فَقُرَيْشٌ اَكْفَاءٌ فِي النِّكَاحِ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ بِلَا امْتِيَازٍ۔ ترجمہ دلیل ۱۱ و ۱۲ پس تمام قریش قبائل آپس میں کفو ہیں جو بھی قبیلہ ہو۔ یہاں تک کہ جو قریشی ہاشمی بطن سے نہیں ہے وہ ہاشمی کا کفو نسبی ہے۔ ترجمہ دلیل ۱۳ اور نسبی کفائۃ معتبر ہے اسلام میں۔ لہٰذا تمام قریشی آپس میں نکاح کے لیے کفو ہیں ایک دوسرے کے بغیر کسی امتیازی فضیلت کے۔ فقہاء اسلام میں امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بہت بلند مقام ہے۔ چنانچہ عیونُ البصائر شرح اشباہ و النظائر صفحہ ۱۰ اور شامی جلد اوّل صفحہ ۶۹ پر ہے۔ اِنَّ مَا يُصَحِّحُهُ قَاضِيْخَان مِنَ الْاَقْوَالِ يَكُوْنُ مُقَدَّمًا عَلٰى مَا يُصَحِّحُهُ غَيْرُهُ لِاَنَّهُ كَانَ فَقِيْهَ النَّفْسِ ترجمہ:۔ بے شک جس قول کو قاضی خان صحیح فرما دیں وہ اُن تمام اقوال سے مقدم ہو جاتا ہے جن کو کوئی دوسرا فقیہ صحیح فرمائے، اس لیے کہ علّامہ قاضی خان فقیہ نفس یعنی فقہ کے اونچے مقام پر ہیں۔ اور ان کی عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ سیدزادی کا نکاح ہر متقی نیک قریشی مرد سے بلا امتیاز ہو سکتا ہے فتاوٰی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۵۹ پر ہے کہ امام قاضی خان کے متعلق سب دیگر فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ وہ مجتہد فی الفروع اور فقیہ النفس کے مقامِ اعلیٰ پر تھے۔ اسی طرح علامہ برھانُ الدین فرغانی مصنف ہدایہ کے متعلق اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک امام برھانُ الدّین فرغانی صاحب ہدایہ ہیں جن کی شانِ جلالت آفتابِ نیم روز و ماہتابِ نیم ماہ سے اظہر ہے۔ صاحب ہدایہ کا مقام و شان علماءِ اسلام میں بہت بلند ہے۔ ان کی عبارت سے بھی ان کا یہ مسلک ثابت ہو رہا ہے کہ سیدزادی کا نکاح ہر قریشی نیک متقی سے جائز ہے یہ سب حنفی اکابر فقہا ہیں ان کی بات، عبارت و دلائل نہ ماننے والا حنفی نہیں ہو سکتا۔ چودھویں دلیل۔ کفو کا یہ مسئلہ لازم و واجب ہے تمام دنیا کے ہر مسلمان گھرانے کی لڑکی کے لیے تا قیامت یہ اس لیے ہے

[illegible] عزت آبرو جان و مال کا تحفظ حاصل ہو کیونکہ متقی مومن مسلمان
[illegible] بیوی بچوں کی جان و آبرو کا محافظ ہو سکتا ہے کسی
[illegible] کی کب فکر ہوتی ہے۔ اس لیے دین
[illegible] قرار دیا ہر عورت کے نکاح کے لیے عجمی ہو یا عربی سیدہ
[illegible] نہیں سب کے لیے ایک ہی قانون ہے۔ غیر کفو
[illegible] کرنا عمر ہزاروں قسم کی ذلتیں مصیبتیں ہیں اور بیوی کے نیک
[illegible] طرح رسوائیاں ہو سکتی ہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول ص۲۹۰
[illegible] فی الرجال للنساء للزوم النکاح۔ کذا فی محیط السرخسی
[illegible] ہم قوم اور ہم مذہب اور نیک ہونا لازم واجب ہے بیوی
[illegible] کے لیے نکاح کا لازمی حق ہے ایسا ہی فتاوی محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ نسبی کفو اور
[illegible] میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ نسبی کفو کا مرد ہو تو عورت عاقلہ بالغہ خود مختار ہے
[illegible] کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح ہم کفو مرد سے کر سکتی ہے کسی والی وارث کو شرعاً کوئی اعتراض
کا حق نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید سورۃ بقرہ آیت ۲۳۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فَاِذَا بَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ ترجمہ جب
عورتیں عاقلہ بالغہ ہو جائیں تو اے والی وارثو تم پر کوئی گناہ نہیں ان نکاحوں میں جو عورتیں خود اپنی
مرضی سے معروف طریقے سے کر لیں، یہاں معروف سے مراد حسبی نسبی کفو میں نکاح کرنا ہے
اب مسئلے کی پانچ صورتیں ہو گئیں ۱۔ نسبی حسبی کفو کا مرد ہو ۲۔ صرف نسبی کفو ہو ۳۔ صرف حسبی کفو کا مرد
ہو ۴۔ مرد بھی صرف نسبی کفو ہو اور عورت کا خاندان بھی صرف نسبی کفو ہو۔ دونوں طرف حسبیت
نہ ہو ۵۔ مرد اور عورت کا نسب تو ایک ہو مگر دین جدا ہو۔ پہلی صورت کا شرعی حکم یہ ہے
کہ عورت بغیر رضاءِ ولی نکاح کر سکتی ہے، دوسری صورت کا شرعی حکم۔ اگر بیوی کا خاندان
نیک ہو مگر مرد کا خاندان یا اکیلا مرد فاسق ہے کفائۃ ختم نکاح ناجائز نہ عورت اپنی مرضی
سے کر سکتی ہے نہ اُس کا ولی۔ چنانچہ فتاوی عالمگیر جلد اوّل ص۲۹۱ پر اور فتاوی قاضی خان
جلد اول ص۳۵ پر ہے۔ تُعْتَبَرُ الْكَفَائَةُ فِي الدِّيَانَتِ وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيْفَةَ
وَاَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الصَّحِيْحُ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ۔ فَلَا يَكُوْنُ
الْفَاسِقُ كُفْئًا لِلصَّالِحَةِ كَذَا فِي الْمَجْمَعِ سَوَاءٌ كَانَ مُعْلِنَ الْفِسْقِ اَوْ لَمْ يَكُنْ

خانیہ کی عبارت۔ وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْفَاسِقُ اِذَا کَانَ مُعْلِنًا یَخْرُجُ سُکْرَانًا لَا یَکُوْنُ کُفُوًا لِلصَّالِحَةِ مِنْ بَنَاتِ الصَّالِحِیْنَ اِذَا زَوَّجَتِ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا غَیْرَ کُفُوءٍ کَانَ لِلْاَوْلِیَاءِ مِنَ الْعُصْبَةِ حَقُّ الْفَسْخِ۔ ترجمہ:۔ دین اور دیانت یعنی مرد کی شرافت سعادت تقویٰ کا بھی کفو بننے میں سختی سے اعتبار رکھا گیا ہے خاندانی نیک پاک متقیہ عورت کے لیے اور یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ اور اُن کے بڑے شاگرد امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا ہے اور یہی مسلک ہر طرح مضبوط اور صحیح ہے ایسے ہی یہ مسلک ہدایہ میں لکھا ہے۔ لہٰذا فاسق مرد نیک عورت کا کفو نہیں بن سکتا ایسا ہی فتاوٰی مجمع میں لکھا ہے۔ خواہ مرد فاسق فاجر ظاہر علانیہ ہو یا خفیہ پوشیدہ، قاضی خان نے لکھا کہ فرمایا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ فاسق مرد جب کہ علانیہ شرابی اور نشئی ہو تو کبھی بھی نیک لوگوں کی نیک بیٹی بہن کا کفو نہیں بن سکتا اگر کسی عاقلہ بالغہ لڑکی نے خود اپنا نکاح اُس فاسق مرد سے کر لیا تو نکاح باطل ہوگا اور لڑکی کے والی وارثوں کو اپنی عزت داری کی وجہ سے نکاح ختم کرانے کا شرعًا پورا حق ہوگا یہ قانون سب خاندانوں کے لیے برابر ہے لہٰذا بدعقیدہ اور بدکردار سید لڑکا نیک سیدزادی کا کفو نہیں ہے۔ تیسری صورت کا شرعی حکم یعنی اگر نسبی کفو نیک شریف مرد کا نہ ملے تو حسبی کفو یعنی دوسرے اونچی معزز قوم کا نیک شریف مرد اس نیک صالحہ عورت کا کفو حَسَبِیْ وَنَسَبِیْ بن جائے گا مگر وہاں نکاح کرنے میں ولی قریبی کی رضا و اجازت لازمی شرط ہے۔ اگر ولی راضی نہ ہو تو نکاح فسخ کرا سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے نِکَاحُهَا بَاطِلٌ (الخ) والی حدیث سے دلیل ہفتم میں ثابت کر دیا گیا۔ وہاں مشکوٰۃ شریف میں ص۲۷ پر اس حدیث کی شرح بَیْنَ السُّطُوْرِ میں لکھا ہے اَیْ عَلٰی حَدِّ الْبُطْلَانِ اِنِ اعْتَرَضَ الْوَلِیُّ عَلَیْهَا۔ ترجمہ۔ نِکَاحُهَا بَاطِلٌ کا معنی یہ ہے کہ باطل کیا جا سکتا ہے اگر لڑکی کے ولی کو اس لڑکی کے اس حَسَبِیْ نَسَبِیْ کفو والے نکاح پر اعتراض ہو۔ کیا واضح فرق ثابت ہوا نسبی فاسق اور حسبی غیر فاسق متقی کفائۃ میں کہ وہاں ہے کَانَ لِلْاَوْلِیَاءِ مِنَ الْعُصْبَةِ حَقُّ الْفَسْخِ یعنی فاسق سے نکاح فسخ کرانا حق لازمی ہے۔ لیکن یہاں ہے۔ اِنِ اعْتَرَضَ الْوَلِیُّ وہاں اولیا جمع ہے یہاں لفظ ولی واحد ہے وہاں لفظِ ولی واحد نہ ہے یعنی فاسق سید سے پس اگر نکاح کسی سیدزادی کا ہو جائے تو سب اولیا پر حق ہے کہ فورًا فسخ کرا دیں، چوتھی صورت کا شرعی حکم، اگر قومیت عورت مرد کی ایک ہو اور دونوں ہی خاندان فاسق و فاجر ہوں تو بھی فاسقہ کا نکاح فاسق مرد سے بذات خود بھی جائز

ولی کی دھاندلے میں یا کر چنانچہ سورۂ نور آیت ۲۶ میں ہے۔ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ۔ ترجمہ، فاسق بیویاں فاسق خاوندوں کے لیے ہیں اور متقیہ بیویاں متقی خاوندوں کے لیے ہیں۔ پانچویں صورت کا شرعی حکم۔ اگر دین جدا ہو تو مسلمان عورت کسی بھی قوم قبیلے کی ہو نیک خاندان کی ہو یا بد خاندان کی غیر مسلم مرد سے اُس کا نکاح قطعاً نہیں ہو سکتا ہاں البتہ مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ عورت سے ہو سکتا ہے اگرچہ بہتر نہیں پندرھویں دلیل قانون شریعت کے مطابق جب کسی مسلمان والدین کو ان کا نسبی کفو نہ ملے تو حسبی کفو میں فوراً بچی کا نکاح کر دیا جائے لیکن نسبی فاسق اور غیر نسبی فاسق میں ہرگز نکاح جائز نہیں اگر لڑکی خود بغیر رضا ولی کرے گی تب بھی باطل ہو گا اور والد یا دادا کرے گا تب بھی باطل یعنی قابلِ تنسیخ ہو گا بچی نابالغہ بالغہ ہو کر اور بالغہ لڑکی اِس جبری نکاح کی اطلاع ملتے ہی اور ولیوں کو اپنی بیٹی کے کئے کردہ نکاح کی اطلاع ملتے ہی تنسیخ نکاح کا اختیار اور حق ہے عدالت کے ذریعے فسخ کرا دیں چنانچہ فتاویٰ قاضی خان جلد اوّل ۳۵۰ پر ہے وَلَا يَكُوْنُ الْفَسْخُ بِعَدَمِ الْكِفَاءَةِ إِلَّا عِنْدَ الْقَاضِيْ لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيْهِ۔ ترجمہ، جو تنسیخ کفو نہ ہونے کی وجہ سے کرائی جائے وہ صرف عدالت کا قاضی ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ تنسیخ نکاح میں مجاز و مجتہد ہے۔ یہ تنسیخ نکاح اسی لیے ضروری ہے کہ فاسق مرد ہم قوم ہو یا غیر قوم لڑکی کا کفو نہیں ہو سکتا کیونکہ نیک مسلمان خاندان کا کفو فاسق مسلمان نہیں ہوتا اگر والد جبراً جانتے بوجھتے کر دے تو وہ سوءِ اختیار والا ہو گا اور سوءِ اختیار والد کی ولایت ختم ہے۔ اسی فتاویٰ قاضی خان ۳۵۱ پر آگے لکھا ہے۔ وَقَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الزَّاهِدُ فَخْرُ الْإِسْلَامِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَزْدَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اَلْفَقِيْهُ يَكُوْنُ كُفُوًا لِلْعَلَوِيَّةِ لِأَنَّ شَرَفَ الْحَسَبِ فَوْقَ شَرَفِ النَّسَبِ۔ ترجمہ، امام فخر الاسلام نے فرمایا کہ فقیہ عالم مولیٰ علی کی ہر بیٹی کا کفو بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ حسبی شرافت نسبی شرافت سے بلند ہے یہاں علوی سے صرف موجودہ اصطلاح کے علوی مراد نہیں۔ بلکہ مولیٰ علی کی تمام اولاد کو پہلے علوی کہا جاتا تھا فاطمی بھی غیر فاطمی بھی۔ چنانچہ تیسیر البصائر للامام شاذلی مصری جلد اوّل ۱۹۹ پر ہے۔ اَلْمُرَادُ مِنَ الْعَلَوِيِّ كُلُّ أَوْلَادِ الْعَلِيِّ مِنَ الْفَاطِمَةِ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهَا۔ ثُمَّ اصْطُلِحَ تَخْصِيْصًا مِنَ السَّادَاتِ وَغَيْرِ السَّادَاتِ لِلتَّعَارُفِ۔ ترجمہ، پہلے زمانوں میں علوی سے مولیٰ علی کی تمام

اولاد مراد لی جاتی تھی فاطمی بھی غیر فاطمی بھی، پھر بہت عرصے بعد اصطلاح مخلتف تفریق کرنے کے لیے اور تعارف کرانے کے لیے سادات علوی اور غیر سادات علوی۔ سولھویں دلیل۔ فتاویٰ درمختار جلد دوم ص۳۵۰ پر ہے۔ وَاِنَّ بِالْعَالِمِ فَكُفُوءٌ لِاَنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ فَوْقَ شَرَفِ النَّسَبِ وَالْمَالِ كَمَا جَزَمَ بِهِ الْبَزَّازِي وَارْتَضَاهُ كَمَالٌ وَغَيْرُهٗ۔ اس کی شرح میں فتاویٰ شامی اوّل ص۳۵۰ پر ہے۔ وَذَكَرَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ عَنْ مَجْمَعِ الْفَتَاوٰی۔ اَلْعَالِمُ يَكُوْنُ كُفُوًا لِلْعَلَوِيَّةِ لِاَنَّ شَرَفَ الْحَسَبِ اَقْوٰی مِنَ شَرَفِ النَّسَبِ۔ ترجمہ، اور بے شک عالم مرد کفو ہے ہر اونچے خاندان کا اس لیے کہ علم کی شرافت نسبی شرافت سے بلند ہے اور مالی شرافت سے بھی۔ اسی مسلک پر جزم فرمایا علامہ بزازی نے اور اسی مسلک کو منتخب فرمایا علامہ کمال الدین اور دیگر فقہا مشائخ نے عبارت شامی کا ترجمہ۔ اور ذکر کیا علامہ خیر الدین رملی نے مجمع الفتاویٰ سے کہ بڑا معزز و مکرم عالم دین علویہ سیدزادی وغیر سید علویہ لڑکی کا کفو ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حسبی شرافت زیادہ قوی ہے نسبی شرافت سے، جماعت فقہا میں علامہ کمال الدین کا مقام بہت بلند ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی جلد اوّل ص۷ پر ہے۔ وَقَدَّمْنَا غَيْرَ مَرَّةٍ اَنَّ الْكَمَالَ مِنْ اَهْلِ التَّرْجِيْحِ كَمَا اَفَادَهٗ فِي قَضَاءِ الْبَحْرِ بَلْ صَرَّحَ بَعْضُ مُعَاصِرِيْهِ بِاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ۔ ترجمہ، اور ہم نے کئی مرتبہ پہلے بیان کیا ہے کہ بے شک امام کمال الدین اہل ترجیح فقہا میں سے ہیں جیسا کہ فتاویٰ بحر الرائق کے باب القضا سے افادہ ہوا بلکہ بہت سے ہم عصر مشائخ کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ بے شک وہ (علامہ کمال الدین) اہل اجتہاد سے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اتنے بڑے فقیہ اعظم کا یہ فرمان کہ علمی شرافت نسبی شرافت سے اقویٰ اور فوق ہے بغیر ثبوت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ فوقیت و تقویت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی علم کی وجہ سے فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مولیٰ علی پر فضیلت بخشی کہ مولیٰ علی کے ہوتے ہوئے صدیق اکبر کو امت کا امام بنایا۔ اور مولیٰ علی کو مقتدی حالانکہ نسبی فضیلت مولیٰ علی کی زیادہ ہے کیونکہ مولیٰ علی ہاشمی قریشی ہیں اور تمام قریش قبائل پر ہاشمی نسب کو فضیلت مگر دینی امور میں علمی و حسبی فضیلت زیادہ اور شادی بیاہ میں سب خاندان برابر۔ علمی شرافت کی فوقیت کی بنا پر ہی۔ اِنَّ حَسَبِيْ وَنَسَبِيْ

والی حدیث مقدسہ میں حسبی کو پہلے ذکر فرمایا۔ تو جس طرح زمانۂ نبوی میں علم کی وجہ سے آدم
[illegible] تمام [illegible] اکبر کو ہوئی ملی اور تمام صحابہ پر فضیلت و فوقیت ملی اسی طرح آج
میں تا قیامت عالم باعمل فقیہ و محدث شخص کو غیر عالم پر فوقیت ہے اور اس فوقیت کی وجہ
حسبی ہونا [illegible] عالم [illegible] کا کفو ہے۔ قرآن و حدیث اور مشہورہ معتبرہ کتبِ فقہ
سے ثابت [illegible] ہے۔ دلیل [illegible] تفضیل رافضی لکھتے ہیں کہ اگر سیدزادی کا غیر سید
[illegible] یعنی معزز معظم باوقار شریف مرد سے کر دیا تو بھی اس میں
[illegible] اور سادات خاندان کی رسوائی ہے۔ مگر یہ بات احمقانہ بھی ہے بے دلیل
بھی [illegible] قرآن و [illegible] کے خلاف بھی۔ چنانچہ ہدایہ شریف جلد اول ص ۲۸۵ پر ہے۔
وَتُعْتَبَرُ اَیْضًا فِی الدِّیَانَۃِ وَھٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ
ھُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّہٗ مِنْ اَعْلَی الْمَفَاخِرِ۔ اَلْمَرْاَۃُ تُعَیَّرُ بِفِسْقِ الزَّوْجِ فَوْقَ مَا
تُعَیَّرُ بِضَعَۃِ نَسَبِہٖ۔ ترجمہ: اور نسبی کفو کے ساتھ ساتھ حسبی یعنی دین و دیانت کفو بھی
معتبر اور لائق عزتی ہے اور یہ مسلک امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے اور ہر طرح
صحیح ہے۔ اس لیے کہ دین و دیانت شرافت صداقتِ علمی لیاقتِ اعلیٰ عزت و عظمت اور قابلِ
فخر خوشی ہے۔ عورت (بیوی) جتنی ذلت و عار شرمندگی خاوند کے فسق و فجور بدکرداری
سے محسوس کرتی ہے اتنی نسبی خاندانی صنعت و حرفت پیشہ و تجارت کاروبار میں نہیں کرتی
یعنی ایک نیک متقی خوش عقیدہ سنی عابدہ زاہدہ سیدزادی کے لیے یہ ذلت ہے اور اس کے
پاک مقدس اہلِ سنت خاندان کے لیے اصل ذلت و عار شرمندگی رسوائی یہ ہے کہ اس کا
خاوند اور اس کے والدین کا داماد کوئی فاسق قاتل ڈاکو یا شرابی جواری یا بدعقیدہ رافضی
شیعہ سید لڑکا ہو۔ نہ کہ نیک پاک عالم خاوند معاشرے میں باعزت شخص۔ اٹھارویں دلیل۔ مسلک
حنفی میں اوّلاً حسبی اور نسبی کفو کا رشتہ تلاش اور قبول کیا جائے گا اگر نسبی حسبی کفو نہ ملے تو صرف
حسبی کفو میں بیٹی کا نکاح کیا جائے گا مگر صرف نسبی کفو چونکہ ہر نیک شریف خاندان کے لیے باعث
ذلت ہے اگرچہ سید ہو اس لیے صرف نسبی کفو سیدزادی اور کسی بھی معزز باعزت نیک خاندان
کی لڑکی کے لیے جائز نہیں اس لیے کہ فسق و فجور کفویت ختم کر دیتا ہے اگرچہ ذات قبیلہ
عورت و مرد کا ایک ہی ہو۔ چنانچہ۔ فتاوی شامی درِ مختار جلد دوم ص ۳۲۳ پر ہے۔ وَیُفْتٰی
فِیْ غَیْرِ الْکُفُوِ بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلًا۔ ھٰذَا رِوَایَۃُ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَھٰذَا

اِذَا کَانَ لَهَا وَلِیٌّ لَمْ یَرْضَ بِهٖ قَبْلَ الْعَقْدِ فَلَا یُفِیْدُ الرِّضَا بَعْدَهٗ۔ بَحْر۔ وَاَمَّا اِذَا لَمْ یَکُنْ لَهَا وَلِیٌّ فَهُوَ صَحِیْحٌ نَافِذٌ مُطْلَقًا اِتِّفَاقًا۔ کَمَا یَاتِیْ۔ لِاَنَّ عَدَمَ وَجْهِ عَدَمِ الصِّحَّةِ عَلٰی هٰذِهِ الرِّوَایَةِ دَفْعُ الضَّرَرِ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ وَاَمَّا هِیَ فَقَدْ رَضِیَتْ بِاِسْقَاطِ حَقِّهَا۔ فَتْح۔ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَهَا وَلِیٌّ فَهُوَ اَیِ الْعَقْدُ صَحِیْحٌ نَافِذٌ مُطْلَقًا۔ اَیْ کُفُوًا اَوْ غَیْرَهٗ۔ اور فتاوی بحر الرائق جلد سوم ص ۱۲۸ پر ہے وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ کَثِیْرًا مِنَ الْمَشَائِخِ اَفْتَوْا بِانْعِقَادِهَا فَقَدْ اِخْتَلَفَ الْاِفْتَاءُ۔ ترجمہ، عبارت شامی۔ اگر کوئی عورت غیر قوم میں بغیر رضاء ولی نکاح کرے صرف مرد کی حیثیت دیکھ کر تو فتوٰی دیا جاتا ہے اس نکاح کے بالکل ناجائز ہونے کا یہ بات حسنؒ کی روایت ہے امام ابوحنیفہؒ سے مروی۔ لیکن اور یہ جب ہے جب کہ اس لڑکی کا ولی اس عقد سے پہلے ہی ناراض تھا تو اب نکاح ہو جانے کے بعد اگر ولی راضی بھی ہو گیا تب بھی یہ رضا مفید نہ ہوگی یہی فتاوی بحر میں ہے اور لیکن اگر لڑکی کا ولی زندہ موجود ہی نہ ہو تو یہ حسبی نسبی کفو میں کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا اور مطلقاً نافذ و جائز ہوگا تمام فقہاء اسلام کے اتفاق سے جیسے کے شامی میں آگے آئے گا۔ اس لیے کہ وجہ جواز نہ ہونا صحیح نہ ہونا اس روایت حسن کی بنا پر تا قیامت والی وارثین کے شرعی اختیار کے نقصان کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ اور لیکن وہ لڑکی جس نے اپنی مرضی سے بغیر رضاء ولی غیر نسبی کفو میں صرف حسبی دیکھ کر اپنا نکاح کر لیا تو بے شک اپنے ولی وارثوں کی رضا کی خاطر راضی ہے اپنے حق بلوغت کو ختم کرنے پر۔ یہ مسئلہ فتاوی فتح القدیر کا بھی ہے۔ اور اگر کسی شریف لڑکی کا ولی موجود ہی نہ ہو تو اس لڑکی کا کیا ہوا اپنا نکاح بالکل صحیح نافذ ہوگا مطلقاً خواہ نسبی حسبی کفو میں کیا ہو یا غیر نسبی فقط حسبی کفو میں ولی سے مراد ولی قریبی ہے نہ کہ ساری دنیا کے قومی بزرگ، سیدزادی غیر سیدزادی ہر نیک مسلمان لڑکی اور نیک مسلمان خاندان کے لیے یہ قانون نکاح ہے۔ بحر الرائق کا ترجمہ اور یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ بے شک کثیر مشائخ فقہا نے نکاح کے صحیح منعقد ہو جانے کا ہی فتوٰی دیا ہے۔ پس بعض مختلف بھی ہو گئے۔ اس دلیل سے بھی یہ ثابت ہوا کہ سیدزادی کا نکاح ولی کی اجازت سے غیر نسبی کفو میں صرف حسبی کفو غیر سید سے جائز ہے اور اگر سیدزادی کا ولی وارث موجود نہ ہو تو حسبی کفو میں اس کی اپنی مرضی بھی جائز و نافذ ہے۔ انیسویں دلیل۔

فتاوی شامی جلد دوم ص ۳۲۰ پر ہے۔ لَزِمَ النِّکَاحُ بِغَیْرِ کُفُوءٍ اِنْ کَانَ الْوَلِیُّ اَبًا اَوْ جَدًّا لَمْ یُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوْءُ الْاِخْتِیَارِ وَاِنْ عُرِفَ لَا یَصِحُّ النِّکَاحُ اِتِّفَاقًا۔ ترجمہ

نکاح لازم و ضروری ہے اگر لڑکی کا ولی والد ہو یا دادا جن دونوں سے اس سے قبل سوءِ اختیار
ثابت و ظاہر نہ ہوا ہو۔ لیکن اگر والد یا دادا سے اس نکاح سے پہلے کسی بیٹی کے نکاح میں
سوءِ اختیار ثابت ہو چکا ہو اور اب پھر ایک بیٹی پوتی کا نکاح غیر نسبی حسبی کفو میں نابالغہ
یا بالغہ کا بغیر اس کی اجازت کے پھر سے نکاح کر دیتا ہے تو تمام فقہاءِ عظام کے نزدیک
یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ اور منکوحہ لڑکی بالغ ہوتے ہی یا بالغہ منکوحہ اطلاع ملتے ہی فوراً
اس نکاح سے بیزاری کا اظہار کر کے بعد میں بذریعہ عدالت فسخ کرا سکتی ہے۔ اس کو خیار
بلوغ بھی کہا جاتا ہے لہٰذا اگر باپ والد نے یا دادا نے اپنی بیٹی پوتی کا کسی لالچ یا دباؤ
یا طمع میں آ کر فاسق ظالم شخص سے نکاح کر دیا تو اگر یہ اس کا پہلا کام ہے تب تو نابالغہ یا بالغہ
بیٹی کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں نکاح صحیح اور مضبوط ہو جائے گا۔ ہاں بعد میں ظلم ہونے کی صورت
میں خود والد یا دادا کسی ظلم کی بنا پر تنسیخ یا خلع کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ دوسری بار
ہے تو یہ نکاح شفقتاً غلط ہوا ظالم خاوند ظاہر ہو یا نہ ہو خود منکوحہ تنسیخ نکاح کرا سکتی ہے۔
فائدہ: مرد خواہ ہم قوم ہو یعنی فقط نسبی کفو یا غیر نسبی اور غیر حسبی، اور منکوحہ خواہ سیدزادی
ہو یا عربی یا عجمی۔ اسلام کے تمام دینی دنیوی قانون تمام اُمتِ مسلمہ کے لیے یکساں ہیں سادات
کے لیے علیحدہ کوئی خصوصی قانون ثابت نہیں بجز ان کی تعظیم و توقیر کے اور یہ بات ثابت ہے
کہ صحیح شرعی نکاح اور نیک خاوند کی وطی و صحبت سے تعظیم و توقیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا
بلکہ مودتِ قربیٰ اور تعظیم سادات غیر سید معزز اور اونچے خاندان اور نیک متقی خاوند سے
ہی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات ما و شما کی نہیں بلکہ ان سیدزادیوں اور ان کے سادات
گھر والوں سے پوچھی جا رہی جن کی سیدزادیاں غیر سید حسبی کفو میں بیاہ کر گئی ہیں
بیسویں دلیل۔ مسلک اعظم کی آخری دلیل۔ فتاویٰ بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد سوم
صـ۱۳۰ پر ہے۔ وَالْكَفَائَةُ تُعْتَبَرُ نَسَبًا ـ فَقُرَيْشٌ اَكْفَاءٌ فِي النِّكَاحِ بَعْضُهُمْ،
بِبَعْضٍ ـ وَبِهٰذَا اِسْتَدَلَّ الْمَشَائِخُ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِيْمَا بَيْنَ
قُرَيْشٍ وَهُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ فَقُرَيْشٌ اَكْفَاءٌ حَتّٰى لَوْ تَزَوَّجَتْ هَاشِمِيَّةٌ
قُرَشِيًّا غَيْرَ هَاشِمِيٍّ لَمْ يُرَدَّ عَقْدُهَا ـ وَاِنْ عَرَبِيًّا غَيْرَ قُرَشِيٍّ لَهُمْ
رَدُّهٗ۔ ترجمہ:۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رض کے مسلک میں نسبی کفائت بھی معتبر ہے
جب کہ آئمہ ثلاثہ کے مسلک میں نکاح کرنے کے لیے مرد میں نسبی کفو ہونا ضروری

معتبر نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا) پس حنفی مسلک میں قریش قبائل آپس میں کفو ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی ہاشمی قریشی سیدزادی (غیر سید ہاشمی) قریشی نیک مرد سے بغیر رضاء ولی اپنا نکاح کر لیتی ہے تو اس کا یہ عقد توڑا نہیں جا سکتا کیونکہ سیدزادی نے نسبی حسبی کفو میں نکاح کیا لہٰذا مضبوط اور معتبر ہے۔ لیکن اگر سیدزادی عورت کسی غیر قریشی مرد سے نکاح کرے تو والی وارثوں کے لیے شرعی حق ہے اس نکاح کے رد کرنے تنسیخ کرانے کا بحمدہ تعالیٰ ہم نے مندرجہ بالا دلائل میں قرآنِ مجید کی آیت اور احادیثِ مقدسات کے فرمودات اور معتبر و مشہور کتبِ فقہ مفتابہ مکتوبات سے ثابت کر دیا کہ سیدزادی کا نکاح اُس غیر سید مرد سے بالکل جائز ہے جو کسی بھی قریش قبیلے سے ہو۔ اور اُس غیر سید مرد سے بھی جائز ہے جو علم عقل تقوے شرافت وجاہت اور نہایت پاکیزہ اونچے باعزت باوقار خاندان کی وجہ سے سیدزادی کا کفو بن جائے۔ نیز اسلام میں صرف نسبیت کوئی فضیلت نہیں نسبیت کے ساتھ حسبیت ہونا لازمی ضروری ہے، تفضیلی شیعہ کہتے ہیں کہ اگر سیدزادی کا نکاح غیر سید مرد سے کیا گیا تو اُس کی اولاد کی نسبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کٹ جائے گی لیکن قرآن و حدیث فرماتے ہیں کہ اگر سیدزادی کا نکاح فاسق فاجر یا بدعقیدہ سید مرد سے کیا گیا تو بُرے ماحول کی وجہ سے خود اُس سیدزادی اور اُس کی اولاد کی حسبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کٹ جائے گی، شریف متقی خاوند و خاندان میں اگرچہ نسبیت کٹ جائے گی مگر حسبیت تو قائم رہے گی کیونکہ صحبتِ صالح ترا صالح کند ۔ صحبتِ طالح ترا طالح کند۔ اور یارِ بد بد تر بُود از مارِ بد اور حسبیت کی فکر کرنی زیادہ ضروری ہے کیونکہ حدیث و قرآن نے اُس کو مقدم رکھا ہے۔ لہٰذا اسی کی فوقیت ہے اور وہی اقویٰ ہے۔ خیال رہے کہ دنیا رات ہے۔ زندگی سفر ہے تمام اہلِ بیت کَسَفِیْنَۃِ نوح ہیں اور تمام صحابہ کالنجوم ہیں، یہ تمثیلات چشمۂ علم و حکمت کی زبانِ اقدس نے بیان فرمائیں ان تمثیلات کے اشارے کیا بتا رہے ہیں؟ یہی کہ ستارے بلندیوں پر ہیں، کشتی دریا کی سطح پر ہے۔ ماحول ظلمت ہے، کشتی کو ستاروں کی ضرورت ہے نہ کہ ستاروں کو کشتی کی۔ ہم نے جن کتبِ فقہ کی دلیلیں پیش کی ہیں اُن کتبِ معتبرہ مشہورہ سے پورا عالمِ اسلام فیض یار ہا ہے۔ اُن کے ہی پُر جلال و پُر جمال فتاویٰ سے اسلامی حکومت، عدالت، عبادت، نظامت کا کام چل رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی کتب نہیں کہ جیسے چاہا اور جس مسئلے کو چاہا مان لیا جس کو چاہا نہ مانا، کبھی حنفیت کا سہارا پکڑ لیا اور کبھی

[illegible] ہے تنا [illegible] کی گود میں گر پڑے۔ وہاں بھی کام نہ بنا تو غیر معروف یا بدعقیدہ کتب کا سہارا پکڑ لیا۔ مطلب کی بات [illegible] خلاف مطلب نہ مانی۔ اعوذ باللہ کے تفضیلی رافضیوں کا یہی طریقہ [illegible] اور یہ انہیں لوگوں کے بیچ سورۃ البقرہ آیت ۸۵ میں قرآن مجید کی جھڑک ہے کہ بدبختو۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ ترجمہ۔ کیا کسی آیت کو مانتے ہو کسی کا انکار کرتے ہو۔ اب [illegible] سیدزادی کے نکاح کا غیر سید مرد سے جائز اور صحیح ہونے کا ثبوت [illegible] ذیل سطور ہیں۔ اس کے عملی دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کرنے کے جائز ہونے کے عملی دلائل

مشہورہ ومعتبرہ

تمام کتب احادیث وتاریخ کے علاوہ تاریخ یعقوبی جلد دوم ص۱۲۹ و ص۱۵۰ اور تاریخ عمدۃ المطالب فی انساب ابی طالب کے ص۲۲ پر اور بخاری شریف جلد اول ص۴۰۳ طبع کراچی پر اور تاریخ طبری ابن خلدون اور تاریخ کامل ابن اثیر اسد الغابہ اور دیگرا کثر سیرۃ اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آقائے کائنات حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینب کا نکاح اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی کے بھانجے ابوالعاص رض بن ربیع قریشی کلابی سے کیا۔ ۲ اور اپنی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ کا نکاح عثمان غنی رض سے کیا۔ ۳ اور اپنی تیسری بیٹی سیدہ اُم کلثوم کا نکاح بھی سیدہ رقیہ رض کے وصال شریف کے بعد حضرت عثمانِ غنی رض سے کیا حالانکہ عثمان غنی قریشی اُموی تھے۔ ۴ اور اپنی چوتھی آخری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا کا نکاح مولیٰ علیؓ قریشی ہاشمی سے کیا، یہ تینوں داماد سید نہیں تھے اگر سیدزادی کا نکاح غیر سید سے حرام وباطل ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں کئے۔ اس کا جواب اِن تفضیلی رافضیوں کے پاس کچھ نہیں، صرف جان بچانے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ یہ مجبوراً مصلحت کے تحت تھے میں پوچھتا ہوں اِن حمقا سے کہ مصلحت کے تحت حرام بھی کبھی جائز ہو سکتا ہے۔ اور اگر مجبوری تھی تو کم از کم اپنی ہاشمی قوم میں ہی کرتے کیا اُس وقت کوئی ہاشمی مرد دنیا میں نہ تھا؟ نہ کوئی مجبوری تھی نہ کوئی خصوصی مصلحت صرف یہ قانون بنانا بتانا تھا کہ سیدزادی کا کفو قریشی غیر سید بھی ہے اور پھر مجبوری تو آج بھی ہے کہ نیک پاک سنی سیدزادی کے لیے نیک پاک سنی سید لڑکا

شکل سے ملتا ہے، جیسا کہ سوالِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے جن کے لیے یہ فتویٰ لکھا جا رہا ہے
ﷺ آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحش کا نکاح ایک آزاد شدہ غلام حضرت زید سے کر دیا حالانکہ حضرت زینب ہاشمیہ تھیں، زید ایک عجمی غلام تھے۔ بعض نے کہا غیر قریشی عربی تھے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ اس کا جواب بھی تفضیلیوں کے پاس بجز آئیں شائیں کرتے بغلیں جھانکنے کے کچھ نہیں، گھبرا کر کبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو صرف سیدزادی کی بات کر رہے ہیں اور صرف اُس پر یہ سخت ظالمانہ پابندی لگا رہے ہیں کہ اس کا غیر سید سے کبھی کسی بھی صورت میں نکاح جائز نہیں۔ گویا کہ شریعت اِن کے گھر کی خود ساختہ ہے جس پر چاہی من مرضی کی پابندی لگا دی ۔ حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا نے اپنی ایک بیٹی اُمِ کلثوم کا نکاح فاروق اعظم رض سے کر دیا جن سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ مولیٰ علی رض کو مجبوری نہ تھی نہ کوئی رشتوں کی کمی تھی گھر میں ہاشمی رشتے موجود تھے۔ فاروق اعظم قریشی عدوی تھے نہ کہ ہاشمی، تفضیلی شیعہ رافضی حویلیاں والے اس نکاح کے منکر ہیں ایک مصنف اپنی کتاب حسب نسب جلد سوم ص ۲۶۳ پر اس حقیقتِ متواترہ کا فقط اس لیے انکار کرتا ہے کہ مولیٰ علی نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کرنا تھا یعنی عبد اللہ بن جعفر سے اس لیے فاروقِ اعظم کا پیغام نکاح دینا شرعاً جائز ہی نہ تھا۔ کیونکہ نبی کریم نے پیغام پر پیغام نکاح کو نا جائز فرمایا فاروقِ اعظم اس مسئلے کو جانتے تھے لہٰذا پیغام نکاح نہیں دے سکتے تھے۔ مصنف کی یہ بات بھی غلط ہے مولیٰ علی کے پاس ابھی تک کسی کا پیغام نہیں آیا تھا۔ صرف مولیٰ علی کا اپنا ارادہ تھا کہ اپنے بھتیجے سے اپنی بیٹی کا نکاح کریں۔ اسی کا مولیٰ علی نے فاروقِ اعظم کے سامنے پیغام نکاح ملنے پر اظہار فرمایا۔ لیکن جب فاروقِ اعظم نے اپنے نکاح کی وجہ بتائی تو مولیٰ علی نے اپنا دلی ارادہ بدل کر فاروقِ اعظم سے نکاح کر دیا مصنف مذکور اسی ولی ذاتی ارادے کو اپنی حماقت سے پیغام نکاح سمجھا اس لیے مندرجہ ذیل سطور میں اس حقیقتِ واقعی کے تحریری ثبوت پیش کیے جا رہے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ)

چنانچہ پہلا ثبوت :- بخاری شریف جلد اول طبع کراچی ص ۴۵۳ کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ مولیٰ علی نے فاروقِ اعظم کے پیغامِ نکاح کو قبول کر کے اپنی بیٹی اُمِ کلثوم کا نکاح فاروقِ اعظم سے کر دیا۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی تھی۔

دوسرا ثبوت۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رح نے اپنی کتاب الاصابہ جلد ہشتم طبع مصر ص۲۹۷ پر لکھا ہے کہ مولا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم رض کا نکاح فاروق اعظم رض سے کیا۔

تیسرا ثبوت۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی رح نے اپنی کتاب الاستیعاب جلد چہارم طبع مصر ص۴۶۷ پر بھی لکھا ہے کہ مولا علی نے سیدہ ام کلثوم کی شادی فاروقِ اعظم سے کر دی تھی۔

چوتھا ثبوت۔ مورخ علامہ طبری نے اپنی کتاب تاریخ طبری جلد سوم ص۲۷۰ طبع کراچی میں بھی لکھا ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ و علی کا نکاح فاروقِ اعظم سے ہوا تھا۔ اور اُمِ کلثوم کے بطن سے فاروق اعظم کے دو بچے پیدا ہوئے خود علیِ مرتضیٰ نے بیٹے کا نام زید اور بیٹی کا نام رقیہ رکھا۔

پانچواں ثبوت۔ علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب اسد الغابہ کے ص۱۱ پر فاروق اعظم رض اور سیدہ ام کلثوم رض کے نکاح کا ذکر کیا اور اولاد کا بھی ذکر کیا۔

چھٹا ثبوت۔ علامہ ابن حبان رح نے بھی اپنی کتاب الثقات کے ص۲۴ پر سیدہ اُم کلثوم و فاروق اعظم عمر بن خطاب رض کے نکاح و اولاد کا ذکر کیا۔

ساتواں ثبوت۔ علامہ ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب المعارف ص۱۰ پر طبع مصری میں فاروقِ اعظم رض و سیدہ اُمِ کلثوم بنتِ علی کے نکاح ہونے کا ذکر کیا ہے۔

آٹھواں ثبوت۔ علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب تاریخ الکامل جلد دوم طبع بیروت کے ص۲۱۴ پر وضاحت سے لکھا کہ سیدہ اُمِ کلثوم جن کا پورا نام صغریٰ اُمِ کلثوم بنتِ فاطمۃ الزہرا تھا فاروقِ اعظم کی زوجہ محترمہ تھیں فاروقِ اعظم ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ فاروقِ اعظم نے ان کے نکاح سے پہلے بھی ایک اور عورت سے نکاح کیا تھا جن کا نام بھی اُمِ کلثوم تھا وہ ملیکہ بنت جرول خزاعی کے نام سے مشہور تھیں۔ مگر ان ملیکہ سے اولاد نہیں تھی۔ اور سیدہ سے آپ کی اولاد ہوئی۔

نواں ثبوت، علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ہفتم کے ص۱۳۹ پر لکھا ہے کہ فاروق اعظم کی دو بیویاں تھیں پہلی کا نام اُمِ کلثوم ملیکہ بنتِ جرول خزاعی تھا، اور دوسری بیوی کا نام سیدہ اُمِ کلثوم صغریٰ بنتِ علی و فاطمۃ الزہرا تھا۔ اِن کے بطن سے دو بچے زید و رقیہ ہوئے۔

دسواں ثبوت، علامہ ابنِ حبان رح نے اپنی کتاب الثقات کے ص۱۹ پر لکھا ہے کہ فاروق اعظم کا نکاح سیدہ صغریٰ اُمِ کلثوم بنتِ علی مرتضیٰ سے ۱۷ھ میں ہوا تھا اور حق مہر چالیس ہزار درہم

مقرر ہوا تھا۔ اتنا مہر کسی اور بیوی کا نہ تھا یہ عظمتِ سیدہ کی وجہ سے تھا۔

گیارھواں ثبوت۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد دوم ص۱۱۱ پر لکھا ہے کہ فاروق اعظم نے سیدہ اُمّ کلثوم بنتِ علی سے نکاح کیا۔ اور اولاد ایک بیٹا زید۔ ایک بیٹی رقیہ کا ذکر کیا ہے۔

بارھواں ثبوت۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اپنی کتاب الفاروق ص۲۹۲ پر فاروق و سیدہ بنتِ علی کے نکاح کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

تیرھواں ثبوت۔ علامہ ابن حزم نے بھی اپنی کتاب جامع السیرت کے ص۲۰ پر اس نکاح بنتِ علی و فاروقِ اعظم رضی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

چودھواں ثبوت۔ دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد اوّل ص۲۵۲ مطبوعہ لاہور میں بھی تفصیل سے ذکر ہے کہ فاروق و سیدہ بنتِ علی کا نکاح ہوا تھا۔

پندرھواں ثبوت۔ فتاویٰ درّ مختار شامی جلد دوم ص۳۴۵ پر بھی فاروق اعظم اور سیدہ بنتِ علی کے اس نکاح کا ذکر موجود ہے۔

سولھواں ثبوت۔ علامہ الشیخ سعید نے اپنی کتاب الارشاد طبع تہران کے ص۱۶۷ پر لکھا ہے کہ مولیٰ علی رضی کی دو بیٹیاں اولادِ فاطمہ الزہرا سے تھیں بڑی بیٹی حضرت زینب کبریٰ رضی یہ کربلا میں گئی تھیں۔ چھوٹی بیٹی صغریٰ امّ کلثوم رضی یہ دونوں سیدزادیاں امام حسن رضی و حسین رضی کی چھوٹی سگی بہنیں تھیں۔ چونکہ تفضیلی شیعہ صغریٰ امّ کلثوم کے نام کا انکار کرتے ہیں کہ صغریٰ نام کی کوئی بیٹی علی مرتضیٰ رضی کی نہ تھی، خود شیعہ کتاب سے ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

سترھواں ثبوت۔ کتاب تہذیبُ الاحکام طبع تہران ایران کے ص۳۸۹ پر بھی۔ فاروق و سیدہ بنت علی صغریٰ اُمِ کلثوم کے نکاح کا ذکر لکھا ہے۔

اٹھارھواں ثبوت۔ حضرت مولانا عبدالحق محدّث دہلوی نے بھی اپنی کتاب مدارج النبوت فارسی جلد دوم ص۴۸۸ پر لکھا ہے کہ فاروق اعظم نے مولیٰ علی شیرِ خدا کو صغریٰ ام کلثوم سے نکاح کرنے کی خواہش کا پیغام دیا جس کو علیِ مرتضیٰ نے قبول کر کے نکاح کر دیا تھا۔

انیسواں ثبوت۔ داتا صاحب رح نے اپنی کتاب کشفُ المحجوب فارسی کے باب ۲۹ آدابِ نکاح و تجرد کے ص۵۶۷ پر پوری تفصیل سے اس نکاح کا ذکر فرمایا ہے کہ فاروقِ اعظم نے مولیٰ علی کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا تو مولیٰ علی نے عمروں کے بہت زیادہ فرق کا عذر پیش کیا تو آپ نے نکاح کرنے کی وجہ بتائی کہ

بیری محبت اور سببیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس نکاح کے ذریعہ میری سببیت اور صہریت بھی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جڑ جائے تب مولیٰ علی نے یہ رشتہ قبول کرکے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا نکاح کر دیا، پھر اولاد ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

بیسواں ثبوت۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی نے بھی اپنی کتاب خصائص کبریٰ جلد دوم ص۲۷۹ پر اس نکاح کا بعنوان سببیت ذکر کیا ہے۔

اکیسواں ثبوت۔ ہدایہ شافعی جلد دوم ص۳۲۴ پر ہے۔ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِلْبَعْضِ ... لَا تَفَاضُلَ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنَ الْهَاشِمِيِّ وَالنَّوْفَلِيِّ وَالتَّيْمِيِّ وَالْعَدَوِيِّ ... وَهُوَ هَاشِمِيٌّ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ فَاطِمَةَ لِعُمَرَ وَهُوَ عَدَوِيٌّ" ترجمہ، پس قریش قبیلے سب آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں اس فرمانِ نبوی سے ... ملا اس بات کا کہ قبائلِ قریش کی آپس میں کسی پر کسی کی خاندانی قومی کوئی فضیلت نہیں ہاشمی ہی ہے یا نوفلی تیمی، عدوی ہو یا ان کے علاوہ دیگر قریشی اسی وجہ سے مولیٰ علی ہاشمی قریشی نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنتِ فاطمۃ الزہرا کا نکاح عمر فاروق سے کر دیا حالانکہ وہ عمر عدوی قریشی ہیں یہ بات تمام کتبِ فقہ احناف نے کفو کے باب میں لکھی ہے ثابت ہوا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کا نکاح ایک حقیقتِ واقعہ صادقہ ہے۔

بائیسواں ثبوت:۔ امام علاؤ الدین کاشانی جن کی وفات ۵۸۷ھ میں ہوئی اپنی کتاب بدائع صنائع جلد دوم ص۳۱۹ پر لکھتے ہیں۔ وَلَا تَكُونُ الْعَرَبُ كُفَاءً لِقُرَيْشٍ لِفَضِيلَةِ قُرَيْشٍ عَلَى سَائِرِ الْعَرَبِ وَلِذَلِكَ اخْتُصَّتِ الْإِمَامَةُ بِهِمْ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ. بِخِلَافِ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ يَصْلُحُ كُفَاءً لِلْهَاشِمِيِّ. وَإِنْ كَانَ لِلْهَاشِمِيِّ مِنَ الْفَضِيلَةِ مَا لَيْسَ لِلْقُرَشِيِّ. لَكِنَّ الشَّرْعَ أَسْقَطَ اعْتِبَارَ تِلْكَ الْفَضِيلَةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ عَرَفْنَا ذَلِكَ بِفِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. فَإِنَّهُ رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ ابْنَتَهُ مِنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ أُمَوِيًّا لَا هَاشِمِيًّا وَزَوَّجَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَلَمْ يَكُنْ هَاشِمِيًّا بَلْ عَدَوِيًّا. ترجمہ: آخری عبارت کا مولیٰ علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح

کر دیا تھا فاروق اعظم سے حالانکہ حضرت عمر ھاشمی نہ تھے بلکہ عدوی قریشی تھے۔

بیئسواں ثبوت۔ حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب تحقیق حق فی کلمۃ الحق ص۱۵۱ پر لکھا ہے کہ اُم کلثوم را بنکاح آورد امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس پسرے زید نام برائے اُو بزاد ترجمہ، سیدہ اُم کلثوم کو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے نکاح میں لائے ان کا ایک بیٹا زید پیدا ہوا۔ یہ سب کتاب زبان فارسی میں ہے۔ اس سے پہلے پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ امیر المومنین مولیٰ علی کے نکاح میں تھیں ان سے صاحبزادوں (حسن وحسین) کے علاوہ، رقیہ، اُم کلثوم، زینب متولد ہوئیں رقیہ قبل بلوغت فوت ہوگئیں تھیں۔ زینب سیدہؓ کو عبد اللہ بن جعفر نکاح میں لائے اور وہ اُن کے پاس ہی فوت ہوئیں، پھر لکھا ہے کہ سیدہ اُم کلثوم فاروق اعظم نکاح میں لائے۔ فاروق اعظم کی وفات کے بعد عون بن جعفر نے سیدہ سے نکاح کیا۔ عون بن جعفر کی وفات کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں ان کی وفات کے بعد عبد اللہ بن جعفر کے نکاح آئیں اور وہیں فوت ہوئیں۔ (از تحقیقِ حق مصنفہ حضرت اعلیٰ گولڑوی ص۱۵۲) پیر صاحب کے کلام سے ثابت ہو گیا کیا اب بھی کسی کو دم مارنے کی جرأت ہے۔ یا صرف مطلبی عقیدت ہے۔

چوبیسواں ثبوت۔ علّامہ عینی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب شرح کنز الدقائق ص۹۹ پر لکھا ہے وَكَانَ عَلِيٌّ زَوَّجَ اِبْنَتَهٗ مِنْ عُمَرَ وَكَانَ عَدَوِيًّا لٰكِنَّ كُلَّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ فَعُلِمَ أَنْ لَا عِبْرَةَ لِفَضْلِ بَعْضِ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ عَلٰى بَعْضِهَا۔ ترجمہ، اور مولیٰ علی نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تھا عمر فاروق سے حالانکہ وہ عدوی قریشی تھے لیکن یہ تمام مولیٰ علی وشیر خدا وغیرہ قریشی ہی تھے۔ پس اس بات اور عمل سے جان لیا گیا کہ قریش کے کچھ قبیلوں کا کچھ قبیلوں پر فضیلت کا نکاح میں کوئی اعتبار واہمیت نہیں ہے۔

پچیسواں ثبوت، علامہ ابن نجیم مصری بھی اپنی کتاب فتاوٰی بحر الرائق جلد سوم ص۱۳۰ پر فاروق اعظمؓ کے اس نکاح سیدہ ام کلثوم بنت علی کا ذکر فرماتے ہیں، چنانچہ لکھا ہے۔ وَزَوَّجَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِنْتَهٗ اُمَّ كُلْثُوْمٍ مِنْ عُمَرَ وَكَانَ عَدَوِيًّا لَا هَاشِمِيًّا فَانْدَفَعَ بِذٰلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ تُعْتَبَرُ الزِّيَادَةُ بِالْخِلَافَةِ حَتّٰى لَا يُكَافِيَ اَهْلَ الْبَيْتِ الْخِلَافَةِ غَيْرُهُمْ مِنَ الْقُرَيْشِيِّيْنَ۔ ترجمہ، اور نکاح کر دیا مولیٰ علی رضؓ نے اپنی بیٹی سیدہ اُم کلثوم کا فاروقِ اعظم سے حالانکہ حضرت عمر عدوی تھے نہ کہ

صرف رشتے داری میں ہی ہو سکتی ہے اسی لیے فاروقِ اعظم نے فرمایا تھا کہ میں نے اُمِّ کلثوم بنت علی سے اسی نبوی نسبت قائم کرنے کے لیے نکاح کیا ہے۔ اور لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ قیامت میں کوئی رشتے داری قائم نہ رہے گی۔ یہ فرمان بھی مخصوص ہے نسبِ نبوی کے علاوہ کے لیے نبوی نسب دنیا و آخرت میں نفع دینے والا ہے۔

سیدزادی کے غیر سید حسبی کفو کے ساتھ نکاح جائز ہونے کے عملی دلائل میں، دلیل[۲۷]۔ یہ بات بھی تمام سنی شیعہ کی کتب میں لکھی ہے کہ سیدہ زینب بنت فاطمہ زہرا کا نکاح عبد اللہ بن جعفر طیار قریشی ہاشمی غیر سید سے ہوا یہ مولیٰ علی کے بھتیجے تھے ۲۸ ان ہی سے مولیٰ علی اپنی بیٹی سیدہ اُمِّ کلثوم کا نکاح کرنا چاہتے تھے مگر پھر ان کا نکاح فاروق اعظم سے کر دیا۔ ان دونوں واقعات سے جو خود مولیٰ علی نے انجام دئے تفضیلی شیعوں کے اُس باطل عقیدے کی جڑ کٹ گئی کہ سیدزادی کا بجز سید مرد کے کسی غیر سید سے نکاح جائز نہیں۔ مولیٰ علی نے اپنی ان دونوں بیٹیوں کا نکاح کسی مجبوری سے نہ کیا تھا بلکہ تا قیامت یہ مسئلہ اور قانون بتانے کے لیے کیا تھا کہ سیدہ کے لیے اگر اُس کی شایانِ شان کوئی معزز متقی گھرانے کا غیر سید مرد کا رشتہ ملے تو فوراً نکاح کر دو شرعاً بالکل جائز ہے۔ دلیل ۹ بحار الانوار جلد دوم صـ۱۰۶ پر ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت علی کا نکاح ابو سعید قریشی تیمی سے ہوا تھا۔ ۱۰ اسی کتاب بحار الانوار دوم کے اسی صـ۱۰۶ پر ہے، سیدہ میمونہ بنت علی کا نکاح عبد اللہ بن عقیل سے ہوا۔ سیدہ رقیہ بنتِ علی کا نکاح قبل بلوغت مسلم بن عقیل سے ہوا مگر رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں تھیں اور سیدہ خدیجہ بنتِ مولیٰ علی کا نکاح عبد الرحمٰن بن عقیل سے ہوا تھا، اور سیدہ نفیسہ بنت مولیٰ علی کا نکاح مِلّت بن عبد اللہ بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب سے ہوا۔ دلیل ۱۱ علامہ جمال الدین احمد اپنی تالیف شجرہ طیبہ کے صـ۲ پر لکھتے ہیں کہ ۱۲ سیدہ نفیسہ بنتِ امام حسن بن مولیٰ علی کا نکاح عبد اللہ بن زبیر سے ہوا یہ ابن زبیر بھی سید نہیں بلکہ ہاشمی بھی نہیں تھے ۱۳ یہیں صـ۲ پر ہے کہ سیدہ نفیسہ بنت زید بن امام حسن بن مولیٰ علی کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان اُموی قریشی سے ہوا ۱۴ اور سیدہ اُمِّ حسن بنت امام جعفر صادق کا نکاح سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے ہوا۔ ۱۵ اور سیدہ ام کلثوم بنت عبد اللہ بن امام حسن بن مولیٰ علی کا نکاح اسماعیل بن عبد اللہ بن عباس سے ہوا ۱۶ سیدہ زینب بنت محمد نفسِ ذکیہ بن عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ ابن امام حسن کا نکاح محمد بن ابو العباس عبد اللہ

[illegible] سے ہوا۔ [illegible] حسن [illegible] فوت ہو گئے تو ان ہی سیدہ زینب کا نکاح عیسٰی بن علی بن
بن عبد اللہ ابن عباس [illegible] سب مرد قریشی اموی عباسی تھے سید نہ تھے۔ دلیل ۲۰ اسی
[illegible] جمال الدین احمد کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ سیدہ اُمّ الحسین بنت امام
زین العابدین کا نکاح [illegible] عباسی غیر سید سے ہوا ۲۰ اور سیدہ اُمّ موسیٰ بنت
امام [illegible] عبد اللہ ابن عباس سے ہوا۔ ۱۹ سیدہ ام موسیٰ کی وفات
[illegible] قریشی کا نکاح اُمّ موسیٰ کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہ بنت امام
زین العابدین سے ہوا [illegible] اور سیدہ زینب بنت حسین الاعرج بن امام زین العابدین کا
[illegible] عباسی سے ہوا (از شجرہ طیبہ مؤلفہ علامہ جمال الدین احمد) دلیل ۲۱
کتاب [illegible] جلد دوم صفحہ ۱۴ پر ہے کہ عبد الرحمٰن جاں باز عباسی خلفاءِ عباسیہ کی اولاد
[illegible] سے تھے ان کی پہلی بیوی سیدہ محمد شاہ بہرائچی کے خاندان میں سے تھیں اور ان کی دوسری بیوی
[illegible] سادات میں سے تھیں ص ۱۴۶ پر بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ دلیل ۲۲ علامہ سید تصدق
بخاری نے اپنی کتاب تاریخ و تحقیق ص ۲۴۶ اور کتاب عمدۃ المطالب ص ۹۹ پر لکھا ہے
کہ سیدہ فاطمہ سیدہ بیوہ بنت امام حسین رض کا دوسرا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان ذوالنورین
سے ہوا تھا۔ دلیل ۲۳ کتاب آغانی جلد چودھویں ص ۱۶۳ اور کتاب روضۃ الاصفیا ص ۲۶۴
پر اور کتاب تاریخ و تحقیق اہلبیت ص ۲۴۴ پر لکھا ہے کہ سیدہ سکینہ رض بنت امام حسین رض
کا پہلا نکاح مصعب بن زبیر بن عوام قریشی اموی سے ہوا تھا جب بیوہ ہو گئیں تو دوسرا نکاح
عمرو ابن حکیم بن حزام انصاری سے ہوا تھا پھر بیوہ ہوئیں تو تیسرا نکاح عبد العزیز بن مروان
سے ہوا اور تاریخ ابن سعد جلد ہشتم ص ۴۷۴ پر ہے کہ سیدہ سکینہ بیوہ کا چوتھا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اور
پھر بیوہ ہوئیں تو پانچواں نکاح ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف قریشی تیمی سے ہوا ان میں سے کوئی بھی سید نہ تھا۔ دلیل ۲۴ علامہ واقدی
کی کتاب طبقات کبریٰ جلد ہشتم ص ۴۷۴ طبع بیروت میں ہے کہ حسن عسکری ابن امام حسن رض کی چار بیٹیاں تھیں پہلی بیٹی سیدہ زینب کا نکاح
ولید بن مروان قریشی اموی سے ہوا۔ دوسری بیٹی سیدہ فاطمہ بنت امام حسن عسکری کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب قریشی ہاشمی
غیر سید سے ہوا جب بیوہ ہو گئیں تو ان کا نکاح ایوب بن سلمہ ابن عبد اللہ بن ولید بن مغیرہ قریشی کلابی سے ہوا ۲۶
تیسری بیٹی سیدہ ملیکہ بنت امام حسن عسکری ابن امام حسن رض بن مولیٰ علی رض کا نکاح جعفر بن مصعب
بن زبیر قریشی تیمی سے ہوا۔ چوتھی بیٹی سیدہ اُمّ قاسم رض بنت امام حسن عسکری کا نکاح مروان
بن ابان بن عثمان غنی سے ہوا یہ بھی قریشی اموی تھے (حوالہ از کتاب انساب العرب مؤلفہ

ابو محمد علی اُندلسی طبع بیروت ص۴۲) ۲۸ اسی کتاب میں یہیں ص۴۲ پر لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ بنت حسین ابن امام حسن بن مولیٰ علی اور ۲۹ سیدہ حمادہ بنت امام حسن عسکری دونوں کا نکاح اسماعیل بن عبدالملک قریشی اُموی سے ہوا۔ دلیل ۳۰ چار مستند و مشہور کتابیں ۱ شجرہ طیبہ مؤلفہ جمال الدین احمد ص۹ ۲ نسب نامہ رسولِ اَنام مرتبہ علامہ مولانا پیر دستگیر ص۱۶۳ ۳ کتاب شیر و شکر مؤلفہ علامہ پیر دستگیر ص۱۱ ۴ کتاب تواریخ آئینہ تصوف مصنفہ علامہ شاہ محمد حسن ص۴۷ اِن کتب میں لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ رض بنت امام زین العابدین رض کا نکاح ثابت بن زوطی تابعی امام اعظم ابوحنیفہ کے والد عجمی فارسی النسل سے ہوا ۳۱ اور سیدہ فاطمہ رض سکینہ بنت امام جعفر صادق رض کا نکاح امام اعظم ابوحنیفہ سے ہوا۔ ۳۲ اور سیدہ فاطمہ رض بنت امام موسیٰ رض کاظم بن امام جعفر رض صادق کا نکاح حماد بن امام اعظم عجمی فارسی النسل سے ہوا تھا، ۳۳ اور آئینہ تصوف تواریخ ص۴۸ پر ہے کہ سیدہ بی خاتونِ اکبر بنت سید عبد الرزاق کا نکاح الشاہ عثمان سے ہوا یہ امام اعظم کی اولاد سے تھے (عجمی فارسی النسل) ۳۴ اسی کتاب تواریخ آئینہ تصوف ص۸۷ پر ہے کہ سیدہ ہاجرہ بنت سید محی الدین کا نکاح الشیخ عبدالقادر سے ہوا یہ بھی امام اعظم کی اولاد سے تھے فارسی النسل ۳۵ فتاویٰ درِ مختار و شامی جلد اوّل ص۴۷ پر ہے کہ۔ اَلْاِمَامُ مُحَمَّدُ بِنْ حَسَنْ شَیْبَانِیْ مَوْلُوْدُ سنہ ۱۳۲ھ وَمُتَوَفِّیْ سنہ ۱۸۹ھ فِی الرَّیِّ مُصَنِّفٌ فِی الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ تِسْعَ مِائَۃٍ وَتِسْعَۃً وَتِسْعِیْنَ کِتَابًا وَمِنْ تَلَامِذَتِہٖ الشَّافِعِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَتَزَوَّجَ بِاُمِّ الشَّافِعِیْ وَفَوَّضَ اِلَیْہِ کُتُبَہٗ وَمَالَہٗ فَبِسَبَبِہٖ صَارَ الشَّافِعِیْ فَقِیْھًا

ترجمہ:۔ امام اعظم کے دوسرے شاگرد امام محمد رح بن حسن شیبانی نے علوم دینیہ میں نو سو ننانوے (۹۹۹) کتابیں لکھیں آپ کی ولادت بھی اور وفات بھی بغداد کے مضافات علاقہ رَے میں ہوئی آپ کے شاگردوں میں امام شافعی رح بھی تھے حضرت امام محمد نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کیا تھا اس طرح امام محمد امام شافعی کے سوتیلے باپ بن گئے تھے حالانکہ امام شافعی کی والدہ ہاشمیہ تھیں امام محمد ہاشمی نہ تھے۔ بلکہ امام محمد ابو عبد اللہ بن حسن بن فرقد شیبانی عراق کے گاؤں واسط میں پیدا ہوئے کوفے میں پرورش پائی اور خراسان کے علاقہ رَے میں وفات ہوئی یہ مضافاتِ ایران ہے رَے میں ہی آپ کا مزار ہے عجمی قبیلہ بنی شیبان سے تھے۔ امام محمد نے اپنی ساری کتابیں اور سارا مال امام شافعی کو دے دیا تھا تو ان کتابوں کے سبب سے امام شافعی فقیہِ اعظم بن گئے۔ بعض جہلا کہتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رض کی خاندانِ

واقفیت امام آئمہ اہلِ بیت نبوی سے کوئی واقفیت نہیں بالکل اجنبیت تھی اور دلیل یہ کہتے ہیں
کہ امام اعظم کے دشمنوں نے بہت سے امام اعظم کے خلاف امام محمد رض باقر کو یہ باتیں سنائی ہوئی
تھیں کہ کوفہ کا ایک عالم احادیث کے خلاف اپنی عقل سے مسئلے بناتا ہے پھر جب امام ابوحنیفہ رح
ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ان کی پہلی ملاقات امام باقر رض سے ہوئی تو بالکل اجنبیوں
کی طرح امام باقر رض نے [illegible] آپ نے فرمایا کہ سنا ہے تم نے میرے جد امجد کے دین و احادیث
کو قیاس سے بدل ڈالا ہے اس وقت امام ابوحنیفہ نوجوان ہی تھے۔ تب امام ابوحنیفہ نے اس
موقع پر امام کی [illegible] ایسے مسکت جواب دیئے کہ امام باقر رض خوش ہو گئے۔ اسی جہالت
کی بنا پر تفضیلی جاہل رافضی ان نکاحوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اجنبیت والی بات بالکل
غلط ہے۔ حق سچ بات یہ ہے کہ خاندانِ ابوحنیفہ کا تعلق خاندانِ اہل بیت سے جدی پشتی چلا
آرہا ہے چنانچہ فتاویٰ درمختار رشامی جلد اول ص۵۹ پر ہے کہ امام ابوحنیفہ کے دادا محترم
حضرت زوطی نعمان کی حضرت مولا علی سے بہت اچھی اور گہری ملاقات تھی اور حضرت نعمان زوطی رح
مولا علی کی بارگاہ میں تحفہ تحائف اکثر بھیجا کرتے تھے زوطی رح کوفے کے رؤساء میں سے تھے کپڑے کی تجارت
تھی ایک مرتبہ عید مہرجان کے موقع پر حضرت زوطی رح نے مولا علی رض کے پورے اہلِ دربار کے لیے فالودہ
بنا کر بھیجا تھا تاریخوں میں یہ دعوت بہت مشہور ہوئی پھر امام اعظم کے والد حضرت ثابت رض کا بھی
حضرت مولا علی رض اور امام حسن رض و حسین رض کی بارگاہوں میں حاضری و ملاقاتیں کثرت سے ہوتی رہیں یہاں
تک کہ مولا علی رض نے حضرت ثابت رض کو کئی مرتبہ اپنی دعاؤں کا شرف بخشا اور امام ابوحنیفہ جیسے بیٹے
کی بشارت بھی دی اور برکت کی دعائیں بھی دیں یہ واقفیت اور روزمرہ کی ملاقاتیں ہی اس نکاح
کا پیش خیمہ ہوئیں کہ امام زین العابدین نے اپنی بیٹی سیدہ خدیجہ سے کر دیا۔ یہ تحقیق نہیں ہو
سکی کہ حضرت ثابت کا یہ پہلا نکاح تھا یا دوسرا تیسرا اور امام ابوحنیفہ کس کے بطن سے
تھے۔ جس کی بنا پر مشکوک ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ امام باقر کے سگے بھانجے تھے یا سوتیلے
بہرحال اجنبیت نہ تھی۔ اور امام باقر سے یہ مدنی ملاقات نہ پہلی تھی نہ اجنبی بلکہ دشمنوں
کی شکایت سن کر امام باقر نے خود امام ابوحنیفہ کو بلوایا تھا اور بیتا ندار گفتگو ہوئی تھی۔
نیز اُس وقت امام ابوحنیفہ نوجوان نہ تھے بلکہ ۳۵ یا ۳۸ سال کے تھے۔ نوجوانی کے بعد
تو آپ نے ایک بزرگ کے مشورے پر علم پڑھنا شروع کیا تھا۔ بہرکیف ان نکاحوں کا انکار
محض جہالت اور ضدبازی ہے۔ دلیل ص۳۶ سیدہ عظمت خاتون بنت سید سلطان قدسی بخاری

کا نکاح اولادِ امام اعظم سے الشیخ نظام الدین عجمی فارسی سے ہوا ۳۷ سیدہ ہاجرہ بنت سید امیر حسین سادات حسینی کا نکاح اولادِ امام اعظم میں سے الشیخ نصیر الدین ولی اللہ درویش سے ہوا۔ ۳۸ سیدہ بی اکبری خاتون بنت مخدوم جہاں گشت سید جلال الدین کا نکاح اولادِ امام اعظم میں سے پیر طریقت شیخ صفی الدین سے ہوا۔ ۳۹ سیدہ حلیمہ بیگم بنت سید عبد اللہ بابا ابن سید علی ترمذی کا نکاح اولادِ امام اعظم الشاہ عبد المجید عجمی فارسی سے ہوا ۴۰ سیدہ نیاز بی بی بنت سید احمد ابن سید قادر علی ابن سید محمد اسحاق بن سید عنایت الدین بن سید محمد بن سید محمود عالم بن سید یوسف بن سید جلال بخاری کا نکاح اولادِ امام اعظم میں سے الشیخ پیر محمد حیات المعروف شیخ کبیر گجراتی سے ہوا۔ اور سیدہ نیاز بی بی کے بطن سے مشہور ولی اللہ اور عالم دین حافظ برخوردار پیدا ہوئے۔ ان تمام نکاحوں کا ذکر تواریخ آئینۂ تصوف ص۴۸۷ و ص۴۸۸ و ص۴۹۲ و ص۴۹۳ پر ہے۔ دلیل ۴۱ اسی کتاب تواریخ آئینۂ تصوف مؤلفہ علامہ الشاہ محمد حسن انصاری ص۴۹۳ پر لکھا ہے کہ، سیدہ قمر النساء بنت سید شفیع احمد برادر سید کبیر الدین شاہ دولھا گجراتی کا نکاح امام اعظم کی اولاد میں سے الشیخ حافظ برخوردار ابن پیر الشیخ محمد حیات سے ہوا ۴۲ آگے لکھتے ہیں ص۴۹۴ پر کہ سیدہ فاطمہ بنت سیدہ احمد آنوالہ والے کا نکاح اولادِ امام اعظم میں سے الشیخ علامہ رحمۃ اللہ ابن حافظ برخوردار سے ہوا۔ اسی ص۴۹۴ پر ہے ۴۳ کہ علامہ الشیخ رحمت اللہ کا نکاح ثانی سیدہ بی بی انور خاتون بنت سید یوسف علی بن سید قمر علی سے ہوا، سیدہ انور خاتون آٹھویں پشت میں امام تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتی ہیں دلیل ۴۴ اسی تواریخ کے ص۴۹۵ پر لکھا ہے کہ سیدہ عجیب النساء بنت سید علی شاہ آنوالہ والا کا نکاح اولادِ امام اعظم میں سے الشیخ نعمت اللہ سے ہوا ۴۵ تواریخ آئینہ کے اسی ص۴۹۵ پر ہے کہ سیدہ مریم فاطمہ بنت سید اکبر بن سید زاہد کا نکاح الشاہ محمد حسن انصاری عجمی مصنف تواریخ آئینہ تصوف سے ہوا۔ سیدہ مریم فاطمہ پندرہ پشتوں کے واسطوں سے سید عبد القادر جیلانی بغدادی غوث پاک سے مل جاتی ہیں ۴۶ ان ہی الشاہ محمد حسن کی دوسری بیوی سیدہ انجوبہ خاتون بنت سید نصرت علی منصب دار بدخشانی ملقب خان بہادر ہیں۔ علامہ محمد حسن انصاری عجمی بھی امام اعظم کے ننھال سے تھے دلیل ۴۷ علامہ ابراہیم عبد الغنی اپنی کتاب سیدنا عبد القادر گیلانی و اولادہٗ کے ص۴۸۹ پر لکھتے ہیں کہ سیدہ زمزم بنت سید سلیمان نقیب

شریف بن سید مصطفیٰ گیلانی کا نکاح عقیل بند قبیلے کے ایک بزرگ معزز عالم دین فقیہ العصر
محمد احمد میاں سے ہوا۔ دلیل ۱۸ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب
نفحات الانس کے صفحہ ۱۲۲ پر اور علامہ شیخ عطا محمد نے اپنی کتاب مفتاح الغیب کے صفحہ ۱۲
پر اور علامہ مولوی احمد علی نے اپنی کتاب قصر عارفاں کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھا ہے کہ سید بہاؤ الدین
زکریا ملتانی نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علامہ فخر الدین عراقی عجمی سے کیا تھا ان ہی فخر الدین
عراقی کا دوسرا نکاح سید نعمت اللہ ہمدانی کی بہن سیدہ حافظہ جمال سے ہوا۔ پہلی بیوی سیدہ
کے بطن سے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے پیدا ہوئے
اور دوسری بیوی کے بطن سے سید نعمت اللہ ہمدانی کے بھانجے شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی
پیدا ہوئے اور دوسرے لڑکے نظام الدین متولد ہوئے۔ علامہ فخر الدین عراقی نویں پشت میں
امام اعظم سے جا ملتے ہیں۔ یہ بات علامہ فضل الرحمٰن پانی پتی نے اپنی کتاب انوار قلندر کے
صفحہ ۱۱ پر بھی لکھی ہے۔ دلیل ۱۹ علامہ شیخ عطا محمد اپنی کتاب مفتاح الغیب کے صفحہ ۱۳ پر
اور علامہ مولوی احمد علی اپنی کتاب قصر عارفاں کے صفحہ ۹۲ پر لکھتے ہیں کہ سید نعمت اللہ کرمانی
نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت پانی پتی کے بھائی نظام الدین عراقی سے کیا تھا یہ انصاری
عجمی قبیلے سے تھے ۲۰ اور علامہ مولوی احمد علی اپنی کتاب قصر عارفاں جلد اول صفحہ ۲۴ پر۔
اور علامہ حاجی نجم الدین اپنی کتاب مناقب محبوبین کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں کہ الشیخ نظام
الدین اورنگ آبادی کا نکاح سید صدر الدین ابو الفتح گیسو دراز گلبرگہ شریف کی اولاد
میں سے ایک سیدزادی عائشہ سے ہوا ان کے بطن سے مشہور چشتی بزرگ محمد فخر الدین
پیدا ہوئے دلیل ۲۱ عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخلیل کے صفحہ ۱۱ پر لکھا
ہے کہ سیدہ محفوظ بی بی بنت سید نظام الدین بن سید محمد باقر بن شاہ ابو المعالی کا
نکاح الشیخ غلام محمد انصاری سہارنپوری سے ہوا یہ غلام محمد اکتیسویں پشت میں حضرت
ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتے ہیں۔ دلیل ۲۲ کتاب ازالۃ الخفا جلد
اول صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی عجمی کا نکاح ایک کاظمی سیدزادی سے
ہوا جن کے بطن سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پیدا ہوئے۔ دلیل
۲۳ کتاب استاذ العلما مؤلفہ علامہ حبیب الرحمٰن شیروانی صفحہ ۵ و صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ مفتی لطف اللہ
جو استاد تھے پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان کے والد انصاری تھے عبداللہ

بن جراح انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے لیکن مفتی لطف اللہ کی والدہ سیدزادی نجیب ہ ۵ اسی کتاب کے ص۲۷ پر لکھا ہے کہ مفتی لطف اللہ انصاری جراحی کا نکاح انڈیا یوپی کے شہر جلیسر میں سید رونق بخاری کی بڑی بیٹی سیدہ جمیلہ سے ہوئی۔ دلیل ۵۵ علامہ پیر غلام دستگیر نے اپنی کتاب تاریخِ بزرگانِ لاہور، طبع نوری بکڈپو لاہور کے ص۲۲۱ پر لکھا ہے کہ سیدہ بی بی حاج بنتِ سید احمد توختہ ترمذی حسینی سید لاہوری کا نکاح شہزادہ بہاؤالدین محمد بن سلطان قطب الدین محمد والیِ کیچ مکران سے ہوا یہ شہزادہ بہاؤالدین محمد الشیخ ابوالحسن ھنکاری قریشی عدوی کی اولاد سے تھے ہم نے مسئلہ کفو اور سیدزادی کے غیر سید مرد سے نکاح کے جواز پر مسلکِ حنفی کو بیس قولی دلائل اور پچپن ۵۵ عملی دلائل سے ثابت کر دیا۔ مسلکِ حنفی کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام مسلمان عورتوں کے لیے قرآن و حدیث کا ایک ہی قانونِ نکاح ہے۔ اس قانونِ نکاح میں سید اور غیر سید سب عورتیں شامل ہیں۔ قانونِ نکاح یہ ہے کہ ہر عورت کا نکاح نسبی حسبی کفو کے مرد کے ساتھ کیا جائے کفو نسبی یہ ہے کہ خاوند بیوی کا قوم قبیلہ ایک جیسا ہو۔ قوم قبیلہ آبائی خونی رشتے اور آبائی پیشے سے بنتا ہے۔ اس نسبی کفو میں مرد کی قومیت عورت کی قومیت سے نیچی نہیں ہونی چاہیئے یا برابر ہو یا اونچی ہو۔ نسبی اعتبار سے دنیا کی کوئی قوم بھی سادات سے بلند نہیں ہو سکتی لہٰذا صرف نسبیت کو دیکھتے ہوئے صرف قریشی قبائل ہی سادات کے نسبی کفو ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کی کوئی قوم بھی دنیوی اعتبار سے کتنی ہی بلند و معظم ہو سادات کے برابر نہیں ہو سکتی لہٰذا سیدزادی کا کفو بھی نہیں ہو سکتی خواہ چوہدری ہوں یا مغل پٹھان یا شہزادہ ہو یا سلطان اس لیے کہ یہ سادات آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔ اور وہ ہیں عین نور ان کا سب گھرانہ نور کا۔ حضرت حکیم الامت رح نعیمی بدایونی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر سید کی حیثیت بھی محفوظ ہے تو وہ عام فرشتوں سے بھی افضل ہے کیونکہ حسبی نسبی سید عرش کا نور ہے زمین کا یا قوت ہے۔ حسبی کفو یہ ہے کہ عورت و مرد مسلمان ہوں نیک اور متقی شرافت و دیانت والے ہوں، علم و فقہ اور عقل والے ہوں، معاشرے میں معزز و معظم صاحب حیثیت۔ صحیح العقیدہ اور وجاہت و وقار والے اہل سنت ہوں۔ اگر مرد میں یہ تمام صفات قائم ہوں تو کسی بھی اونچی ذات کا ہو سیدزادی کا کفو ہے اور ایسے غیر سید مرد

ہے سیدزادی کا نکاح شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ سید حضرات نبی کریم کا نسب ہیں۔ اور نیک متقی عالم معزز مکرم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسب ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسب بھی تا قیامت قائم اور حسب بھی اور آخرت میں حسب بھی ابدی باقی اور نسب بھی حسب کا ہی دوسرا نام سبب ہے۔ طرزِ قرآنی و ترتیبِ حدیث سے ثابت ہے کہ حسب کا درجہ و فضیلت نسب سے بھی زیادہ ہے لہٰذا فاسق مرد دنیوی اعتبار سے کتنا ہی بڑا اور بلند ہو متقیہ نیک خاندان مسلمان عورت کا کفو نہیں ہو سکتا اسی قانون کی بنیاد پر مسلکِ ائمہ اربعہ متفقہ ہے کہ فاسق فاجر سید مرد نیک متقیہ اور شرافت و دیانت والے سید اہل سنت خاندان کا کفو نہیں ہے۔ لیکن غیر سید متقی نیک سنی سیدزادی کا کفو ہے۔ مسلکِ حنفی میں کسی حسبی کفو مرد کے ساتھ نکاح کرنے میں عاقلہ بالغہ لڑکی خود مختار ہے ولی کی اجازت و رضا ضروری نہیں۔ لیکن صرف حسبی کفو میں نکاح کے لیے ولیِ قریبی کی اجازت ضروری لازمی ہے اگر ولیِ اقرب راضی نہ ہو تو نکاح باطل ہے بذریعہ عدالت تنسیخ و باطل کرا سکتا ہے۔ فقہائے احناف فرماتے ہیں کہ نیک خاندان والی سنی سیدزادیاں لعل و گوہر ہیں کأنھن الیاقوت والمرجان ہیں۔ یہ علم و عقل شرافت دیانت وجاہت کرامت کے تاجِ شاہی میں تو ترویج و پیوست کیا جا سکتا ہے مگر فسق و فجور اور بدعقیدگی والے سیدوں کی گندی کیچڑ میں پھینکنا جائز نہیں۔ اسلام نے نکاح میں مرد کی شرافت دیانت وجاہت کرامت کی شرط اور پابندی لازمی کر کے مسلمان عورت کی جان و شان عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی ہے لہٰذا سیدزادی کا نکاح غیر سید مومن مسلمان شریف کریم مرد معزز سے باجازتِ ولی قریبی کرنے میں سیدزادی کی ذلت نہیں بلکہ بڑی عزت اور سچی مودتِ فی القربیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ نبوی و فاروقی سے لے کر آج تک سید والدین اپنی سیدہ بیٹیوں کا نکاح غیر سید علماء اولیا فقہا سے برضائے و رغبت کرتے چلے آرہے ہیں جس کا عملی ثبوت کثیر تعداد میں ہم نے پیش کر دیا۔ پوچھو ان تلبیسِ ابلیس میں جکڑے ہوئے تفضیلی رافضی شیعوں سے جو بے دلیل و بے ثبوت کہتے اور لکھتے پھرتے ہیں دنیا میں کتابوں کو آخرت میں اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے پھرتے ہیں کہ سیدزادی کا نکاح کسی بھی غیر سید سے جائز نہیں حرام اور باطل ہے اگرچہ ولی راضی خوش ہو پوچھو ان جہلا سے کہ یہ اتنے کثیر نکاح جن کا ہم نے دلائلِ علیہ میں باحوالہ ذکر کیا ہے کیا سب

باطل تھے اور معاذ اللہ جو اولاد اُن نکاحوں سے ہوئی جن سے بڑے بڑے اولیا فقہا دیانت و شرافت پھیلانے والے متولد ہوئے وہ سب باطل نکاحوں کی اولاد تھی، ہمارے اس سوال کا بجز ضد بازی کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے اور ضد ہمیشہ جہالت کی حماقت سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت میں جہالت و حماقت سے بچائے آمین یا ربّ العالمین۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

مفتیانِ گولڑہ شریف کے فتووں کا مکمل و مدلّل تردیدی جواب

اس استفتا کے ساتھ ہمارے پاس الکبتر صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بھیجا گیا جس میں تینتیس سوالاً جواباً تحریریں ہیں جن کو فتویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اس کتابچے کا نام و عنوان۔ تعارفِ مفتیانِ گولڑہ شریف ہے اس کتابچے کی دو تحریروں کے علاوہ باقی تحریریں اتنی کمزور اور عامیانہ ہیں کہ مفتیٔ اسلام ہونا تو علم و فقہ کی بہت بڑی سند ہے عام مولوی بھی سمجھ جاتا ہے کہ یہ تحریریں محض غالی تبرائی شیعوں کی ترجمانی ہے۔ کیونکہ یہ تحریریں قرآن و اسلام کے سراسر خلاف ہیں ان تحریروں کو گولڑہ شریف جیسے علمی آستانے اور مرکزِ شریعت کی طرف وابستہ کرنا فقط گمنام کا نام چمکانے کے لیے ہے ان مضمون نگاروں کی بے عقلیوں پر حیرت ہے کہ سب سے پہلا فتویٰ حضرت اعلیٰ قبلہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کا لکھا ہے جو سراسر ان بقایا مضامین و اہلِ مضامین کے خلاف ہے اور بالکل مسلکِ حنفی و احادیث مبارکہ کے مطابق ہے۔ چنانچہ اس کتابچہ کے صٓ پر استفتا یعنی سوال کی عبارت میں صاف لکھا ہے کہ بِغَیْرِ مُسْتَرْضِیْ مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْوَلَایَةِ الْقَرِیْبَةِ اَوِ الْبَعِیْدَةِ هَلْ یَجُوْزُ هٰذَا النِّکَاحُ اَمْ لَا۔ اور مستفتی اس پورے سوال کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلے میں کہ مسمّی محمد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبد الحق ساکن ملہوٹ کے حسب حکم و اجازت ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریبی و بعیدی وَلی کی رضا مندی اس پر نہیں۔ کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں اس کا جواب پیر صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے بزبان فارسی یہ دیا کہ نکاحِ مذکور جائز نیست صاف ظاہر ہے کہ یہ ناجائز ہونا فقط اس لیے ہے کہ سیّد زادی لڑکی کے والی وارث ناراض تھے اور اگر وَلیِ قریبی راضی ہوتا تو پیر صاحب کا فتویٰ یہ عدمِ جواز کا نہ ہوتا۔ یہی مسلکِ حنفی ہے

اور احادیث سے ثابت نہ کیا۔ پیر صاحب نے اپنے دلائل میں صرف مسلکِ حنفی کو ہی ثابت نہ فرمایا بلکہ مسلک کی شان ہی ظاہر فرما دی۔ کیونکہ رضاء ولی کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر فرمایا اور بتایا کہ رضاءِ ولی کیوں ضروری ہے۔ بغیر رضا نکاح کر لینا دل آزاری ولی ہے۔ اور سید کی دل آزاری بہت ہی بڑا ظلم و جرم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ یہی ہم نے اس فتوے میں سے ثابت کیا ہے۔ لیکن ولی کی کسی مجبوری کی بنا پر خوشی یا رضا سے غیر سید کا سیدزادی سے نکاح کر لینے میں کوئی دل آزاری نہیں بلکہ جب سید والد یا صاحب شایانِ شان رشتہ دیکھ کر غیر سید سے اپنی بیٹی کا خود نکاح کر دے تو اس میں جھوٹے محبِ اہل بیت بن کر رکاوٹ ڈالنا یا اپنی ضدی جہالت سے اس کو باطل کہنا زیادہ دل آزاری ہے۔ اور اس نکاح کو باطل کہنے والے زیادہ بڑے جہنمی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ دے۔ پیر صاحب کا اپنے فتوے میں آگے یہ لکھنا۔ کہ ہزار ہا دل بوجہ ہتک حرمت اہل بیت رنجیدہ و شکستہ خواہند بود۔ ترجمہ۔ ہزاروں دل اہل بیت کی بے حرمتی بے عزتی کی وجہ سے رنجیدہ و شکستہ ہوں گے کیونکہ ولی کو ناراض کیا بغیر اجازت اُس کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ اس ظلم جبر کو جو مسلمان سنے گا وہ بھی برا کہے گا۔ اس طرح ہزاروں دل مجروح مغموم ہوں گے۔ رہا یہ مطلب ہے کہ اگر اس طرح کا جبریہ نکاح کا رواج چل پڑا تو ہزاروں سیدزادیوں کے ہزاروں سید والدین کے دل رنجیدہ ہوں گے۔ ایک جاہل تفضیلی شیعہ نے اس کا یہ مطلب نکالا کہ ایک سیدزادی کے غیر سید سے نکاح کرنے کے لیے ساری دنیا کے سیدوں کو راضی کرنا پڑے گا۔ گویا کہ ایک سید والد اپنی ایک بیٹی کے نکاح کے لیے پوری دنیا کا چکر لگائے۔ کیا ظالمانہ عقیدہ ہے۔ اور پھر بھی حُبِّ اہل بیت کا دعویٰ ہے۔ پیر صاحب نے دُرِّ مختار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ متونِ فقہ مملو اند و مشحون از عدمِ ایں چنین نکاح لِعَدَمِ كَفَاءَةِ الْعَجَمِيِّ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَلَوْ كَانَ عَالِمًا أَوْ سُلْطَانًا وَهُوَ الْأَصَحُّ۔ ترجمہ۔ فقہ کے متن لکھے ہوئے ہیں اس طرح کے نکاح کے نہ ہونے پر اس وجہ سے کہ عجمی مرد عربی عورت کا کفو نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ۔ اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف ہے مگر مسلکِ حنفی میں یہی صحیح مسئلہ ہے اس عبارت میں ایں چنیں کے لفظ نے بتا دیا کہ صرف وہ نکاح غلط ہوگا جس میں ولی ناراض ہو۔ کیونکہ سوال ایسے ہی نکاح کا پوچھا گیا ہے نہ کہ ہر غیر نسبی کفو والے نکاح کا۔ اور جب کسی لڑکی کا ولی راضی نہ ہو تو فقہی ضابطے کے مطابق نہ غیر کفو عالم کفو بن سکتا ہے نہ غیر کفو بادشاہ

ہاں البتہ اگر والد یا دادا اپنی صحیح سچی سمجھ و عقل سے کسی مصلحت و اچھائی کی بنا پر اس غیر کفو کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کر لیتا ہے تو وہ ہی شخص حسبی کفو بن جائے گا۔ درمختار کی اس عبارت میں تمام عربی عجمی کا ذکر ہے نہ کہ فقط سیدزادی کا۔ اور جب ولی نے اپنی رضا نہ بتائی اور نکاح کو غلط قرار دیا تب اس ناراضگی کو بطلان کے بعد جو وطی ہوگی وہ ناجائز ہوگی...... اظہارِ ناراضگی سے پہلے والی وطی صحبت زنی نہ ہوگی اسی لیے حضرت علیہ الرحمۃ نے۔ پس درصورتِ مسطورہ کی قید لگا دی۔ بہرکیف یہ فتوٰی تفضیلی شیعہ کے خلاف ہے۔ اسی لیے ان پیش کنندہ شیعوں کو چنداں مفید نہیں۔ اس کتابچے کے ص۱۱ پر دوسرا فتوای بقلم محمد بخش مولوی غلام محمد کی تحریر ہے جس کا سوال گول مول ہے رضاءِ ولی یا ناراضگی کا ذکر نہیں مگر جواب بالکل پیر صاحب علیہ الرحمۃ کے فتوے کی نقل ہے لہٰذا یہ تحریر مجہول ہونے کی بنا پر ناکارہ ہے۔ اسی کتابچے کے ص۱۹ پر سجادہ نشین گولڑی شریف کی ایک عبارت درج ہے اس میں بھی رضاءِ ولی کی وضاحت نہیں ہے اور نہ ہی وہ تحریر بقول اُن کے شرعی فتوٰی ہے۔ خیال رہے کہ سیدزادی کی عزت کا مسئلہ صرف والدین والی وارثین کا حق ہے وہ اپنے خداداد حق کو ہر طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ کسی غیر ولی کو تڑپنے پھڑکنے کی ضرورت نہیں لہٰذا کوئی بھی شخص نئی شریعت بنا کر دین یا محبتِ سادات کا جھوٹا ٹھیکیدار بننے کی کوشش نہ کرے۔ یہاں تک کہ غیر ولی سید بھی ولی سید کی مخالفت کا حق نہیں رکھتا۔ ص۱ پر کسی مولوی محبّ النبی صاحب کا تین سطری مضمون ہے۔ جو علمی اعتبار سے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ اُن کی ذاتی دخل اندازی ہے اور شریعت میں رائے زنی حرام ہے۔ ص۱ پر ایک سوالیہ استفتاء ہے۔ کہ ایک عورت اپنی لڑکی کی شادی کسی اُمتی یعنی غیر سید سے کرنا چاہتی ہے لڑکا چوہدری خاندان سے ہے تو کیا سیدہ کا نکاح غیر سید چوہدری سے جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب بھی مولوی محبُّ النبی صاحب نے تین سطروں میں سادات اور اُس سائلہ سید زادی کی گستاخی کرتے ہوئے غیر اخلاقی لفظ استعمال کئے اور نہ کوئی دلیل نہ حوالہ نہ ثبوت گویا تمام شریعت کا ٹھیکہ اُنہوں نے ہی اٹھا رکھا ہے۔ اگر کوئی اہلِ علم و عقل اس کا جواب دیتا تو سب سے پہلے وہ عالمِ دین اس سیدہ کے والد یا دادا کے متعلق پوچھتا کہ وہ کہاں ہیں اُن کی رضا ہے یا نہیں ہے اگر وہ دنیا میں نہ ہونے تب والدہ سے غیر سید سے نکاح کرنے کی وجہ اور

مجبوری پیش جاتی، پھر دیکھا جاتا کہ وہ چوہدری لڑکا خود اور خاندانی اعتبار سے نیک پاک متقی شریف اور دین و دیانت کو سمجھنے اور سیدزادی کی قدر و منزلت پہچاننے والا اور معاشرے میں باعزت باوقار ہے یا نہیں۔ اگر ہر اعتبار سے والدہ صاحب اختیار ہوتی اور لڑکا شرعی معیار پر پورا اترتا تو جس کو ہی سکتا تب بفرمانِ قرآن و حدیث نکاح کے جواز کا فتویٰ دیدیا جاتا ورنہ بلاوجہ اختیار کی بنا پر والدہ کو نکاح سے روک دیا جاتا، اور یہ عدم جواز کی رکاوٹ تو فاسق و بدعقیدہ سید لڑکے کے ساتھ نکاح کرنے پر بھی لگتی ہے۔ بہر کیف ایک محقق مفتی عِ اسلام میں فقہ کے غلط اور انوکھے فتوے جاری نہیں کرسکتا، نیز یہ بھی خیال رہے کہ سید اور غیر سید میں اُمتی اور غیر اُمتی یا امتی اور سید یا مومن اور مسلمان سے تفریق ڈالنی بھی تبرائی شیعوں کی ایجاد ہے، ہر سید بھی امتی ہے، جو سید اپنے آپ کو امتی نہ سمجھے وہ اسلام سے خارج ہے اس لیے یہ تفریق و اصطلاح شرعاً گناہِ عظیم اور تلبیسِ ابلیس ہے، تفریق صرف سید اور غیر سید کے لفظ سے کی جائے۔ پس محبّ النبی صاحب کا یہ مضمون بے تحقیق و جلد بازی و جذباتی ہے۔ اس کو اسلامی فتویٰ نہیں کہا جا سکتا ص۱۸ پر محمود شاہ صاحب ہزاروی کی کتاب کے بارے میں ان کے چند مریدوں کا استفتاء رہے ص۱۹ پر اُس کا جواب بھی اُن ہی مولوی محبت النبی صاحب نے دیا ہے اور کتاب و صاحبِ کتاب کی خوب ثناگوئی کی گئی ہے۔ میری نظر سے چونکہ وہ کتاب نہیں گزری لہذا میں اُس ثناگوئی پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا اگر ٹھیک ہے تو فبہا اور اگر غلط ہے تو دروغ برگردنِ راوی ثناگوئی کے اس ۲ ٹھ سطری مضمون کی درمیانی دو سطروں میں سیدہ کے غیر سید سے نکاح کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے اور دلیل میں صرف امامِ اعظم کا نام استعمال کیا ہے، یہ ان مولوی صاحب کی غلط بیانی ہے امامِ اعظم کا یہ مسلک نہیں ہے اور ہو بھی کس طرح سکتا ہے بھلا امام اعظم بناتُ النبی صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وسلم اور بناتِ علی کرم اللہ وجہہ اور بناتِ امام زین العابدین اور خود اپنے اس نکاح اور تمام اُن نکاحوں کے خلاف کیسے مسلک بنا سکتے ہیں جو غیر سیدوں سے ہوئے محبّ النبی صاحب کی یہ سب تحریریں شیعہ رفض کی ترجمانی ہیں اور شیعہ نوازی ہیں۔ اِس پورے کتابچے کے تمام سوالات و جوابات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پوچھنے والے بھی جاہل شیعہ لوگ ہیں اور جواب دینے والے بھی اگر رافضی شیعہ نہیں تو شیعہ رافضی نواز ضرور ہیں، کیونکہ سوالات میں اکثر شیعوں کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یعنی اُمتی اور سید

بلکہ شیعوں میں سے یہ مراثیوں کی ایجاد ہے جس کو اب رافضی شیعوں نے اپنا لیا۔ ان شیعہ سائلین کا صرف گولڑے شریف میں اس طرح کے سوالات استفسارات واستفتا بھیجنے کی وجہ بھی یہی تھیں کہ وہ سائلین جانتے تھے کہ شیعہ نوازی اور روافض کی ترجمانی صرف گولڑے شریف میں اب فالیفی و برا جمان مفتی و مولوی صاحبان ہی کر سکتے ہیں کوئی مخلص و محقق سنّی عالم و فقیہ نہیں کر سکتا اس کتابچے کو دیکھنے کے بعد اہل سنّت عوام گولڑے شریف پر قابض ان مولویوں سے محتاط ہو گئے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔ ص۲۲ و ص۲۳ پر مولوی محمود شاہ گولڑوی کا دو صفحاتی مضمون ہے۔ جس میں اپنے شیعہ مسلک کو بچانے کے لیے تین حنفی کتب کے حوالے اور عربی عبارتیں لکھی ہیں ۱۔ درّ مختار مگر اس عبارت کی شرح شامی دوم ص۳۲۳ میں موجود ہے کہ وَلی کی رضا کے بغیر غیر سید واقعی غیر سید عالم سید زادی کا کفو نہیں لیکن ولی کی رضا سے کفو بن جاتا ہے۔ ہم نے یہ تمام عبارات اپنی قولی دلیل ۱۸ میں باوضاحت لکھ دی ہیں ۲۔ یہ مولوی محمود شاہ اپنے مضمون میں فتاوٰی ھندیہ کا حوالہ دیتا ہے یعنی فتاوٰی عالمگیری کا اور بددیانتی سے تھوڑی سی عبارت بنا کر لکھتا ہے۔ وَفِي الْهِنْدِيَةِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ اَيِ الْعَالِمُ لَا يَكُوْنُ كُفُوًا لِلْعَلَوِيَةِ۔ حالانکہ فتاوٰی ھندیہ (عالمگیری) جلد اوّل ص۲۹۰ بَابُ الْخَامِسِ فِي الْاِكْفَاءِ میں صاف لکھا ہے کہ قَالُوْا اَلْحَسِيْبُ كُفُوءٌ لِلنَّسِيْبِ حَتّٰى اَنَّ الْفَقِيْهَ يَكُوْنُ كُفُوءً لِلْعَلَوِيَةِ ذَكَرَهٗ قَاضِيْ خَان۔ وَالْعَتَابِيْ فِيْ جَوَامِعِ الْفِقْهِ۔ وَفِي الْيَنَابِيْعِ وَالْعَالِمُ كُفُوءٌ لِلْعَرَبِيَّةِ وَالْعَلَوِيَّةِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ لَا يَكُوْنُ كُفُوًا لِلْعَلَوِيَةِ كَذَا فِيْ غَايَةِ السُّرُوْجِيْ۔ ترجمہ، تمام فقہاءِ عظام نے متفقہ فرمایا ہے کہ حسب نسبت کی حتیٰ کہ بے شک عالم فقیہ یعنی بڑا معظم عالم کفو ہوتا ہے علوی لڑکی کا ایسا ہی قاضی خان نے فرمایا اور امام عتابی نے اپنے جوامع الفقہ میں فرمایا۔ اور لیکن ینابیع میں دو قول نقل کئے پہلا یہ کہ عالم مرد عربیہ اور علویہ کا کفو ہے۔ اور دوسرا یہ کہ عالم مرد علویہ کا کفو نہیں۔ صرف ینابیع کے نزدیک صحیح یہ قول ہے کہ عالم مرد علویہ کا کفو نہیں ہے۔ یہ ہے مکمل عبارت مگر اس مولوی محمود شاہ نے اپنی ناسمجھی یا خیانتِ عمدی سے صرف ینابیع کا مسلک لکھ دیا اور سمجھا کہ شاید یہ عالمگیری ھندیہ کا مسلک ہے پہلی سب عبارت حنفی مسلک والی چھوڑ دی۔ حالانکہ قاضی خان ان سب میں بڑے فقیہ ہیں ینابیع ایک غیر معروف کتاب ہے۔ ایسی خیانتوں سے باطل و بے دینی

[illegible] ایک مصنف نے اپنی کتاب حسب نسب جلد دوم صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ قالوا کا اشارہ ضعف
کی طرف ہوتا ہے جیسے علامہ [illegible] قاری [illegible] صفحہ ۵۲۹ کا نام لیتا ہے۔ حالانکہ فتاوی
[illegible] صرف قیل۔ لہذا [illegible] تمریض کہا گیا ہے نہ کہ قالوا کو یہ مصنف کی خیانت وملاوٹ
ہے۔ قالوا تو [illegible] ہے اور کثرت مسئلے کی مضبوطی پر ثبوت ہے۔ قیل وغیرہ
[illegible] معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ صیغے فعل مجہول کے ہیں
[illegible] ہے جیسے کہ یہ مسئلہ قیل سے پہنچا ہو۔ لیکن اگر یہی مسئلہ
[illegible] قال یا قالوا سے پہنچا ہو تو اس کے لیے یہ مسئلہ مضبوط وقوی ہوگا اور اس کے
[illegible] استدلال بھی [illegible] مضبوط قابل قبول ہوگا۔ فقہ کا یہ مشہور قانون ہے۔ قالوا کو
ضعیف کہنا جہالت ہے [illegible] محمود شاہ گولڑوی کی تیسری عبارت کبیری کی ہے مگر وہ اس
مسلک سے غیر متعلق ہے محمود شاہ نے توڑ موڑ اور پھیر پھار کر زید پر کیچڑ اچھالنے
کی ناپاک حرکت کی ہے۔ صفحہ ۲۶ پر بھی مولوی محب النبی صاحب کا ڈیڑھ سطری مضمون
ہے۔ اس کا سوال یہ تھا کہ ایک سید آدمی کہتا ہے کہ میری سوتیلی ماں بیوہ غیر سیدہ نے میری
سیدہ سگی بیٹی کا نکاح خفیہ میری مرضی کے خلاف کسی غیر سید سے کر دیا کیا یہ نکاح جائز ہے
اس کا شرعی جواب یہی ہے کہ یہ نکاح باطل وغلط قابل تنسیخ ہے۔ مگر اتنا مختصر لکھنا
فتوی نہیں ہے صفحہ ۲۷ پر مولوی گولڑوی محمود شاہ کا قطعاً غلط اور ناکارہ خلاف مسلک
حنفی مضمون لکھا ہے۔ اور دلیل میں وہی ہیرا پھیری کر کے درِ مختار کی عبارت پیش کی گئی ہے
جس کا جواب ہم نے اپنی قولی دلیل ۱۸ میں وضاحت سے دیدیا ہے۔ اس مضمون میں آیت
کریمہ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ کا ترجمہ کرتا ہے۔ یعنی میں نے تم کو
قبیلہ قبیلہ قوم قوم بنایا ہے تاکہ تم آپس میں اپنی اپنی قوم میں قومی برتاویں کیا کرو جیسا کہ
رشتے داری وغیرہ۔ یہ معنی کرنا انتہائی جاہلانہ بددیانتی ہے آیت کے کسی لفظ کا یہ ترجمہ
نہیں ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یہ آیت احکام اُخروی
میں ہے۔ یعنی دنیا میں تقوے اور نیک بننے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات بالکل شیعہ جہلا
والی ہے۔ یہ ترجمہ بھی غلط اور یہ تفسیر بھی بے علمی بے عقلی والی ہے۔ خیال رہے کہ
مومن مسلمان کا ہر کام ہی دنیا سے متعلق ہے آخرت صرف جزا کے لیے ہے یعنی دنیا میں
متقی بنو اپنے نسبوں پر غرور مت کرو حسبیت نہیں تو نسبیت نفع نہ دے گی۔ اسی لیے

آقاءِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی نسبیت کا ذکر فرمایا تو پہلے حسبیت کی پابندی لگادی۔ اگر علیت کو دیکھا جائے تو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ (الخ) کا تعلق دنیا سے ہی ہے۔ اور اگر جزا کو دیکھا جائے تو اِلَّا حَسَبِیْ وَنَسَبِیْ یا اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ کا تعلق بھی آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے تو پھر تم تفضیلی رافضی دنیا میں فضیلتِ سادات کے لیے یہ حدیثِ پاک کیوں پڑھتے پیش کرتے ہو جب کہ اِس حدیث میں تو یَوْمَ الْقِیٰامَۃِ کے الفاظ صراحتًا موجود بھی ہیں۔ مگر آیتِ پاک میں تو یہ الفاظ موجود ہی نہیں ہیں پھر تم اس آیت کو صرف احکامِ اُخروی میں کیوں شمار کرتے ہو۔ کیا آیت میں جاہلانہ مطلب پرستی جائز ہے۔ نا معلوم کس شخص نے اس ناسمجھ مولوی کو گوڑے شریف جیسے آستانۂ مرکزِ علم ودانش کا مفتی بنا دیا۔ آگے لکھا ہے ھٰکَذَا فِی الْکُتُبِ۔ یعنی میرا یہ غلط ترجمہ وغلط تفسیر ایسی ہی کتابوں میں لکھی ہے۔ چنانچہ پتہ نہیں وہ کونسی جاہلانہ کتابیں ہیں جن کا نام مخفی رکھا۔ اسی کتابچہ کے ص۱۳ سے ص۲۳ تک مولوی فیض احمد صاحب کا ایک مضمون درج ہے مگر وہی ناسمجھیاں اور کمزوریاں جس نے اس مضمون کو قابلِ تردید بنا دیا۔ مفتیانِ گولڑہ شریف بے چاروں کو نہ تو عربی عبارتوں کی سمجھ آتی ہے نہ علم اصولِ فتویٰ سے واقفیت ہے نہ ہی مفتیءِ اسلام کی ذمہ داریوں کو جانتے ہیں۔ مولوی فیض احمد صاحب نے اپنے اس مضمون میں تین کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں ۱۔ ہدایہ شریف جلد دوم ص۲۵ یہ عبارت ہم نے بھی پیش کی ہے یہ متنازعہ نہیں ہے۔ واقعی کفائت نکاح میں معتبر ہے مگر صرف سیدزادی کے لیے بلکہ ہر مسلمان خاتون کے لیے ہے اور صرف نسبی کفائت نہیں بلکہ سببی اور حسبی کفایت نسبی سے بھی زیادہ اشد ضروری اُسی لیے فاسق وبدعقیدہ سید مرد کسی نیک خوش عقیدہ سیدہ کا کفو نہیں کیونکہ بدکرداری سے کفائت ختم ہو جاتی ہے اور بدعقیدگی سے اہلیت ہی ختم ہو جاتی ہے بدعقیدہ شخص سید ہی نہیں رہتا۔ جیسے کہ سرسید علی گڑھی نیچری یعنی منکرِ جنت ودوزخ اور منکرِ ملائکہ ۲۔ درِمختار کا حوالہ یہ بھی متنازعہ نہیں اور ہم نے بھی اپنے قولی دلائل میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے تو تھوڑا سا صرف اپنے مطلب کی عبارت پیش کر دی ہے آگے پیچھے سے توڑ کر مگر ہم نے پوری عبارت مع شرح شامی کی عبارت جس نے درِمختار کی اس عبارت کا صحیح مقصد بیان کیا دیکھو ہماری قولی دلیل ص۱۸ ہم نے اسی عبارت سے ثابت کیا ہے کہ ہر سیدہ کا نکاح ہر قریشی مرد صالح سے جائز ہے۔ جب کہ مولوی فیض احمد صاحب نے

خیانت جہالت یہ کہ یہی سادات کو قریش سے علاوہ غیر کفو مانا ہے اپنی اِس بدعقیدگی پر کوئی
صاف عبارت صحیح یا صریح النص کی دلیل پیش نہ کر سکے یہ ان کی خیانت یا جہالت اور شیعہ
نواز جہالت ہے ۔ اسی صفحہ میں تیسرا حوالہ عالمگیری جلد دوم سے پیش کیا۔ حالانکہ یہ پیش
کردہ عبارت جلد اول ص۲۹۰ پر ہے کہ عالم مرد کفو نہیں ہے علویہ عورت کا۔ یہ عالمگیری یا
حنفی فقہا کا مسلک نہیں ہے یہ عقیدہ صرف صاحب کا ہے الاصح انہ لا یکون کفوا للعلویۃ۔ ترجمہ
زیادہ صحیح یہ ہے کہ عالم مرد کفو نہیں ہے علویہ عورت کا یہ عالمگیری یا حنفی فقہاء کا مسلک
نہیں ہے یہ عقیدہ صرف صاحب کتاب کا ہے اور صرف اُن کے اپنے نظریئے میں عالم مرد علویہ کا کفو
نہیں ہے۔ اصطلاح فقہاء کرام میں الاصح سے ذاتی عقیدہ مراد لیا جاتا ہے۔ عمومی اور اکثری
عقیدہ و مسلک کے لئے الفتویٰ یا مختار یا بہ یفتی یا علیہ الاعتماد کے الفاظ ارشاد ہوتے
ہیں لفظ الاصح عندی یا عندنا چند افراد کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ در مختار شامی جلد
اول ص۴۹ پر ہے انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول
الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد۔ یعنی اگر کسی مسئلہ میں ائمہ مشائخ احناف
کے چند اختلافی اقوال کتب میں موجود ہوں۔ اس طرح کہ امام اعظم کا بھی امام ابو یوسف کا بھی امام
محمد و زفر و حسن بن زیاد کا بھی تو مفتی اسلام پر واجب ہے کہ امام اعظم کے قول پر ہی فتویٰ
جاری کرے مطلقاً کسی بارے میں بھی ہو۔ اگر امام اعظم کا قول نہ ملے تو امام یوسف کے
قول پر وہ نہ ملے تو امام محمد ورنہ امام زفر یا حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ جاری کرے
شامی ص۲۱ پر ہے۔ فَاِن اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین ثم۔ الاکثرین مما
اعتمد علیہ الکبار المعروفون منہم۔ اور در مختار میں ص۶۷ پر ہے۔
متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما
وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتویٰ وبہ
یفتی وبہ ناخذ وعلیہ الاعتماد وبہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ
وھو الصحیح او الاصح او الاظھر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوھا
دالخ) وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتویٰ آکد من لفظ الصحیح و
الاصح والاشبہ۔ فتاویٰ شامی اول ص۶۷ پر ہے۔ لان مقابل الصحیح او الاصح و
نحوہ وقد یکون ھو المفتی بہ لکونہ ھو الاحوط والارفق بالناس

اَوِ الْمُوَافِقُ لِتَعَامُلِهِمْ۔ ترجمہ: تمام عبارتوں کا اگر کسی مسئلے میں فقہاءِ عظام اختلاف کرتے ہیں تو اکثریت کا قول مانا جائے گا پھر اکثریت میں بھی اُن فقہا کا جن پر بڑے اور مشہور اہلِ فتویٰ بزرگ اعتماد کرتے ہوں اُن اکثر میں سے۔ دُرِّ مختار میں ہے۔ جب کسی مسئلے میں دو قول ہوں اور دونوں کو اپنی اپنی کتاب میں صحیح کہا گیا ہو تو جائز ہے ہمیشہ ان دونوں میں سے فقط ایک پر فتویٰ جاری کرنا اور صحیح کہے جانے کے مضمرات یعنی فقہی اصطلاحی الفاظ میں سے اوّل پر فتویٰ دیا جائے۔ لیکن اُن اصطلاحی الفاظ کی علامتیں فتویٰ دینے کے لیے یہ یاد رکھنی چاہئیں۔ پہلا لفظ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى دوم وَبِهٖ يُفْتٰى۔ سوم وَبِهٖ نَاخُذُ چہارم وَعَلَيْهِ الْاِعْتِمَادُ پنجم وَبِهٖ عَمَلُ الْيَوْمِ ششم وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْاُمَّةِ ہفتم وَهُوَ الصَّحِيْحُ ہشتم وَهُوَ الْاَصَحُّ نہم اَوِ الْاَظْهَرُ۔ دھم اَلْاَشْبَهُ یازدھم اَلْاَوْجَهُ ۱۲ اَلْمُخْتَارُ۔ اور ان کی مثل (الخ) قابلِ قبول مقبول الفاظِ اصطلاحی میں ترتیبی درجہ سے اَلْاَصَحُّ آٹھویں درجہ پر ہے۔ مگر مفتیانِ گولڑہ اسی پر پھولے سمارہے ہیں حالانکہ ہم نے پہلے اپنے دلائل میں ان ہی کتب سے ثابت کر دیا ہے کہ فتویٰ اور اعتماد و اعتبار اس قول پر ہے کہ عالم متقی غیر سید مرد سیدزادی کا کفو ہے اِن مُفتَا بِہ اقوال کے ہوتے ہوئے صرف تیا۔ بیع کے نزدیک اس مُفتَا بِہ

کے خلاف کسی دوسرے قول کو وَاَصَحُّ کہہ دینا غلط اور قابلِ تردید ہے

اسی لیے دُرِّ مختار کی اگلی عبارت میں صاف ارشاد ہے کہ۔ اِن مندرجہ بالا اصطلاحی لفظوں میں بعض لفظ بعض سے زیادہ مؤکد و مضبوط ہیں۔ پس لفظ فتویٰ زیادہ مؤکد و مضبوط ہے لفظِ صحیح اور اَصَحُّ اور اَشْبَهُ سے عبارتِ شامی کا ترجمہ۔ یہ مُسلّم ہے کہ اعتبار و اعتماد وَ لفظِ فتویٰ وغیرہ۔ صحیح اور اَلْاَصَحُّ وغیرہ کے مقابل ہے۔ اور بے شک علما فقہا کے نزدیک فتویٰ اُن ہی مؤکد و مضبوط اقوال پر دیا جاتا ہے نہ کہ صحیح اور اَصَحُّ کے قولوں پر یہی زیادہ احتیاط والا فتویٰ ہوتا ہے۔ اور لوگوں پر زیادہ آسانیاں کرنے والا اور لوگوں کے معاملات میں زیادہ موافقت کرنے والا۔ یعنی مضبوط اقوال پر فتویٰ جاری کرنا سیدزادیوں وغیرہ کو حالاتِ زمانہ اور خاندانی ظلم سے بچاتا۔ گولڑے شریف کے ان مفتیوں نے یہ اصولِ فتویٰ و ذمہ داری نہ جانی نہ سمجھی اور لگے اندھے فتوے لکھنے اور ایسے کمزور و غلط فتووں سے آستانہ شریف کو بدنام کرنے کا سبب بنے۔ مولوی فیض احمد

صاحب اپنے اس فتویٰ میں عبدالوہاب شعرانی کی کتاب کشف الغمہ جلد دوم کی عبارت لکھتے
ہیں کہ وَاَنَّ آلَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یُکَافِئُہُمْ فِی النِّکَاحِ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ
اور علامہ ابن حجر عسقلانی مصری کی کتاب صواعق محرقہ کی عبارت لکھتے ہیں کہ فَلَا یُکَافِئُ
شَرِیْفَۃً ہَاشِمِیَّۃً غَیْرُ ہَاشِمِیٍّ۔ ترجمہ: اور آلِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کا مخلوق میں سے کوئی کفو نہیں ہے۔ ترجمہ صواعق محرقہ پس نہیں کفو ہو سکتا شریفہ
لڑکی کا غیر شریف ہاشمی لڑکا۔ پہلی عبارت ہمیں کشف الغمہ میں نہیں ملی ہو سکتا ہے بعد میں
کسی نے ملاوٹ کر دی ہو۔ اگر ہو بھی تب بھی یہ دونوں عبارتیں نا قابلِ قبول اور قابلِ تردید ہیں
چند وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ کہ مفتیانِ گوڑہ شریف اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور فتوے مانگنے
والے بھی احناف ہیں جبکہ عبدالوہاب شعرانی حنبلی تھے اور ابوالفضل شہاب الدین احمد
ابن حجر عسقلانی قاہری مصری شافعی مذہب تھے تو حنفی مفتی کو جائز نہیں کہ اپنے مسلک
کے خلاف فتویٰ جاری کرے۔ مولوی فیض احمد صاحب نے مقلد ہونے کی وجہ سے
یہ فتویٰ لکھ کر دو جرم کئے۔ ایک جرم یہ کہ فتاویٰ عالمگیری میں سے "قالوا" والے اکثری
مسلک اور درمختار و شامی کے مفتا بہ قول کو چھوڑ کر فتاویٰ عالمگیری سے
ہی ینابیع کے ائمہ والے مرجوع قول کو ترجیح دی، دوسرا جرم یہ کہ حنفی مسلک چھوڑ کر
شافعی و حنبلی کتب سے عبارات لکھ کر فتویٰ جاری کیا یہ دونوں جرم ہیں چنانچہ فتاویٰ
درمختار جلد اول ص۵۱ پر ہے۔ وَاَنَّ الْحُکْمَ وَالْفُتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْعِ جَہْلٌ
وَّخَرْقٌ لِّلْاِجْمَاعِ۔ جرم دوم۔ وَاَنَّ الرُّجُوْعَ عَنِ التَّقْلِیْدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ
اِتِّفَاقًا وَّہُوَ الْمُخْتَارُ فِی الْمَذْہَبِ۔ ترجمہ: بے شک مرجوح قول پر فتویٰ
اور حکم جاری کرنا جہالت ہے اور تقلید سے ہٹ کر فتویٰ دینا عمل مقلد بننے کے بعد تمام فقہا
کے نزدیک باطل ہے، یہی بات مذہب میں مختار ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ علامہ شعرانی اور
علامہ ابن حجر حنبلی اور شافعی مقلد ہیں اور انکی فقہ حنبلی و شافعی سے ہم نے پہلے اپنے قولی دلائل
میں ثابت کر دیا ہے کہ حنبلی و شافعی مسلک میں نسبی کفو کا بالکل اعتبار نہیں ہے ان کے
مسلک میں تو صرف حسبی کفو یعنی علم و عقل دین و دیانت ہی اصل کفو ہے، پھر ان
مقلدین کا یہ عبارتیں لکھنا اور سادات کے لیے نسبی کفو پر زور دینا دینی علم کو نیچا
سمجھنا ہے ان دونوں علاموں کا اپنے مذہب سے انحراف ہے اور یہ شرعی جرم ہے

جیسا کہ ابھی ہم نے مندرجہ بالا سطور میں فتاوی درِ مختار و شامی کی متفقہ آئمہ اربعہ کا ضابطۂ تقلید و افتا پیش کیا۔ تیسری وجہ یہ کہ یہ دونوں بزرگ فقیہ نہیں نہ ان کی یہ کتب، کتبِ فقہ میں شمار یا مُسلّم شریف بلکہ یہ محدّث اور مورّخ اور صوفی ہیں۔ ان کی یہ کتب بھی صوفیانہ ہیں، جب کہ فتویٰ دینے کے لیے کتبِ فقہ سے دلائل دینے واجب ہیں، تو کتبِ فقہ کو چھوڑ کر مولوی فیض احمد صاحب کا اِدھر اُدھر ہاتھ چلانا اُن کی فقہی بصیرت کی کمزوری پر دال ہے۔ چوتھی وجہ کہ یہ عبارتیں بذاتِ خود بھی ناکارۂ استدلال ہیں، اس لیے کہ شعرانی صاحب نے تو آلِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطلقاً کفو کی نفی کر دی کہ سیّد کا کوئی بھی کفو نہیں نہ تو دو آل آل کی کفو نہ غیر آل لہٰذا یہ مجہول عبارت قابلِ اعتماد و استدلال نہیں، اور ابن حجر صاحب کی عبارت میں ہے کہ شریفہ لڑکی کا کفو غیر شریف ہاشمی بھی نہیں، اگر یہ لفظ شرافت سے ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی نیک شریف لڑکی کا کفو غیر شریف فاسق و فاجر ہاشمی مرد بھی نہیں ہو سکتا، جیسا ہم نے پہلے اپنے دلائلِ قولی میں عبارتِ کتبِ فقہ سے ثابت کر دیا کہ فاسق مرد نیک خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں ہے اگرچہ ہم قوم ہو، دونوں کا نسب ایک ہو فتویٰ لکھنے کے لیے اتنی دقیق بصارت و بصیرت کی ضرورت ہے فتویٰ لکھنا بچوں کا کھیل نہیں، اور اگر لفظ شریف سیادت سے ہے تو یہ اصطلاح بذاتِ خود مجہول ہے نہ یہ اہلِ عرب کی اصطلاح ہے نہ عجم کی، عرب میں ہر سردار کو شریف کہتے ہیں مسلم ہو یا کافر۔ بلکہ فی زمانہ گورنر کو شریف کہتے ہیں چنانچہ گورنرِ مکّہ کو شریفِ مکّہ کہا جاتا ہے اور اب بھی کہا جاتا ہے اور عجم میں ہندوستانی لوگ سیّد کو میاں صاحب کہتے ہیں اور پنجاب پاکستان میں سیّد کو شاہ کہتے ہیں جب کہ یو پی بھارت میں اَلشّاہ بزرگ مسلمان کو اور صرف شاہ دولت مند کو اگرچہ ہندو ہو۔ اور عام اصطلاحِ عالم میں شریف صرف نیک مرد کو اور شریفہ نیک عورت کو ایک پھل کا نام بھی شریفہ ہے۔ تو ایسا مشترکُ المعانی لفظ سے شرعی استدلال پکڑنا کارِ حمقاً است۔ مولوی فیض احمد صاحب نے درِّ مختار کی عبارت لکھی ہے وَیُفْتیٰ فِیْ غَیْرِ الْکُفُوْءِ بِعَدْمِ الْجَوَازِ اَصْلاً (الخ) یہاں پوری عبارت نہیں لکھی یہ اُن کی خیانت ہے ہم نے اپنے قولی دلائل میں اس کی پوری عبارت وضاحت کے ساتھ کر دی ہے، نیز یہ عبارت صرف سیّد زادی کے لیے نہیں بلکہ ہر مسلمان لڑکی کے لیے اور اس کے خاندان کے لیے شریعتِ اسلامیہ کا ضابطہ کلّیہ ہے۔ مولوی فیض احمد آگے دو کتابوں کے حوالے دیتے ہیں ۱۔ رشفۃ الصّاوی طبع مصر ص۴۲ اور ۲۔ نعمۃ المسترشدین مصری۔ حالانکہ یہ دونوں

ہیں مرتب کی اہل... رافضی شیعوں کی تصنیف ہیں، ان کے حوالے پیش کرنے سے ثابت ہو رہا ہے
کہ مولوی فیض احمد بھی پرلے درجہ کا رافضی شیعہ ہیں، تیسری عبارت مسلکِ آئمہ اربعہ کے قطعاً
خلاف ہے۔ اِس کتابچہ کے صفحہ ۲۷ پر دو صافی سطری فتویٰ ان ہی فیض صاحب کا ہے وہ بھی بالکل
ہی خلاف ہے قرآن و حدیث اور خلاف مسلکِ آئمۂ اربعہ ہے بالکل شیعہ نوازی، اسی صفحہ ۳۲ پر
ایک اضافی سطری مضمون ہے۔ لکھتے ہیں کہ اگر سیدہ کے ورثاء بطیبِ خاطر کسی غیر سید
سے نکاح کر دیں یا اصغر ولی کی سیدہ، خود بھی رضامند ہو تو بعض علماء اِس نکاح کو جائز
سمجھتے ہیں اور محققین علماء اور اکثر ساداتِ عظام اِس نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہیں تفصیل کے
لیے کتاب جامع البرکات مصنفہ محمد شاہ محدث ہزارہ ملاحظہ کریں۔ مولوی فیض احمد صاحب
کا یہ کہنا کہ بعض علماء جائز سمجھتے ہیں۔ یہ کذب بیانی یا نادانی ہے بلکہ اکثر فقہاءِ عظام جائز
سمجھتے ہیں اور صرف تفضیلی رافضی ناجائز کہتے ہیں جو محقق تو درکنار بیچاروں کو تحقیق کا
ہی پتہ نہیں ہے کہ تحقیق کیا چیز ہوتی ہے اور رہا جامع البرکات الکتاب اس میں بجز
شیعہ کتب کے حوالوں کے یا فقہا کے نظریات کو توڑ موڑ کتر و بیونت کر کے پیش کرنے کے
اور کچھ نہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مکمل مظاہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ
ایسی کتابوں اور مفتیانِ گولڑہ شریف کی ایسی شیعہ نوازیوں سے مسلمانوں کو بچائے آمین۔
صفحہ ۳۶ پر ایک غلط اور لغو مضمون کو فتویٰ قرار دیا گیا ہے۔ اور فتاویٰ مہریہ کا فتویٰ تو خود مولوی
فیض احمد صاحب کے بھی خلاف ہے صفحہ ۲۷ پر بھی مولوی فیض احمد صاحب نے کشف الغمہ
کی عبارت پیش کر کے غلط فتویٰ دیا اور ہدایہ شریف کی عبارت کا جان بوجھ کر غلط ترجمہ
کر کے اپنی مطلب پرستی کی ہے۔ ہدایہ میں لَا يُزَوِّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَكْفَاءِ۔ ہے اس کا اصل
ترجمہ ہے کہ کوئی عورت خود اپنا نکاح غیر کفو میں نہ کرے بغیر رضاءِ ولی۔ مگر مولوی فیض احمد
اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ عورتوں کا نکاح غیر کفو میں نہ کیا جائے۔ اب اس غلط ترجمہ
کو نادانی کہا جائے یا بددیانتی خیانت کہا جائے۔ اسی طرح درِ مختار کی عبارت میں توڑ
پھوڑ کر کے مطلب پرستی کی گئی ہے اِس کی صحیح مکمل عبارت متن اور شرح کے ساتھ ہم
نے اپنے قولی دلائل میں لکھ دی ہے صفحہ ۴۲ پر مولوی فیض احمد ایک مقولہ لکھتے ہیں۔
اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ۔ قانونِ شریعت کے مطابق یہ مقولہ کفریہ ہے
جو اس بات کا برابری والا عقیدہ رکھے گا نعوذ وہ مرتد ہو جائے گا۔ اس فتوے میں

اور بھی بہت گھبراہٹیں ہیں۔ مثلاً پہلے مضمونوں میں تو اسی بات پر اصرار و ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ کسی صورت بھی سیدزادی کا غیر سید مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ ہاں اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدب کی بنا پر جہاں خود پیر کے حکم سے کبھی ایسا ہوا وہ مستثنیٰ ہے یعنی کیا عجیب لفاظی ہے کہ جس نکاح کو ابھی پہلے باطل حرام اور ص۱۴ پر زنا کہا ہے وہ پیر کے حکم سے جائز ہو گیا۔ آگے لکھا ہے ص۴۳ پر ہے کہ جو شیعہ ضروریاتِ دین پر یقین رکھتے ہوئے صحابہ کرام کو سب و شتم (گالی گلوچ تبرا بازی) جائز سمجھتے ہوں وہ ظالم اور بدعتی ہے اُن سے سنی مسلمان کو رشتہ کرنا مناسب نہیں۔ اس مولوی فیض احمد نے شیعہ رافضی لوگوں کے بارے کتنے نرم پیار بھرے لفظ استعمال کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی خود بھی شیعہ ہے۔ یعنی سنی عالم غیر سید سے سیدہ کا نکاح تو باطل حرام اور صحبت صحبتِ زنا (معاذ اللہ) لیکن تبرائی شیعہ صرف بدعتی ہے ان سے رشتہ کرنا مناسب نہیں۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ صدیق و فاروق کو تبرا کرنے والا بدترین کافر ہے سمجھنے والا خود کافر ہے۔ اس کے ص۴۵ پر عجیب اُوٹ پٹانگ باتیں لکھی ہیں، کبھی خود ہی ایک چیز کو مطلقاً ناجائز کہہ دیتے ہیں پھر خود ہی قیدیں لگا کر جائز کہہ دیتے ہیں یہ فتویٰ نویسی نہیں بلکہ شریعت سے مَن مرضی کا کھیل کیا گیا ہے ص۴۶ پر مولوی فیض صاحب نے تین کتابوں کے صرف نام سے حوالہ دئیے ہیں ۱۔ اِحیاءُ الْاَدَب ۲۔ نعیتہ مستر شدین ۳۔ جامعُ البرکات۔ حالانکہ ان تینوں کتب میں علی الترتیب تبرائی و تفضیلی شیعہ عبارات ہیں ص۴۶ پر بناتُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح کے بارے میں لاجواب ہو کر اور گھبرا کر جواب لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان وغیرہ سے نکاح حسبِ وحیِ الٰہی تھا اُس پر قیاس درست نہیں نیز اُس وقت سب اَقربا راضی تھے۔ اور اب بوجہِ کثرتِ سادات کرام سب کی رضا معلوم کرنا متعذر ہے لہٰذا قرونِ اولیٰ کا معاملہ مستثنیٰ ہے بہر حال قائلینِ عدمِ جواز کو برا کہنا سخت مذموم ہے۔ کیونکہ مسائل اجتہادیہ میں ہر صاحب علم و بصیرت کو کتاب و سنت کی روشنی میں رائے کا شرعی حق حاصل ہے جس پر اعتراض جہالت ہے۔ یہ چھ سطری عبارت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ انتہائی نادان بچے کے ہاتھ میں قلم پکڑا دیا گیا ہے۔ اس میں چھ غلطیاں ہیں ۱۔ بناتِ پاک کے نکاح کو وحیِ الٰہی سے کہنا، کِذب بیانی ہے کہیں ثبوت نہیں ۲۔ سیدہ کے نکاح کے لیے سب اَقربا کو راضی

کرتا تھا [illegible] تخریب کاری نہ پہلے [illegible] کا ثبوت ہے نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بنات کے نکاح کے وقت گھر گھر ہر قرابت دار کو راضی کیا نہ اُس کی ضرورت یہ بات تفضیلیت تفضیلی شیعوں نے اپنی بنالی ہے ص۳ پہ مستثنیٰ کرنے کا قاعدہ بھی جُہلاءِ شیعہ کا بنایا ہوا ہے یعنی سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام باطل زنا ہے مگر پیر کہے تو مستثنیٰ [illegible] مستثنیٰ ہو کر جائز تھے۔ یہ سب شیطانی وسوسے ہیں ص۲ آگے [illegible] لکھتے ہیں کہ سیدہ کا غیر سید سے نکاح کو جو ناجائز کہتے ہیں [illegible] ہے یعنی جھوٹے کو جھوٹا نہ کہا جائے ص۵ لکھتے ہیں کہ اجتہادی مسائل [illegible] رائے کا حق حاصل ہے یہ بھی جاہلانہ بات ہے۔ فقہاءِ عظام فرماتے ہیں کہ مقلد کو اجتہادی مسائل میں قطعاً اپنی رائے زنی کا حق حاصل نہیں۔ اگر ہر شخص کو یہ حق دیا جائے تو اسی طرح ہر مسئلے میں گمراہی پھیلے گی جس طرح کفو کے مسئلے میں ان تفضیلی شیعوں نے گمراہی پھیلائی ہے ص۱ لکھتے ہیں ہر شخص کی رائے کے حق پر اعتراض کرنا جہالت ہے میں کہتا ہوں کہ اعتراض کرنا جہالت نہیں بلکہ اعتراض نہ کرنا ابلیسی خرافات کا دروازہ کھولنا ہے بلکہ صرف اعتراض ہی نہ کرو ایسے شرپسند عناصر کے قلم چھین لو اور تقریری تحریری طریقے سے ان کے سارے تخریب کاری دینی فساد فی الارض کے منصوبے خاک میں ملا دئیے جائیں۔ فیض احمد صاحب آگے لکھتے ہیں کہ حسبِ حدیثِ صحیح فاطمہ سیدہ کو دیگر دختران طیبہ پر فضیلت حاصل ہے بالکل غلط ہے۔ فاطمہ زہرہ اُس حدیثِ مقدسہ کی بنا پر تمام اُمت کی عورتوں کی سردار ہیں سب پر فضیلت ہے مگر ازواج اور اپنی بڑی ہمشیرگان سے افضل نہیں ازواجِ مطہرات کی تمام امت پر فضیلت ہے فاطمہ زہرہ پر بھی اور باقی بناتُ النبی وَاہلِ بیت النبی پر بھی اور بڑی دختران علی الترتیب بلحاظ عمر درجہ بدرجہ افضل ہیں جب عمر میں چوتھے نمبر ہیں تو فضیلت میں بھی چوتھے نمبر پر ہیں یہی مسلکِ اہل سنت ہے جو اس مسلک کے خلاف ہے وہ شیعہ رافضی ہے فیض احمد صاحب نے یہاں یہ بات مسلکِ اہلِ سنت کے خلاف لکھ کر اپنی شیعیت یا شیعہ نوازی وترجمانی کا اشارہ دیا ہے ص۴۸ پر بھی بے دلیل خود ساختہ عقیدہ لکھا گیا ہے اور اس کتابچے میں جگہ جگہ غیر نبی کے لیے علیہ السلام کا لفظ لکھا گیا ہے یہ بھی شیعہ نشانی ہے ص۵ پر بھی مولوی فیض احمد صاحب غیر متعلقہ وغیر متنازعہ باتوں سے خانہ پُری کرتے

ہیں، جن کا فتوے حنفی سے کوئی تعلق نہیں اور تفضیلی شیعوں کی فضیلتِ اہلِ بیعت کو کفو کا معیار بناتے ہیں حالانکہ تمام فقہا فرماتے ہیں کہ کفو اور نکاح کے باب میں کسی ہاشمی سید کو کسی قریشی پر فضیلت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے قولی دلائل میں ثابت کر دیا ہے ایک جگہ ذریت اور ابنیت کا فرق کرتے ہیں مگر جو دلیل لکھتے ہیں وہ نادانی سے اپنے ہی موقف کے خلاف لکھ جاتے ہیں ص۵۱ پر ابن حجر کی عبارت فتاوا کبرٰی سے پیش کرتے ہیں مگر ہم نے پہلے بتا دیا کہ ابن حجر شافعی کا قول بے دلیل احناف کو مفید و مستدل نہیں ہو سکتا، حنفی کو اِدھر اُدھر ہاتھ مارنا ہی منع ہے۔ ص۵۲ پر اپنے مضمون میں کوئی دلیل نہیں صرف اکثر محققین کا نام بار بار لیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے وہ اکثر محققین کس کونے میں بیٹھے ہیں تو اشارہ کتاب جامع البرکات کی طرف کر دیتے ہیں ص۵۳ سے ص۵۵ تک محمود ہزاروی صاحب کا سہارا پکڑا گیا ہے۔ ص۵۶ پر حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ مدلل و محقق بزبانِ عربی منقول ہے، مجھے حیرانگی ہے کہ ان تفضیلی شیعوں نے مفتیانِ گولڑہ شریف کے ساتھ یہ دونوں فتوے کیوں نقل کر دیئے یہ دونوں فتوے ابتدا میں پیر صاحب علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اور آخر میں یہ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کا فتویٰ۔ ان مفتیانِ گولڑہ شریف اور شیعانِ حویلیاں و مفتیانِ گولڑہ شریف کے خلاف ہے، خواجہ سیالوی کا فتوی اُس سے بھی زیادہ مسلکِ حنفی اور ہماری تائید میں ہے، خواجہ صاحب رض نے نسبتِ روحانیہ و جسمانیہ کا ذکر فرما کر تمام صحابہ کرام تمام اولیاء علما فقہا شرفا، اتقیا کو سادات کا کفو ثابت فرما دیا، اور تمام کفار فساق کو اہلیت و کفائت سے خارج کر دیا اگرچہ سید ہی فاسق و بدکار ہو۔ یہی حنفی موقف ہے۔ اسی کتابچہ کے آخری صفحات ص۶۴ سے ص۷۰ تک ایک انتہائی غلط اور لغو تبرائی شیعوں کا مضمون منقول ہے جو روزنامہ رسالہ اخبار ذوالفقار لکھنو سے ماخوذ ہے اس مضمون کی نسبت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی طرف کی گئی اور عنوان باندھا ہے۔

عدمِ جوازِ نکاحِ سیدہ با غیر سید۔ قرآن کی روشنی میں۔ کذابیت کی حد ہے کہ دعویٰ ہے قرآن کی روشنی میں عدمِ جواز، مگر پورے مضمون میں ایک آیت بھی اِس موقف پر نہیں لکھی گئی اور لکھتے کیسے جب کہ کوئی آیت اس موقفِ کفو پر ہے ہی نہیں نہ کوئی حدیث نہ فقہ اہل سنت کی کوئی عبارت، بعض جگہ عربی عبارت کا جاہلانہ ترجمہ۔ بعض جگہ بناوٹی عربی عبارات کو حدیثِ رسول کہا گیا ہے۔ مگر کسی کتاب کا نام نہیں لکھا غالی شیعہ کتب میں

ہے۔ (۲) تبرائی کتاب [illegible] ذکر کیا ہے صلہ اثنا عشریہ ۲ تہذیب الاحکام۔ اگر یہ واقعی حسن نظامی دہلوی
کا مضمون ہے تو ساتھ یہ بیان ہے کہ حسن نظامی دہلوی غالی تبرائی رافضی شیعہ تھا۔ اس لقب سے اس
کی عزت و منصب [illegible] کا اصل جوہر نمایاں ہو جائے گا کیونکہ شیطان ہر وقت ساتھ ہے کیا خبر کوئی
[illegible] کہ کس میں رافضی تبرائی شیعوں کا لقب کھلا ہے اس مضمون کی تبرائی
رافضی عبارت [illegible] پر امام جعفر صادق کی عبارت عربی لکھی ہے۔ لَا تُزَوِّجُوهُمْ
[illegible] (الخ) ان کا ترجمہ لکھتا ہے یعنی نہ نکاح کرو اے
عورتو اپنی لڑکیوں کا [illegible] مومن کے ساتھ کیونکہ عورت اختیار کر لیتی ہے دین اپنے شوہر
کا [illegible] لکھتا ہے [illegible] مسلم بھی ہے جو مسلم ہے وہ ضروری نہیں مومن بھی ہو۔ ان
دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لکھنے والا تبرائی شیعہ ہے اس کو مسلمانوں سے کوئی
تعلق نہیں کیونکہ یہ رافضی اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں اہلِ سنت کو مومن نہیں مانتے یہ ان کی ذاتی
اصطلاح ہے یہاں اپنی بات بنانے کے لیے امام جعفر صادق رض کی عبارت کا ترجمہ بھی غلط
کرتا ہے امام کی عبارت میں مومن و مسلم کا کوئی لفظ یا تعلق نہیں۔ ص۶۶ پر عجیب احمقانہ خلاف
عقل کو اسلام تانا بانا بُنا گیا ہے جس کے حرف حرف سے جہالت ٹپک رہی ہے ص۶۷ پر لکھا
ہے۔ ہر ایک آدمی حَتَّى الْاِمْكَان اپنی دختر یا خواہر وغیرہ کو ایسے شخص کے عقد میں دینا پسند
کرتا ہے جو حسب و نسب ایمان و اسلام و ملت و مذہب میں اپنے سے افضل و اکمل
یا اپنے مساوی و برابر ہو۔ (الخ) یہی وہ کفریہ عبارت ہے جس کی بنا پر شیعہ رافضی مولیٰ
علی کو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ افضل کہتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ مولیٰ علی نبی کریم سے بھی زیادہ محبوبِ ربِّ کریم ہیں اسی وجہ سے شیعہ تبرائی پہلی تین بنات
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کی فقط ایک ہی بیٹی
فاطمہ تھیں اور ایک ہی داماد مولیٰ علی تھے مگر آپ نے اِن ہی تبرائی و تفضیلی رافضیوں کو جہنم میں
ہلاک ہونے والے محبِّ مُفرِط فرمایا (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵) کتابچہ کے ص۶۸ پر لکھا ہے یہ
حضرات حسب و نسب و ملت و مذہب میں نبی کریم کے برابر و یکساں تھے۔ جواب بالکل غلط
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کسی بھی چیز میں کوئی بھی شخص زمین و آسمان عرش و فرش میں
نہیں ہو سکتا نہ صدیق و فاروق نہ مولیٰ علی نہ جبرئیل و میکائیل یہ سب نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کروڑوں درجہ ادنیٰ ہیں۔ نبی کریم کے برابر یا یکساں

نہ کوئی حسب ہیں ہو سکتا ہے نہ کوئی نسب ہیں نہ ملّت و مذہب ہیں کفو کا معنی برابر و ہمسر کرنا نری جہالت ہے وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کا معنیٰ ہے کہ اُس کا کوئی شریک و رشتے دار نہیں، نیز یہ ضابطہ بھی غلط و لغو ہے کہ ہر آدمی اپنی دختر کو اپنے سے افضل و اکمل کو دیتا پسند کرتا ہے یہ بدترین ضابطہ بھی ان شیعوں کی ذاتی ایجاد ہے۔ اور پھر اگر یہ ضابطہ ہے تو یہ مفتیانِ گولڑہ شریف اِس کا کیا جواب دیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی پاک کا نکاح ابو العاص بن ربیع قریشی کلابی سے کیا اور اپنی دو صاجزادیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان غنی رضؓ سے کیا اور آپ عثمان ذو النورین رضؓ بن گئے۔ آگے عجیب اوٹ پٹانگ باتیں لکھ کر اپنی ہی پہلی کلیات کا انکار و تردید کرتا ہے ص۶۹ پر لکھتا ہے کہ قُربیٰ سے مراد صرف علی فاطمہ حسن و حسین ہی مراد ہیں غلط اور کذب ہے بلکہ قُربیٰ سے اولاً ازواج پھر اولاد پھر تمام داماد اور پنجتن پاک۔ محققین فرماتے ہیں کہ قُربیٰ میں سلمان فارسی بھی شامل ہیں کیونکہ ان کو بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا اہلبیت فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت تین قسم کے ۱؎ جو قرآن مجید نے بنائے یعنی ازواجِ پاک ۲؎ جو خود بن گئے یعنی اولاد ۳؎ جو حدیث پاک نے بنائے یعنی مولا علی اور سلمان فارسی اسی ص۶۹ پر امامیہ شیعوں کی دو بناوٹی روایتیں لکھی ہیں جن کا موجد ابو جعفر شیعہ امامیہ ہے آخری ص۷۱ پر چند بناوٹی روایتیں لکھی ہیں، جن کا کوئی ثبوتی حوالہ نہیں بتایا گیا۔ کتابچہ بنانے والے تو مفتیانِ گولڑہ کا تعارف آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف کی نسبت سے کرایا ہے تاکہ آستانے کے تقدس میں ان کی عزت بن جائے اور ان کی شیعہ نوازی مان لی جائے مگر ان کا اصلی تعارُف اِس آخری شیعہ مضمون سے سہارا پکڑنے سے ہو گیا۔ اور ان مفتیانِ گولڑہ شریف کا اصلی چہرہ کھُل کر سامنے آ گیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ۔

ماخوذات: اُن کتابوں کے نام جن کے حوالے اس فتوے میں پیش کئے گئے

۱؎ قرآن مجید ۲؎ بخاری شریف ۳؎ ترمذی شریف ۴؎ مشکوٰۃ شریف ۵؎ فتاویٰ درِ مختار شامی

۷ فتاویٰ عالمگیری جلد ۸ فتاویٰ فتح القدیر ۹ فتاویٰ بحر الرائق ۱۰ فتاویٰ کنز الدقائق ۱۱ فتاویٰ قاضی خان ۱۲ فتاویٰ خلاصہ ۱۳ فتاویٰ ہدایہ ۱۴ فتاویٰ رضویہ ۱۵ مسند احمد ۱۵ تیسیر المقاصد شرح ... ۱۶ تیسیر البسائط امام شاذلی رح ۱۸ نسیم الریاض دوم شرح شفا ۱۹ عنایہ شرح ہدایہ ۲۰ بہار شریعت ۲۰ کنوز الحقائق ۲۱ مجمع البحار علی حاشیہ ترمذی ۲۲ ۲۳ شرح کنز الدقائق ۲۳ مستدرک حاکم ۲۴ جامع صغیر امام سیوطی ۲۵ لمعات شرح مشکوٰۃ ۲۶ ۲۷ تحریر شرح ... محمد ۲۸ یہ قولی دلائل کے حوالے ہیں۔ دلائلِ ثبوتیہ کے حوالے ۲۷ بخاری شریف جلد اوّل ۲۸ الاصابہ جلد ہشتم ۲۹ الاستیعاب جلد چہارم ۳۰ تاریخ طبری ۳۱ اسد الغابہ ۳۲ المعارف ۳۳ تاریخ کامل ۳۴ البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ۳۵ ۳۶ رحمت للعالمین جلد دوم ۳۷ الفاروق شبلی ۳۸ جوامع السیرت ۳۹ دائرہ معارف اسلامیہ جلد اوّل ۴۰ فتاویٰ درمختار و شامی جلد اوّل و جلد دوم ۴۱ الارشاد ۴۲ تہذیب الاحکام ۴۳ مدارج النبوت جلد دوم ۴۴ کشف المحجوب فارسی ۴۵ خصائص کبریٰ ۴۶ بدائع صنائع ۴۷ تحقیق حق فی کلمۃ الحق حضرت اعلیٰ گولڑوی ۴۸ عینی شرح کنز الدقائق ۴۹ فتاویٰ بحر الرائق جلد دوم۔

دلائلِ عملیہ کے حوالے۔ ۵۰ تاریخ یعقوبی جلد دوم ۵۱ عمدۃ المطالب فی انساب ابی طالب ۵۲ بخاری شریف جلد اوّل ۵۳ تاریخ طبری ۵۴ تاریخ ابن خلدون ۵۵ تاریخ کامل ۵۶ اصابہ اسد الغابہ ۵۷ بحار الانوار جلد دوم ۵۸ شجرہ طیبہ ۵۹ قصر عارفاں جلد اوّل جلد دوم ۶۰ تاریخ و تحقیق ۶۱ کتب آغانی جلد چودھویں ۱۴ ۶۲ روضۃ الاصفیا۔ ۶۳ تاریخ ابن سعد جلد ہشتم ۶۴ طبقات کبریٰ واقدی جلد ہشتم ۶۵ نسب نامہ رسولِ انام ۶۶ شیر و شکر ۶۷ تواریخ آئینہ تصوف ۶۸ کتاب سیدنا عبد القادر گیلانی و اولادہٗ ۶۹ مناقب محبوبین ۷۰ مفتاح الغیب ۷۱ انوارِ قلندری ۷۲ تذکرہ خلیل ۷۳ ازالۃ الخفا جلد اوّل ۷۴ کتاب استاذ العلماء ۷۵ تاریخ بندگانِ لاہور ۷۶ نفحات الانس۔

آخری بات خلاصہ مضمون، ہم نے پچھتر ۷۵ کتبِ احادیث و فقہ معتبرہ مشہورہ اور تاریخ متعددہ سے قولاً و عملاً دلائلِ کثیرہ سے ثابت کر دیا کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید مرد حسبی کفو والے سے جائز ہے۔ اور جو لوگ اس کے منکر ہیں اُن کے چند گنتی کے کمزور دلائل کو ہم نے جوابی کارروائی سے توڑ کر رد کر دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک دراصل مخفیانِ

گولڑہ وشیعانِ حویلیاں کو محض عدمِ تدبر اور ناسمجھی کی بنا پر تین غلط فہمیاں ہوئیں ۱ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اگر سیدزادی کا نکاح غیر سید مردِ صالح سے کیا گیا اگرچہ خود سیدہ وَلِی سیدہ کی رضا و اجازت سے کیا جائے تب بھی مُوَدَّتِ فِی الْقُرْبٰی کے خلاف ہے اور سیدہ وسادات پر ظلم ہے ۲ ہندو ذہنیت سے متاثر ہو کر یہ سمجھ لیا ہے کہ بیوی بنا ذلت ہے اور کہتے ہیں کہ بیوی اپنے خاوند کی لونڈی غلام نوکرانی بلکہ پاؤں کی جوتی کے مثل ہوتی ہے بوقتِ صحبت فراش بنا بھی ذلت ہی کی ایک صورت ہے ۳ کہتے ہیں کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کا معنیٰ یہ ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے آقا مولیٰ حاکم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مفتیانِ گولڑہ نے اپنے مرسلہ کتابچہ کے ص۲۲ پر اشارۃً لکھا ہے ان کی دیگر کتب میں تفصیل سے یہ وہمی لغویات درج ہیں مگر اسلامی تعلیمات وَازدواجی شرعی احکام وَضوابط کے قطعاً خلاف ہیں اس لیے یہ سب شیطانی وسواس ہیں۔ اسلام نے بیوی کو بہت عزت کا مقام دیا ہے۔ اور بیوی کے متعلق یہ نظریات دورِ جہالت کی پیداوار، ہندو رسم و رواج کی خلفشار اور شیطان کی یلغار ہے۔ اسی ذہنیتِ فاسدہ نے نسب پرستی کو جنم دیا۔ جس طرح ہندو لوگ برہمن پرستی کا شکار ہیں یہ کہ عقیدۂ تعلیماتِ ہندو مذہب کے مطابق دنیا میں کوئی بھی برہمن کی ہمسری وَبرابری نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہندوانہ صحبتِ بد کے نتیجے میں یہ تفضیلی شیعہ رافضی فرقے والے سادات پرستی کا شکار ہو گئے کہ کوئی عالم فقیہ ایمان و دیانت اور سینے میں قرآن وحدیث کا خزانہ علم وتقویٰ رکھنے والے دنیا کے مُکَذِّبِین آخرت کے مقربین کی بھی شیعوں کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں رہی، اور اسی نسب پرستی کو محبتِ اہلِ بیت کا نام دیا اسلام نے تشریف لا کر ایسی ہی نسب پرستی کو مٹایا اور

ایسے ہی جھوٹے احمق مُحِبِّین کو خود مولیٰ علی شیرِ خدا نے محبِّ مُفْرِط کا لقب دے کر ہلاکت کی وعید سنائی ہے۔ تعلیمِ نبوت نے ایسی نسب پرستی کے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ کی آیت ۲۳ میں، مُوَدَّتِ فِی الْقُرْبٰی کا حکم ربانی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی عطا فرمایا، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ والی پوری حدیثِ مقدس فرما کر سادات سے مودت وعزت کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اور فاروقِ اعظم رض نے بنتِ علی کے لیے پیغامِ نکاح دے کر اور مولیٰ علی نے قبول فرما کر طریقہ

عزت کو نسب [illegible] کا تمام اُمت کو عملی نمونہ بتایا۔ کہ اے مسلمانوں تم مثلِ فاروق
شایانِ شان مومن متقی [illegible] بنو اور سادات تم مثلِ علی رضی اللہ عنہ علما فقہا متقی مسلمانوں کے معاون
بنو۔ اگر [illegible] عالم فقیہ عابد وزاہد بلند مرتبہ معظم مرد کی بیوی بننا اور فراش
زوجیت ہوتا [illegible] تو نہ عثمان غنی سے بناتِ نبی کا نکاح کیا جاتا
[illegible] کہ اُس وقت مجبوری تھی کوئی مناسب رشتہ نہ
تھا اور یہ خیال [illegible] ہے کوئی مجبوری نہ تھی اور نہ ہی کسی ایسی مجبوری کی بناپر حرام
[illegible] جائز ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر فرضاً مجبوری مان ہی لی جائے تو آج
[illegible] مجبوری بدرجہ اتم موجود ہے کیونکہ سادات کی اکثریت میں فسق و بدعقیدگی آوارہ
مزاجی داخل ہو گئی ہے نیک متقیہ صحیح العقیدہ سنی سیدہ کے لیے نیک متقی سنی سیدمرد
کا رشتہ ملنا مشکل ہو گیا ہے۔ ارشادِ قرآن اور نبی کریم کے فرمان کا یہ مقصد نہیں کہ دورِ
جہالت کی طرح پھر نسب پرستی آجائے اگر ان ارشاد و فرمان سے بھی فقط سادات کو
تختِ عزت پہ بٹھا کر ظلم و فسق بدعقیدگی کی کھلی چھٹی دینے کا نام ہی مودتِ قربیٰ وَالَّا سَبَبِی
وَحَسَبِی کا مقصود و منشا ہو تو پھر کفر اسلام اور جہل و عقل نور و ظلمت میں فرق کیا رہا، مسلمان
کو کچھ تو عقل و تدبر سے سوچنا چاہیئے کہ حدیث و قرآن کا یہ منشا نہیں نہ ہی اُمت کو
نسب پرستی سکھانا ہے۔ بلکہ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اے مسلمانوں تم کو تا قیامت دعوتِ
عام دی جا رہی ہے کہ تم اپنی حیاتِ دنیوی میں اتنے بڑے عابد و زاہد عالم و عادل معاشرے
میں وجیہ و معظم عاقل و فقیہ بنو کہ مثلِ فاروقِ اعظم اگر تمہارے سائے سے شیطان نہ بھاگے
تو کم از کم تمہارے ہمہ وقتی اعمالِ صالحہ سے شیطان بھاگتا ہی رہے۔ اور تم سب اپنے
ان اعمالِ صالحہ کے ذریعے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسب سبب بن جاؤ
اور جب سیدزادی و سادات اہل سنت کی شایانِ شان تم نے اپنے آپ کو ان کا حسبی
کفو بنا لیا تو پھر مثلِ فاروقِ اعظم سیدزادی سے نکاح کے جائز حقدار بن سکتے ہو اور
تم کو جائز ہے کہ والیانِ سادات کو پیغامِ نکاح بھیجو اور سیدہ کے ولی کو چاہیئے کہ
مولیٰ علی کے عملی کردار اور نمونۂ حیدری کو اپناتے ہوئے خوب تحقیق و تفتیش کر کے
رشتہ قبول کر لیں اور اپنی سیدہ بیٹی کا نکاح عالم متقی معظم وجیہ مرد سے کر دو تاکہ اس
سیدہ کے وسیلے سے وہ غیر سید بھی نسبِ نبوت میں داخل و شامل ہو کر اِلَّا سَبَبِی وَنَسَبِی

کا مصداق بن جائے۔ کیونکہ متقی عزت و کردار، شرافت اسلام اور دیانتِ ایمان والا ہی مودتِ قربیٰ کو صحیح جاننا سمجھتا اور محبتِ سادات کا پورا حق ادا کر سکتا ہے صرف فضیلت فضیلت کی مالا جپنے سے مودت و محبت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ حدیث پاک کی دعوتِ عامہ یہ ہے کہ ہر مسلمان فلاحِ آخرت کے بیلے نبوی حسب و نسب میں مثلِ فاروق داخل ہو جائے صحابہ کی اقتدا ہدایت کا دروازہ ہے بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ مودت دا) آیتِ قرآن مجید کا یہی منشا و مقصد بھی ہے۔ اسی منشا کو عام ظاہر کرنے کے لیے فاروقِ اعظم نے مولا علی کے پاس جب پیغامِ نکاح بھیجا تو وجہِ مناکحت یہی بتائی کہ میرا حسب سبب تو پہلے ہی نبوی ہے میں چاہتا ہوں کہ نسب نبوی میں بھی شامل ہو جاؤں۔ اسی منشاءِ حدیث و قرآن و نظریہ فاروقی کو سمجھتے ہوئے یہ رشتہ قبول فرمایا اور اپنی بیٹی ام کلثوم کا اُن سے نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد کئی بار فاروقِ اعظمؓ نے اپنے کلامِ خطبات میں فرمایا کہ میں نے بنتِ علی سے صرف دعوتِ قرآن و حدیث پر لبیک کہتے ہوئے نکاح کیا ہے تاکہ میں اس وسیلے سے نسبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو جاؤں۔ صدیقِ اکبر نے بیٹی دے کر نسبتِ نبوی پائی عثمان و علی نے بیٹی لے کر عمر بن خطاب ابو حفص نے پوتی لے کر نسبت نبوی پائی۔ اور پھر تا عمر اپنی سیدہ بیویوں سے اُن سب نے ایسا حُسنِ سلوک فرمایا کہ اُن کی مودتِ قربیٰ عرشیوں فرشیوں کے لیے نمونہءِ عظمیٰ بن گئی۔ خاص کر فاروقِ اعظم نے کہ اُن کی دوسری ازواج کو رشک آتا تھا کہ کاش ہم بھی سید زادیاں ہوتیں۔ ایک بار سیدہ اُمِ کلثوم نے فرمایا کہ یا امیر المومنین آپ خلیفہءِ وقت بھی ہیں اور میرے خاوند بھی مگر پھر بھی میری اتنی تعظیم و محبت فرماتے ہیں کہ میں شرمندہ ہو جاتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ دیگر ازواج کی طرح میں بھی آپ کی خدمت کروں مگر آپ مجھ سے ذرہ بھر خدمت نہیں کرواتے بلکہ آگے بڑھ کر میرا استقبال کرتے ہیں اور میرے لیے اظہارِ محبت فرماتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا کہ تم صرف میری بیوی ہی نہیں بلکہ مجھ کو نسبِ نبوی میں شامل کرنے والا دنیا و آخرت کا وسیلہءِ عظیم ہو، تم سے ہمبستری بھی صرف اس لیے کرتا ہوں تاکہ تم حقوقِ زوجیت سے محروم نہ رہو۔ ورنہ مجھ کو حاجت نہیں نہ اِس حاجت کے لیے میں نے یہ نکاح کیا ہے یہ ہے قرآن و حدیث کا منشاء اور تعلیم فاروقی و تائیدِ حیدری اسی تعلیم و تائید و منشا پر اُن بزرگوں نے عمل کیا جن کا ذکر ہم نے عملی دلائل میں کیا ہے اور

بھلا فرما دیا کہ اسے ملا! اگر تم بھی نسبِ نبوی میں شامل ہونا چاہتے ہو تو حسبیتِ نبوی میں امام
اعظم و امام محمد جیسے بغیر [illegible] اللہ تعالیٰ کنتم کو صحبتِ [illegible] اللہ تعلیم سادات کا طریقہ آجائے
اور سید کی شایانِ شان [illegible] اگر اُن کے حسبی کفو بن جاؤ۔ پھر مجبور مظلوم غریب سیدزادیوں
کی بیوی بنا کر گھر کی عظمت کا تاج بنا کر تا عمر ان کی فلاحِ آخرت و نسبِ رسالت کا وسیلہ سمجھ کر
[illegible] حق کی طرح [illegible] محبتِ سادات کا اظہار و سلوک کرتے ہوئے سادات کی عزت
و حفاظت [illegible] ان کے شوہر باوفا بن کر ظالم فاسق بد عقیدہ لالچی شکی بدکردار
[illegible] سے بچاؤ، خود بھی تعلیم کرو اور اپنے معاشرے و ماحول سے
[illegible] قرآن و حدیث و تعلیم صحابہ کی بتائی ہوئی سچی محبتِ اہلِ بیت ہے جس کو یہ بصیرت کے اندھے
بصارت کے جاہل لوگ نہیں بلکہ [illegible] احمقانہ نقصان دِہ عقیدت کو محبت کا نام دیتے ہیں
اللہ توفیق دے۔ خیال رہے، نیک خاوند کا فراش بننا ہزار درجہ بہتر ہے بدکردار و بدکار
[illegible] کا فراش بننے سے۔ نیز اسلامی بیوی نہ تو نوکرانی ہوتی ہے نہ لونڈی نہ شل جوتی بلکہ بحکمِ قرآنی
گھر کی شریکِ ملکیت اولاد کی اصل بننے والی باپ کی نسل بنانے والی خاوند کا لباس عزت اَلرِّجَالُ
قَوَّامُوْنَ کا معنیٰ حاکم و آقا ہونا نہیں بلکہ اس کا معنیٰ ہے منتظم محافظ ذمہ دار۔ فرمایا یہ جا رہا ہے
کہ اے مسلمانوں سادات سے محبت کرو اکابر سے فیض لے کر۔ اصاغر کو فیض دے کر سیدزادیوں
کے شوہر باوفا باوقار بن کر اور سیدزادوں کے مربی و سرپرست اور اساتذہ بن کر، سیدزادوں
کو ہمہ وقتی تربیت و نگاہ داشت سے ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ زمانے کے پیشوا و مقتدا
بن جائیں اور ان کی حسبیتِ نبوی و نسبیتِ رسالت تاعمر باقی رہے اور ان ہی خزانوں کے
ساتھ میدانِ محشر میں حاضریِ بارگاہ نصیب ہو۔ اِن سیدوں پر ایسی کڑی نگاہ رکھو کہ نہ فسق
و فجور کی وجہ سے اِن کی کفویتِ حسبی ختم ہو نہ بد عقیدگی کی وجہ سے اصلیتِ نسبی ختم ہو۔

یہ طریقہ تعلیم ہم نے حضرت حکیم الامت نعیمی بدایونی
سے سیکھا کہ آپ نے ساری عمر سیدزادوں کو پڑھایا اوّلاً اُستاذ خانے کے سادات صاحبزادوں کو مراد آباد میں
پڑھایا پھر گجرات پنجاب میں شاہِ ولایت اور اُن کے شہزادوں کو پڑھایا۔ اور چورہ شریف کے
سادات کو پڑھایا۔ آپ کی تربیتِ سادات و غیر سادات میں نوطرح نمایاں فرق تھے ۱۔ سادات
کو مدرسہ کا لنگر نہ کھانے دیتے کیونکہ اس میں زکوٰۃ و صدقات شامل ہوتے ہیں بلکہ سید طلبا
کو شہر و مضافاتِ شہر کی مساجد میں امام و مؤذن کی ڈیوٹی پر متعین فرما دیتے تاکہ لوگوں کو

سادات کی خدمت و تعظیم کا موقعہ ملتا رہے اور سیّد زادوں کو نماز کی عادت و پابندی ملحوظ رہے ۲ ہر بات بلکہ تحفہ تحائف میں سادات طالب کو زیادہ اہمیت دیتے ۳ تعلیمی وقت سادات کے لیے زیادہ اور خصوصی دیا جاتا ۴ سیّد طلبا پر ہمہ وقتی کڑی توجہ رکھی جاتی کسی بھی اخلاقی یا تعلیمی تدریسی غلطی کوتاہی غفلت پر سیّد طلبا کو دُگنی سزا دیتے تھے۔ کہ انہوں نے کل پیر و مرشد بننا ہے ۵ صحبتِ بد سے سختی سے بچایا جاتا ۶ حضرت نے کبھی کسی سیّد زادے سے ذاتی خدمت نہ لی یہاں تک کہ پانی برائے وضو بھی نہ لانے دیتے ۷ کبھی سیّد شاگردوں کی طرف پیٹھ کرکے نہ بیٹھتے ۸ کبھی ایسا نہ ہوا کہ حضرت اوپر بیٹھے ہوں اور سیّد زادہ نیچے بیٹھا ہو یا کھڑا ہو۔ ۹ تعلیم اور اسباق کی کوتاہی پر سخت سرزنش و سزا فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب یہ سیّد زادے پڑھ کر رخصت ہوتے تو فقیہِ اعظم مفتیٔ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ولیِ کامل بھی بنتے ہوتے ایک بار چورے شریف کے ایک پیر زادہ صاحب نے ایک درخواست میں عرض کیا کہ حضور مجھے داتا صاحب کی زیارت نہیں ہوئی آپ مجھے زیارت کرادیں میں نے آپ کے شاگرد اپنے ہم سبق حافظ سیّد علی صاحب سے یہ بات کی تھی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تم تین دن حضرت کو تہجّد کا وضو کراؤ تو تم کو زیارت ہو جائے گی۔ تو کیا آپ مجھ کو اس خدمت کا موقع عطا فرمائیں گے۔ آپنے فرمایا یہ اُن کا تجربہ تھا۔ مگر تم کو بس جس طرح کہوں تم چپ چاپ ویسے کرنا تو تم کو مدعا حاصل ہو جائے گا۔ آج عشا کے وقت میرے پاس آجانا، جب وہ سیّد شاگرد آئے تو آپنے ان کو ایک پیڑھی پر بٹھایا اور فرمایا کسی بات میں نہ انکار کرنا نہ بولنا بس کرتے جانا۔ تب آپنے خود اپنے دستِ اقدس سے ان کو پورا وضو کرایا، پیر دھوئے، پھر فرمایا اب جاؤ دو نفل پڑھو اس طرح سے یہ وظیفہ اور فاتحہ پڑھ کر داتا صاحب کو ایصالِ ثواب کرو پھر سو جاؤ اگر زیارت ہو جائے تو جب آنکھ کھلے اُسی وقت میرے پاس خاموشی سے آجانا، خوش قسمتی سے اُسی رات زیارت ہوگئی حضرت نے پھر ان کو اپنے ہاتھ سے وضو کرایا اور اسی طرح تہجّد کے نفل وظیفہ اور فاتحہ کا ایصال کرنے کا حکم دیا۔ غرضکہ اصل مودّتِ قربیٰ یہ ہے کہ سادات کو جہالت بُری صحبت بدعملی بدعقیدگی سے بچایا جائے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ آپنے کبھی کسی انسان کے منہ پر نہ مارا فرماتے تھے یہ ناجائز ہے۔ حدیث میں منع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعی فتویٰ

چھ سوالات کے جوابات مدلل قرآن مجید حدیث پاک اور فقہ سے

۱۔ غیر نبی کو علیہ السلام کہنا شرعاً ناجائز شیعہ روافض کی ایجاد و علامت ہے السلام علیکم اور علیہ السلام میں فرق۔

۲۔ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت مولیٰ علی کا نکاح فاروق اعظم سے ہونا حقیقت صادقہ ہے انکار کرنے والوں کی تینوں وجہیں کمزور اور غلط ہیں۔

۳۔ مولیٰ علی کا علم خلفاء ثلثہ سے کم۔ اور فقیہ اعظم عبداللہ بن مسعود کے ہم پلہ تھا، مولیٰ علی نے کئی بار مسائل دیگر صحابہ سے پوچھے۔ مدلل ثبوت باقی دیگر تمام صحابہ سے زیادہ انکا علم ہے۔

۴۔ خلفاء راشدین کی تعداد چار ہے امام حسن خلفاء راشدین میں سے نہیں تھے بلکہ بارہ خلفاء مطلقہ میں سے پہلے تھے۔

۵۔ اسلام لانیوالوں میں تمام انسانوں سے پہلے صدیق اکبرؓ، تمام عورتوں سے پہلے خدیجہ کبریٰ تمام بچوں سے پہلے مولیٰ علی تمام بچیوں سے پہلے سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۶۔ کفر سے رشتہ اسلامی ٹوٹ جاتا ہے، نسبت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جو سید مرتد ہو جائے اُس کا نسب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ختم ہو گیا، وہ سید ہی نہ رہا نہ کسی سید کا وارث اُس کو نسبت رسول سے دیکھنا مرتد کا قرنہ ماننا بھی کفر ہے، نہ ماننے والا بھی مرتد ہو جائے گا۔ (از کتب فقہ، و احادیث مقدسہ باب المیراث)

مؤلف

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان دیوسف زئی، قادری، نعیمی مہتمم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

پاکستان

دوسرا فتوٰی

مندرجہ ذیل مسائل کو تاریخ اور قرآن مجید، احادیث اور اقوال فقہا کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی بزرگ شخصیت کا نام لے کر علیہ السّلام کہنا شرعاً گناہ، اور شیعہ رافضی فرقے کا مذہبی نشان ہے ۲ خلفاءِ راشدین صرف چار خلفاء صدیق و فاروق اور عثمانِ غنی و علی المرتضیٰ ہیں ۳ اِن خلفا کی علیت و فضیلت بھی اِسی ترتیب خلافت سے ہے ۴ انسانوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق مسلمان ہوئے پھر خدیجہ الکبرٰی پھر چند دن بعد مولیٰ علی مسلمان ہوئے، ۵ جو سیّد مرتد ہو جائے وہ سیّد نہیں رہتا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بیلے اس مسئلے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولوی صاحب مقرر و خطیب ہیں مگر اُن کے تمام کام شیعہ فرقہ سے مشابہ ہیں وہ اکثر اپنی گفتگو میں اہل بیت عظام کے ساتھ علیہ السّلام کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ اہلِ سنّت حضرات ایسا نہیں کرتے ہم سنّی لوگ تمام اہلِ بیت اور تمام صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، ہم نے اُن مولوی صاحب کو کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ یہ شیعوں والا لفظ نہ بولا کرو۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں، اچھی بات میں شیعوں کی مشابہت جائز ہے، کہنے لگے دیکھو شیعہ نماز پڑھتے ہیں اور تم بھی نماز پڑھتے ہو، یہ بھی مشابہت ہو گئی تو کیا تم اس مشابہت سے بچنے کے لیے نماز پڑھنا چھوڑ دو گے حال ہی میں انہوں نے ایک اٹھارہ ورقی پمفلٹ شائع کیا ہے، جس کا نام انہوں نے رکھا ہے غیر نبی پر (علیہ السّلام) کے جواز کا شرعی ثبوت اُس میں انہوں نے چند دلیلیں پیش کی ہیں ۱ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۵۷ پر ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ۔" اس سے ثابت ہوا کہ اہلِ بیت کو علیہ السّلام کہنا جائز ہے، ۲ سورۃ توبہ کی آیت ۱۰۳ میں ہے۔ وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ۳ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۴۷ میں ہے وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡہُدٰی ۴ سورۃ احزاب کی آیت ۴۳ میں ہے ھُوَ الَّذِیۡ یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ۔ دلیل ۵ ابو داؤد جلد اوّل صہ۲۱۲ پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اس طرح دعا دی۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکِ وَعَلٰی زَوۡجِکِ۔ یعنی تجھ پر اور تیرے خاوند پر اللہ کی صلوٰۃ ہو، دلیل ۶ اصولِ فقہ کی پہلی کتاب اصول شاشی کے خطبے میں لکھا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبِیۡ حَنِیۡفَۃَ وَ

عنہما پر۔ اللہ علیھا کو کیونکہ کہتے ہیں کہ جب ان پر جائز ہے، تو اہلبیت کو علیہ السّلام کہنا بھی جائز
ہے، اس کے علاوہ [illegible] مولوی صاحب نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جو بڑی ہیں اُس کے پانچ
حصے کئے ہیں ان میں [illegible] شیعہ فرقے کی ثنا گوئی کی گئی۔ اہلِ بیت کے متعلق جو عقیدہ
[illegible] کے ہیں [illegible] بیان کئے گئے ہیں، مجھ سے ایک عالم صاحب فرما رہے تھے
[illegible] کتابوں کے ہیں جو یا تو شیعوں کی ہیں یا جن میں شیعوں
نے ملاوٹ کر دی ہیں، یہ مولوی صاحب صحابہ کرام کا نام بہت پھیکے اور عامیانہ انداز میں لیتے
ہیں اور اگر صحابہ کو اہلبیت سے بہت ہی گھٹیا انداز میں مقابلۃً بیان کرتے ہیں اور، دوم
اگر کہیں اہلِ صحابہ کی تعریف کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بہت مجبوری میں کر رہے
ہیں۔ یعنی تعریف بھی کرتے ہیں تو یہ شیعہ مرے دل سے۔ اِن پانچ حصّوں میں بار بار ایک ہی
بات کی زیادہ رٹ لگائی ہوئی ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے نہیں ہو سکتا کیونکہ پورے
جہان میں کوئی شخص سادات سے افضل نہیں ہو سکتا، لہٰذا کفو نہیں ہو سکتا، اس ضمن میں وہ
مولوی صاحب فاروقِ اعظم سے اُمِّ کلثوم بنتِ علی کے نکاح کا انکار کرتے ہیں، اور اس کی
تین وجہ بیان کرتے ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ اس نکاح کو بیان کرنے والی روایتیں بہت
مختلف ہیں ان میں کوئی یکسانیت نہیں ہے لہٰذا سب غلط اور اُن میں سے کسی سے نکاح
ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری وجہ یہ کہ، جب عمر فاروق نے علی مرتضیٰ کو بنتِ علی کے لیے
پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ چھوٹی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ نکاح نہیں ہوا
تیسری وجہ یہ کہ مولیٰ علی نے حضرت عمر سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اُمِّ کلثوم کا نکاح اپنے
بھتیجے عون بن جعفر سے کروں، اور اب حضرت عمر کو جائز نہیں تھا کہ پیغامِ نکاح دیتے کیونکہ
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دینے سے منع فرمایا ہے
حضرت عمر کو یہ مسئلہ معلوم تھا لہٰذا پیغامِ نکاح نہیں دے سکتے تھے۔ اِن ہی کتابوں میں لکھا
ہے کہ امام حسن بھی خلیفۂ راشد تھے اور خلافتِ راشدہ آپ کے بعد ختم ہوئی، کہیں لکھا ہے
کہ مولیٰ علی کا علمی پلہ سب پر بھاری تھا، یعنی صدیق و فاروق سے بھی زیادہ علم والے تھے،
ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی مسلمان ہوئے ابوبکر و غیرہ سب بعد
میں مسلمان ہوئے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ
سید اگر کافر بھی ہو جائے تب بھی سب سے افضل اور قابلِ احترام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد ہے، اور بھی بہت سی باتیں قابلِ اعتراض ہیں فی الحال آپ ہم کو ان باتوں کے متعلق شرعی فتویٰ عطا فرمائیں کہ یہ باتیں اہلِ سنّت کے خلاف ہیں یا نہیں، اور کیا ایسے شخص کو اہلِ سنّت کہا جا سکتا ہے۔ ہم شہر کے بہت سے دوستوں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، اور دل نہیں چاہتا کہ اس ادارے کو چندہ دیا جائے جس میں ایسے عقیدے رکھنے والے امام صاحب ہوں، ہم سب لوگوں کی التجا ہے کہ آپ بہت مدلّل فتویٰ عطا فرمائیں۔

اُن کا یہ چند ورقی پمفلٹ اور کچھ کتابیں پیشِ خدمت ہیں آپ خود بھی مطالعہ فرمائیں۔

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ دستخط سائل۔

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابِ

الجواب

محترم سائل صاحب کا بھیجا ہوا استفتا اور پمفلٹ اور مصنف مدعیٰ علیہ کی تصنیف کردہ چند کتب وصول پائیں، جن کا سرسری اور بغور مطالعہ کیا، مذکورہ فی السوال پمفلٹ کے جن دلائل کا ذکر استفتا میں کیا گیا ہے یا دیگر مزید چند دلائل جو صاحب پمفلٹ نے اپنے موقف کی تائید میں پیش فرمائے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے سوال گندم جواب جَو دیا جائے، اس لیے کہ سوال تو یہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام یا ملائکہ عظام کے علاوہ کسی اسلامی بزرگ کا نام لے کر یا انفرادی اور اجتماعی شخصیات کا ذکر کرکے علیہ السّلام کہنا مسلک اہلِ سنت میں جائز ہے یا نہیں مگر صاحب پمفلٹ اس کے جواز میں دلیل پیش فرماتے ہیں کہ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ (الخ) وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ (الخ) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اور۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ (الخ) یا حدیث پاک میں ارشاد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ (الخ) یا اُصول شاشی کے خطبے میں۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْبَابِهٖ کہ اِن دلائل سے عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہنا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اِن دلائل سے فلاں علیہ السّلام کہنا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ السّلامُ فلاں اور فلاں علیہ السّلام میں بہت فرق ہے، اور اِسی فرق کی بنا پر، تعلیم نبوی و تعامُلِ صحابہ سے ثابت ہے کہ پہلے السّلام کہہ کر بعد میں نام لینا ہر ایک شخصیت کے لیے جائز ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہوں یا کوئی غیر نبی۔ ہم دن رات زندہ مُردہ انسان کو گلی محلوں اور قبرستان میں کہتے رہتے ہیں۔

السلام علیکم تجھا بھی جائز اور مستفتی بھی مندرجہ بالا مستفتی صاحب کے پیش کردہ تمام دلائل
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی ہی مثل سب کے لیے جائز ہیں ان میں کوئی بھی کسی کا بھی
اختلاف نہیں ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ میں بھی حنفی اہل سنت ہوں اور میرے یہ مستفتی صاحب بھی حنفی
سنی ہیں اور غالباً یقیناً مستفتی علیہ مصنف صاحب بھی حنفی سنی ہیں اسی لیے میں اپنے اِس فتوے میں
صرف اہلسنت حنفی علمائے معتمدین کی کتب مشہورہ کے حوالوں سے دلائل واستدلال
پیش کروں گا نہ کہ بعض غیر معتبر تبرائی وتفضیلی کی باطل کتب سے نہ غیر حنفی کتب کے حوالے پیش
کروں گا کیونکہ مسلک سے ہٹ کر باطل اور غیر مشہور کتب کے حوالے لکھنا ابن الوقتی ہے
اور اپنے مذہب ومسلک سے ہٹ کر دوسری مسلک کے حوالے دینا مطلب پرستی ہے۔
مشائخ ربانی وعلماءِ حقانی کے نزدیک مسلک سے ہٹنے والا ابن الوقت بھی گمراہ ہے اور
مطلب پرست بھی ہر مقلد کے نزدیک اپنے ہم مسلک اقوال ہی راجح (ترجیح و پسندیدہ قبولیت
والے) ہوتے، دیگر مسالک ومذاہب کے اقوال مرجوح یعنی ناقابلِ قبول ہیں، کسی بھی
سنی حنفی مفتی اور مصنف کے لیے جائز نہیں ہے کہ سنیت چھوڑ کر شیعہ رافضی کتب
کے حوالوں سے اپنے فتوے بنائے یا کتابیں سجائے، اور حنفیت چھوڑ کر ائمہ ثلاثہ کی
مسلکی کتب سے فتوے لکھے ایسا کرنے والا بدترین گمراہ وگمراہ گر (ضَال ومُضِل) اور
جاہل ہے۔ اُس کے فتوے اور مصنفہ کتابیں جہالتِ کُلّیہ اور دینِ حق میں تخریب کاری وفساد
فی الارض ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی اور دُرِّ مختار جلد اول ص۶۹ پر ہے۔ لَا فَرْقَ بَيْنَ
الْمُفْتِیْ وَالْقَاضِیْ اِلَّا اَنَّ الْمُفْتِیْ مُخْبِرٌ عَنِ الْحُکْمِ وَالْقَاضِیْ مُلْزِمٌ بِہٖ۔ وَاَنَّ
الْحُکْمَ وَالْفُتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَھْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ وَاَنَّ الْحُکْمَ
الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ وَاَنَّ الرُّجُوْعَ مِنَ التَّقْلِیْدِ بَعْدَ الْعَمَلِ بَاطِلٌ بِالْاِتِّفَاقِ
وَھُوَ الْمُخْتَارُ فِی الْمَذْھَبِ۔ ترجمہ: فقیہ اعظم صاحبِ دُرِّ مختار نے علامہ الشیخ
قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول اُن کی کتاب تصحیح سے بیان فرمایا کہ مفتی اور قاضی میں صرف یہ فرق
ہے کہ مفتی عِ اسلام شریعتِ اسلامیہ کا حکم بتانے والا ہے اور قاضیِ عدالت اسلامیہ وہ شرعی
حکم بذریعہ عدالت جاری کرنے والا ہے، اور بے شک مرجوح قول پر فتویٰ یا حکم جاری
کرنا یعنی اپنی تحریر یا تقریر سے لوگوں کو بتانا جہالت ہے، اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہے
اور بے شک مُلَفَّق حکم پر عمل کرنا یا بتانا اور کسی مسلمان سے اُس پر عمل کرانا باطل ہے اور اس

طرح کے قولِ مرجوح یا حکمِ مُلفّق پر فتویٰ لکھنے والا مفتی یا مصنف باطل و گمراہ ہے۔ یہ بات اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے (اور اجماعِ امت کی مخالفت کفر اور ضلالت ہے) اور بے شک مقلد کے لیے باطل اور ناجائز ہے اپنے امام کی تقلید پھیرنا کسی دوسرے امام کی طرف اپنے فقہا کی بغیر اجازت رجوع کرنا، اس بات میں بھی تمام کا اتفاق ہے۔ اور یہی مختار و پسندیدہ ہے تمام ائمہ مشائخ کے نزدیک حکمِ مُلفّق، اُسے کہتے ہیں کہ ایک چیز کو ایک امام جائز فرماتا ہو دوسرا امام ناجائز فرماتا ہے تو ناجائز فرمانے والا امام کا مقلد اُس چیز پر دوسرے امام کی وجہ سے عمل کرے، مثلاً جسم کے کسی حصّے سے ذرا بھر خون نکلنے سے حنفی مسلک میں وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر حنبلی شافعی مسلک میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، تو اگر کسی حنفی مُقلد کا وضو کرنے کے بعد خون نکل آئے اور وہ شافعی یا حنبلی مسلک لے کر اُسی طرح نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل اور یہ طریقہ بھی باطِل کیونکہ اُس نے اُس مسئلے پر عمل کیا جو حنفی شافعی مسلکوں کے درمیان مُلفّق تھا، اسی کو مطلب پرستی اور آرام طلبی کہا جاتا ہے ایسے ہی نمازیوں کے لیے۔ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ (الخ) کی وعیدِ شدید ہے۔ اسی لیے ہم سُنّی حنفی لوگ نجدی وہابی سعودی اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، کیونکہ وہ حنبلی مسلک رکھتے ہیں اور مصلّوں پر کھڑے ہو کر مسواک کرتے رہتے ہیں، دانتوں سے خون بھی کئی بار نکل آتا ہے اور وہ امام اس طرح خون چاٹتا ہوا جماعت کرا دیتا ہے، ہمارے مسلک میں وہ امام گندا پلید اور بے وضو ہے۔ جو حنفی لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے انھوں نے حکمِ مُلفّق پر عمل کیا جو قطعاً باطل یعنی حرام ہے اُن سب کی نماز باطل، اور حج وعمرہ بھی برباد کہ جب نمازیں ہی باطل ہو رہی ہیں تو حج وعمرہ کس طرح مقبول و مبرور ہو سکتا ہے، اِن تمہیدی قواعد و ضوابط کو سمجھنے کے بعد اب ہم صرف حنفی مسلک سے، علیہ السلام کہنے کا مسئلہ بیان کریں گے کہ علیہ السلام کس کے لیے کہنا جائز ہے اور کس کے لیے ناجائز ہے۔ ہاں البتّہ حنفی مسلک کی تائید کے لیے دوسری کتب کا حوالہ ضرور عرض کیا جائے گا، کیونکہ تائیدِ حق میں باطل کتب اور غیر مسلکی کتب کے حوالے دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہیں اس لیے کہ اس سے اپنے مسلک کی مضبوطی اور حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ شامی جلد اوّل ص۶۵ پر ہے۔ لَا یَجُوْزُ اِلَّا فِیْ فَتَاوَاہُ کے تحت استثنا کرتے ہوئے، اَقُولُ علیہ السّلام کہنے کے جواز یا عدمِ جواز میں یہ قاعدہ کلیہ ضروریہ ذھن نشین کرنا ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے

کسی پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ بطریقۂ دعا کہی جائے، دوم یہ کہ بطریقۂ تعظیم واعزاز کہی جائے۔ قانونِ شریعت کے مطابق ہر مومن مسلمان کے لیے بطریقۂ دعا صلوٰۃ کہا جائز ہے اور سلام کہنا بھی نبی ہو یا غیر نبی، بزرگ ہو یا غیر بزرگ اپنے سے چھوٹا ہو یا اپنے سے بڑا صحابی ہو یا تابعی ہو یا تبع تابعی، اہلِ بیتِ رسولُ اللہ ہو یا آلِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو یا عالم تا قیامت سب کے لیے جائز بلکہ حکمِ قرآن وحدیث ہے لیکن بطریقہ تعظیم واعزاز صلوٰۃ وسلام کہنا صرف اُن ہستیوں کے لیے جائز ہے جن کو رب تعالیٰ نے معصوم بنایا ہے۔ قرآن وحدیث کے فرمانِ مقدس کے مطابق گروہِ معصومین صرف انبیاءِ کرام و رسل و مرسلین اور ملائکہ دو ہی قسم ہیں۔ عصمت کی نعمت رب تعالیٰ کا بہت بڑا خصوصی اعزازی انعام ہے جو صرف اِن دو قسم کی ہستیوں کو ہی بارگاہِ الٰہی سے ملا۔ معصوم شخص کبھی کوئی گناہ خطا لغزش کر سکتا ہی نہیں محال و ناممکن ہے۔ اسی لیے صلوٰۃ وسلام کی تعظیم اور اعزاز بھی ان کو عطا فرمایا۔ چنانچہ شرح ابو داؤد تعلیقاتِ محمودیہ میں بحوالہ ابن الملک اور ابنِ حجر لکھا ہے۔ قَالَ اِبْنُ الْمَلِكِ اَلصَّلٰوةُ بِمَعْنَى الدُّعَاءِ وَ التَّبَرُّكِ قِيْلَ يَجُوْزُ عَلٰى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الخ) وَالصَّلٰوةُ الَّتِيْ لِغَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ يُكْرَهُ وَاِنْ اُرِيْدَ بِهٖ مُطْلَقُ الرَّحْمَةِ وَقِيْلَ يَحْرُمُ وَقِيْلَ خِلَافُ الْاَوْلٰى وَقِيْلَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَقِيْلَ يُبَاحُ اِنْ اَرَادَ بِهَا مُطْلَقَ الرَّحْمَةِ وَيُكْرَهُ اِنْ اَرَادَ بِهَا مَقْرُوْنَةً بِالتَّعْظِيْمِ (الخ) وَفِيْ بَعْضِ شُرُوْحِ الْبُخَارِيِّ اَنَّهٗ مَكْرُوْهٌ تَنْزِيْهِيٌّ۔ ترجمہ: صلوٰۃ کہنے کی دو صورتیں ہیں ۱ صلوٰۃ بطریقۂ دعا ۲ صلوٰۃ بطریقۂ تعظیم اور وہ صلوٰۃ جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتی ہے وہ تعظیم اور اعزاز کے طریقے پر ہوتی ہے۔ پس وہ طریقہ خاص ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس سے پہلے ابن ملک کے فرمان کا ترجمہ یہ ہے کہ فرمایا ابن ملک نے کہ صلوٰۃ بطریقۂ دعا اور تبرک دینا کسی کی طرف سے کہا گیا کہ غیر نبی پر جائز ہے۔ یعنی ہر مسلمان پر صلوٰۃ کے لفظ سے دعا کرنا جائز ہے فرمایا ابن حجر نے کہ صلوٰۃ کے لفظوں سے دعا کے بارے میں چھ قول ملتے ہیں ۱ یہ بھی کہا گیا ہے کسی غیر نبی کے لیے صلوٰۃ کے لفظ

سے دعا کرنا مکروہ ہے اگرچہ اس دعاء صلوٰۃ سے مطلق رحمت مراد لی جائے ۲ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرام ہے ۳ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلافِ اَولیٰ ہے ۴ یہ بھی کہا گیا ہے دعا کے طریقہ سے غیر نبی کو صلوٰۃ کی دعا دینے میں کوئی مضائقہ کوئی حرج نہیں ۵ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اگر صلوٰۃ کو ایسے طریقہ سے بولے کہ اُس سے مطلق رحمت ہی مراد لے سکے (نہ کہ درود و سلام پڑھنے کی طرح)

اور اگر تعظیمی صیغوں و طریقوں سے ملا کر (مشابہ کر کے) غیر نبی کو صلوٰۃ کہے گا تو مکروہ ہے اور بخاری شریف کی چند شرحوں میں لکھا ہے کہ کسی غیر نبی کو دعا کے طریقے پر بھی مستقل بلا تبع صلوٰۃ کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔ پہلے اقوال میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے بعض ابن الوقت اور مطلب پرست قسم کے مصنفین اپنے باطل نظریات کو بچانے کے لیے مکروہ تنزیہی کو بالکل جائز کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے نقہ اور فرمودات فقہا کے خلاف ہے اس قسم کے جلد باز مصنفین علم فقہ سے عاری و خالی ہیں۔ علامہ امام سید ابن عابدین فقیہ اہل سنت اپنے فتاویٰ رد المحتار اور شامی جلد اول ص ۵۹۷ پر فرماتے ہیں تحقیق: اِذَا ذَکَرُوْا مَکْرُوْھًا فَلَا بُدَّ مِنَ النَّظْرِ فِیْ دَلِیْلِہٖ فَاِنْ کَانَ نَھْیًا ظَنِّیًّا یُحْکَمُ بِکَرَاھَۃِ التَّحْرِیْمِ (الخ) وَاِنْ لَّمْ یَکُنِ الدَّلِیْلُ نَھْیًا بَلْ کَانَ مُفِیْدًا لِلتَّرْکِ الْغَیْرِ الْجَازِمِ فَھِیَ تَنْزِیْھِیَّۃٌ قُلْتُ وَیُعْرَفُ اَیْضًا بِلَا دَلِیْلِ نَھْیٍ خَاصٍّ بِاَنَّ تَرْکَ وَاجِبٍ اَوْ تَرْکَ سُنَّۃٍ فَالْاَوَّلُ مَکْرُوْہٌ تَحْرِیْمًا وَالثَّانِیْ تَنْزِیْھًا وَلٰکِنْ تَتَفَاوَتُ التَّنْزِیْھِیَّۃُ فِی الشِّدَّۃِ وَالْقُرْبِ مِنَ التَّحْرِیْمِیَّۃِ بِحَسَبِ تَاکُّدِ السُّنَّۃِ فَاِنَّ مَرَاتِبَ الْاِسْتِحْبَابِ مُتَفَاوِتَۃٌ (الخ) فَکَذَا اَضْدَادُھَا اور ص ۱۱۵ پر ہے۔ اَنَّ مَرْجِعَ کَرَاھَۃِ التَّنْزِیْہِ خِلَافُ الْاَوْلٰی۔ قَالَ وَلَا شَکَّ اَنَّ تَرْکَ الْمَنْدُوْبِ خِلَافُ الْاَوْلٰی۔ اَقُوْلُ لٰکِنْ شَارِحُ التَّحْرِیْرِ اِلٰی اَنَّہٗ قَدْ یُفَرَّقُ بَیْنَھُمَا بِاَنَّ خِلَافَ الْاَوْلٰی مَا لَیْسَ فِیْہِ صِیْغَۃُ نَھْیٍ کَتَرْکِ صَلٰوۃِ الضُّحٰی بِخِلَافِ الْمَکْرُوْہِ تَنْزِیْھًا اور ص ۱۲۲ پر ہے وَعَلَی الْمَکْرُوْہِ تَنْزِیْھًا وَھُوَ مَا کَانَ تَرْکُہٗ اَوْلٰی مِنْ فِعْلِہٖ وَیُرَادِفُ خِلَافَ الْاَوْلٰی (الخ) قَوْلُہٗ تَنْزِیْھًا لِمَا قَدْ مَنَاعَنِ الْفَتْحِ مِنْ اَنَّ تَرْکَہٗ اَدَبٌ (الخ) فَالنَّھْیُ عَنْہُ نَھْیُ اَدَبٍ ص ۱۲۳ پر ہے۔ قَوْلُہٗ وَمِنْ مَنْھِیَّاتِہٖ۔ یَشْمَلُ الْمَکْرُوْھَۃَ تَنْزِیْھًا فَاِنَّہٗ مَنْھِیٌّ عَنْہُ اِصْطِلَاحًا حَقِیْقَۃً اور ص ۶۰۸ پر ہے وَاَجَابَ فِی النَّھْرِ بِاَنَّ الْمَکْرُوْہَ تَنْزِیْھًا غَیْرُ مُبَاحٍ اور ص ۶۱۱ پر ہے۔ لِاَنَّ الْکَرَاھَۃَ حُکْمٌ شَرْعِیٌّ فَلَا بُدَّ لَہٗ مِنْ دَلِیْلٍ۔ ترجمہ تمام عبارتوں کا، پس جس وقت جب فقہا نے ذکر کیا مکروہ کا تو ضروری ہے اس کی دلیل میں نظر کرنا اگر ممانعت دلیل ظنی سے ہو تو حکم کیا جائے گا یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر ممانعت کی دلیل موجود نہ ہو بلکہ اس کام کو چھوڑنا بغیر شدت کے ثابت ہو رہا ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتا ہے (مثلاً یہ کہنا کہ یہ کام ہرگز مت کرو۔ یہ مکروہ تحریمی ہے اور یہ کہنا کہ تمہارے لیے بہتر

[illegible] ہے کہ اس کام کو چھوڑ دو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، علامہ شامی نے فرمایا کہ میرا کہنا یہ ہے
کہ اور مکروہ تنزیہی کی معرفت و پہچان اس بات سے بھی ہو جاتی ہے کہ ممانعت کی خاص طور
پر دلیل کوئی نہ ملے جیسے کہ چھوڑنا واجب ہو جانا یا چھوڑنا سنت ہو جانا تو پہلا چھوڑنا مکروہ
تحریمی ہے اور دوسرا مکروہ تنزیہی ہے، اور دونوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دونوں مکروہوں
کی شدت اور حرمت سے قریب ہونے میں تفاوت اور فرق ہے۔ سُنّۃ کے مؤکدہ ہونے
کے حساب سے اس [illegible] کے بہت سے مرتبے درجہ اور قسمیں ہیں متفرق۔ تو ایسے ہی
[illegible] یعنی مکروہات کی بھی بہت قسمیں اور صورتیں ہیں، پھر فرمایا ص۱۱۵ پر کہ بے شک
مکروہ تنزیہی کا مرجع خلافِ اَولیٰ ہے۔ یعنی مکروہ تنزیہی والا کام کرنا مفید اور بہتر نہیں۔
فرمایا اور نہیں بے شک اس بات میں کہ مندوب یعنی ضروری و مفید کام کو چھوڑنا بھی خلافِ اَولیٰ
ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ تحریرِ فقہا میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دونوں
یعنی خلافِ اَولیٰ اور مکروہ تنزیہی میں یہ بھی فرق کیا جاتا ہے کہ خلافِ اَولیٰ وہ کام ہے جس میں نہی کا
صیغہ نہیں ہے، مثلاً اِشراق کی نماز چھوڑنا، بخلاف مکروہ تنزیہی کے کہ اس میں نہی کا صیغہ ہوتا
ہے، پھر فرمایا ص۱۲۲ پر اور مکروہ تنزیہی کے لیے فرمایا گیا ہے کہ کراہتِ تنزیہی وہ ہے جس کا
چھوڑنا بہتر ہے کرنے سے اور یہ خلافِ اَولیٰ کا ساتھی ہے۔ مکروہ تنزیہی کا بیان ہم نے ابھی
پہلے بھی فتاویٰ فتح القدیر کے حوالے سے بیان کیا کہ بے شک اُس کا چھوڑنا ہی ادب ہے۔
پس تنزیہی ممانعت ادنیٰ ممانعت ہے، پھر فرمایا ص۱۲۳ پر کہ مصنفِ درِّ مختار کا فرمانا۔ وَمِنْ
مَنْهِيَّاتِهٖ یہ تمام ممانعتیں شامل ہیں مکروہ تنزیہی کو کیونکہ مکروہ تنزیہہ بھی اِصطلاحاً حقیقتاً
ممنوعاتِ شرعیہ میں سے ہی ہے، پھر فرمایا ص۶۰۰ پر، اور جواب فرمایا فتاویٰ نہر میں۔ اس طرح سے
کہ بے شک مکروہ تنزیہی بھی ناجائز کام کو ہی کہتے ہیں، پھر فرمایا ص۶۱۱ پر، اس لیے کہ ہر کراہت
شریعت کا حکم ہے لہٰذا اُس کے لیے بھی دلیل ضروری ہوتی ہے، ابھی تک کی تمام عبارتوں
سے یہ ثابت ہوا کہ صلوٰۃ کہنے کے دو طریقے ہیں ۱ بطورِ تعظیم و تکریم و اِعزاز ۲ بطورِ دعا،
اور یہ کہ مکروہ تنزیہی بھی ناجائز ہے مگر اُس کے ناجائز ہونے میں اتنی شِدّت و سختی
نہیں جتنی مکروہ تحریمی یا حرام میں ہے۔ یہ ممانعتیں درجہ بدرجہ ہیں دیکھو مرقات شرح
مشکوٰۃ جلد دوم ص۵ پر پہلے لکھا ہے کہ اَلصَّحِيْحُ اَنَّ الصَّلٰوةَ عَلٰى غَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ اِبْتِدَاءً
مَكْرُوْهَةٌ كَرَاهَةً تَنْزِيْهِيَّةً۔ ترجمہ: غیرنبی پر صلوٰۃ کہنا ابتداءً و مستقلاً مکروہ

تنزیہی ہے، پھر اسی صفحہ پر آگے لکھا ہے۔ اَلسَّلَامُ کَالصَّلٰوۃِ یَعْنِیْ لَا یَجُوْزُ عَلٰی غَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ اِلَّا تَبْعًا۔ ترجمہ:۔ سلام کہنے کا حکم بھی شریعتِ اسلام میں صلوٰۃ کی ہی طرح ہے یعنی ناجائز ہے انبیا اور ملائکہ کے علاوہ کسی اور دوسرے شخص کے لیے کہنا مگر تابع وشامل کر کے کہنا جائز ہے۔ مرقات نے یہاں مکروہ تنزیہی فرما کر پھر لَا یَجُوْزُ فرمایا۔ ثابت ہوا کہ مکروہ تنزیہی بھی ناجائز ہی ہوتا ہے۔ نیز تعلیقاتِ محمود کی عبارت میں صرف صلوٰۃ کا ذکر ہونا اور اس میں بھی صرف دعائیہ صلوٰۃ غیر نبی کے لیے کہنے کے بارے میں چند اختلافی اقوال کا ذکر کرنا صرف اس لیے ہے کہ وہاں جس حدیث پاک کی شرح کی جارہی ہے اُس حدیثِ پاک میں صرف صلوٰۃ علٰی غیر النبی کا ذکر ہے۔ ورنہ عام کتبِ فقہ میں اَلسَّلَامُ کَالصَّلٰوۃِ کی کھلی وضاحت موجود ہے۔ جیسا کہ ابھی مرقاۃ کی عبارت سے ثابت وواضح ہوا۔ لہٰذا تعلیقات کی عبارت سے کوئی شخص یہ دھوکہ دینے یا دھوکہ کھانے کی کوشش نہ کرے کہ اختلاف تو صرف صلوٰۃ میں ہے نہ کہ سلام میں نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اختلافی اقوال بھی صرف دعائیہ صیغوں اور لفظوں سے کہنے میں ہے نہ کہ تعظیمی صیغوں سے۔ یعنی امام ابن ملک اور علامہ ابن حجر نے جو چند اختلافی اقوال ذکر فرمائے ہیں وہ بطورِ دعا غیر نبی کے لیے صلوٰۃ وسلام کے جواز وعدم جواز میں ہیں یعنی فقط دعا کے لفظوں سے بھی غیر نبی پر صلوٰۃ وسلام کو اکثر فقہاءِ کرام حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی فرماتے ہیں۔ لیکن تعظیم کے طریقے میں کوئی اختلاف نہیں سب ہی ناجائز اور گناہ فرماتے ہیں۔ چونکہ صلوٰۃ وسلام ادا کرنے کی شریعت میں دو۲ قسمیں ہوگئیں ۱۔ بطریقہ تعظیم ۲۔ بطریقہ دعا، لہٰذا صیغوں اور لفظوں کی بھی تقسیم ہو کر دو قسمیں ہوگئیں۔ تاکہ لفظ بولتے ہی سننے والے کو پتہ لگ جائے کہ صلوٰۃ وسلام کہنے والا بطورِ تعظیم یہ لفظ استعمال کر رہا ہے یا بطورِ دعا۔ چونکہ یہ مسئلہ جائز وناجائز بلکہ حرام وحلال اور گناہ ونیکی کا ہے اس لیے فقط قلبی نیت پر نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ لفظوں صیغوں کو متفرق ومتعین وواضح کر کے ہر دو طریقوں کو علیحدہ کر دیا تاکہ کوئی شرپسند قلبی نیت کا ڈھونگ رچا کر دھوکہ نہ دے سکے۔ چنانچہ دعائیہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ بھی قرآن وحدیث اور تعلیمِ نبوی وتعامُلِ صحابہ نے آنے والی مسلمان نسلوں کو بتا دئے اور تعظیمی واعزازی صلوٰۃ وسلام کے الفاظ بھی قابلِ تعظیم وتکریم شخصیات کے لیے مخصوص ومعین فرما دئے۔ اور اس کے لیے ضابطہ یہ مقرر فرمایا کہ اگر پہلے کسی شخصیت کا انفرادی یا اجتماعی ذاتی یا صفاتی نام لیا جائے اور پھر صلوٰۃ یا سلام کے الفاظ کہے جائیں تو تعظیم واعزاز وتکریم ہوگی۔ اور اگر پہلے صلوٰۃ یا سلام کے لفظ بولے جائیں اور

بعد میں شخصیت کا [illegible] یا متعلق اسم ظاہر یا اسم ضمیر سے نام لیا جائے تو وہ دعا ہو گی۔ یہ اسلامی
شرعی ضابطہ ہے۔ اسلام ہر چیز کا ضابطہ وقانون بنا کر حکم نافذ فرماتا ہے۔ تاکہ کسی دھوکے باز شیطان
کو اتنی ڈھیل نہ ملے کہ پہلے تو اُلٹے پلٹے لفظ استعمال کر لے پھر دھوکہ دیتے ہوئے کہہ دیا
کہ میری تو یہ نیت تھی۔ شریعت پاک اور تعلیم نبوی نے کسی اہم عبادت کو فقط نیت پر نہیں چھوڑا کیونکہ
نیت مخفی [illegible] بدل بھی ہو سکتا ہے۔ تعظیم واعزاز میں بھی الفاظ مخصوص
ہیں [illegible] صلوٰۃ وسلام سے تعظیم صرف انبیا وملائکہ کے لیے جائز، غیر نبی کے
لیے قطعاً ناجائز صحابہ ہوں یا اہل بیت مولیٰ علیؓ ہوں یا حسنؓ وحسینؓ ہوں یا صدیق وفاروقؓ
ہوں۔ کیونکہ یہ سب تعالیٰ کی طرف سے تحفۂ عصمت ہے اور معصوم صرف انبیا اور ملائکہ ہیں
ان کے علاوہ کائنات میں کوئی معصوم نہیں، جس طرح نبی اور فرشتہ بنانا ماؤشما کا کام نہیں
کیونکہ عمل وکسب کا دخل ہے یہ وہبی عطائی اعزازی تحفہ ہے اسی طرح معصوم بنانا یا بنانا بھی میرا
تیرا کام نہیں نہ کوئی شخص اپنے عمل وکسب سے بن سکتا ہے کہ جسے چاہو معصوم کہتے پھرو
یا خود چاہے تو خود کو معصوم سمجھتا پھرے۔ بلکہ یہ عصمت بھی خداداد اعزازی تحفہ ہے جو صرف
انبیاء وملائکہ کو رب تعالیٰ کی طرف سے ملا، اور بوجہ عصمت صلوٰۃ وسلام کا اعزاز وتعظیم دیا گیا
ہاں البتہ غیر نبی کو صلوٰۃ کی دعا میں فقہا کا اختلاف ہے بعض اس کو جائز مانتے ہیں، بعض
ناجائز حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی۔ لیکن سلام بطور دعا اور بطریقۂ دعا تا قیامت ہر
مسلمان کے لیے ہر وقت جائز، چھوٹا ہو یا بڑا، زندہ ہو یا فوت شدہ، یہی تعلیمِ رسالت اور تعاملِ
صحابہ سے ثابت، چنانچہ بطریقۂ اعزاز وتکریم وتعظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مخصوص، اور علیہ السلام کے الفاظ انبیاء وملائکہ کے لیے مخصوص۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام اور اہل بیت کے لیے ہیں، رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ اولیا علماء
کے لیے۔ مگر اصطلاح و رواج میں صرف فوت شدہ کے لیے، مرحوم کا لفظ صرف فوت
شدہ ہر عام مسلمان کے لیے، مدظلہ زندہ بزرگوں کے لیے مخصوص ہیں۔ ان الفاظِ مخصوصہ
کو صرف اُن ہی شخصیات کے لیے استعمال کرنا جائز ہیں جن جن کے لیے شریعت نے
مخصوص فرمائے غیر جگہ استعمال کرنا بعض ناجائز بعض مکروہ تحریمی بعض مکروہ تنزیہی بعض
خلافِ اَولیٰ بعض خلافِ رواج، لہٰذا لفظ علیہ السلام انبیاء وملائکہ کے لیے خاص ہیں تعلیم
نبوی سے یہی ثابت ہے چنانچہ کثیر احادیث میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ (از مشکوٰۃ شریف باب حُرْمَۃِ تَصَاوِیْر وَذِکْرِ معراج اور ابنِ ماجہ فِتْنَۃِ دَجَّالُ ص۳۰۸ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاہِلِیْ۔ (الخ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ فَیَکُوْنُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ اُمَّتِیْ حَکَمًا عَدْلًا وَّاِمَامًا مُّقْسِطًا۔ (الخ) اور ابو داؤد جلد دوم ص۲۱۷ بابُ فِی الْعَتُوْرِ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ مَیْمُوْنَۃُ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ وَعَدَنِیْ (الخ) اِن تمام احادیثِ مبارکہ سے اور نبی کریم آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمِ مقدس سے ثابت ہوا کہ علیہ السلام کے الفاظ تعظیمی واعزازی تک بھی کلمات ہیں اور صرف فرشتوں اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لیے جائز ہیں اگر کسی غیر نبی کے لیے جائز ہوتا تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ کبھی ضرور کسی غیر نبی کے لیے بھی یہ لفظ فرما دیتے آپ نے تو بالتبع حضرت مریم کے لیے بھی نہ فرمائے تاکہ کوئی سرکش وشر پسند فرقۂ باطلہ والا اس بالتبع سے ناجائز فائدہ وسہارا نہ حاصل کرلے یہ آپ کی احتیاط تھی ورنہ فقہا بالتبع کو جائز مانتے ہیں لیکن احادیثِ مقدسات سے بالتبع بھی ثابت نہیں۔ یہاں تک اسی فتنۂ دجال کے باب کے بعد حضرت امام مہدی کا ذکر ہے چار یا پانچ احادیثِ مبارکہ میں امام مہدی کا نام ہے بلکہ ایک حدیث میں ابن ماجہ ص۳۰۹ پر حضرت حمزہ مولیٰ علی امام حسن وحسین امام مہدی کے اسماءِ پاک اکٹھے مذکور ہیں مگر کسی نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں فرمایا گیا، پس اس تعلیمِ نبوی سے ثابت ہوا کہ غیر نبی کو علیہ السلام کہنا قطعاً ناجائز ہے۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے اسی تعلیمِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے تا عمر کبھی کسی غیر نبی کو علیہ السلام نہ کہا، یہاں تک کہ امام حسن وحسین یا کسی بھی اہلِ بیت کو یا مولیٰ علی کو یا فاطمہ زہرا کو علیہ السلام یا علیہا السلام یا سلام اللہ علیہا نہ کہا نہ کہیں کسی معتبر و مشہورہ کتبِ احادیث سے ثابت، مصنف صاحب کو چاہیئے تھا کہ بجائے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے اور اُلٹے سیدھے اقوال کی غلط دلیلیں دینے کے احادیث کی تعلیمِ نبوی یا تعاملِ صحابہ و اہلِ بیت سے علیہ السلام کہنا ثابت کرتے یا اب کر دیں اگر سب جہان کہتا پھرے کہ علی علیہ السلام کہنا جائز ہے مگر صحابہ اور امامین کریمین حسن وحسین کی تعلیم وعمل سے ثابت نہ ہو تو مسلمانوں کے نزدیک سب جہان کا کہنا ناقابلِ قبول بلکہ قابلِ تردید ہے اور وہ نظریہ ومسلک جو عملِ صحابہ وخلفاءِ راشدین کے خلاف ہے

وہ مردود ہے۔ کیونکہ ہم سب مسلمانوں کو صرف صحابہ کی اقتداء اور سنت نبوی و سنت خلفاء راشدین پر عمل کا حکم ہے۔ چنانچہ صحاح کی کتاب ابن ماجہ ص۵ پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِی اِخْتِلَافًا شَدِیْدًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ ترجمہ۔ اور عنقریب دیکھو گے تم لوگ میرے بعد مسلمانوں کے فرقوں میں شدید اختلاف لہٰذا تم سب تا قیامت مسلمان صرف میری سنت پاک اور جماعت خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پاک پر مضبوطی سے ہر قول و فعل میں عمل کرنا، گویا دانتوں سے پکڑ لینا، سخت پکڑنے اور مضبوط طریقے و عمل کو عربی محاورے میں عَضُّوْا کہتے ہیں، دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ اَلصَّحَابِیُّ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ فصل ثالث ص۵۵۴) ترجمہ: میرا ہر صحابی ستاروں کی مثل ہے۔ اے تا قیامت مسلمانو تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے تب ہی ہدایت پاؤ گے یعنی اگر عمل صحابہ کو چھوڑ کر کسی ایسے غیر کی کتابوں کے اقوال و تحریر لیتے پھرو گے تو بدترین گمراہ ہو جاؤ گے، اور غیر نبی کو علیہ السلام کہنا تو صحابہ کرام کی سنت عملی کے خلاف ہے لہٰذا ثابت ہوا کسی غیر نبی کو علیہ السلام کہنا گمراہی اور بے ہدایتی ہے۔ ہاں البتہ السلام علی مولیٰ علی، علیٰ امام حسین کہنا جائز ہے۔ اس لیے کہ السَّلَامُ عَلیٰ عَلِی دعا ہے اور علیہ السلام تعظیم و تکریم ہے۔ دعا جملہ انشائیہ ہوتا ہے۔ تعظیم جملہ خبریہ ہوتا ہے جملہ خبریہ کا سلام اور سلامتی معصومین سے خاص ہے کسی اور کے لیے واقعۃً نہیں ہے، اور جو چیز کسی کے پاس نہ ہو اس کی دعویداری کرنا کذب ہے۔ لہٰذا جو شخص علی علیہ السلام کہے وہ کاذب ہے، یہی وجہ ہے کہ نہ حکم قرآن مجید سے ثابت نہ تعلیم حدیث پاک سے نہ تعامل صحابہ و تابعین سے نہ تکلم اہل بیت سے، قرآن مجید نے تمام صحابہ و تابعین اور اہل بیت کے لیے تعظیم و تکریم کا اعزازی جملہ خبریہ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ۔ فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت ۱۰۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اور مولیٰ علی کے لیے خصوصی طور پر حدیث پاک نے کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہٗ، کا جملہ خبریہ ارشاد فرمایا جیسا کہ ابو داؤد شریف جلد دوم کتاب الفتن باب المھدی ص۲۳۲ پر ہے، چونکہ یہ جملہ صرف مولیٰ علی کے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے ارشاد ہوا تمام صحابہ کرام نے اس کو تعلیم نبوی سمجھ کر اختیار کر لیا اور سب نے مولیٰ علی کے لیے یہ تعظیمی اعزازی جملہ نام پاک کے ساتھ کہنا شروع کر دیا۔ اگر علی علیہ السلام

کہنا بھی جائز ہوتا تو زبانِ چشمۂ علم و حکمت کبھی ایک بار ہی مولیٰ علی کے لیے علیہ السّلام ارشاد فرما دیتی اور صحابہ بھی اس کو تعلیمِ نبوی سمجھ کر بولنا شروع کر دیتے مگر اُس زمانۂ صحابہ میں ایسا نہیں ہوا تو آج کا یہ فرقہ رافضیہ کیوں اس ناجائز کام پر مُصِر اور بضد ہے۔ اگر کہنے کا شوق ہے تو قرآن و حدیث و عملِ صحابہ سے صاف صاف لفظوں میں علی علیہ السّلام وغیرہ دکھاؤ، اِن مصنّف صاحب نے اپنے پمفلٹ میں جو آیت و احادیث اور اصول شاشی کی عبارتیں گیارہ کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ سب استدلال غلط اور بے موقع ہیں کیونکہ وہ سب دعائیہ جملے ہیں اس طرح کہنا جائز ہے۔ السّلام علیکم یا علی کہنے اور علی علیہ السّلام میں بڑا فرق ہے۔ یہ علیہ السّلام کہنا شیعوں کی ایجاد ہے اس کا تاریخی پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ جب یہودی بہروپیے عبد اللہ ابن سبا نے شیعہ فرقہ ایجاد کیا تو اس فرقے نے اپنا ایک عقیدہ یہ بنایا کہ اہلِ بیتِ نبی، نبی کریم سے پانچ چیزوں میں ہم مرتبہ اور مساوی ہیں۔ ۱ امامت میں، اور امامت نبوت سے افضل ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ هٰذِہِ الْکُفْرِیَاتِ) ۲ معصومیت میں، یعنی اہلِ بیت بھی معصوم ہیں ۳ مستقل صلوٰۃ و سلام کہنے میں ۴ آل ہونے میں یعنی آلِ نبی صرف اہلِ بیت ہیں اور وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔ میں آل سے مراد صرف اہلِ بیت ہیں۔ حالانکہ آل کا معنیٰ صرف اہل بیت یا صرف نسل و اولاد کرنا قرآنِ مجید و کلامِ الٰہی و فرمانِ خداوندی کے خلاف ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۵۰ میں ارشاد ہے۔ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ترجمہ اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کر دیا۔ یہاں آل بمعنیٰ اولاد یا نسل یا اہلِ بیت ہو سکتے ہی نہیں۔ بلکہ آل سے فقط مطیع متبع قوم اور لوگ مراد ہیں۔ اسی طرح وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ میں بھی آقاءِ کائنات حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے تمام مطیع، متقی، متبع مراد ہیں۔ اگر کوئی شیعہ رافضی لوگ مراد ہیں کو نہیں مانتا تو اُسے چاہیئے کہ قرآن و حدیث سے اسی طرح صراحتًا واضح الفاظ میں آل کا معنیٰ اہلِ بیت یا اولاد یا نسلِ نبی دکھائے جس طرح ہم نے قرآن مجید سے آل کا معنیٰ مطیع و متبع دکھائے تو ہمیں بھی تسلیم ہے۔ کسی اِدھر اُدھر کی جھوٹی سچی یا غیر مشہور غیر حنفی کُتُب کے حوالے نہ مانے جائیں گے۔ یہ شیعہ لوگ اہلِ بیت سے بھی صرف نسل مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ مراد بھی قرآنِ مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اَزواجِ مطہرات نبوی کو اہلِ بیت فرمایا ہے نہ کہ اولاد یا نسل کو، فاطمہ زہرہ۔ مولیٰ علی و امام حسن و حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کو ترجیحی طور پر صرف ایک نے اہلِ بیت مانا ہے۔ یہ حضرات اہلِ بیت نہیں۔ بلکہ خصوصی بنائے ہوئے اہلِ بیت ہیں۔ اگر کوئی شخص شیعہ یہ بات نہیں مانتا تو اسے چاہیئے کہ صراحتًا واضح الفاظ سے اولاد علی پر اہلِ بیت کا لفظ قرآن مجید سے دکھائے، تو ہمیں بھی تسلیم ہے۔ قرآن مجید نے تو صرف بیوی کو اہلِ بیت فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ بھی شیعہ رافضی فرقہ مولیٰ علی وَ اہلِ بیت کو علم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مساوی مانتے ہیں۔ اس بد عقیدگی کے لیے شیعوں نے چند جھوٹی بناوٹی حدیثیں گھڑ لیں۔ جیسا ایک کذب بیانی اس طرح کی گئی کہ نبی کریم نے فرمایا۔ مَا اَحَدٌ فِیْهَا اِذْ تَكَلَّمَ عَلِیٌّ" ترجمہ: نہیں پاتا ہوں میں زیادہ علم اس فیصلے میں مگر اتنا ہی جو کہہ دیا علی نے یعنی علی نبی کریم کے علم کے مساوی ہے (معاذ اللہ) دوسری کذب بیانی، اس طرح کی گئی کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا الْحِكْمَةَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ ترجمہ: خود شیعوں نے اس طرح کیا ہے، کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم اہلِ بیت کو حکمت ودیعت کی۔ یعنی صرف مولیٰ علی ہی نبی کریم کے اہلِ بیت نہیں، نبی کریم بھی مولیٰ علی کے اہلِ بیت ہیں، اہلِ بیت میں نبی و علی مساوی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں (معاذ اللہ مِنْ هٰذِهِ الْكُفْرِیَاتِ) ان بد عقیدگیوں کی بنا پر شیعوں رافضیوں نے اہلِ بیت کو نبی کریم اور دیگر انبیاءِ کرام کے مساوی اور ہم مثل سمجھتے ہوئے۔ علیہ السّلام کہنا شروع کر دیا۔ اس ہم مثلیت اور مساویت کی بد عقیدگی پھیلانے کے لیے شیعوں نے کفو کا معنیٰ کیا ہے، برابر اور ہم مثل، اور یہ جاہلانہ معنیٰ کر کے دراصل اسی بد عقیدگی کی آڑ میں اہلِ بیت کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کفو کا معنیٰ برابر اور ہم مثل نہیں بلکہ کفو کا معنیٰ ہے شریک رشتے دار ہم قوم جوڑ۔ یہی معنیٰ ہے۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ یعنی اور نہیں ہے اُس کا کوئی شریک، سورۃ اخلاص میں دنیا کے پانچ بڑے کافر گروہ کا تردیدی جواب دیا گیا ہے۔ کہ مجوس نے کہا اِلٰہ دو ہیں ۱۔ اہرمن ۲۔ یزدان اُن کی تردید فرمائی گئی۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اِلٰہ فقط ایک اللہ ہی ہے صابی گروہ نے کہا اللہ بھی حاجت مند ہے ملائکہ وغیرہ کا، اُن کی تردید فرمائی اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اللہ صَمَدٌ ہے کسی کا حاجتمند نہیں ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کے لیے ابنیت اور وَلدیت کا کفریہ عقیدہ بنایا۔ اُس کی تردید میں فرمایا۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ نہ وہ کسی کا والد ہے نہ کسی کا وَلد ہے۔ بُت پرستوں نے کہا، ہمارے یہ بُت اللہ کے شریک ہیں۔ اُن کی تردید میں فرمایا۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ اور اُس اللہ کا کوئی

شریک نہیں ہے۔ اگر جہلاء شیعہ کی طرح کفو کا معنی مثل اور برابر کیا جائے تو یہ آیت وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ بیکار ہو جائے کیونکہ کوئی کافر بھی اپنے بتوں وغیرہ کو اللہ کے برابر اور مثل نہیں کہتا بلکہ مجوسی اہرمن کو چھوٹا اور یزدان کو بڑا مانتے ہیں۔ صابئین اللہ کو بڑا جنات وملائکہ کو چھوٹا مانتے ہیں یہود و نصاریٰ بھی اللہ کو باپ اور بڑا، عزیز و عیسیٰ علیہما السلام کو بیٹا اور چھوٹا مانتے ہیں، بت پرست بھی اللہ کو بھگوان اور بڑا مانتے ہیں اپنے بتوں کو چھوٹے شریک الوھیت مانتے ہیں۔ غرضکہ اسی مساویت اور برابری نبوت کے کفریہ عقیدے کی بنا پر صرف رافضی شیعوں نے اہل بیت کو علیہ السلام کہنا شروع کیا اور یہ صرف اُن کی عادت وعلامت ہی نہیں بلکہ اُن کی ہی ایجاد بھی ہے۔ چنانچہ سوانح عمر بن عبد العزیز رض ۱۸ پر یہ ہی لکھا ہے، اور تفسیر روح البیان ہفتم ص ۲۲۵ پر ہے۔ وَاَمَّا السَّلَامُ فَهُوَ فِیْ مَعْنَی الصَّلٰوةِ فَلَا تُسْتَعْمَلُ لِلْغَائِبِ فَلَا یُفْرَدُ بِهٖ غَیْرُ الْاَنْبِیَآءِ فَلَا یُقَالُ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا تَقُوْلُ الرَّوَافِضُ وَتَکْتُبُهٗ وَسَوَآءٌ فِیْ هٰذَا الْاَحْیَآءُ وَالْاَمْوَاتُ۔ اور عقائد اسلامیہ سنیہ کی مشہور و معتبر کتاب نبراس علی شرح العقائد ص ۱۱ پر ہے۔ لَا یَجُوْزُ التَّصْلِیَةُ وَالتَّسْلِیْمُ عَلٰی غَیْرِ الْاَنْبِیَآءِ اِسْتِقْلَالًا عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ خِلَافًا لِلرَّوَافِضِ

ترجمہ عبارۃ روح البیان، اور لیکن سلام تو وہ صلوٰۃ ہی کے درجہ اور حکم میں ہے لہٰذا قانون شریعت کے مطابق نہیں استعمال کیا جا سکتا سلام کا لفظ غائب ضمیر کے لیے یعنی علیہ السلام، تو انفرادی اور مستقل طور پر اس لفظ کو انبیا کے سوا کسی کے لیے نہیں بولا جا سکتا دانسانوں میں)، لہٰذا ناجائز ہے شریعت میں علی السلام کہنا۔ جیسے کہ رافضی شیعہ کہتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں، شریعت کے اِسی عدم جواز کے حکم میں زندہ لوگ اور فوت شدہ حضرات سب برابر ہیں یعنی صحابی ہوں یا اہلِ بیت یا تابعی تبع تابعی یا تا قیامت کوئی بھی بزرگ، یہ لفظ اسی شکل میں مخصوص ہے، انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ اس عبارت نے کتنی وضاحت کے ساتھ شیعوں کا ایجاد کردہ لفظ دوسرے صلوٰۃ و سلام کے لفظوں سے متفرق کر دیا۔ اب مصنف صاحب اپنے حوالوں سے سنی عوام کو دھوکہ نہیں دے سکتے، ترجمہ نبراس کی عبارت کا۔ قطعاً ناجائز ہے۔ صلوٰۃ اور سلام کا لفظ غیر انبیا کے لیے مستقل طور پر اُسی انداز میں بولنا جس طرح شیعہ رافضی بولتے ہیں، تمام علماءِ محققین اہل سنت کے نزدیک ثابت ہوا کہ علیہ السلام اہل بیت کے لیے بولنا شیعوں کی بدعقیدہ ایجاد اور علامت ہے، کوئی

ہیں ایسا نہیں کہہ سکتا جو ایسا کہے یا کہلوائے وہ یا ظاہراً شیعہ ہے یا در پردہ، کیونکہ اس طرح کہنے میں تین بدعقیدگیاں ہیں ۱ اہلِ بیت کو انبیا علیہم السّلام کے برابر و مساوی ماننے کا کفر کرنا لازم آتا ہے۔ اور کسی غیر نبی کو کسی نبی علیہ السلام سے صلوٰۃ یا سلام یا کسی بھی شانِ امتیازی و شرعی میں مساوی کا کہنے کے درجہ میں لانا کفر ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی حنفی سُنّی ص۱۰۱ پر ہے ولا یبلغ ولی درجۃ الانبیاء ترجمہ اور کوئی بھی ولی کسی بھی زمانے کا کتنا بڑا ولی کیوں نہ ہو یا جتنا بزرگ ہو کسی نبی علیہ السّلام کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح شامی بحر الرائق جلد چہارم ص۴۱۰ پر ہے۔ مولیٰ علی رضؓ اور اہلِ بیت رضؓ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اولیاءِ کاملین میں سے ہیں شریعت کا یہ حکم اور مسئلہ، شرح نووی جلد اوّل ص۱۷۶ اور ص۳۲۶ پر بھی لکھا ہے۔ وہاں امام نووی لکھتے ہیں صلوٰۃ اور سلام دونوں لفظوں کا ایک حکم ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں دونوں ایک ہی جگہ ایک حکم میں، ہی علی النبیؐ کے لیے مستقلاً مشروع ہوئے ہیں۔ لہٰذا نہ علی علیہ الصلوٰۃ کہنا جائز نہ علی علیہ السّلام کہنا جائز نہ صدیق و فاروق کے لیے اس طرح کہنا جائز۔ اور امام نوویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ السّلام علیکم کہنا جائز ہے مگر علیہ السّلام کہنا نا جائز ہے، اس لیے کہ دونوں میں بہت طرح فرق ہے رمیں کہتا ہوں ایک فرق یہ بھی ہے کہ السّلام علیکم دعا ہے اور علیہ السّلام تعظیم ہے اس لیے خاص ہے انبیاء و ملائکہ معصومین سے، نسیم الریاض شرح شفا جلد سوم ص۵۰۹ پر ذرا تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے کہ شریعتِ اسلام تعلیم القرآن تبلیغ حدیث نے کس کے لیے کونسا لفظ مخصوص فرما دیا ہے جو دوسرے کو جائز نہیں۔ شامی جلد پنجم ص۵۲۳ پر ہے کہ صلوٰۃ و سلام دونوں کا حکم شرعی ایک ہے محققین علماءِ اہل سنت کا کسی میں اختلاف نہیں دونوں لفظ بطرزِ تعظیم غیر نبی علیہ السلام کے لیے بولنے ناجائز ہیں وغیرہ وغیرہ تفسیر مظہری جلد ششم سورۂ احزاب ص۱۴۴ پر بھی یہ ناجائز ہونے کا مسئلہ لکھا ہے۔ اعلحضرت مجددؒ بریلوی نے بھی المعتمد المستند کے ص۱۴۹ پر بڑی تفصیل سے قرآن و حدیث و فقہ کے حوالوں سے لکھا ہے کہ فلاں لفظ فلاں شخصیت کے لیے خاص کر دیا گیا۔ اور یہ کہ شریعت پاک نے جو لفظ جس کے لیے خاص فرما دئیے بس اسی کے لیے جائز غیر کے لیے نا جائز۔ غرضکہ تمام سنّی علما فقہا کا متفقہ مسلک ہے کہ علیہ السّلام کسی غیر نبی کے لیے بولنا کہنا نا جائز اور گناہ ہے کیونکہ کذب بیانی ہے۔ ہم نے مندرجہ کتب کی اصل عربی عبارات یہاں اس لیے نہیں لکھیں کہ ہم نے اسی موضوع پر ایک فتویٰ اپنے فتاویٰ العطایا جلد دوم میں لکھا ہے وہاں مکمل حوالوں کے

ساتھ اصل عربی عبارات درج کی گئی ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔ بہر کیف عبداللہ بن سبا کے رافضی ٹولے نے جب علیہ السلام کا لفظ اہل بیت کے لیے بولنا شروع کیا تو خارجی گروہ نے اس کے انتقام میں۔ یزید پلید اور امیر معاویہؓ اور صدیق رضؓ وفاروق رضؓ کے لیے بولنا شروع کر دیا۔ رافضی اپنے خطبوں اور کلاموں میں اصحاب ثلاثہ وغیرہم کو تبرا کرتے اور اہل بیت کی قصیدہ خوانی کرتے بات بات میں ہر ایک کے نام کے ساتھ علیہ السلام اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے اور اہل بیت کو انبیاء کرام علیہم السلام کے مساوی سمجھتے ہوئے یہ علیہ السلام کا خصوصیات نبوت والا اعزازی وتعظیمی لفظ ہر اہل بیت نبوت کے لیے استعمال کرتے تو جواباً خارجی ٹولہ دیگر صحابہ کرام وخلفاء ثلاثہ کے لیے بھی بولتے اور اپنے خطبوں کلاموں میں اہل بیت پر تبرا کرتے، عجیب دلخراش ماحول ہوگیا تھا ہر طرف ہڑ بونگ مچی تھی کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ نبی غیر نبی میں کوئی تمیز باقی نہ چھوڑی تھی۔ یہاں تک کہ ۹۹ھ میں ایک خلیفۂ اسلام حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا اور آپ نے یہ اسلام وشریعت کے خلاف تکیہ کلام سنا کہ کسی نے عقیدۃً کسی نے انتقاماً وجواباً اس طرح کا کلام شروع کر رکھا ہے، تب آپ نے بزور حکومت دیگر کثیر اصلاحات کے علاوہ اس مذہبی مقابلے بازی اور منافرت کو بھی ختم کیا اور تمام رافضیوں، خارجیوں کو امامت، خطابت، محراب ومنبر سے ہٹا کر سنی علما فقہا کو معین ومزین فرمایا اور ہر خطبے میں حمد وصلوٰۃ کے بعد چاروں خلفاء راشدین کے اسماءِ پاک شان وعظمت کے ساتھ داخل کیے گئے۔ اور ہر دو فریق خارجی، رافضی تفضیلی لوگوں کو علیہ السلام کہنے سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ جو پھر بھی باز نہ آتا اس کو دلائل سے سمجھایا جاتا کہ دیکھو اگر یہ علیہ السلام کہنا غیر نبی کے لیے جائز ہوتا، تو ائمہ اہل بیت بھی ایک دوسرے کو آپس میں کہتے کیا کبھی امام حسنؓ وحسینؓ نے بھی مولا علی کو علیہ السلام کہا۔ اسی طرح خارجیوں کو سمجھاتے اور فرماتے کہ رب تعالیٰ نے تمام اہل بیت وصحابہ کے لیے ایک ہی تعظیمی جملہ ارشاد فرمایا رضی اللہ عنہم بس ہر شخص اپنے بزرگ کے نام کے بعد یہی تعظیمی واعزازی جملہ بول سکتا ہے اگر پھر بھی کوئی نہ مانتا تو اُس کو تعزیری سزا دیجاتی تب کہیں جا کر خارجیت رافضیت کی یہ بدعت سیئہ ختم ہوئی مگر پھر بھی اس بدعقیدگی بدفطرتی کی جڑ نہ ختم ہوئی یہی نہیں بلکہ ہر برائی کا یہی حال ہے کہ جڑ نہیں مٹتی اگر چہ حق کے مقابل دب جاتی ہے جس طرح تاریخ شاہد ہے۔ یہی حال اس ناجائز عادت کا ہے اس لیے اب بھی کہیں کہیں اور کبھی کبھی یہ شجر

[illegible] جاری ہے ایک شیعہ صاحب کہنے لگے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے [illegible] کو بنی امیہ کے امیروں کی قصیدہ خوانی اور فقط [illegible] کے لیے علیہ السلام کہنے سے روکا تھا نہ کہ اہل بیت کے لیے میں نے کہا اس کا کوئی تاریخی ثبوت [illegible] جواب ہو گئے۔ نیز یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ناجائز کام سے ایک کو روکا جائے [illegible] کو نہ روکا جائے اس سے تو مزید فساد و بغاوت پھیلتی ہے اگر ناجائز ہے تو سب کے لیے اور اگر جائز ہے تو سب کے لیے خلاصہ یہ ہے کہ علیہ السلام یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیازی و تکریمی تعظیمی الفاظ کہنا، عقلاً [illegible] متفقاً اور تعاملِ صحابہ و اہلِ بیت کے اعتبار سے ناجائز ہے۔ اگر آپ بھی کسی کو اس شیعی عادات ایجاد کو اپنانے اور شائع کرنے کا شوق ہے تو اُلٹے دلائل کا استدلال سے نہیں بلکہ سیدھے صاف واضح صریحی عبارتی دلائلِ فقہ و قرآن و حدیث و عملِ صحابہ و تعلیم نبوی سے لفظِ علیہ السلام کہنے کو ثابت کرے جس طرح بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ناجائز و شیعہ ایجاد، عادت و علامت ہونے کو ثابت کیا ہے ورنہ اس عادتِ شیعہ سے توبہ کرے۔

آپ سائل کے بھیجے ہوئے پمفلٹ کا مکمل و مدلل تردیدی جواب دیا جاتا ہے

صاحبِ پمفلٹ مصنف صاحب کسی فرضی نام کے زید شخص پر اعتراض کرتے ہوئے پمفلٹ کے صفحہ سات پر لکھتے ہیں کہ اصول شاشی ص۵ پر خطبے میں ہے وَالصَّلوٰۃُ عَلَی النَّبِیِّ وَاَصْحَابِہٖ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَحْبَابِہٖ۔ زید نے وَالسَّلَامُ کو بالتبع سلام قرار دیا ہے مصنف صاحب نے زید کی غلطی پکڑی کہ یہ بالتبع سلام نہیں بلکہ مستقل علیحدہ ہے، پھر اس خطبے سے مصنف محترم استدلال کرتے ہیں علیہ السلام کہنے کے جواز پر کہ جب اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ جائز ہے تو علی علیہ السلام کہنا بھی جائز ہے۔

جواب، مگر میں کہتا ہوں کہ زید کا قول بھی غلط ہے اور مصنف صاحب کا استدلال بھی غلط ہے، اصول شاشی کا خطبہ شرعاً بالکل درست و جائز ہے، کیونکہ السلام علیٰ اور علیہ السلام میں بہت فرق ہے۔ پہلا دعائیہ جملہ ہے یہ ہر ایک کے لیے مستقلاً بولنا جائز ہے ہم دن رات ملاقاتوں میں کہتے ہیں السّلام علیکم اپنی نمازوں میں کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ

اِلصّٰالِحِیْنَ لیکن علیہ السلام یہ تعظیم و اعزاز کا جملہ ہے انبیاء و ملائکہ سے خاص ہے اس لیے وہ ہر ایک کے لیے جائز نہیں اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حُنِیْفَۃَ بھی اَلسَّلَامُ عَلٰی مولیٰ علی بھی جائز اس پر قیاس و استدلال درست نہیں ہے۔ صفحہ ۹ پر دلیل اور سند میں فرق کرتے ہیں۔ مگر مصنف صاحب خود بھی علم مناظرہ کے ان اصولی قاعدوں تعریفوں کو نہ سمجھے اور غیر جگہ اس سے سہارا پکڑ لیا۔ اولاً تو یہ ہی ثابت نہیں کہ اہلِ سنت کی بخاری و ابو داؤد میں علی علیہ السلام لکھا ہے، میرے پاس بہت پرانی بخاری موجود ہے اس میں مجھے یہ الفاظ کہیں نہ ملے ثانیاً یہ ثابت نہیں کہ اگر کسی کتاب میں کوئی ناجائز لفظ لکھا گیا ہے تو خود صاحبِ کتاب نے لکھا ہے یا کسی تخریب کار نے۔ ثالثاً مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے غیر انبیاء کی شان میں لفظ علیہ السلام کہنا۔ یہ بات بھی غلط ہے کہیں بھی علیہ السلام کا جواز ثابت نہیں اگر مصنف صاحب کو نظر آتا ہے تو بعینہٖ علی علیہ السلام کا فقرہ دکھائیں السَّلَامُ عَلٰی فلاں، یا سلامٌ علٰی سے بات نہ بنے گی وہ سب دعائیہ فقرے ہیں اور اس میں کوئی تنازع نہیں، مصنف محترم ان تمام کمزوریوں کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کھاتے میں ڈال رہے لیکن ہمارے سامنے اِس وقت صرف یہ پمفلٹ ہے اس لیے ہم ان سب باتوں کو مصنف صاحب کی ہی سمجھ کر اِن ہی کو مخاطب کریں گے۔ اگر اس طرح محض کتاب میں لکھے ہونے کو سند یا دلیل بنانا جائز کر دیا جائے تو تخریب کاروں کی تخریب کاری کامیاب ہو گئی آج کون سی پرانی کتاب بچی ہے جس میں تخریب کاروں نے ملاوٹوں بناوٹوں کی تخریب کاری نہ کر دی ہو۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔ توریت زبور، انجیل سے لے کر محی الدین ابن عربی کی کتب اور غوثِ اعظم کی غنیۃ الطالبین تک موجودہ دور میں بھی کسی اہلِ سنت کی کتاب مسلک و عقیدہ کو کسی وہابی دیوبندی، شیعہ رافضی، قادیانی وغیرہ مطبعوں سے چھپوا کر تو دیکھو۔ کیا کیا حشر کرتے ہیں، جس کا تجربہ مشاہدہ ایک دفعہ تاج کمپنی وہابی سے۔ ترجمہ قرآن کنزالایمان حاشیہ تفسیر خزائن العرفان چھپوا کر دیکھ لیا بہرکیف محدث دہلوی ابن شاہ ولی اللہ ہوں یا ہمارے یہ مصنف صاحب کسی کا یہ کہنا کہ قرآن و حدیث سے علیہ السلام کہنے کا جواز ثابت ہے۔ ایسی ہی کمزور ضد ہے۔ جیسے سوالِ گندم جواب جو دیا جائے۔ یا تپتی دوپہر کو رات کہنے پر ضد کی جائے، مصنف صاحب پمفلٹ کے صلا پر لکھتے ہیں کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ اور تابعین کے خلاف بھی ہوتا

[illegible] اور اس مسئلہ میں [illegible] اتفاق ہے۔ بحوالہ ردّ المحتار ص۵۲۱ عربی عبارت اس طرح لکھی ہے
[illegible] بِلَا مُتَابَعَةِ الْاَرْبَعَةِ وَجُمْهُوْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ۔
[illegible] کہ جمہور کی رائے راجح نہیں ہوتی۔ جوابِ مصنّف
صاحب [illegible] عبارت [illegible] نہیں لکھا صرف اتنا لکھا ہے در ردّ المختار ص۵۲۱ نہ
[illegible] نہ پوری عبارت، نا معلوم یہ عمداً ہے یا نسیان۔ بظاہر تو
[illegible] ردّ المحتار شامی کی چھ ضخیم جلدیں ہیں تو اس طرح کا گمنام و مجہول
[illegible] گا۔ نیز جو قول آئمہ اربعہ کے خلاف ہو جمہور صحابہ کرام
[illegible] کے بھی، جمہور صحابہ میں مولیٰ علی بھی شامل تو جو فتویٰ ان
سب کے خلاف ہو وہ جہالت اور شیطانیت کے سوا اور کیا ہوگا۔ ایسے فتوے
ایسی جہالت کے ہی ہو سکتے ہیں اور جو ایسے جاہل متاخرین کے جاہلانہ فتووں کو
ترجیح دے وہ بجز تخریب کار گمراہ و گمراہ گر کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ علامہ
شامی اپنے فتاویٰ ردّ المحتار جلد اول ص۴۶ پر لَا یَجُوْزُ اِحْدَاثُ قَوْلٍ خَارِجٍ عَنِ
الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ ہے ترجمہ: وہ قول یعنی ایسا فتویٰ جو مذاہبِ اربعہ سے
خارج اور ان کے خلاف ہو وہ قطعاً ناجائز ہوتا ہے جائز ہی نہیں ہے۔ اس عبارت
سے صاف ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے مخالف فتویٰ دینا کسی کو جائز نہیں، اور پھر متاخرین
کے پاس اتنا علم اور تمیز کہاں کہ چاروں ائمہ کے خلاف فتویٰ دینے کی جرأت کرے
پتہ نہیں مصنّف صاحب کس مسلک کے حامی ہیں کہ اِن کے سلف صالحین کو قرآن مجید
کی بعض سورتوں سے نفرت اور ان کے متاخرین بھی جمہور صحابہ و خلفاءِ راشدین و
تابعین و ائمہ اربعہ کے خلاف۔ غالباً مصنّف صاحب کو جمہور کی تعریف نہیں آتی
ورنہ ایسی غلط بات کبھی نہ لکھتے۔ بہرکیف جمہوریت کے خلاف کوئی فتویٰ ترجیح نہیں
پا سکتا۔ خاص کر صحابہ کرام کی جمہوریت۔ ایسی غلط بات کہنا اور لکھنا ہی مردود ہے
ان کچّی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنّف صاحب کو بہت سی فقہی عبارتیں سمجھ
نہیں آتیں۔ پمفلٹ کے ص۱۲ پر مصنّف صاحب اس بات پر ضد باندھے ہوئے ہیں
کہ صلوٰۃ میں اختلاف ہے سلام میں نہیں ہے۔ جواب: مصنّف صاحب نے یہاں ذرا
تدبر و تحمّل نہیں فرمایا۔ اگر کچھ تدبّر فرماتے تو حقیقت واضح ہو جاتی کہ صلوٰۃ و سلام

کی شرعاً درود قسمیں ہیں ۱۔ صلوٰۃ تعظیمی ۲۔ صلوٰۃ دعائی ۳۔ سلام تعظیمی ۴۔ سلام دعائی یہ کُل چار قسمیں اور نو عیتیں ہو گئیں، ان میں سے تین میں کسی کا اختلاف نہیں نہ فقہاءِ مجتہدین کا نہ مشائخ فقہا کا، نہ متقدمین کا نہ متاخرین کا نہ موجودہ علماءِ اہلِ سنت کا، چنانچہ سب کا متفقہ مسلک ہے کہ صلوٰۃ تعظیمی و اعزازی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ صلوٰۃ نبی کریم آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہیں، کسی دوسری بزرگ ہستی کے لیے نہیں بولے جا سکتے لہٰذا علی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہنا قطعاً ناجائز ہے، کچھ دیوبندی وہابیوں نے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام وغیرہما کے لیے کتبِ احادیث میں لکھ دیئے ہیں یہ اُن کی شرارت و جہالت ہے۔ ۲۔ اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ سلام دعائیہ ہر مسلمان کے لیے مستقلاً ہر وقت جائز ہے حاضر ہو یا غائب زندہ ہو یا فوت شدہ نبی علیہ السلام یا غیر نبی، جیسے بوقت ملاقات السلام علیکم کہنا نماز میں السلام علینا کہنا، قبرستان میں السلام علیکم یا اھل القبور کہنا۔ غائب کے لیے السلام علی اخی علی ابی علی ابنی۔ علی علی علی صحابہ علی اہلِ بیت، علی ابی حنیفۃ وغیرہ کہنا ۳۔ سب فقہا و علماء اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ سلامِ تعظیمی کسی غیر نبی کے لیے بولنا ناجائز گناہ اور کذب بیانی ہے، کیونکہ سلام تعظیمی جملہ خبریہ سے ہے اور عصمت کی وجہ سے انبیاء و ملائکہ سے خاص ہے تو جو معصوم نہیں اس کے لیے سلامِ تعظیمی جائز نہیں انسانوں میں یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے اور علیہ السلام کہنا یہ سلامِ تعظیمی ہے۔ لہٰذا سب کا متفقہ مسئلہ ہے کہ غیر نبی کو علیہ السلام کہنا ناجائز و گناہ ہے۔ یہ ناجائز عادت صرف شیعہ روافض کی ایجاد و علامت ہے۔ مصنف صاحب نے کہا ہے کہ سلام میں اختلاف نہیں ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی سلام میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ سب ہی کہتے ہیں کہ علیہ السلام غیر نبی کے لیے بولنا ناجائز و گناہ ہے کوئی بھی جائز نہیں کہتا ۴۔ اختلاف صرف صلوٰۃ دعائیہ میں ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کے الفاظ سے غیر نبی کو دعا دینی ممنوع ہے۔ یہ جو حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار کسی عورت کی عرض پر فرمایا صلی اللہ علیکِ وَعَلٰی زَوْجِکِ۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے کسی اور دوسرے شخص کو ایسا کہنا جائز نہیں ہے، ورنہ جھوٹی نبوت کا اشتباہ پیدا ہو جائے گا، کیونکہ پہلے زمانے میں مسیلمہ کذاب کے لیے اُس کے پیروکار کہتے تھے اب قادیانی لوگ مرزے کے لیے کہتے ہیں اس لیے جمہور کا یہی مسلک حق ہے۔ جمہور کے خلاف قول مردود ہوتا ہے۔ دیکھو کتب

قولِ فقہ، چند محدثین [illegible] ابوداؤد، بخاری وغیرہ فرماتے ہیں کہ صرف دعائیہ صلوٰۃ غیر نبی
[illegible] کے نزدیک اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الصَّحَابَۃِ کہنا جائز ہے۔ مگر یہ قول
جمہور صحابہ [illegible] کا قول فقہ کے مسائل میں معتبر نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر
مکی [illegible] ہیتمی نے چند اقوال نقل فرمائے ہیں جن کو ہم نے پہلے
ابوداؤد کے حوالے سے بیان کر دیا۔ خیال رہے کہ جمہور کے خلاف چلنا خاص کر
صحابہ کے خلاف [illegible] ضلالت وجہالت ہے۔ مصنف صاحب کو چاہیے کہ کتبِ فقہ
[illegible] کا مطالعہ کیا کریں۔ حق کے متلاشی کے لیے صرف مطلب برآری زیب نہیں
[illegible] صلوٰۃ تبعی میں کوئی اختلاف نہیں سب کے نزدیک صرف نبی کریم
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے مخصوص ہے دیگر حلاوہ کے لیے ممنوع ہے سلامِ تعظیمی میں بھی
کسی کا اختلاف نہیں ہے، سب کے نزدیک غیر نبی کے لیے ناجائز وگناہ علیہ السّلام کے الفاظ سلامِ
تعظیمی ہے، لہٰذا سب کے نزدیک ابوبکر یا علی یا عمر علیہ السّلام، کہنا ناجائز وگناہ ہے صرف ۲
صلوٰۃ دعائیہ میں محدثین کے اختلافات ہیں، پمفلٹ کے صـ۱۳ پر لکھا ہے کہ، مکروہ تنزیہی
جائز ہوتا ہے اور حوالے میں شامی اوّل صـ۱۲ کی یہ عبارت لکھی ہے۔ وَقَدْ یُقَالُ اُطْلِقَ
الْجَائِزُ وَاَرَادَ بِہٖ مَا یَعُمُّ الْمَکْرُوْہَ لٰکِنَّ الظَّاھِرَ اَنَّ الْمُرَادَ الْمَکْرُوْہُ التَّنْزِیْہِیُّ
کہ جائز کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے، جواب، مصنف صاحب نے یہاں بھی عمداً
یا نسیانًا بہت غلطیاں کیں ہیں۔ پہلی غلطی یہ کہ مکروہ تنزیہی کو جائز کہا ہے، حالانکہ تمام
فقہا مکروہ تنزیہی کو بھی ناجائز فرماتے ہیں جیسا ہم نے ابھی مرقات اور فتاویٰ شامی
کی چند عبارات سے ثابت کر دیا۔ مصنف صاحب کی دوسری غلطی یہ کہ شامی کی پیش
کردہ عبارت قَدْ یُقَالُ سے شروع ہو رہی ہے۔ یہ فعل مجہول ہے۔ اور فعل مجہول
صیغۂ تمریض ہوتا ہے اور صیغۂ تمریض سے بیان کردہ قول خود مصنف صاحب کے
نزدیک بھی کمزور ونامقبول ہے، دیکھو ان کی کتاب جلد سوم صـ۱۹۰۔

حیرت ہے، کہ اپنے مطلب کی بات ہو تو صیغۂ تمریض بھی قبول وپسند اور مطلب
کے خلاف ہو تو فاکوا جیسے مضبوط وجمہور صیغے کو بھی خودساختہ تمریض کہہ کر ناپسند
کر دیتے ہیں۔ تیسری غلطی، مصنف صاحب نے اس چھوٹی سی عبارت کا ترجمہ
بھی صحیح نہیں فرمایا۔ صحیح لفظی ترجمہ، اس طرح ہے اور کسی مجہول شخص کی طرف سے کہا

جانا ہے کہ جائز کو مطلق کہا گیا ہے اور ارادہ کیا اُس مجہول نامعلوم شخص نے اپنی اس اطلاق سے وہ کام جو عام ہوتا ہے ہر مکروہ کو لیکن ظاہر یہ ہے کہ مراد ہر مکروہ نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مکروہ تنزیہی جائز ہے۔ بلکہ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے بعض جائز کام بھی مکروہ تنزیہی اور ناپسندیدہ ہوتے ہیں: اُطْلِقَ الْجَائِزُ مَا يَعُمُّ الْمَكْرُوْهَ ہے نہ کہ اُطْلِقَ الْمَكْرُوْهُ مَا يَعُمُّ الْجَائِزَ۔ اور شخص مجہول کی مراد ہر مکروہ ہی ہے بر لکن الظاہر کا احتمال علامہ شامی کی اپنی سوچ ہے شخصِ مجہول کی نہیں، وہ شخص کہنا یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں بہت سے ایسے کام ہیں جو جائز بھی ہیں مکروہ تحریمی بھی۔ مکروہ تنزیہی بھی۔ جیسے طلاق دینا جائز بھی ہے مگر مکروہ تنزیہی بھی اسی لیے حدیث پاک میں طلاق دینے کو اَبْغَضُ الْحَلَالِ فرمایا گیا، اور جیسے بازار جانا جائز بھی ہے اور مکروہ تنزیہی بھی کہ بازار کو شیطان کی آماجگاہ فرمایا گیا۔ اور جیسے کہ شرعی بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے مگر سب کے سامنے کرنا مکروہ تحریمی یا حیض میں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب مصنف صاحب اتنی سی عبارت نہ سمجھ سکے تو دراز کتبِ فقہ و اصولِ فقہ میں کیا حال ہوتا ہوگا۔ خیال رہے کہ علماءِ اصولِ فقہ نے جواز کے چار معنیٰ بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ بحر الرائق جلد اوّل کتاب الطہارت باب المیاہ صفحہ ۲ پر ہے کہ ۱۔ جواز بمعنیٰ صحت و درستی ۲۔ جواز بمعنیٰ حلت حلال ہونا ۳۔ جواز بمعنیٰ نفاذ، نافذ و جاری کرنا ۴۔ جواز بمعنیٰ لزوم کسی کام کا لازم ہونا۔ (از فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۷) پمفلٹ کے صفحہ ۱۴ پر ہے کہ چونکہ سلام میں اختلاف نہیں اس لیے علی علیہ السلام کہنا جائز ہوا، جواب ہم نے ثابت کر دیا کہ چونکہ سلام میں اختلاف نہیں اس لیے علی علیہ السلام، کہنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اس لیے کہ عدمِ اختلاف عدمِ جواز میں ہے نہ کہ جواز میں۔ ہاں صرف سلامِ دعائیہ میں عدمِ اختلاف جواز میں ہے۔ لہٰذا۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی عَلِیٍّ کہنا جائز ہے، مگر علی علیہ السلام کہنا ناجائز ہے، دونوں میں فرق یہ کہ وہ دعا ہے۔ یہ اعزاز ہے دعاءِ سلام سب کو جائز اعزازِ سلام صرف انبیاء و ملائکہ کو۔ پمفلٹ صفحہ ۱۵ پر تفسیر روح البیان کی ایک عبارت میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اُن میں حضرت مریم کا نام بھی لکھا گیا ہے۔ مگر یہ یا سہو ہے یا ملاوٹ ہے بہر کیف ناجائز و غلط ہے۔ اس سے دلیل پکڑنا اور اس کو صاحبِ تفسیر کی غلطی و چشم پوشی نہ سمجھنا انتہائی کم فہمی ہے۔ ایسی بچی باتیں عقلاً کو زیب نہیں

ہیں، دانشمندوں کی نظر میں یہی باتیں ابن الوقتی اور مطلب پرستی کہلاتی ہیں، بہارِ شریعت کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی صاحب روح البیان ہر جگہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا لکھتے ہیں اور کہیں بھی حضرت مریم میں اختلافی قول نقل نہ کیا، اور بہت جگہ صاف صاف لکھتے ہیں کہ انبیاء صرف مرد ہی ہوتے ہیں۔ مصنف صاحب کو چاہیئے کہ کتابوں کا بغور مطالعہ فرمایا کریں اور ذرا آگے پیچھے بھی دیکھ لیا کریں۔ پمفلٹ کے صفحہ ۱۷ پر پھر وہی ہیں نہ مانوں کی رٹ ہے کہ قرآن و حدیث میں علیہ السلام کہنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ ابنِ حجر مکیؒ بحوالہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ پانچ چیزوں میں اہلِ بیت نبی کریم کے مساوی ہیں۔ جواب۔ ہم نے پچھلا صفحہ حوالوں سے ثابت کر دیا کہ یہ مساوی ہونے کا کفریہ عقیدہ ہونا بھی شیعہ فرقے کی ابتدائی ایجادات میں سے ہے کوئی غیر نبی کسی نبی علیہ السّلام کے مساوی کسی بھی چیز میں نہیں ہو سکتا۔ مصنف صاحب نے تو وہ پانچ چیزیں نہ بتائیں مگر ہم نے بتا دیں ہیں فخر الدین رازی صاحب، یا ابنِ حجر صاحب کی کیا جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ سنی ہو کر شیعوں کی بدعقیدگیاں بلا تردید نقل کریں۔ اور سنیوں کے خلاف چلیں، اگر انہوں نے لکھا ہے تو یقیناً سیاق سباق میں اس مردود عقیدے کی تردید کر دی ہو گی۔ مصنف صاحب کو چاہیئے کہ کتابوں کو سیاق و سباق سے بھی پڑھ لیا کریں، اگر فخر الدینؒ رازی صاحب نے تردید نہیں کی تو ہم تردید کرتے ہیں کیونکہ فخر الدینؒ رازی فقیہِ اسلام نہیں ہیں ان کی باتیں مضبوط نہیں ہوتیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے ⁂ فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے
کارِ استدلالیاں چوبیں بُوَد ⁂ کارِ چوبیں سخت بے تمکین بُوَد

لہٰذا ثابت ہے کہ علیہ السّلام کہنا نہ قرآن و حدیث سے ثابت نہ فقہِ اسلام سے نہ کسی چیز میں مساوات ثابت۔ انبیاء علیہم بے مثل ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مساوی ہو سکے نہ ان کا کوئی مثل و نظیر ہو سکے۔ پمفلٹ صفحہ ۱۸ پر آل کا معنیٰ اولاد کیا ہے، جواب یہ ترجمہ قرآنِ مجید اور کلامِ الٰہی کے خلاف ہے آل کا معنیٰ اولاد نہیں بلکہ متبّع و مطیع ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ سورۃ ۲ آیت نمبر ۵۰ میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ۔ اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کر دیا۔ فرعون کی صرف اولاد کا غرق ہونا مراد نہیں بلکہ تمام متبعین مطیعین مراد ہیں آل کا معنیٰ صرف اولاد یا اہلِ بیت کرنا بھی قرآن و حدیث

کے خلاف اور شیعہ اختراع ہے۔ اگر کوئی نہیں مانتا تو اُسے چاہیئے کہ قرآن وحدیث کی عبارت النّص سے صریحی الفاظ دکھائے اِدھر اُدھر کے تڑے مڑے جھوٹے سچے حوالے دینے کی ضرورت نہیں یا اَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ سے اولاد کا مراد ہونا ثابت کرے،

پمفلٹ کے ص۲۳ پر لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں ابو محمد جوینی نے سلام کو بھی صلوٰۃ کے ساتھ منسلک کر دیا جس کو علماءِ محقّقین اور شاہ عبد العزیز تسلیم نہیں کرتے، جواب ابو محمد جوینی نے صلوٰۃ سے سلام کو منسلک نہیں کیا اُن پر غصّہ نہ اُتارئیے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا فرما کر صلوٰۃ سے سلام کو منسلک فرما دیا، یہی بات امام نوؤی شافعی نے شرح مسلم جلد اوّل کے ص۱۷۱ اور ص۲۴۶ پر لکھ کر فرمایا کہ صلوٰۃ وسلام دونوں ہی غیر نبی کے لیے مستقلاً ناجائز مزید وضاحت کرتے ہوئے صاف لکھا کہ عَلِی علیہ السّلام کہنا قطعًا ناجائز ہے۔ ہاں البتہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِیُّ کہنا جائز ہے، اِسی طرح اَلسَّلَامُ عَلٰى مَوْلٰى عَلِیٍّ بھی جائز ہے، دونوں میں فرق کی وضاحت پہلے چند بار کر دیگئی مصنّف صاحب نے اگر غصّہ کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ پر کریں یا اپنے سلف صالحین کی مثل قرآنِ مجید اور سورۃ لہب پر کرتے ہوئے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا کی آیت پر کریں۔ پمفلٹ کے ص۲۴ پر زید کے رسالے کے ص۳ کی عبارت تفسیر ابنِ کثیر سورۃِ احزاب کے ص۳۱۶ کے حوالے سے لکھی کہ خلیفۃُ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اپنے علاقہ کے لوگوں، اور مولویوں خطیبوں سے کہدینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لیے ہے اور عام مسلمانوں کے لیے اِس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔ (الخ) زید نے اس عبارتِ ابن کثیر سے یہ دلیل لی ہے کہ غیر نبی کے لیے علیہ الصّلوٰۃ اور علیہ السّلام، کہنے سے عمر بن رضؓ عبد العزیز نے تمام لوگوں کو منع کیا تھا، کچھ پہلے تاریخی حوالے سے ہم نے بھی اس کی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور ہم نے ثابت کیا ہے حضرت عمر رضؓ بن عبد العزیز رضؓ نے خارجی، رافضی ہر دو ٹولے کو منع فرمایا تھا، اور صاف فرمایا تھا کہ نہ امیر معاویہ علیہ السّلام کہنا جائز ہے نہ علی علیہ السّلام کہنا جائز دونوں ناجائز۔ مگر مصنّف صاحب کو زید کی اس دلیل پر اعتراض ہے چنانچہ پمفلٹ کے ص۲۵ پر لکھتے ہیں کہ یہ دلیل غلط ہے عمر بن عبد العزیز نے صلوٰۃ صرف اُموی حکمرانوں پر بند کرائی تھی نہ کہ اہلِ بیت پر بھی جو صلوٰۃ تھی اُس کو بھی اہل بیت

پر صلوٰۃ کو جو منع کیا تھا پھر ہم زید سے پوچھتے ہیں کہ عمر بن العزیز نے کہا تھا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لیے ہے، تو تم کلاں میں اہل بیت پر کیوں صلوٰۃ پڑھتے ہو۔ اس سے پہلے مصنف صاحب حضرت خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز کے منع کرنے کی وجہ لکھتے ہیں کہ اموی حکمرانوں نے علی و آل علی پر جمعہ کے خطبوں میں سب و شتم دگالی گلوچ) کرنے کا اپنے علماء سو کو حکم دیا تھا، نیز ان علماء سوء نے اموی حکمرانوں کی حمد و ثنا شروع کر دی تھی تب عمر بن عبد العزیز نے صرف اموی خلیفوں تقصا مین دو اعظین) کو منع کیا تھا۔ اہل بیت پر صلوٰۃ سے منع نہیں کیا تھا۔ جواب: جب کسی پر تعصب سے یک چشمی اور اعور یت کی پٹی بندھ جائے تو ایسی ہی یک طرفہ چشم پوشیاں ہوتی ہیں کیا عجیب بے انصافی ہے کہ مصنف کو اُمویوں کے خارجی ٹولے کی سب وشتم تو نظر آگئی جو اب صرف کتابی قصے کہانیاں بن گئیں۔ اب کسی کے کان یہ سب وشتم کے تبرّے نہیں سنتے، مگر مصنف صاحب کو شیعہ رافضی ٹولے کی وہ سب وشتم گالی گلوچ کے تبرّے نظر نہیں آئے جو آج بھی خلفاءِ راشدینِ ثلاثہ اور صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شانِ اقدس میں ہر شیعی رافضی محفل میں بکے جاتے ہیں، اور بکتے ہوئے سنے جاتے ہیں، مصنف صاحب نے تو توڑ موڑ کر کے زید کو جواب دیا۔ مگر یہ سب جواب حقیقت کے بالکل خلاف ہے حقیقت الحلیہ یہ ہے جب علوی رافضیوں نے اکابرِ صحابہ رضی پر سب وشتم اور تبرّا بازی شروع کی اور مولیٰ علی و اہلِ بیت کے لیے خلافِ قرآن و سنت علیہ السّلام کہنا شروع کیا تو اُموی خارجیوں نے انتقاماً و جواباً، اہلِ بیت کے لیے سب وشتم اور صحابہ کے لیے علیہ السّلام کہنا شروع کر دیا، اس دو طرفہ ناجائز طرزِ عمل سے اسلامی معاشرے میں عجیب مذہبی منافرت اور سخت ذہنی خلفشار پھیلنے لگا، تو اِسی چار سُو پھیلی ہڑبونگ کو ختم کرنے کے لیے خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے راہِ راست اور سخت قدم اٹھا کر دو طرفہ رافضیوں خارجیوں کی تبرّا بازی کو ختم فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دلائل سے سمجھاتے ہوئے صلوٰۃ یعنی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ یہ صرف نبیوں کے لیے ہے۔ یعنی غیر نبی کے لیے بولنا شرعاً جائز نہیں، اس ایک جملے نے پوری حقیقت واضح کر دی کہ عمر بن عبد العزیز کے نزدیک علیہ السّلام کہنا نہ علی و آلِ علی کے لیے جائز نہ اہلِ بیت کے لیے نہ ائمہ دوازدہ کے لیے نہ صحابہ کے لیے جائز، یہی اہلِ سنت کا عقیدہ و عمل ہے، جو صحابہ کرام سے عمر بن

عبدالعزیز تک اور عمر بن عبدالعزیز سے آج تک تمام سنی خواص و عوام میں جاری و ساری ہے مولیٰ تعالیٰ سنی عقیدہ و عمل کو تا قیامت قائم فرمائے، اور شیعوں رافضیوں ان کی ایجادات و علامات سے تمام مسلمانوں کو بچائے، اسی تبرے کی بنا پر ہی شیعوں کا نام تبرائی شیعہ رکھا گیا ہے، شیعہ لوگ تو ہر جگہ تھوڑے بہت موجود ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ خارجی ٹولہ ہمارے علاقوں میں نہیں ہے۔ مصنف صاحب اپنی ہر کمزوری یا شاہ عبدالعزیز صاحب کے سر تھوپ دیتے ہیں یا امام شافعی کے سر یہاں ص۲۵ پر بھی اپنی ایک غلط بات امام شافعی کے ذمے ڈالتے ہیں تاکہ سنی مرعوب ہو جائیں کوئی بول نہ سکے لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک اگر اہلِ بیت پر صلوٰۃ نماز میں نہ پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ نسبت بھی غلط ہے یہی وجہ ہے کہ نہ حوالہ نہ عبارت، اور بات بھی غلط ہے۔ حقیقتً بھی ایسا نہیں ہے، فقہ شافعی میں پورے درود شریف کے متعلق یہ مسئلہ ہے کیونکہ مسلک شافعی میں صلوٰۃ ابراہیمی پڑھنا واجب ہے، نیز نماز میں اہل بیت پر صلوٰۃ نہیں پڑھی جاتی بلکہ آل پر پڑھی جاتی ہے وہ بھی مستقل نہیں بلکہ بالتبع اور اس میں شیعہ سنی کا کوئی اختلاف نہیں، نماز میں وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہا جاتا ہے نہ کہ وَعَلٰی اہلِ بیتِ مُحَمَّدٍ یا اولادِ مُحَمَّدٍ نہ وَعَلٰی نَسْلِ مُحَمَّدٍ نہ وَعَلٰی عِتْرَۃِ مُحَمَّدٍ۔ اور آل کا معنیٰ بحکمِ قرآنی اہل بیت یا اولاد نہیں ہے۔ اس کی وضاحت پہلے کر دی گئی لہٰذا مصنف صاحب کا اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا درست نہیں پمفلٹ کے ص۲۶ پر بحوالہ تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص۸۶ لکھا ہے کہ صلوٰۃ وسلام انبیاء اور ملائکہ سے خاص نہیں نہ اس خصوصیت پر کوئی دلیل ہے، جواب۔ مصنف صاحب نے سیاق و سباق سے پوری عبارت نہیں لکھی بیچ کی مجمل عبارت لکھ کر دلیل بنالی یہ کوئی انصاف نہیں۔ اصل مسئلہ تفسیر روح المعانی والے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ دعائیہ صلوٰۃ وسلام میں انبیا و ملائکہ کی خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے تو جن لوگوں نے دعائیہ صلوٰۃ وسلام کو بھی غیر نبی کے لیے ناجائز مانا ہے صاحبِ معتمد ان کی تردید فرما رہے ہیں، لیکن تعظیم و اعزاز کے صیغوں لفظوں سے صلوٰۃ وسلام سب شوافع کے نزدیک بھی انبیاء و ملائکہ معصومین سے خاص ہے اور غیر نبی کے لیے سب شوافع کے نزدیک ناجائز ہے، جیسا کہ شرح نووی شافعی اور دیگر کتب فقہ شافعی میں تصریح و تفریق موجود ہے۔ اگر مصنف صاحب دعائیہ اور

جیسی امرازی التزام کی بازی کر کے ندجیبیں یا منصف اپنی بات بھانسنے کے لیے نظر انداز کر جائیں
قرآن میں جانا کیا قصہ. پمفلٹ صلا پر لکھا ہے۔ علیہ السلام کہنے میں اگرچہ شیعہ کی مشابہت
ہے مگر پھر بھی جائز ہے کیونکہ اچھی چیز میں مشابہت جائز ہے حوالے میں فتاویٰ عزیزی
اور تفسیر روح المعانی جزء ۲ صلا کا ذکر کرتے ہیں کہ امر خیر میں اہل بدعت کی مشابہت
مذموم نہیں صرف بُری چیزوں میں مشابہت منع ہے، اگر شیعہ نماز پڑھیں گے تو کیا ہم نماز
نہیں پڑھیں گے۔ نیز جب تشبیہ کا ارادہ ہو تب مشابہت منع ہے ورنہ نہیں، جواب،
مصنف صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر شیعہ نماز پڑھیں گے تو ہم نماز نہیں پڑھیں گے۔ ہاں
واقعی ہم شیعوں جیسی نماز نہیں پڑھیں گے بلکہ شیعوں جیسی اذان اُن کی مثل کلمہ بھی نہ پڑھیں گے
باطل کو باطل اور اہل بدعت مان کر پھر ان کی کسی عادت یا عبادت وعلامت کو اچھا کہنا
بھی گناہ اور باطل ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ ترجمہ
جو شخص جس قوم سے مشابہت بنائے (ارادۃً یا بلا ارادہ) وہ بروز قیامت ان میں سے
ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور تفسیر روح المعانی کی عبارتوں کا معنیٰ ہے دنیوی عام
باتوں میں مشابہت کرنا یہ اچھی باتوں میں جائز بُری باتوں میں منع وگناہ اور مَنْ تَشَبَّهَ والی
حدیث پاک میں دینی باتوں اور دینی مذہبی علامتوں میں مشابہت مراد ہے۔ مذہبی مشابہت
باطل سے حرام ہے دیکھو پگڑی عمامہ باندھنا اور داڑھی رکھنا اچھا بلکہ کارِ ثواب ہے
مگر سکھوں جیسی پگڑی اور داڑھی رکھنا حرام ہے۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے
داڑھیوں کو رنگو وَخَالِفُوا الْيَهُودَ۔ اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔ داڑھی سفید رہنے
دینا حرام نہیں لیکن یہودی علاقوں میں سفید رکھنا ممنوع ہے اگرچہ اُن کی مشابہت کا ارادہ
نہ ہو، کیونکہ سفید رکھنا یہودیوں کا شعار ہے۔ اسی طرح علیہ السّلام کہنا شیعہ روافض کی
ہی خلافِ شریعت ایجاد اور ان کی مذہبی نشانی ہے اس لیے بھی علی علیہ السّلام کہنا
ناجائز ہوا۔ دیکھو یا علی مدد کہنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ لیکن شیعوں نے اس کو اپنا سلامِ
ملاقات وَوِداع بنا لیا ہے لہٰذا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی جگہ کسی سُنّی مسلمان کا یا علی مدد کہنا حرام
ہوگا مصنف صاحب کی علمی پہنچ ابھی ان شرعی باریکیوں تک نہیں ہوئی، پمفلٹ کے
صلا پر لکھا ہے کہ ابن عباس کی اِس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔ جواب جی ہاں
بستر پر لیٹے لیٹے وہابیوں کی طرح پیٹھ دکھا کر بھاگنے کا یہ آسان راستہ ہے کہ جس

کا جواب نہ بن پڑے اس کو ضعیف کہد و مصنف صاحب کو چاہیئے تھا کہ ہر سند کا ضعف بطریقۂ اصولِ حدیث مدلّل محقّق ثابت کرتے ، نیز لفظ "لِینَہٗ" کہدینے سے ضعف ثابت نہیں ہوتا اور پھر کسی حدیث پاک کو فقہاءِ کرام کا قبول کر لینا اُس کے ضعف کو ختم کر دیتا ہے ، اس لیے کہ ضعف پیدا ہوتا ہے راوی کے ذہنی کمزوری وغیرہ کی وجہ سے اور سلسلۂ رواۃ کی درازی شروع ہوتی ہے محدثین کے زمانے میں ۔ لیکن جب فقہا نے اس حدیث کو لیا اس وقت وہ راوی پیدا بھی نہ ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہوئی ۔ تو پمفلٹ کے ص۲۹ پر ، آلِ لیٰسین پڑھنے کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مفسّرین کی ترجمہ وتشریح کرنے کو تاویل وتفسیر کہا جاتا ہے نہ کہ تحریف ، آگے مصنف صاحب سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ کو بگاڑ کر سَلَامٌ علی آلِ لیسین پڑھتے ہیں اور پھر اس کا معنیٰ کرتے ہیں ، سَلَامٌ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ۔ اور پھر اس شیعہ غلط بیانی میں ابن عباس ودیگر مفسّرین وَ علماء کو ملوث کرتے ہیں اور پھر اپنا کارنامہ بنا دیا کہ دیکھو ہم نے قرآن سے اہلِ بیت پر سلام کو ثابت کر دیا ۔ جواب میں کہتا ہوں کہ اس طرح کے دعائیہ سلام کو ثابت کرنے کے لیے اتنے لمبے چوڑے تانے بانے بننے اور آیتِ قرآنیہ کو بگاڑنے کی ضرورت کیا ہے ۔ اس طرح کے دعائیہ سلام میں تو کسی کا آپ سے اختلاف نہیں ویسے ہی کہدو کہ سَلَامٌ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ، ہم سب بھی اِس کے جواز میں آپ کے ساتھ ہیں اختلاف تو فقط سلام تعظیمی کے جملے علیہ السّلام میں ہے ۔ اس کے جواز کا ثبوت آپ ابھی تک ایک بھی نہ دکھا سکے ۔ نہ علی علیہ السّلام کہنے کا ثبوت ملا نہ حسین علیہ السّلام رہا اِلْیَاسِیْنَ کو بگاڑ کر آلِ لیٰسین کرنا ، یہ صرف تحریفِ لفظی ومعنوی ہی نہیں بلکہ بچگانہ حرکت بھی ہے نہ ابنِ عبّاس ایسا کر سکتے ہیں نہ کوئی ادنیٰ عالِم بھی اس لیے کہ اِلْیَاس ایک نبی علیہ السّلام کا اسمِ مقدّس ہے عبرانی لغت کا لفظ ہے ۔ عبرانی میں بہت سے الفاظ دو طرح پڑھے جاتے ہیں ۔ مثلاً جبرئیل اور جبریل میکائیل ومیکال ، ابراہیم ابراھام ، اسی طرح اِلْیَاس اور اِلیاسین ایک ہی شخص کا نام مقدّس ہے ۔ نہ یہ جمع ہے نہ تثنیہ بلکہ ایک ہی واحد لفظ ہے ۔ تمام علماءِ مفسّرین اور اہلِ عقل یہی فرماتے ہیں ۔ مگر بعض بے عقل شیعوں نے یہاں بھی بگاڑ پیدا کرنے کی ناجائز وبیفائدہ کوشش کی اِس بگاڑ کو تلاوت وکتابتِ قرآن مجید میں تو شامل نہ کر سکے اَلبتّہ اپنی کتابوں اپنی رسالچوں پمفلٹوں کو ملوث کر لیا اور پھر کسی بگاڑ کو مولیٰ علی رضؓ کی طرف منسوب کر دیا اور کسی کو ابنِ عباسؓ

کی طرف بھی کیا امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف، حالانکہ ان بزرگوں کے دامن اس
لت و تکبیر سے اکیلا اور تخریب سے بری ہیں۔ اس تخریب کاری کی بناوٹ اس
طرح ہوئی کہ لفظ لیٰسٓ میں علماء امت کے دو نظریئے ہیں ۱۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ
حروف مقطعات میں سے ہے۔ حروف مقطعات کے کل چودہ عدد ہیں اور سب
ہی کسی نہ کسی سورۃ کا پہلا لفظ ہیں۔ جیسے طرح الٓمٓ اور الٓرٰ۔ اسی طرح لیٰسٓ، وہ بھی اوّلِ
سورۃ مقطعات کی جگہ اور بھی ان کی تحریر بھی الف، مد سے اس کی بھی کھڑی زبر دالف
اور مد سے ۔ یہ ہے کہ ایک قول مع دلیل۔ ۲۔ بعض علما فرماتے ہیں لیٰسٓ حروفِ مقطعات
میں سے نہیں بلکہ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ندائیہ خطاب ہے یا حرفِ ندا
اور سین لفظِ سید کا مخفف، سید نبی پاک کا لقب اس کا معنیٰ ہے سردارِ انبیاء اس
قول کی دلیل یہ ہے کہ بعد میں اِنَّکَ، ہے اس لیے یا سے خطاب درست ہے اس
قول کا سہارا لے کر شیعوں کو تخریب کاری کا موقعہ مل گیا۔ انہوں نے بنا دیا کہ لیٰسین نبی کریم
کا نام ہے اور پھر ان کی نظر سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۳۰ پر پڑ گئی سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ
بس موقعہ ہاتھ آگیا بات بنے نہ بنے تخریب کے لیے ہاتھ پاؤں تو مارتے ہیں۔ ایک ہی
موقعہ ملا ہے نفسِ امارہ نے سمجھایا ہے، ابلیس نے وسوسایا ہے، بدعقیدگی کے مجنّت
خبطِ نے کسمایا ہے۔ کیوں ہاتھ سے جانیں دیں آیت بگڑتی ہے تو بگڑے، فوراً، اِلْ
کو آل بنایا سین کو محمد بنایا، اور کہدیا، آلِ محمد پھر مشہور کر دیا کہ دیکھو قرآن نے آلِ محمد پر
سلام کہا ہے تو ہم کیوں نہ کہیں بلکہ ہم تو اللہ رسول اور قرآن سے بھی آگے بڑھ کر، سلامٌ علیٰ
کا دعائیہ جملہ نہیں بلکہ علیہ السّلام کا تعظیمی و اعزازی جملہ بولیں گے اور گھر بیٹھے ایسے
کچے گھروندوں سے دلیلیں بنائیں گے۔ کہ سَلٰمٌ علیٰ سے علیہ السّلام کا جواز نکال کر خوشی
سے بغلیں بجائیں گے۔ اہل عقل نے سمجھایا بھی کہ اے بے عقلو، اتنی مشکل سے اتنا دراز تانہ
بانہ بُننے کے باوجود بات تمہاری پھر بھی نہیں بنتی تم نے اِلْ یَاسِیْن کو آلِ یٰسین کو آلِ محمد بنایا
پھر آلِ محمد کو اہل بیتِ محمد بنایا، پھر اہل بیتِ محمد کو اولادِ محمد میں مخصوص کیا اتنی پھیر پھرا
کر اپنی ناک پکڑی اور علی علیہ السّلام کے جواز کے عقیدوں کا شوشہ چھوڑا۔ حالانکہ یہ تین وجہ
سے غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ لفظِ لیٰسٓ، دوسرے قول کو مانو تب بھی یہ جملہ ندائیہ ہے
اور جملہ ندائیہ مضاف نہیں ہو سکتا۔ آلِ محمد آلِ حسین، آلِ علی تو کہا جا سکتا ہے آل یا محمد

آل یا حسین آلِ یا علی نہیں کہا جا سکتا، یہ کہنا بچگانہ حماقت ہے، دوسری وجہ، آلِ محمد کا بھی وہ ہی معنیٰ ہے جو آلِ فرعون کا ہے، یہی معنیٰ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں نہ قرآن مجید نے آل بمعنی اہلِ بیت کئے اور اہلِ بیت بمعنیٰ صرف اولاد کئے نہ حدیثِ پاک نے آل کا معنیٰ اہلِ بیت یا اولاد یا نسل یا عترت کئے۔ آپ لوگ خلافِ قرآن وحدیث یہ کھینچا تانی کیوں کرتے ہو کیا اپنی جگ ھنسائی و مذاق بازی ضرور کرانی ہے، تیسری وجہ یہ کہ سَلَامٌ علیٰ فلاں اور علیہ السّلام میں بڑا فرق ہے، وہ دعا ہے یہ اعزاز ہے۔ وہ اوّل ہے یہ آخر ہے، وہ متفقاً ہر ایک کے لیے جائز یہ متفقاً غیر نبی کے لیے ناجائز، انبیاؑ و ملائکہ کے لیے مخصوص پمفلٹ کے صٓ۲۲ پر لکھا ہے کہ ہم جب اِس مسئلہ پر تفصیلی کلام کریں گے تو اِس کے جواز کے ثبوت پر حوالجات کے انبار لگا دیں گے۔

جواب: یہ انتہائی ابلیبی متکبرانہ جملہ ہے، کیونکہ مصنف صاحب نے حکمِ قرآنی و طریقۂ ایمانی اور شیوۂ مسلمانی کو ترک کرتے ہوئے انشاءَ اللہ تعالیٰ نہ کہا، ابلیس نے بھی جب کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں بھٹکاوں گا تو اُس نے بھی انشاءاللہ نہ کہا تھا، میں کہتا ہوں کہ ثبوتوں کے انبار لگانے کی ضرورت کیا ہے۔ ایک مومن متقی کے لیے تو نبوت کی زبانِ اقدس کا ایک لفظ ہی کافی یقینی مضبوط ثبوت ہے بشرطیکہ صاف صریحی عبارۃُ النّص کا ہو جیسا کہ لفظِ علیہ السّلام جبرئیل علیہ السّلام اور عیسٰی علیہ السّلام کے لیے زبانِ نبوت سے ہم نے بحوالہ کتبِ صحاح ستّہ سے ثابت کیا، مصنف صاحب کو چاہئے کہ بالکل اسی طرح صاف و صریح علی علیہ السّلام یا کسی اہل بیت کے لیے علیہ السّلام زبانِ نبوی یا عملِ صحابہ و اہلِ بیت سے ثابت کریں تو سب جھگڑا ہی ختم ہو جائے، ایسے انبار کا کیا فائدہ جو ایک جھٹکے سے بکھر جائے اسی صٓ۲۲ سے صٓ۲۵ تک مصنف صاحب نے مشتے نمونہ از انبارے میں سے انیس ۱۹ عدد ثبوت پیش فرمائے آیئے ان کی کیفیت و حیثیت دیکھتے ہیں، خود مصنف صاحب کو تو ان پر بڑا ناز محسوس ہوتا ہے۔ ۱ لکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ (سورۃ بقرہ آیت ۱۵۷)، ۲ لکھتے ہیں۔ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِھِمۡ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمۡ وَتُزَکِّیۡھِمۡ بِھَا وَصَلِّ عَلَیۡھِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمۡ (سورۃِ توبہ آیت ۱۰۳)، ۳ لکھتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ

مصنف نے سورۂ احزاب آیت ۴۳ لکھتے ہیں۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ۔
سورۂ صافات آیت ۱۳۰ لکھتے ہیں۔ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت
۱۳۰) مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ ان پانچ آیتوں سے غیر نبی بلکہ صرف اہلِ بیت کے لیے
علیہ السلام کہنا جائز ثابت ہوگیا ہے۔ اسی پر جناب محترم غالباً پھولے سما رہے ہیں۔
جواب: ان آیات سے مصنف صاحب کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان سب آیتوں
میں صلوٰۃ دعائیہ مراد ہے جب کہ علیہ السلام کہنا سلامِ تعظیمی ہے۔ صلوٰۃِ دعائیہ
میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے۔ اکثر و جمہوریت کا موقف و مسلک یہ ہے کہ صلوٰۃ
دعائیہ کے لفظوں سے علماء کو جائز نہیں کہ کسی کو دعا دیں۔ لہٰذا عام مسلمانوں کو یہ کہنا
جائز نہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی الصَّحَابَۃِ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَھْلِ بَیْتٍ۔ کہیں صرف
اللہ تعالیٰ فرما سکتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ۔ اور صَلِّ عَلَیْھِمْ
اور ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بھی فرما سکتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰٓی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی، اور نبی پاک ہی صرف یہ فرما
سکتے ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلٰی زَوْجِکِ، کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
کو رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ صَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ
ہم کو اسی طرح کہنا جائز نہیں ہم کو صرف یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کا حکم ہے۔ یہی وجہ
ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کبھی کسی صحابہ یا کسی اہل بیت نے کسی کو کبھی
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلٰی زَوْجِکِ نہ کہا۔ نہ کبھی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰٓی اٰلِ فلاں یا علی
فلاں کہا۔ اس مسلک میں صلوٰۃ کے الفاظ سے دعا دینی بھی انبیا سے خاص اور
تعظیمی صلوٰۃ یعنی بھی انبیا سے خاص ہے۔ بعض لوگوں کا موقف ہے کہ صلوٰۃ کے لفظوں
سے غیر نبی کو دعا دینی ہر مسلمان کو جائز ہے۔ یعنی ہر مسلمان کہہ سکتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی
مَوْلٰی عَلِیٍّ۔ اور کہہ سکتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتٍ یا عَلَی الصَّحَابَۃِ علامہ ابن حجر
اس اختلاف میں چھ قول بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے جائز کہا کسی نے حرام کہا، وغیرہ وغیرہ
ناجائز کہنے والے جمہور علما ہیں اس لیے وہ مسلک مضبوط ہے اور اس لیے کہ کسی صحابی
تابعی، تبع تابعی یا اہلِ بیت کے عمل سے ثابت نہیں کسی غیر نبی کے لیے دعائیہ صلوٰۃ
کہنا بھی۔ اور جن لوگوں نے دعائیہ صلوٰۃ کو غیر نبی کے لیے جائز مانا ہے۔ ان میں بقول

مصنف ۱ صواعق محرقہ ۲ شبیر احمد عثمانی دیوبندی ۳ امام بخاری ۴ علامہ بدر الدین صاحب عمدۃ القاری ۵ ابو داؤد ۶ تفسیر روح المعانی ۷ تعلیق محمود فخر الحسن گنگوہی وہابی ۸ بنا بیع المودۃ (مناظرہ اسلام علامہ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ بنا بیع غالی تبرائی شیعہ کتاب ہے) ۹ صاحب معلم الاصول ۱۰ فتاویٰ عزیزی ۱۱ مصنف تاریخ نواب ۱۲ علامہ ابن عبد البر مصنف کتاب تمہید جلد ۱۷ یہ مندرجہ بالا بارہ حضرات فرماتے ہیں کہ غیر نبی خصوصاً اہلِ بیت پر مستقلاً صلوٰۃ کی دعا دینا جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃ۔ اور ایک بار دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی اور ایک بار ایک عورت کی عرض پر اس کو دعا دی تھی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلٰی زَوْجِکِ۔ اور ملائکہ قبر میں حشر میں مومن کو کہیں گے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی جَسَدِکَ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ملائکہ علیہم السلام، اس طرح دعا دے سکتے ہیں تو آج ہم کیوں نہیں کہہ سکتے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ مسلک بھی کمزور ہے اور یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس لیے دعاءِ صلوٰۃ دیتے تھے کہ آپ کو صَلِّ عَلَیْھِمْ کا حکم الٰہی تھا۔ ہم کو یہ حکم نہیں ہے۔ ہم کو صرف صَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ کا حکم ہے لہٰذا ہم کو اپنی حدود میں رہنا چاہیئے، اپنی حدود سے نکل کر اللہ رسول کے مقابل و مخالف نہیں آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کو بہتر جانتا ہے، کہ اُس ذاتِ باری نے نبی کریم کو صَلِّ عَلَیْھِمْ کا حکم عطا فرمایا، اور ہم کو صرف صَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ کا۔ اگر صَلِّ عَلَیْھِمْ کا حکم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت نہ ہوتی تو صحابہ کرام بھی آپس میں ایک دوسرے کو اَللّٰھُمَّ صَلِّ۔ یا صلی اللہ علیہ کہا کرتے مگر ایسا کہیں ثابت نہیں اگر مصنف صاحب کو اہل بیت کے لیے کہنے اور کہلوانے کا شوق ہے تو پہلے عملِ صحابہ یا عملِ اہل بیت سے ثبوت دکھائیں۔ رہا ملائکہ کا یہ دعا کرنا وہ قبر و حشر میں ہوگا نہ کہ دنیا میں یہ تھے مصنف محترم کے دلائل اور ان کا تردیدی جواب۔ یہ دلائل بھی صرف دعاءِ صلوٰۃ کے لیے ہیں اس سے علی علیہ السلام کہنا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تعظیم و اعزاز کا جملہ ہے نہ کہ دعا کا، اور تعظیمی صلوٰۃ و سلام صرف انبیاء کے لیے ہے خلاصہ یہ کہ صلوٰۃ دعائیہ میں اختلاف ہے اکثریت ناجائز کہتی ہے۔ مگر صلوٰۃِ تعظیمی، سلام تعظیمی، سلام دعائی

میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جملہ فقہا کا متفقہ مسلک ہے کہ غیر نبی کے لیے صلوٰۃِ تعظیمی اور سلامِ تعظیمی کے الفاظ بولنا جائز نہیں بلکہ گناہ و بدعت ہے۔ اسی لیے نہ تعلیمِ قرآنی سے ثابت نہ تعلیمِ نبوی نہ عملِ صحابہ کہ اہلِ بیت سے ثابت علیہ السلام کہنا سلامِ تعظیمی ہے۔ اگر مصنف صاحب بارے اپنی توضیح کے بعد بھی اپنے علیہ السلام غیر نبی کے لیے کہنے کے موقف پر مُصر ہوں تو ان کو چاہیے کہ قرآن و حدیث و عملِ صحابہ کی عبارۃ النص سے حوالہ پیش فرمائیں صلوٰۃِ دعائیہ اور سلامِ دعائیہ کے حوالوں اور ثبوتوں سے علیہ السلام کے جواز ثابت نہیں ہو سکتے سلامِ دعائیہ میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے ہم دن رات عِندَ المُلَاقَات وَفِی اَلتَّحِیَّات السلام علیکم اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا کہتے ہیں۔ لہٰذا اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَۃَ بھی جائز اور اَلسَّلَامُ علیٰ مولیٰ علی وحسن وحسین بھی جائز۔ اس پر علیہ السلام کو قیاس نہیں کر سکتے۔ اور بلا دلیل بلا ثبوت ضد کرنا اہلِ سنت علما کا شیوہ نہیں بلکہ جہلاءِ روافض کا طریقہ ہے، ثبوتوں کے انبار لگانے کی بھی ضرورت نہیں صرف قرآن وحدیث وعملِ صحابہ یا عملِ اہلِ بیت سے فقط ایک ایک ثبوت پیش فرما دو جس میں صاف علی علیہ السلام کے الفاظ کا جواز یا استعمال ظاہر ہو جیسا کہ ہم نے جبریل علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے الفاظ زبانِ نبوی سے ثابت کر دکھائے وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ سائل نے اپنے اس استفتا میں دوسری بات سیّدزادی کے نکاح کے بارے اِن مصنف کی دیگر کتب کے حوالے سے ان کا موقف بیان کرتے ہوئے اصل مسئلہ اور سنی حنفی مسلک پوچھا ہے اور اُمِّ کلثوم بنتِ مولیٰ علی کا نکاح فاروقِ اعظم سے ہونا حقیقتِ واقعی ہے یا نہیں۔ مصنف مذکور تین وجہ سے اس نکاح کا انکار کرتے ہیں۔

جواب: سیدزادی کے نکاح اور نکاحِ بنتِ علی کے ثبوت میں بہت عرصہ پہلے ہم نے ایک فتویٰ جاری کیا تھا اُس کو منگا کر مطالعہ فرمائیں۔ ہم یہاں مصنف مذکور کے انکار کی تین وجہ کا جواب عرض کرتے ہیں۔ مصنف صاحب کا یہ فرمانا کہ نکاح اُمِّ کلثوم میں بہت سی مختلف روایتیں ہیں جن میں یکسانیت نہیں ہے اس لیے یہ نکاح ہوا نہیں یہ توجیہ بہت کمزور اور لغو ہے۔ اگر اس طرح حقیقتوں کا انکار کیا جائے تو پھر ہزاروں حقیقتوں کا انکار کرنا پڑے گا اسلام کی کونسی چیز ہے جس میں دشمن تخریب کاروں نے اختلافات کی بھرمار نہیں کی شریعت میں طریقت میں، عبادت، تلاوت، قرأتوں میں

تاریخوں میں یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ مَوْلٰی عَلِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَکَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ۔ کی ولادت وفات، جیسے وفات، سب میں کثیر اختلافات و مختلف روایات کسی میں کوئی یکسانیت نہیں۔ امام زین العابدین کی بیٹیوں کے بارے میں بے شمار اختلافات تو خود مصنف صاحب نے بھی بیان کئے ہیں مگر ان اختلافات کی وجہ سے انکارِ حقیقت تو نہیں کیا جا سکتا نہ انہوں نے کیا، تو پھر یہاں نکاحِ اُمِّ کلثوم و فاروق کے انکار کے لیے روایتوں کی یکسانیت نہ ہونے کا بہانہ کیوں تراشا گیا، اور اُمِّ کلثوم کو شانِ فاروقی میں بدتمیز کیوں بنایا گیا۔ اہلِ تحقیق تو انھیں کانٹوں میں سے پھول نکال لیتے ہیں اور اختلافات کی خرابیت میں سے حقیقت نکھار لیتے ہیں بشرطیکہ طبیعت حقیقت پسند ہو، مصنف صاحب کے انکارِ نکاح کی دوسری وجہ بھی غلط اور کمزور ہے یعنی چونکہ فاروقِ اعظم کے پیغامِ نکاح دینے پر مولیٰ علی نے فرمایا کہ اُمِّ کلثوم چھوٹی ہے۔ مصنف صاحب کہتے ہیں کہ مولیٰ علی کی اس بات سے انکارِ علی ثابت ہوا، لہٰذا یہ نکاح نہیں ہوا، جواب مصنف صاحب کا یہ ذاتی اندازہ اور تخمینہ ہے ورنہ حقیقت اِس کے خلاف ہے حقیقتًا نکاح ہوا، اور مولیٰ علی کا یہ کہنا کہ یہ چھوٹی ہے اسلام میں یہ کوئی عذر نہیں۔ عائشہ صدیقہ بھی چھوٹی عمر کی تھیں، سیدہ اُمِّ کلثوم کی عمر پیغامِ فاروقی کے وقت صحیح قول کے مطابق دس سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو پندرہ سال تھی، اوّلًا واقعی مولیٰ علی نے یہ عذر پیش کیا مگر جب فاروقِ نے وجہِ نکاح بتائی تو مولیٰ علی نے پیغام قبول فرما لیا اور کچھ عرصے بعد بڑی محفل بلا کر نکاح کر دیا اس محفلِ نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ مولیٰ علی کے دوسرے بھائی بھی شریک ہوئے تھے۔ مصنف صاحب کے انکار کی تیسری وجہ بھی غلط ہے وہ یہ کہ پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دینا ناجائز ہے۔ لہٰذا فاروقِ اعظم یہ ناجائز پیغام کس طرح دے سکتے تھے جواب یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ پیغامِ فاروقی سے پہلے سیدہ اُمِّ کلثوم رض بنتِ علی رض کے لیے کسی کا پیغامِ نکاح نہیں آیا تھا، صرف مولا علی کا اپنا ذاتی ارادہ تھا کہ میں اُمِّ کلثوم کا نکاح اپنے بھتیجے عون ابن جعفر سے کروں، اور بیٹی کے والد کا ذاتی قلبی ارادہ پیغامِ نکاح نہیں ہو سکتا بہرکیف یہ نکاح تاریخی واقعاتی حقیقت ہے۔ بستر پر لیٹے لیٹے کسی کے ذاتی اندازہ کی توڑ موڑ سے حقیقت مسخ نہیں ہو سکتی۔ سائل کا نمبر ۳ سوال کہ مصنف صاحب نے اپنی کتاب کے حصہ چہارم میں ص۱۵۱ پر لکھا ہے کہ مولیٰ علی کے علم کا پلہ سب صحابہ پر بھاری تھا اسی لیے

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ۔ ترجمہ، علی زیادہ بڑے قاضی ہیں تم سب سے قاضی حقیقی آخر ہیں ایک بار فرمایا۔ عَلِیٌّ اَقْضَانَا۔ پھر ایک بار فرمایا لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ ترجمہ، علی ہم سے بڑے قاضی ہیں، پھر فرمایا۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ جب عبداللہ ابن مسعود نے ایک بار فرمایا۔ اَفْرَضُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ اَقْضَاهَا عَلِیٌّ ابْنُ اَبِیْ طَالِب۔ ترجمہ، اہل مدینہ میں علم فرائض کا ماہر اور اس علم میں سب سے اچھے اور بہتر فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ اِنَّهٗ اَعْلَمُ مَنْ بَقِیَ بِالسُّنَّةِ۔ ترجمہ، بے شک جو لوگ اب زندہ موجود ہیں ان میں سنت نبوی کو سب سے زیادہ جاننے والے اب علی ہیں۔ یعنی اس وقت اہل سنت کے سب سے بڑے عالم علی مرتضیٰ ہیں۔ نیز ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ اجلہ صحابہ نے حضرت علی سے مسائل پوچھے ہیں۔ لیکن حضرت علی نے صحابہ سے پوچھا ہو ایسی مثال نہیں ملتی۔ ایک بار خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ مَا اَجِدُ فِیْهَا اِلَّا مَا قَالَ عَلِیٌّ۔ ترجمہ، نہیں پاتا ہوں میں اس فیصلے میں کچھ علم مگر وہی جو کہا علی نے۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا الْحِكْمَةَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم اہل بیت میں حکمت ودیعت فرمائی۔ ان دو روایتوں کے متعلق بہت سے علما فرماتے ہیں کہ بناوٹی ہیں اسی لیے نہ مصنف صاحب نے ان کا کوئی حوالہ لکھا نہ ہم کو تلاش بسیار کے باوجود یہ روایتیں کہیں نظر آئیں غالباً روافض کی منگھڑت ہیں۔ متناً بھی غلط معلوم ہوتی ہیں، بہرکیف مصنف محترم نے ان تمام عبارتوں سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مولیٰ علی کا علم صدیق و فاروق و عثمان غنی سے زیادہ تھا اور یہ کہ علی نے کبھی کوئی مسئلہ یا فیصلہ کسی سے نہ پوچھا، اور یہ کہ مولیٰ علی کے فیصلے سے کبھی کسی صحابی کا فیصلہ اچھا نہ تھا، جواب مصنف صاحب کی یہ سب باتیں غلط اور ان کے دلائل کمزور ہیں۔ چار وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تین نعمتیں عطا فرمائیں افضیلت کی، اکرمیت کی، اشرفیت کی افضیلت علم سے ملی اکرمیت عمل سے ملی اور اشرفیت خاندان (قومیت اور قبیلہ برادری) سے۔ یہ بات متفقاً تمام مسلمان مانتے ہیں کہ خلافت کی ترتیب افضیلت کی بنا پر ہے تمام مخلوق میں صحابہ کرام افضل اور تمام صحابہ میں چار خلفاء راشدین اور چاروں خلفا میں اَفْضَلُ الْخَلْقِ

بعد الانبیاء و المرسلین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت ۲۲ میں صدیق اکبر کو اُولُوا الفضل فرمایا۔ یعنی افضیلت والا، اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آخری حیاتِ طیبہ میں اپنا مصلّٰی و امامت صدیق اکبر کے حوالے کرتے ہوئے اپنے بعد امامت کا حق دار صدیق اکبر کو قرار دیا اور بحکم شریعت امام المسلمین وہی نامزد ہو سکتا ہے جو سب میں زیادہ علم والا ہو۔ ثابت ہوا کہ علم کا پلّہ چاروں خلفا میں صدیق اکبر کا بھاری ہے نہ کہ علی مرتضیٰ شیرِ خدا کا ہے۔ نیز جب سنِ اسلامی مقرر کرنے کا مشورہ ہوا تو مولیٰ علی کی رائے صائب اور مناسب نہ تھی کسی نے قبول نہ کی بلکہ صحابہ نے مختلف وجوہ بیان کر کے نامنظور کر دی مولیٰ علی نے بھی اُن اعتراضی وجوہ کو تسلیم کیا۔ اُس وقت فاروق اعظم کی رائے سب نے پسند فرمائی سب سے پہلے خود مولیٰ علی نے ہی اُٹھ کر فاروقِ اعظم کی تائید فرماتے ہوئے فرمایا کہ فاروقِ اعظم کی رائے سنِ اسلامی کے بارے میں بالکل درست اور ہر اعتبار سے مناسب ہے جیسا کہ الفاروق جلدِ دوم شبلی صفحہ ۴۶ تاریخِ طبری، تاریخ ابن جوزی بابِ حیاۃ فاروقِ اعظم صفحہ ۱۰۱ مواہبِ لدنیہ جلدِ اوّل صفحہ ۲۵۲، اور علامہ جبلہ سہیلی کی کتاب الروض الانف جلد دوم صفحہ ۲۴۹ پر لکھا ہے۔ ثابت ہوا کہ مولیٰ علی کے بہت سے فیصلے خود مولیٰ علی کی نظر میں بھی افضاءِ صحابہ نہ تھے، بہت دفعہ ویسے دیگر صحابہ کے فیصلوں کو ترجیح ہوتی تھی خاص کر جنگی فتوحات اور اسلامی جہادوں کے منصوبے، یا احکاماتِ عدل کے فیصلے، اور تعزیرات کے فیصلے اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ مولیٰ علی نے کبھی کسی سے نہیں پوچھا دیگر اجلّہ صحابہ نے حضرت علی سے مسائل پوچھے۔ اس لیے کہ خود مولیٰ علی نے اِس بات کو تسلیم کیا ہے چنانچہ ایک بار کسی نے عرض کیا یا مولیٰ علی اس کی کیا وجہ کہ پہلے تین خلفا کے عہدِ سلطنت میں فتوحاتِ اسلامیہ بہت ہوئیں مگر آپ کے زمانے میں خانہ جنگی ہی ہوتی رہی۔ اسلامی فتوحات بند ہو گئیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ اِس کی ایک وجہ یہ کہ اُن کے ہم مشیر تھے ہمارے تم مشیر ہو۔ ثابت ہوا کہ مولیٰ علی کے بھی مشیر ہوتے تھے۔ آپ اُن سے پوچھا کرتے تھے اور پوچھ کر عمل کرتے تھے۔ عبد اللہ ابنِ عباس مولیٰ علی کے مشیرِ تفسیر تھے، عبد اللہ ابن مسعود مشیرِ فقہ اور امام حسن ابن علی مشیرِ قضا تھے۔ چنانچہ اِن ہی مصنف صاحب کی کتاب جلد پنجم صفحہ ۲۸۳ پر ہے کہ ایک بار مولیٰ علی نے ایک مجرم قاتل پر آپ نے قصاص کا فیصلہ فرما دیا اتنے میں ایک دوسرا شخص دوڑا آیا اس نے بھی اقبال و اقرارِ جرم کیا تب مولیٰ علی نے اس دو

طرف امیر المومنین نے امام حسن سے پوچھا کہ اب کیا فیصلہ کیا جائے حضرت امام حسن نے ایسا شاندار فیصلہ کیا کہ مولی علی نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ اگر امام حسن بروقت یہ فیصلہ نہ سناتے اور مولی علی اپنے فیصلے کے مطابق بے گناہ کو قتل کرا دیتے تو ساری عمر یقیناً پچھتاتے لہٰذا امام حسن کا یہ فیصلہ بالکل ایسا ہی ہوا کہ مولا علی زبانِ حال سے فرما رہے تھے لَوْلَا حَسَنٌ لَهَلَكَ عَلِيٌّ۔ اب اس فیصلے کی وجہ سے کوئی شخص اگر یہ کہے کہ امام حسن کا علمی پلہ حضرت علی پر بھاری تھا تو ہم کہیں گے کہ غلط ہے۔ اسی طرح اگر ایک بار حضرت علی کے اچھے فیصلہ کو سن کر حضرت فاروقِ اعظم نے زبانِ قال سے فرما دیا کہ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ تو یہ قول فاروقِ اعظم کی مشفقانہ دلجوئی ہے۔ جیسے کہ بڑے بزرگ آدمی چھوٹوں کی دلجوئی کے لیے ایسے مشفقانہ الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ تو ان مشفقانہ کلمات سے نہ واقعتاً مولی علی کا علمی پلہ بھاری ہوا نہ ہی مولی علی کے دل میں کبھی ان دلجوئیوں سے فخر آیا۔ امام حسن کا فیصلہ سن کر اگر مولا علی۔ لَوْلَا حَسَنٌ لَهَلَكَ عَلِيٌّ زبانِ قال سے فرما دیتے تو یہ بھی ایک مشفقانہ دلجوئی ہی ہوتی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا۔ اَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ اور فاروقِ اعظم کا فرمانا اَقْضَانَا عَلِيٌّ اور اُمّ المؤمنین حضرت صدیقہ کا فرمانا۔ اِنَّهٗ اَعْلَمُ مَنْ بَقِيَ۔ وغیرہ وغیرہ ان تمام فرمودات کے تین مقصد ہو سکتے ہیں ۱۔ یا ان اقوالِ مبارکہ کا مقصد محض مشفقانہ دلجوئی ہے نہ کہ واقعتاً حقیقتاً، جیسا کہ استادِ مشفق اپنے شاگردِ لائق سے خوش ہو کر فرما دیتا ہے کہ تمہاری باتیں تو بہت اچھی سب سے شاندار ہیں۔ ایک بار صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شاگرد حضرت حکیم الامت بدایونی علیہ الرحمۃ کی مہارتِ علمِ فرائض (علمِ میراث) کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ بھئی تم علمِ میراث کے امام ہو، تمہاری مہارت تو ہم سے بڑھ گئی، تو یہ صرف مشفقانہ دلجوئی اور آئندہ کے لیے اور محنت و لگن کی ترغیب دلانا تھی، بس سمجھ لو کہ اَقْضَاكُمْ و اَقْضَانَا۔ اسی قسم کی مشفقانہ دلجوئی و ترغیب و تلقین ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرتِ صدیقہ کا فرمان۔ اِنَّهٗ اَعْلَمُ مَنْ بَقِيَ بِالسُّنَّةِ یہ الفاظ تو صاف بتا رہے ہیں کہ علی سب سے بڑے عالم نہیں بلکہ مَنْ بَقِيَ سے بڑے عالم ہیں یہ کلام خلفاءِ ثلاثہ کے بعد ارشاد فرمایا گیا۔ ۲۔ اور یا ان کلاموں سے علمی قابلیت میں سب سے زیادہ ہونا مراد نہیں بلکہ بعض فنون میں مہارت مراد ہے، یہ ایک خدا داد صلاحیت اور ذاتی محنت و لگن ہمت انہماک اور بار بار کے تجربے سے پیدا ہونے والی فنکاری ہے۔ جیسے کہ علم میں حضرت داؤد علیہ السلام

زیادہ تھے مگر فیصلہ کرنے کی مہارت اور صلاحیت رب تعالیٰ نے سلیمان علیہ السّلام کو زیادہ عطا فرمائی تھی۔ ایسی فنکاریاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں تقسیم فرمائی ہوئی ہیں۔ مثلاً صدیقِ اکبر میں موقعہ شناسی اور منشاءِ الٰہی سمجھنے کا ملکہ مہارت وصلاحیت سب صحابہ سے زیادہ فاروقِ اعظم کا عدل مشہور رہا ہے۔ عثمانِ غنی میں فراستِ مومن کی مہارت سب میں زیادہ اور مولیٰ علی میں عدالتِ اسلامیہ کا قاضی بننے کی صلاحیت سب میں زیادہ، یہی وجہ ہے کہ زبانِ نبوّت نے اَقْضَاکُمْ اور زبان فاروقی نے اَقْضَانَا فرمایا نہ کہ اَعْلَمُکُمْ وَ اَعْلَمُنَا۔ یعنی علی مرتضیٰ تم میں۔ ہم میں سب سے بڑے قاضی بننے کی مہارت رکھتے ہیں۔ اگرچہ علم میں سب سے بڑے نہیں۔ یہی معنیٰ ہے عبداللہ بن مسعود کے فرمانِ عالی کا کہ اَفْرَضُ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَ اَقْضَاھَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔ یعنی اہلِ مدینہ میں سب سے بڑے قاضی اور علمِ میراث کے مسائل حل وتقسیم کرنے میں ماہر علی بن ابی طالب ہیں۔ مقصد یہ کہ عالمِ میراث وقضا تو سب صحابہ ہیں مگر مہارت سب میں زیادہ علیِ مرتضیٰ کو ہے، ماہر اور غیر ماہر میں فرق یہ ہے کہ جس مسئلے کو غیر ماہر دیر میں حل کرے۔ اس کو ماہر جلدی اور فوراً حل کر لیتا ہے۔ تیسرا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے بندوں میں علوم تقسیم فرمائے ہیں کسی کو علمِ صنعت کسی کو منطق کسی کو فلسفہ کسی کو فنِ تقریر کسی کو فنِ تدریس، کسی کو فتویٰ نویسی کسی کو جادو بیانی، کسی کو شیریں کلامی وغیرہ صحابہ کرام میں فنِ تقریر فصاحتِ کلام بلاغتِ لسان میں سب سے زیادہ ماہر صدیقِ اکبر، فتوحاتِ اسلامیہ اور جنگی طریقوں میں سب سے زیادہ ماہر فاروقِ اعظم شیریں کلامی اور قلبی تدابیر وتدبرِ قرآنی میں سب سے زیادہ ماہر عثمانِ غنی شمشیر زنی میں سب سے زیادہ ماہر سیف اللہ خالد بن ولید اور فقہی مسائل میں مولیٰ علی سب میں زیادہ ماہر۔ اسی لیے عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں، اِذَا حَدَّثَنَا ثِقَۃٌ عَنْ عَلِیٍّ اَلْفُتْیَا لَا نَعْدُوْھَا۔ ترجمہ، جب کوئی ثقہ شخص ہمیں بتا دے کہ مولیٰ علی کا فلاں فقہی بات میں یہ فتویٰ ہے تو ہم اس کے بعد مزید تحقیق وتفتیش نہیں کرتے (ان ہی مصنّف صاحب کی کتاب جلد چہارم ص۱۵۱) اس عبارت سے بھی مطلقاً ہر علم میں پلّہ بھاری ہونا مراد نہیں، بلکہ صرف فقہی مسائل کی مہارت مراد ہے۔ علّامہ شامی فتاویٰ جلد اول ص۴۶ پر فرماتے ہیں کہ علمِ فقہ میں مولیٰ علی رض اور عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام و درجہ اور پلّہ برابر ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ قَوْلُہٗ۔ اَلْفِقْہُ زَرَعَہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ۔ اَیْ اَوَّلُ مَنْ تَکَلَّمَ بِاسْتِنْبَاطِ فُرُوْعِہٖ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلصَّحَابِیُّ الْجَلِیْلُ اَحَدُ السَّابِقِیْنَ وَ اَئِمَّۃِ التَّحْقِیْقِ

[illegible] ... رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال
النووی فی التہذیب وعن مسروق انہ قال انتہی علم الصحابۃ الی ستۃ
عمر وعلی وابی وزید وابی الدرداء وابن مسعود ثم انتہی علم الستۃ
الی علی وعبداللہ ابن مسعود۔ ترجمہ، فتاوی درِمختار کا فرمانا کہ علم فقہ کو
[illegible] اس کا معنی یہ ہے کہ پہلے وہ شخص جس نے قرآن و
حدیث سے [illegible] کے کلام کا آغاز فرمایا وہ عبداللہ ابن مسعود تھے جلیل الشان
[illegible] صحابہ میں سے ایک تھے اور غزوۂ بدر کے شرکا میں سے تھے تمام صحابہ میں سے
[illegible] فاروقِ اعظم سے پہلے اسلام لائے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
امام نووی نے اپنی کتاب التہذیب میں فرمایا کہ، اور حضرت مسروق سے روایت ہے آپنے فرمایا
تمام صحابہ کرام کا علم فقہ منتہی ہوتا ہے چھ صحابہ تک ۱ فاروقِ اعظم ۲ مولیٰ علی ۳ ابی بن کعب
۴ زید ۵ حضرت ابی درداء ۶ عبداللہ ابن مسعود پھر ان کا علم فقہ منتہی ہوتا ہے دو میں ۱ علی مرتضیٰ ۲ اور عبداللہ ابن مسعود تک یعنی
فقہ تو سب صحابہ کرام کے مگر ماہرین فقہ یہ چھ حضرات ہیں اور ان چھ میں سے بھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی مہارت زیادہ ہے ثابت ہوا کہ مہارت فقہی میں مولیٰ علی اور عبداللہ
ابن مسعود کا پلہ برابر ہے۔ لیکن صدیق اکبر کی شان ہر علم میں ہر صحابی سے زیادہ ہے، صرف
مہارت میں تقسیم ہیں اور تقسیم الٰہی دو وجہ سے ہوئی پہلی یہ کہ تاکہ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ
کا مظاہرہ ہوتا رہے نہ کوئی اپنے آپ کو سب سے بڑا عالِم سمجھے اور نہ کسی کا کوئی جھوٹا
سچا عقیدت مند محبت مفرط اپنے امام کا علمی پلہ سب سے بھاری سمجھے دوم یہ کہ تاکہ ہر
شخص دنیا وآخرت کے کاموں میں ایک دوسرے کا محتاج رہے نہ اپنی ذات پر مغرور
ہو نہ نسل، نسب صنعت پر بدین وجہ لوگوں کے دنیوی علم ونسب کے غرور کو توڑنے کے لیے
فتاوی شامی جلد اوّل ص۳۸ پر ہے کہ مولیٰ علی نے اپنے دیوان میں فرمایا کہ نسب ونسل پر فخر
مت کرو کیونکہ اصل چیز شرعی علم ہے نہ کہ کفویت۔ خلاصہ یہ کہ مولیٰ علی کا پلہ خلفاءِ ثلاثہ
پر بھاری نہ تھا بلکہ خلفاءِ ثلاثہ سے کم اور فقہاءِ صحابہ کے برابر تھا ہاں البتہ باقی تمام صحابہ
سے زیادہ تھا۔ لہٰذا مصنف صاحب کا کہنا کہ سب پر بھاری تھا غلط اور خلافِ حقیقت
ہے اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مولیٰ نے کبھی کسی سے مسئلہ نہیں پوچھا۔ بہت سے
گھریلو مسائل آپنے عائشہ صدیقہ سے پوچھے خاص کر عورتوں کے مسائل کے فیصلہ کرتے

وقت اور امام حسن سے بہت سے اہم فیصلے پوچھے اس کا تو خود مصنف صاحب کو بھی اقرار ہے
سائل نے چوتھی بات یہ پوچھی ہے مصنف صاحب نے اپنی کتاب کی جلد پنجم کے ۲۹۲ پر لکھا
ہے کہ امام حسن بھی خلفاءِ راشدین میں سے تھے اور اس کی دلیل میں دو حوالے نقل کرتے ہیں پہلا
ہدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص۱۶ کا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ
ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یُصِیْرُ مُلْکًا عَضُوْضًا۔ اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ میرے بعد تیس سال
خلافت رہے گی اور اس کے بعد کٹھ کھنی بادشاہت آجائے گی، دوسرا حوالہ حافظ ابن کثیر کا۔
لکھتے ہیں کہ۔ اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا۔ یعنی میرے بعد
خلافت تیس ۳۰ سال ہوگی پھر بادشاہۃ ہوگی پھر مصنف صاحب حساب لگاتے ہوئے لکھتے ہیں
کہ ابوبکر صدیق کی خلافت کی مدت ۲ سال تین ماہ عمر فاروق کی خلافت، دس سال چھ ماہ ہوئی
عثمانِ غنی کی خلافت چند دن کم بارہ سال ہوئی۔ علی شیرِ خدا کی خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہوئی پھر امام
حسن کی خلافت چھ ماہ اور کچھ دن رہی۔ مصنف صاحب کا دعویٰ ہے کہ اگر امام حسن کو خلافت
راشدہ میں شامل نہ کیا جائے تو تیس ۳۰ سال پورے ہی نہیں ہوتے کیا مصنف صاحب کا یہ
حساب اور یہ بات درست ہے ہم نے تو اب تک یہی سنا تھا کہ خلافتِ راشدہ صرف
خلفاءِ اربعہ کی ہے۔ جواب، مصنف صاحب کی یہ بات اور یہ حساب قطعًا غلط اور لغو ہے
دو وجہ سے، پہلی وجہ یہ کہ مصنف صاحب کا حساب غلط ہے۔ مصنف صاحب نے تو
اپنے حساب کا حوالہ مکمل نہیں لکھا۔ مگر ہم نے تین کتابوں سے یہ حساب جمع کیا ہے ۱۔ اکمال
فی اسماء الرجال ۲۔ تاریخ الخلفاء، عربی بیروت ۳۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، خلافتِ صدیقی
کی مدت دو سال آٹھ ماہ۔ خلافتِ فاروقی کی مدت دس سال چھ ماہ چار دن، خلافتِ
عثمانی کی مدت بارہ سال تین ماہ، خلافتِ حیدری علوی کی مدت چار سال آٹھ ماہ پندرہ
دن۔ کل مجموعہ اٹھائیس سال پچیس ماہ اُنیس دن۔ یعنی تیس ۳۰ سال ایک ماہ ۱۹ دن حضرت
امام حسن کی خلافت اس کے بعد شروع ہوئی، مولیٰ علی شہید ہوئے اکیس ۲۱ رمضان ۴۰ھ اسی
دن امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور آپ نے سولہ جمادی الاول ۴۱ھ میں اپنی خلافت چھوڑ دی امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے، اس حساب سے آپ کی خلافت اکیس ۲۱ رمضان سے شروع ہو کر سولہ جمادی الاولیٰ
کو ختم ہوئی، شوال، ذیقعد، ذی الحج، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الآخر یہ سات
ماہ پورے، نو ۹ دن رمضان کے، پندرہ دن جمادی الاول کے کل ۲۴ دن لہٰذا خلافۃ حسن کی

کل مدت سائنہ ماہ چوبیس دن ہوئی، اور خلفاءِ راشدین کی مدت صرف تیس سال ہونی چاہیئے ایک ماہ ۹ دن کی زیادتی تیس حساب میں باقی نہیں رہتی، خلافتِ حسنی ان تیس سال میں کسی طرح شامل نہیں ہوسکتی نہ شمسی حساب سے نہ قمری حساب سے لہٰذا امام حسن خلافتِ راشدہ میں شامل نہیں، مصنف صاحب بلاوجہ دخل اندازی نہ فرمائیں مصنف صاحب کی بات غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام میں وفاتُ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دو قسم کی خلافتیں قائم ہوئیں۔ پہلی خلافتِ راشدہ اور دوسری خلافتِ مطلقہ، خلافتِ راشدہ کی تعداد چار[۴] ہے قرآن مجید کی اشارۃ النص سے ثابت ہے۔ اور خلافتِ مطلقہ کی تعداد بارہ[۱۲] عدد احادیث متعددہ کی عبارۃ النص سے ثابت ہے۔ خلافتِ راشدہ کو خود رب تعالیٰ نے قائم و معین مقرر مرتب فرمایا۔ لیکن خلافتِ مطلقہ کو عام مسلمانوں نے قائم فرمایا۔ خلافتِ راشدہ کے پہلے خلیفہ صدیق اکبر اور آخری علی مرتضیٰ خلافتِ مطلقہ کے پہلے خلیفہ امام حسن بن علی بن ابی طالب، دوسرے ولید بن یزید بن عبدالملک تیسرے عبداللہ بن زبیر چوتھے زید بن حسن بن علی، پانچویں عمر بن عبدالعزیز وغیرہ وغیرہ اور آخری خلیفۂ مطلق امام مہدیؓ قریبِ قیامت۔ خلافتِ راشدہ کی امتیازی شان ونشان یہ ہے کہ کسی بھی خلیفہ راشدہ کو تا عمر یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی خلافت کو چھوڑے اور کسی کے حق میں دست بردار ہو جائے، ہر خلیفۂ راشد پر واجب ہے کہ تا وفات خلافت خود نہ چھوڑے اگرچہ جان جاتی رہے اور قتل کر دیا جائے، ورنہ وہ خلیفہ گنا ہگار عند اللہ مجرم ہوگا، کیونکہ یہ خلافتِ راشدہ رب تعالیٰ کا تقرر و ترتیب ہے اگر امام حسنؓ بھی خلیفہ راشدین میں سے ہوتے تو کچھ بھی ہو جاتا کتنی ہی خونریزی قتلِ عام ہوتا ہرگز ہرگز نہ چھوڑتے نہ امیر معاویہ رضؓ کو حکومت دیتے نہ وظیفہ پاکر گوشہ نشین دست بردار ہوتے۔ امام حسن کا یہ عملی اقدام ثابت کر رہا ہے کہ آپ کی خلافت مطلقہ تھی راشدہ نہ تھی ہماری ان پانچ باتوں کے دلائل حسب ذیل ہیں۔ پہلی دلیل، سورۂ نور آیت ۵۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے تم تمام اُن ایمان والوں سے وعدہ کیا ہوا ہے جو ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بھی کرتے رہیں یہ کہ البتہ ضرور ضرور اُن کو زمین میں اللہ تعالیٰ خود خلیفہ بنائے گا جیسے اِن خلفاءِ مسلمین سے پہلے زمانوں میں رب تعالیٰ نے خود کچھ خلیفے بنائے تھے۔ اِس آیتِ پاک سے تین باتیں

ثابت ہوئیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اِن مسلمانوں میں مسلمانوں کے لیے خلیفہ خود مقرر فرمائے دوم یہ کہ خلیفہ ایک نہیں بلکہ جمع ہیں، سوم یہ کہ، یہ خلفا اپنی تعداد میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ہیں۔ یعنی سابقہ امتوں کی تعداد کے برابر اور قرآنِ مجید کی آیت سے واضح طور پر چار خلفاءِ عظام کا ذکر ملتا ہے ۱ آدم علیہ السّلام ۲ نوح علیہ السّلام ۳ داؤد علیہ السّلام ۴ سلیمان علیہ السلام۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۳۰ میں ہے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اس میں خلافتِ آدم علیہ السلام کا ذکر ہے اور سورۃ اعراف آیت ۶۹ میں ہے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ ترجمہ اور اے بنی اسرائیل اُس نعمت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے خلیفے بنائے اُمّتِ نوح کے بعد، اس میں یہ بتایا گیا کہ نوح علیہ السّلام اپنی قوم میں واحد مکمل دین دنیا کی ذمہ داری والے خلیفۃ اللہ تھے مگر اُن کے بعد میں یک وقت بہت سے خلیفے ہر ہر قوم میں بنائے جاتے رہے یہ زمین میں خلیفۂ دوم تھے، سورۃ ص آیت ۲۶ میں ہے۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ۔ یہ خلیفہ سوئم تھے، سورۃ نمل آیت ۱۶ میں ہے وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ ترجمہ داؤد علیہ السّلام کے بعد وفات اُن کی خلافتِ تامّہ کے وارث ہوئے سلیمان علیہ السّلام، یہ چہارم تھے خلیفہ مستقل تام ہر دین دنیوی ذمہ داری والے یعنی آدم علیہ السّلام مستقل مکمل خلیفہ پھر نوح علیہ السّلام اپنی پوری قوم میں مستقل مکمل دینی دنیوی امور میں خلیفۃ اللہ پھر داؤد علیہ السّلام اپنے وقت میں پوری قوم کے خلیفہ مکمل دینی دنیوی امور میں، پھر سلیمان علیہ السّلام اپنی اُمت کے پورے مکمل خلیفہ دیگر انبیاء خلیفۃ اللہ تھے مگر فقط دینی مگر دنیوی امور علیحدہ بادشاہوں کے سپرد ہوتے تھے سورۃ نور آیت ۵۵ میں کَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ میں تعدادِ خلفا اور مدارج و مراتبِ خلفا دونوں کی مثلیت اور برابری بیان فرمائی گئی، کہ وہ چار تو یہ بھی چار، وہ مستقل دین دنیا میں ذمہ دار تو یہ چاروں بھی دینی مبلغ دنیوی سلطنت میں حاکم مطلق نہ وہاں کوئی پانچ نہ یہاں کوئی پانچواں بخلاف دیگر انبیاء کے ایک ایک وقت میں صرف اپنی اپنی اُمتوں کے نبی، اور اُن کے بادشاہ بھی الگ غیر نبی، اسی طرح اِن چاروں خلیفوں کے بعد خلافت و ملوکیت بٹتی ہی چلی گئی۔ خلافتِ راشدہ کے زمانوں میں پوری امت کا ایک خلیفہ وہی امام وہی سلطان وہی امیر المومنین، مگر اِن کے بعد امت ایک مگر گروہ دو کوئی خلافتِ مطلقہ کے جھنڈے تلے کوئی

...کے جو حضرت علی ... آیت کے ماننے تین باتیں بتائیں۔ خلفاءِ راشدین کی تعداد
... اور عثمان ... دوسری دلیل، ابن ماجہ باب فضل عثمان رض ص۱۱ پر ہے حَدَّثَنَا عَلِیُّ
... مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا عُثْمَانُ اِنْ وَلَّاكَ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ يَوْمًا فَاَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ
اَنْ تَخْلَعَ قَمِيْصَكَ الَّذِيْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ فَلَا تَخْلَعْهُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ۔ ترجمہ: حضرت علی بن محمد تابعی رض نے ہم کو حدیث سنائی کہ مروی ہے ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ سے انہوں نے فرمایا کہ آقاءِ کائنات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے عثمان اگر (یقیناً) تجھ کو اللہ تعالیٰ والی وحاکم بنائے
اس اُمت کے امور دینی و دنیوی کا کسی زمانے میں تو اگر منافقوں نے ارادہ کیا کہ تمہاری
قمیصِ خلافت تم سے اتروالیں جو اللہ نے تم کو پہنائی ہے، تو خبردار ہرگز نہ اتارنا، یہ حکم
حضرت عثمانِ غنی کو تقریباً تین بار فرمایا۔ (الخ) اسی حکم پر عمل کرتے ہوئے عثمانِ غنی نے شہادت
کا ... قبول کر لیا مگر کسی کے کہنے سے خلافت نہ چھوڑی، کیونکہ یہ رب تعالیٰ کی دی ہوئی
خلافتِ راشدہ تھی۔ اگر امامِ حسنؑ کی خلافت بھی راشدہ ہوتی تو آپ بھی کبھی نہ چھوڑتے
یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو بھی منع فرما دیتے کہ خبردار اے امام تم بھی یہ
خلافت نہ چھوڑنا نہ کسی کو دینا، مگر نہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ امامِ حسنؑ کی خلافت راشدہ نہ
تھی نہ مطلقہ تھی۔ تیسری دلیل، بخاری، مسلم، ابو داؤد جلدِ دوم ص۲۳۲ اور مشکوٰۃ باب
مناقبِ قریش فصل اوّل ص۵۵۱ پر ہے۔ وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم۔ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰى
اِثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (الخ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ ترجمہ: ابن
سمرہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ یہ اُمت و دین
اسلام خوب غالب رہے گا بارہ۱۲ خلیفوں کے زمانوں تک وہ تمام خلیفے قریش قبیلے
سے ہوں گے۔ اس حدیث پاک میں خلافتِ مطلقہ کا ذکر ہے، ہماری اتنی کثیر دلیلوں
کے بعد اب بھی کوئی ضد کرے تو ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ ۵ سائل نے پوچھا
ہے کہ مصنف صاحب نے اپنی کتاب کی جلدِ پنجم کے ص۲۱۳ پر لکھا ہے کہ ۱ سب میں
پہلے مولیٰ علی مسلمان ہوئے، ابوبکر سے بھی پہلے ابوبکر صدیق صرف اپنی قوم یعنی باہر کے

آدمیوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ ۲ اور ایمان لانے کے وقت مولیٰ علی کی عمر سولہ (۱۶)
سال تھی ۳ اور یہ کہ حضرت علی بھی حضور کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ حضرت ابو طالب چونکہ کثیر العیال
تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا اور
آپ نے اپنے زیرِ سایہ حضرت علی کی پرورش وتربیت فرمائی۔ کیا یہ باتیں درست ہیں۔

جواب۔ مصنف صاحب کی یہ تینوں باتیں عقل علم اور تاریخ کے خلاف ہے لہٰذا غلط ہیں
تاریخی اعتبار سے ناقابلِ تسخیر یہ حقیقت ہے کہ تمام انسانوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق
مسلمان ہوئے پھر دو دن بعد خدیجۃ الکبریٰ، پھر تین دن بعد علیِ مرتضیٰ، مولیٰ علی نبی کریم کے
پاس نہیں رہتے تھے اپنے والد کی تا حیات وہ اپنے والد ابوطالب کے گھر ہی رہتے رہے
کہیں ثابت نہیں کہ خدیجۃ الکبریٰ نے علیِ مرتضیٰ کو گود لیا ہو، اور ایمان لانے کے وقت حضرت
علی کی عمر دس (۱۰) سال تھی سولہ (۱۶) سال کہنا غلط ہے۔ مصنف صاحب کی اسبات کو ہم مصنف صاحب
کی کتاب سے ہی غلط ثابت کر دینگے، انشاء اللہ تعالیٰ تاریخی واقعہ اس طرح کہ جب غارِ حرا
میں پہلی وحی نازل ہوئی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم گھر تشریف لائے جلالِ کلام سے آپ کو بخار ہو گیا، حضرت خدیجہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی راہب عیسائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں جنہوں
آپ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کرتے ہوئے بشارت سنائی، پھر دوسرے دن
سورۃ قلم کا نزول ہوا پھر دو دن بعد سورۃ مزمل شریف کا نزول ہوا، پھر ایک دن نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمبل شریف اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے تقریبًا چاشت کا وقت تھا
تو سورۃ مدثر کی ابتدائی چند آیت کا نزول ہوا۔ یہ سورۃ نزول میں چوتھی ہے اس میں
حکم دیا گیا کہ قُمْ فَاَنْذِرْ، اُٹھئے اور بلا امتیاز ہر قوم کو کفر اور عذابِ کفر سے ڈرائیے اور
تبلیغِ اسلام فرمائیے، تب آپ فورًا اُٹھے وضو فرمایا اور کوہِ صفا پر تشریف لے گئے
وہاں آپ نے چار سو آواز دے کر لوگوں کو بلایا جب کثیر لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے پہلی
تبلیغ تبشیر وانذار سے فرمائی جب آپ اس تبلیغ سے فارغ ہوئے تو ابوبکر صدیق
وہیں کوہِ صفا پر ہی سب کے سامنے عَلَی الْاِعْلَان مسلمان ہو گئے۔ از تاریخ اسلام
جلدِ اول صفحہ ۲۰، اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ تاریخ ابنِ خلدون جلد دوم پھر نبی کریم گھر تشریف
لائے، اور حضرت خدیجہ کو تمام قصہ تبلیغ اور مخالفتِ قریش و بنی ہاشم و سردارانِ مکہ کی

تھا نبوت کا اظہار فرمایا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ بھی مسلمان ہو گئیں، پھر تبلیغ اسلام کا چرچہ
سن کر مولا علی جو اس وقت تقریباً دس سال کے طفل فرزند تھے حاضر بارگاہ ہوئے اور مسلمان
ہو گئے مگر چند ماہ تک اپنا اسلام چھپائے رکھا لیکن چند بعض مورخین لکھتے ہیں کہ چھ سال
تک چھپائے رکھا جب آپ تیرہ سال کے ہو گئے اور سورۃ الشعرآء نازل ہوئی جس کی آیت
مبارکہ ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ ترجمہ: اے نبی اپنے قریبی رشتے داروں
کو ڈر سنائیں یعنی تبلیغ اسلام فرمائیں۔ تب آپ نے مولا علی سے فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو
اور تمام بنو ہاشم کو دعوت دو تیسرے دن سب بنی ہاشم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کے گھر اقدس پر دعوت میں شامل ہوئے کھانا کھانے کے بعد نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ مجھے اپنے اہلِ قرابت کو تبلیغِ اسلام کا حکم ہوا ہے
تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کے دین میں میری مدد کرے گا۔ ان میں صرف مولا علی کھڑے
ہوئے اور عرض کیا میں آپ کا ساتھ دوں گا، آپ نے دوبارہ پھر سب سے پوچھا تو دوبارہ
پھر صرف علیِ مرتضیٰ اٹھا بولے آپ نے تین بار پوچھا تینوں بار مولا علی ہی بولے باقیوں نے
تیسری بار کہا ہمیں سوچنے کا موقعہ دیا جائے محفل برخاست ہو گئی اُس دن مولا علی نے
سب کے سامنے اپنے دینِ اسلام کا اظہار فرمایا اس سے پہلے صرف نبی کریم اور خدیجۃ الکبریٰ
اور سیدہ زینب بنت النبی کو آپ کے اسلام کا پتہ تھا امام محدث خیثمہ بن سلیمانِ حافظ الحدیث
اور امام دار قطنی اور امام محدث محبُ الدین طبری نے اپنی اپنی سُنن و مسند میں روایت فرمایا۔

عَنْ حَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ
اِلٰی اَرْبَعٍ لَمْ اُوْتَ هُنَّ. سَبَقَنِیْ اِلٰی اِفْشَآءِ الْاِسْلَامِ. وَقَدَّمَ الْهِجْرَةَ
وَمُصَاحَبَتَهٗ فِی الْغَارِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاَنَا یُؤْمِنُ بِالشِّعْبِ هُوَ یَظْهَرُ
اِسْلَامَهٗ وَاَخْفِیْهِ. ترجمہ: امام حسن سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مولیٰ
علی نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ابوبکر سبقت لے گئے مجھ سے چار چیزوں کی طرف وہ چار
چیزیں میں نہ دیا گیا ۱ پہل کی انہوں نے مجھ سے اپنا اسلام ظاہر کرنے میں ۲ اور انہوں
نے ہجرت میں پہل کی۔ اور اُن کو مصاحبت ملی غار میں ۳ اور انہوں نے ظاہر ظہور نماز
قائم فرمائی ۴ اور میں اُن دنوں شعب یعنی شعبِ ابی طالب میں رہائش رکھتا تھا، (اپنے
آبائی گھر میں) تو ابوبکر اپنا اسلام ہر جگہ ظاہر کرتے پھرتے تھے اور میں (اہلِ خاندان کی؟ ؟

سے غالبًا چھوٹا ہونے کی وجہ سے) چھپاتا پھرتا تھا۔ روایتوں میں آتا ہے مولیٰ علی بچپن میں شرمیلے بہت رہتے تھے۔ یہ اِخفا غالبًا یقینًا شرمیلے پن کی وجہ سے تھی۔ امام قسطلانی مواھب لدنیہ جلد اوّل ص۱۱۱ پر لکھتے ہیں۔ اَوَّلُ ذَکَرٍ اَسْلَمَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَھُوَ صَبِیٌّ لَمْ یَبْلُغِ الْحُلُمَ وَکَانَ مُسْتَخْفِیًا بِاِسْلَامِہٖ وَاَوَّلُ عَرَبِیٍّ بَالِغٍ اَسْلَمَ وَاَظْھَرَ اِسْلَامَہٗ اَبُوْبَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ تاریخی اعتبار سے بھی مصنف صاحب کی یہ بات کہ مولیٰ علی کی عمر بوقتِ اسلام لانے کے ۔ سولہ برس کی تھی غلط ہے اس لیے کہ اِس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ مولیٰ علی ترلیسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے چنانچہ خود مصنف صاحب اپنی کتاب کے حصّہ پنجم ص۲۶۲ پر فرماتے ہیں۔ آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی۔ مولیٰ علی کی ولادت میں چار قول ہیں ۱۔ صحیح قول یہ ہے کہ سنہ ۳۰ میلادی ماہِ رجب کی تیرہ ۱۳ بروز جمعہ، در دَرِزہ طواف کرتے ہوئے اٹھا۔ آپ کی والدہ طواف چھوڑ کر گھر تشریف لے گئیں جو کوہِ صفا کے قریب ہی تھا وہاں علیِّ مرتضیٰ کی ولادت ہوئی بالکل اسی سال اسی ماہ چھ رجب کو بروز جمعہ سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی بعثت کے سال سیدہ زینب اور مولیٰ علی کی عمر دس دس ۱۰ سال تھیں بچیوں میں سب سے پہلے سیدہ زینبؓ بچوں میں مولیٰ علی رضؓ، عورتوں میں خدیجہ رضؓ الکبریٰ تمام انسانوں میں صدیق اکبر سب سے پہلے مسلمان ہوئے ۲۔ بعض نے لکھا کہ سنہ ۲۵ میلادی ولادتِ علی ہوئی ۳۔ بعض نے سنہ ۲۴ میلادی لکھا ۴۔ بعض نے سنہ ۲۲ میلادی لکھا، اس حساب سے علی الترتیب بعثت و تبلیغ اسلام کے وقت مولیٰ علی کی عمر ۱۔ دس ۱۰ سال ۲۔ پندرہ ۱۵ سال ۳۔ سولہ ۱۶ سال ۴۔ اٹھارہ سال بنتی ہے، لیکن پہلا اس لیے صحیح ہے کہ اگر سنہ ۳۰ میلادی ولادت مانی جائے تب ہی آپ کی عمر تِرلیسٹھ سال بن سکتی ہے، یعنی بعثتِ نبوی کے وقت ۱۰ سال ہجرتِ نبوی کے وقت بیس ۲۰ سال وفاتُ النبی کے وقت ۳۳ سال، پھر تیس ۳۰ سال خلافتِ راشدہ کے ترلیسٹھ سال اور دہر منیر ص۶۵ پر تو اور بھی عمر کم لکھی ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مولیٰ علی کی عمر ستّرہ ۱۷ برس کی تھی انہوں نے تو پانچ سال اور کم کر دئیے اُن کے حساب سے سنہ ۳۵ میلادی میں ولادتِ علی بنتی ہے اور بعثت کے وقت ۵ سال عمر بنتی ہے۔ بہر کیف مصنف صاحب کا قول اور باقی سب اقوال غلط ہیں اصلیت کے خلاف ہیں۔ سائل نے اپنی کتاب جلد اوّل ص۱۷۱ اور جلد سوم ص۲۳۲ پر لکھا ہے کہ سیدّ اگر چہ بد عقیدہ اور بد عمل ہو تب بھی نسبتِ رسول اللہ

کیا ... [illegible] ... جائے گا اس کے دلائل میں کسی شیخ محمد صبان مصری کی کسی
کتاب ... [illegible] ... اور مدینہ منورہ کے کسی سید رافضی سے حکایت لکھتے ہیں
کہ وہ رافضی سید ... [illegible] ... کے خلاف تعصب رکھتا تھا، دلیل دوم میں اسعاف الراغبین
صفحہ ۱۲۶ ... [illegible] ... اگر سید کافر ہو تب بھی اس کا احترام بوجہ نسبت رسول کرنا لازم
... [illegible] ... کا گناہ ہے اور بدعقیدگی کفر ہے اگر سید عقیدۃً
... [illegible] ... کے خلاف ہے مگر صرف آوارہ بدمعاش بے نمازی یا
... [illegible] ... اس کی تذلیل حرام ہے مگر جرائم کی شرعی سزا یا عبرت کی تعزیری سزا
... [illegible] ... یا محض ذلت نہ کی جائے گی اسی طرح استاد اپنے سید شاگرد
کو ... [illegible] ... قابلِ تعلیم و تعریف بنانے کے لیے ضرور سزا دے
لیکن وہ سید جو بدعقیدگی کے کفر میں چلا گیا اس کو کافر نہ سمجھنا بذاتِ خود کفر ہے، جو بدعقیدہ
سید کو بدعقیدہ نہ سمجھے وہ خود کافر ہے، سید کے کافر ہو جانے سے اس کی نسبتِ رسول
ختم ہو گئی اب وہ نسلِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہ رہا یہاں تک کہ اپنے والد والدہ
اور بھائی بہنوں کا بھی وارث و قرابت دار قوم قبیلے والا نہ رہا کیونکہ قرآنِ و حدیث کا صاف
حکم ہے کہ دین کی تبدیلی سے اہلیت و قرابت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کی کفریہ بدعقیدگی والے
کو سید کہنا ہی منع ہے مصنف صاحب کے یہ حوالے سب فضول اور قرآن و حدیث کے خلاف
ہیں۔ محمد صبان مصری ایک نامعلوم مجہول انسان ہے۔ اسی طرح اسعاف الراغبین بھی کسی تبرائی
شیعہ کی تصنیف لگتی ہے مہرِ منیر کے مؤلف کو اسی قسم کے شیعہ نوازی اقوال نے مشکوک بنا
دیا۔ یہ لغو اور جھوٹے حوالے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ بعض لوگوں کی فطرت ہوتی ہے کہ
اپنے ایک جھوٹ کو بچانے کے لیے کئی جھوٹ لوٹنے بناتے چلے جاتے ہیں، ان مصنف صاحب
کو بھی اپنے اس کفریہ جھوٹ کو بچانے کے لیے کئی جھوٹ بنانے پڑے۔ یہاں دو حوالے
بنائے اپنی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲۶ پر سورۃ تَبَّتۡ یَدَا کی کفریہ گستاخی لکھ ڈالی، اور جلد چہارم
کے صفحہ ۱۵۲ پر سورۃ ہود کی آیت ۴۵ وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ
کو بگاڑ کر۔ اِنَّ ابۡنَھَا مِنۡ اَہۡلِیۡ۔ بنایا، اور اس بگاڑ کا الزام و بہتان مولیٰ علی
پر لگایا کہ مولیٰ علی کی قرأت یہ ہے وہ اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ مصنف صاحب محترم
اور ان کے لواحقین نے محض شیعہ روافض کو خوش کرنے کے لیے آنکھوں پر پٹی باندھ کر آیت

کو تو یک قلم بگاڑ دیا مگر ذرا تدبر نہ فرمایا کہ اس ذرہ بھر تخریب کاری سے کتنے بزرگوں کی شانِ اقدس میں گستاخی سرزد ہو گئی وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ اور تم لوگوں کو شعور بھی نہ ہو سکا۔ پہلی گستاخی یہ کہ بقانونِ علمِ نحو ضمیر لانے کے لیے یہ شرط لازمی ہے کہ اُس ضمیر کا مرجع موجود ہو ۲ اور ذکرِ مرجع قبل اِضمار ہو تا کہ اِضمار قبل الذکر ۳ اگر مرجع مذکور نہ ہو تو مرجع کا قرینہ موجود ہو جیسے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ یہاں اوّل آخرہٗ ضمیر کے مرجع کا قرینہ موجود ہے۔ اوّل میں اَنْزَلْنَا آخر میں فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ قرینہ اُسے کہتے ہیں کہ جس کے بولتے ہی سننے والے کو پتہ چل جائے کہ ضمیر سے کیا مراد ہے۔ یہاں اِنَّ ابْنَهَا پڑھنے میں یہ جہالت ہے کہ دور دور تک نہ کوئی سیاق وسباق میں ھَا ضمیر کا مرجع موجود نہ مرجع کا قرینہ موجود، اس طرح کی خلافِ علمِ قرئت وہی بنا سکتا ہے جو قواعدِ علم سے لاعلم ہو، لہٰذا مولیٰ علی کی طرف یہ قرئت منسوب کرنا اُن کی گستاخی ہے دوم یہ کہ بیٹے کی نسبت والد کی طرف ہی کی جاتی ہے نہ کہ والدہ کی طرف مثلاً خالد ابن زید کہا جا سکتا ہے نہ کہ خالد ابن ھندہ والدہ کی طرف نسبت اہلِ عرب میں متروک اور مجہول ہے۔ اہلِ علم وعقل ایسا نہیں کرتے تو اگر کنعان کا باپ کوئی دوسرا شخص تھا تو بقاعدۂ علمیت حضرت نوح یا کنعان کے باپ کا ظاہر نام لیتے یا اِنَّ ابْنَهٗ عرض کرتے۔ اِنَّ ابْنَهَا کہنا قانونِ عرب میں بے علمی ہے۔ کیا مصنّف صاحب کے نزدیک حضرت نوح حضرت علی سب بے علم ہیں۔ مَعَاذَ اللہ، سوم یہ کہ بقاعدۂ مروّجہ عربیہ وشرعیہ، ابن کو اصل کہنے کا معنیٰ نسل ہے۔ تو قرئتِ منسوب اِلیٰ مولیٰ علی میں آیت کا ترجمہ یوں بنتا ہے۔ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنَهَا مِنْ اَهْلِیْ۔ ترجمہ:۔ اور ندائی عرض کی نوح نے اپنے رب سے پس عرض کیا اے میرے رب بے شک اِس عورت کا بیٹا میری نسل سے ہے۔ اب اگر وہ بیٹا دوسرے خاوند سے تھا۔ تو اپنی نسل کہنا سخت گناہ وجہالت اور اگر وہ بیٹا نسلِ نوح ہی تھا تو قرئت بدل کر آیت بگاڑنا بیکار، بہر حال ہر طرف تخریب ہی تخریب ہے۔ کیا اِن اُلجھنوں کا کوئی مضبوط وبا حوالہ حل مصنّف صاحب کے پاس ہے!۔ پھر ہم مصنّفِ محترم سے چار سوال کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ صرف اکیلے مولیٰ علی نے یہ قرئت بنائی ۲ کسی صحابی تابعی تبع تابعی نے اِس قرئت میں مولیٰ علی کا ساتھ نہ دیا۔ یہاں تک کہ امام حسن وحسین اور عبد اللہ ابن عباس نے اِس قرئت کو اختیار نہ کیا ۳ مولیٰ علی نے بھی صرف زبانی قرئتِ تلاوت بنائی کسی مصحف

میں نہ خود کبھی دکھوائی، آج تک کسی شیعہ رافضی بلکہ خود مصنف صاحب کو بھی اس لکھنے لکھوانے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلکہ کسی بھی شیعہ اور مصنف صاحب کو تو جہرًا تلاوت کی بھی ہمت عَلَی الْاِعْلَان نہ ہو سکی، تہ اندرونِ جہری نماز نہ بیرونِ نماز۔ باآوازِ بلند جلسۂ عام میں اگر یہ قرأت درست ہے تو ذرا نماز میں یا بیرونِ نماز میں پڑھ کر دکھائیں عوام کے سامنے بلند آواز سے۔ مزید خود مولیٰ علی نے عوام کے سامنے کبھی ایسی قرأت کی تلاوت کا جہرًا مظاہرہ نہ فرمایا۔ اگر کبھی اس طرح باآوازِ بلند قرأت فرمائی ہوتی تو صحاح ستہ اور کتبِ فقہ میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے اگر بستر پر لیٹے لیٹے چھپ کر یہ قرأت تلاوت فرماتے ہوں تو مصنف صاحب ہی جان سکتے تھے، ورنہ جانا ہی اور کوئی نہیں جانتا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ چونکہ سائل نے صرف یہ چند سوال ہی استفتاء کیے ہیں اس لیے ہم نے مختصر تبصرہ کر دیا، ورنہ ہم نے مصنف صاحب کی ان کتابوں میں ہر ہر جلد کے اندر بہت سی علمی فکری چشم پوشیاں و جلد بازیاں دیکھی ہیں۔ اگر کبھی کسی سائل نے تبصرہ پر فرمائش کی اور زندگی تندرستی فرصت نے مہلت و سہولت دی تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور تبصرہ عرض کروں گا۔ مصنف صاحب کی جلد اوّل پر چشتیہ ٹرسٹ نے کچھ اعتراضات شائع کئے ہوئے ہیں۔ اُن کے جوابات مصنف صاحب نے جلد سوم میں کچھ دیئے ہیں میں نے دونوں کا سرسری مطالعہ کیا ہے، میری بصیرت میں اعتراضات قوی ہیں۔ جلد سوم کے جوابات تقریباً سب ہی کمزور ہیں بلکہ بعض اعتراضات کو تو مصنف صاحب نے سمجھا ہی نہیں اور جلد بازی میں سوال گندم جواب جَو دیدیا، ہمیں حضرت مصنف صاحب کی علمیت، سنیت و حنفیت میں شک نہیں صرف جلد بازی کو جذباتیت و یک طرفہ کاروائی پر افسوس ہے۔ اب یقیناً حضرت مصنف اپنے اس رویہ پر نظرِ ثانی فرمائیں گے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

کتبہ

فتویٰ سوم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک دوست کو الجھن پڑ گئی ہے اس بات میں کہ تفسیر نعیمی جلد اول پارہ الٓمٓ سورۃ البقرہ کی آیت ۳۴ اور صفحہ ۲۷۲ پر سجدے کی تقسیم کی گئی ہے کہ سجدہ دو قسم کا ہے۔ ۱: سجدۂ عبادت ۲: سجدۂ تعظیمی اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی تھا۔ ہاں اس کو شریعت محمدیہ میں جائز قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی پچھلی شریعتوں میں حکم کی طرح جائز مانا ہے۔ اور لکھا ہے کہ پچھلی شریعتوں میں ہر شخص کو تعظیمی سجدہ کرنا جائز تھا۔ لیکن تفسیر نعیمی پارہ سترہ (۱۷) سورۃ حج کی آیت ۲۷ اور ۳۷ کے تحت احکام القرآن کے بیان میں صفحہ ۱۰۷۳ پر لکھا ہے کہ ایک گمراہ فرقے نے سجدے کی دو قسمیں کر دی ہیں ایک سجدہ عبادت دوم سجدہ تعظیمی۔ سجدہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور سجدہ تعظیمی سب کے لیے جائز ہے اور لکھا ہے کہ سجدہ تعظیمی کسی بھی آدمی اور کسی مخلوق کے لئے کرنا کسی شریعت میں جائز نہ ہوا یہ دونوں تفسیروں کی دونوں عبارتیں آپس میں متضاد ہیں تو اب پارہ اول اور پارہ سترہ کی عبارتوں میں بظاہر بڑا اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر یہ فقرہ کہ ایک گمراہ فرقہ نے سجدے کی دو قسمیں کر دیں۔ حالانکہ میرے خیال میں دو قسمیں کرنا گمراہی نہیں بلکہ دوسری قسم یعنی تعظیمی کا جواز بتانا یا سجدہ تعظیمی کو جائز ماننا گمراہی ہے۔ تو کیا اس قسم کی عبارتی ترمیم ممکن ہے تاکہ عام قاری کو اس سے الجھن نہ رہے۔ براہِ کرم تسلی بخش جواب جلد عطا فرمایا جائے۔

دوسرا سوال

تفسیر نعیمی پارہ سترہ کے اسی صفحہ نمبر ۱۰۷۳ پر لکھا ہے کہ جو دعا مُخُّ الْعِبَادَتُ ہے اس کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھا دیا اور اس کا قبلہ آسمان ہے۔ ایسی دعا اس طریقے سے مخلوق سے مانگنی شرک ہے۔ ہاں البتہ سوال گزارش التجا، فریاد، مطالبے کے طریقے سے ہر شخص سے مانگنا جائز ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ بعض لوگ بزرگ قسم کے نمازوں کے بعد ہاتھ قبلہ رو کر کے دعا مانگنے کے دوران یہ الفاظ بھی پڑھتے ہیں۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا، یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا یا کہتے ہیں۔ قَلَّتْ حِیْلَتِیْ اَنْتَ وَسِیْلَتِیْ اَدْرِکْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔ کیا ان صورتوں میں شرک فی العبادت کا وقوع ہوگا یا نہیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ دستخط سائل عبدالقادر صاحبزادہ ۲۰۰۰۔۴۔۲۲

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّاب

سائل مذکور کا سوالنامہ وصول ہوا یہ الجھن صرف اس لئے پڑی کہ تفسیر نعیمی پارہ اول اور تفسیر نعیمی پارہ ستارھواں کی ان عبارات اور طرز تحریر وتصنیف پر غور نہیں کیا گیا۔ دراصل پہلی تفسیر مفسرانہ طرز پر مختلف اقوال ذکر کرنے پر اکتفا فرماتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ اور ستارھواں پارہ محققانہ انداز میں بحث جرح تردید وتائید اور دلائل کے طریقے پر لکھی گئی ہے۔ سجدہ آدم علیہ السلام کے بارے میں پارہ اول میں بارہ اقوال مختلفہ نقل فرمائے گئے کہ بعض یہ فرماتے ہیں۔ اور بعض یہ فرماتے ہیں اگرچہ بعض اقوال کی سرسری تائید بھی کی گئی ہے۔ مگر دلائل وجیہ نقلا یا عقلا کسی قول میں مذکور نہیں۔ چنانچہ تفسیر نعیمی پارہ اول مطبوعہ کے ص ۲۷۰ پر اختلافی اقوال اس طرح ترتیب وار بیان کئے گئے ہیں۔ **پہلا قول:** آدم علیہ السلام کو یہ سجدہ اس وقت ہوا جبکہ فرشتوں سے علمی مقابلے کے بعد فرشتوں کے استاد ہو گئے اور یہ سجدہ ملئکہ استادی کی تعظیم تھا۔ **دوسرا قول:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ سجدے کا یہ حکم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ سب فرشتوں سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (سورۃ ص:۷۲)۔ **تیسرا قول:** بعض لوگوں نے یہاں زمین کے فرشتے مراد لئے ہیں۔ **چوتھا قول:** مگر صحیح یہی ہے کہ یہاں سارے ہی فرشتے مراد ہیں۔ **پانچواں قول:** سجدہ دو قسم کا ہے۔ ۱۔ سجدہ تعبدی۔ ۲۔ سجدہ تعظیمی۔ وہ یہ ہے کہ کسی کو بزرگ سمجھ کر اس کے سامنے سر زمین پر رکھے۔ **چھٹا قول:** سجدۂ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز تھا چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اُن کو سجدہ کیا۔ (یہاں کاتب یا قائل یا مصحح یا خود مصنف علیہ الرحمۃ سے بھول ہوئی۔ یوسف علیہ السلام کو انکے والد یعقوب علیہ السلام اور انکی ماں نے بھی سجدہ کیا تھا (بیک وقت) **ساتواں قول:** سجدۂ آدم علیہ السلام سے فقط لغوی سجدہ مراد ہے یعنی صرف ادب کرنا، زمین پر سر رکھنا مراد نہیں ہے۔ **آٹھواں قول:** سجدۂ آدم فقط رکوع کی مثل جھکنا تھا نہ کہ سر زمین پر رکھنا۔ (از جلال الدین سیوطی)۔ **نواں قول:** یہاں سجدے سے مراد زمین پر پیشانی لگانا ہی ہے اور فرشتوں کو اسی کا حکم ہوا تھا۔ **دسواں قول:** بعض فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ عبادت تھا یعنی تعظیمی نہ تھا کہ سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام مثل قبلہ کے۔ جیسے ہمارا قبلہ کعبہ ہے (از شاہ عبدالعزیز) تفسیر کبیر نے اسکی تردید کی۔ **گیارھواں قول:** یہ سجدۂ تعظیمی تھا اور آدم علیہ السلام کے لئے ہی تھا۔ پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ہمارے اسلام میں منسوخ ہو گیا۔ سائل نے اس قول پر اپنا سوال کیا ہے۔ یہاں تین باتیں قابل غور ہیں۔ ۱۔ خود مصنف تفسیر نعیمی پارہ اول علیہ الرحمۃ نے اس کو ایک قول قرار دیا ہے۔ ۲۔ اس قول کی نہ تائید فرمائی نہ تردید نہ اس کے حق میں یا خلاف کوئی عقلی نقلی دلیل پیش فرمائی۔ ۳۔ اس قول میں سجدۂ تعظیمی حضرت آدم کے لئے تھا کا لفظ استعمال کیا گیا یعنی کبھی سجدۂ تعظیمی کا وجود تھا۔ لہٰذا اگر اب دورِ اسلام میں کوئی شخص یا گروہ سجدے کی دو قسمیں بنائے اور سجدۂ تعظیمی کا وجود نکالے

اور پھر جائز بھی کہے تو اس کو گمراہ ہی کہا جائیگا۔ اس لئے کہ قسمیں بنتی ہیں وجود سے جب وجود ہی نہیں رہا تو دو قسمیں کہنا کیونکر درست ہے۔ غرضیکہ اس قول کو درست مان کر بھی اب سجدے کی دو قسمیں کرنا جائز نہیں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قول کے اعتبار سے کبھی پہلے زمانوں میں سجدے کی دو قسمیں ہوا کرتی تھیں۔ مگر اس قول کی تائید اور تائید میں کوئی دلیل مصنفؒ سے ثابت نہیں۔ **بارھواں قول:** اب رب کے سوا کسی کو کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں۔ یہی قول درست ہے اور اسی کی قرآنی آیات واحادیث صحیحہ سے تائید ہوتی ہے (یہ تائیدی الفاظ صرف قول نمبر ۱۲ کے لئے ہیں نہ کہ قول نمبر ۱۱ کے لئے اور یہ تائیدی الفاظ بھی نقلی یا عقلی دلیل نہیں۔ تفسیر نعیمی پارہ اول کے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس جگہ سجدۂ آدم علیہ السلام کے بارے میں صرف یہ بارہ عدد اقوال ہی نقل کئے ہیں۔ مگر تفسیر نعیمی پارہ ستارھواں کے صفحہ ۱۰۷۳ پر سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۳ کے تحت احکام القرآن کی فصل میں سجدۂ آدم علیہ السلام سے متعلق تیرھواں قول ہی نقل فرمایا۔ اور اسکی تائید وحمایت بھی کی۔ چنانچہ تیرہواں قول اس طرح ہے کہ کسی بھی شریعتِ الٰہیہ میں کبھی بھی سجدہ تعظیمی جائز نہ ہوا۔ از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔ سجدہ آدم علیہ السلام سجدۂ کفارہ تھا۔ اور سجدہ یوسف علیہ السلام تعبیرِ خواب تھا۔ یہ ہی قول حق اور مدلّل ومضبوط ہے۔ جو اس کے خلاف ہو کر اب بھی سجدۂ تعظیمی کو غیر اللہ اور کسی مخلوق کے لئے جائز مانے وہ گمراہ ہے۔ اس مسلک وموقف پر دس دلائل نقلیہ وعقلیہ قائم ہیں۔

پہلی دلیل

کوئی انسان کسی انسان کو سجدۂ تعظیمی کرے اس کا موجد ابلیس لعین ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے غالباً یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں قبیلہ بنی ثقیف کا ایک نیک بزرگ شخص جس کا نام نبطی تھا وہ بابل میں رہتا تھا ایک مرتبہ وہ حج کرنے آیا دورانِ زمانہ حج اس نے گھی اور ستوؤں سے حاجیوں کی دعوت کی مقامی ومسافر حاجی لوگ اس لذیز دعوت سے بہت خوش ہوئے۔ حجاج کی یہ خوشی اس کو بہت پسند آئی اب تو ہر سال وہ سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آتا ایک جگہ خیمہ زن ہو کر ڈیرہ لگا لیتا اور ایک قریبی چوکور اونچے پتھر پر بیٹھ کر وہ گھی ستّو اور گڑ کی شکر ملا کر حاجیوں کو کھلاتا اور آبِ زم زم سے ضیافتِ حجاج کرتا۔ کچھ عرصے بعد وہ مستقل مکہ مکرمہ کا رہائشی ہو گیا لیکن حجاج کی دعوت وہ اسی پتھر پر بیٹھ کر کرتا۔ اس دعوت کی وجہ سے اس کا لقب لَاتٌ پڑ گیا۔ کیونکہ عربی میں لَتٌّ کا معنیٰ ہے دو چیزوں کو آپس میں ملانا گوندھنا (مکس کرنا)۔ اس کا اسم فاعل ہے لَاتٌّ یعنی ملانے گوندھنے والا تو چونکہ یہ بزرگ شخص گھی ستو ملا کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے سب لوگوں میں اس کا یہ لقب مشہور ہو گیا تقریباً پچاس سال اس نے یہ دعوت قائم رکھی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اہل عرب اسکی بزرگی، اسکی مخلصانہ دعوت اور اس کے اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے اس کے بہت عقیدت مند ہو گئے تھے جب وہ فوت ہو گیا تو عقیدت مند اس پتھر کے پاس جمع ہوتے اور اس کو یاد کر کے روتے رہتے۔ ایک دن عرب کا ایک بہت بڑا سردار کافر عمرو بن لحی جو کافی عرصہ سے کہیں لا پتہ تھا اچانک نمودار ہوا اور اس پتھر کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا کہ تمہارا بزرگ مرا نہیں بلکہ اپنی روحانیت سے اسی پتھر میں سما گیا ہے۔ اگر اسکی زیارت کرنا چاہتے ہو تو اس پتھر

اسی پتھر کو سجدہ کیا کرو۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور لوگوں نے اس پتھر کو اسی بزرگ کی نسبت سے تعظیمی سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کہنے والا عمرو بن لحی نہ تھا بلکہ اس کی شکل میں ابلیس تھا جو تم کو یہ غلط بات کہہ گیا۔ لوگ تو سجدہ کرتے ہی رہے مگر ضدی عقیدت مند باز نہ آئے بلکہ اس پتھر کی ہر طرح تعظیم کرنے لگے۔ یہی پتھر آگے چل کر اہل عرب کا بڑا بت لات کہلایا اور دوسرا مونث بت عزّیٰ بنایا گیا۔ اس چوکور پتھر کا نام بھی یہی رکھا گیا تو تاریخ عرب اور قرآن مجید میں لات وعزّیٰ ومنات الثالثۃ سے یہی لات پتھر مراد ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کہتے ہیں۔ میں ازل کا سہ ستاق۔ میرے آبا لاتی و مناتی۔ اس شعر میں لاتی سے مراد وہی لات پتھر ہے۔ جس کو سب سے پہلے ابلیس نے سجدہ تعظیمی کرایا۔ ہم نے یہ حوالہ تین کتابوں سے لیا ہے۔ ۱۔ اساطیر العربیہ قبل اسلام جلد پنجم صفحہ نمبر ۹۰ مطبوعہ مصر۔ ۲۔ انسائیکلوپیڈیا اسلامی اردو صفحہ نمبر ۱۲۰۹۵ طبع لاہور۔ ۳۔ تاریخ عرب جلد سوم صفحہ ۱۱۳ طبع بیروت۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تعظیمی کا موجد ابلیس شیطان ہے تو بھلا کس طرح ہو سکتا ہے کہ شیطان کی یہ ایجاد کسی شریعتوں میں جائز ہو جائے۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ) ہر شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

دوسری دلیل

حدیثوں اور روایتوں سے یہ تو ثابت ہے کہ بہت سے کام پہلی شریعتوں میں حرام تھے مگر شریعت اسلام میں وہ جائز وحلال ہو گیا۔ جیسے قربانی کا گوشت یا مال غنیمت وغیرہ مگر اس کی کوئی مثال نہیں ملتی نہ تو تاریخ میں نہ احادیث میں کہ کوئی عمل کوئی چیز پہلی شریعتوں میں حلال اور جائز ہو مگر شریعت اسلام میں حرام کر دیا گیا ہو تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلی شریعتوں میں غیر اللہ کو سجدہ جائز ہو لیکن اسلام میں حرام کر دیا جائے کیا مسلمان بزرگ اور خاص کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تعظیم کے مستحق نہیں تھے۔ ماننا پڑے گا کہ سجدۂ تعظیمی غیر اللہ کو پہلے بھی حرام تھا اب بھی تا قیامت بھی حرام ہی حرام ہے۔ ذرہ بھر قطعاً کسی لحہ کسی زمانے میں نہ جائز تھا نہ جائز ہے نہ جائز ہو۔ پہلے یا اب جو غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرے یا کرائے یا کروائے وہ سب مردود گمراہ شیطان ہیں۔ نہ پیر کو نہ فقیر کو نہ والدین کو نہ استاد کو نہ قبر کو۔ غیر اللہ کی تعظیم تو سجدے سے ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے بنا ہے تو پھر بندے کی تعظیم سجدے سے کیسے جائز ہو سکتی ہے شرعاً بھی رواجاً بھی ہر ایک کی تعظیم کا طریقہ مختلف ہوتا بھی ہے اور ہونا بھی چاہیے تاکہ فرق مراتب کے ساتھ ساتھ۔ امتیاز ظاہری بھی قائم رہے صرف قلبی مخفی نیت بدلنے سے ظاہراً فرق کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی شخص کسی قبر کو معبود سمجھ کر ہی سجدہ کر رہا ہو۔ اس لئے ہر شریعت نے غیر اللہ کو ہر سجدہ حرام کر کے سب وسوسے ہٹا دئے کہ نہ ہوگا، بانس نہ بجے گی، بانسری، ہر شریعت میں ہر حکم کا یہ قانونِ امتیازی قائم رہا۔ ہر سجدہ تعظیمی ہو یا شکرانہ ہو یا تلاوت ہو یا دعائیہ ہو یا نماز کا یا عبادت کا تمام سجدے صرف اللہ تعالیٰ کو جائز ہیں۔ بس جن لوگوں نے پہلی شریعتوں میں جائز مانا وہ بے دلیل ہیں لہٰذا غلطی پر ہیں بعض اشکال میں انہوں نے تدبّر نہ فرمایا اور جلد بازی کر گئے۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں تو لفظ تعظیمی سجدے کا وجود ہی نہیں ملتا۔

تیسری دلیل

سورۃ انبیاء کی آیت ۹۲ میں ارشاد ربانی ہے "اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ"۔ تفسیری ترجمہ: بے شک اے انسانو یہ تمہارا دین (جسکا نام اب اسلام رکھا گیا ہے، شروع زمانوں سے اصول وفروع میں) اُمَّةً وَاحِدَةً۔ ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب مخلوق کا رب ہوں تو صرف میری ہی عبادت کرو۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ از آدم علیہ السلام تا قیامت بنیادی اصول اور بنیادی فروع ہر شریعت میں ایک ہی رہے۔ بنیادی اصول عقائد کا نام ہے وہ آٹھ ہیں۔ ا۔ توحید، ۲۔ رسالت ۳۔ کتب الٰہی۔ ۴۔ ملٰئکہ۔ ۵۔ قیامت کا حساب۔ ۶۔ جنت دوزخ پر ایمان بالغیب کہ یہ سب موجود اور حق ہیں۔ ۷۔ اقرار باللسان۔ ۸۔ تصدیق بالقلب۔ بنیادی فروع عمل بالعقائد کا نام ہے اور وہ دو ہیں۔ (۱) حرام (۲) حلال یعنی وہ چیزیں جن کو اللہ رسول نے اہل ایمان کے لئے قانوناً حلال یا حرام فرمایا۔ ان دس چیزوں کے مجموعے کا نام دینِ ربانی ہے۔ اسی کو اُمَّةً وَاحِدَةً فرمایا۔ ابتداء حیات انسانی سے قیامت تک ہر مومن کے لئے اشد لازم ہے کہ ان دس چیزوں کو دل و جان سے مانے ہر حرام کو حرام سمجھے ہر حلال کو حلال تا عمر۔ ایک آن کی تبدیلی یا تغیری یا انکار مومن کو کافر بنا دے گی۔ اُمۃً واحدۃً کی قانونی آیت سے یہی سمجھایا جا رہا ہے کہ جو عقائد اب اسلام نے بتائے وہی آدم علیہ السلام سے چلے آ رہے ہیں اور جو عمل و اشیا اسلام نے حلال فرمائیں وہ شروع سے ہی قانوناً حلال و جائز چلی آ رہی ہیں اور جو چیزیں اسلام نے حرام فرمائی ہیں وہ شروع سے ہی قانوناً حرام ہیں۔ بنی اسرائیل یا دیگر شریعتوں میں جو بعض چند چیزیں خصوصاً حرام ہوئی تھیں وہ قانونی حرام نہ تھیں بلکہ امتحاناً یا سزاءً حرام تھیں یا خصوصاً مثلاً پچھلی سب شریعتوں میں قربانی کا گوشت کھانا منع تھا وہ صرف امتحاناً منع تھا تا کہ بتا دیا جائے کہ کس کی قربانی قبول ہے کس کی مردود۔ کون اپنے خلوص میں پاس ہوا کون فیل۔ اسی طرح ہفتہ کے دن (یوم السبت) شکار حرام ہونا یہ تعزیراً و سزاءً تھا اور مالِ غنیمت بھی بنی اسرائیل پر حرام ہونا سزاءً تھا یا امتحاناً کہ دیکھو کون بلا غنیمت صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے کون کون دشمنانِ دین کفار سے جنگ کرنے نکلتا ہے۔ کچھ چیزیں ان سابقہ لوگوں نے خود اپنے پر حرام کر لی تھیں۔ شرعاً حرام نہ تھیں۔ جو چیزیں قانوناً شرعاً حرام ہیں وہ اُمَّةً وَاحِدَةً ہیں۔ ان ہی میں غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی۔ ۲۔ فوٹو سازی۔ ۳۔ حرمۃ رشوت۔ ۴۔ سود۔ ۵۔ جوا۔ ۶۔ حرمۃ خنزیر، کتا، بلا اور وہ تمام درند پرند جو اسلام میں حرام ہیں پہلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام تھے۔ امۃً واحدۃً کی آیت پاک نے یہی سمجھایا ہے اور ساتھ ہی وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنَ۔ فرما کر اِقْتِضَاء النص سے بتا دیا کہ بس مجھے ہی سجدہ کرو بندوں کے سجدوں کا۔ حق استحقاق صرف رب تعالیٰ کو ہے کیونکہ سجدہ ہی۔ فَاعْبُدُوْنِ کی عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اصل و خالص عبادت سجدہ ہی ہے تو فَاعْبُدُوْنِ کا معنیٰ ہوا کہ سجدہ صرف مجھ کو کرو خواہ کسی قسم یا کسی ارادہ سے ہو۔ تعظیماً یا شکراً یا تلاوۃً یا دعاءً یا صلوٰۃً کیونکہ ہر سجدہ خالصتاً عبادت ہی ہے مثلاً صورتاً بھی حکماً بھی نہ یہ ضرورۃً ہوتا ہے نہ عادتاً بخلاف قیام رکوع قومہ جلسہ قعدہ کے کہ وہ عادۃً ضرورۃً بھی کئے جاتے ہیں اور عبادتاً بھی۔

چوتھی دلیل

یہ کہ اس وقت مسلمانوں میں تین طبقے ہو گئے ہیں۔ (۱) وہ مفسرین جو فرماتے ہیں کہ سجدہ تعظیمی غیر اللہ کے لئے کسی شریعت میں کبھی بھی جائز نہ ہوا۔ ہر شریعت میں ہی حرام رہا۔ یہی قول حق ہے۔ (۲) وہ مفسرین جو لکھتے ہیں کہ پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی غیر اللہ کو جائز تھا۔ شریعت اسلام میں حرام ہوا۔ (۳) وہ گمراہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شریعت اسلام میں بھی غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی جائز ہے اور پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بعض مفسرین کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا اور گمراہ فرقہ کا یہ کہنا بھی قطعاً غلط ہے کہ شریعت اسلام میں بھی سجدہ تعظیمی غیر اللہ کو جائز ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں طبقوں کے پاس اپنے اپنے قول پر کوئی بھی دلیل نہیں نہ صراحتاً نہ عبارۃً نہ اقتضاءً نہ دلالۃً نہ اشارۃً نہ قیاساً نہ عقل نہ نقل۔ نہ دلیل اِنّی نہ دلیل لِمّی۔ اور قانون اسلامی و قرآنی کے مطابق کسی مسلک، مذہب، موقف پر کوئی دلیل نہ ہونا بھی مسلک و موقف کے جھوٹا اور غلط ہونے کی نشانی و دلیل ہے۔ چنانچہ سورۃ حج کی آیت ۸ میں ارشاد ربانی تعالیٰ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ اور سورۃ المؤمنون کی آیت ۱۱۷ میں ہے۔ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ ترجمہ: ”اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے دین میں جھگڑے ڈالتے ہیں بغیر علم بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن دلیل کے۔“ دوسری آیت کا وَمَنْ اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسرے معبود کی عبادت کرتا ہے۔ (وہ اس لئے بھی جھوٹا ہے کہ) اس کے پاس اپنے مسلک و عقیدے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ کسی قول و مذہب کی سچائی پر دلیل نہ ہونا بھی اس مذہب کے غلط اور باطل ہونے کی نشانی ہے لہٰذا سجدہ تعظیمی کہ بارے میں بھی دوسرا قول غلط اور تیسرا قول وعقیدہ باطل ہے کیونکہ دونوں کے پاس اپنی اپنی مسلکی و موقفی و مذہبی بات پر کوئی کسی قسم کی دلیل نہیں ہے۔

پانچویں دلیل

یہ کہ سورۃ رعد کی آیت ۱۵ اور سورۃ اعراف کی آیت ۲۰۶ اور سورۃ حج کی آیت ۱۸ میں علی الترتیب ہے۔ ۱: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ ۲: وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ۔ ۳: اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ، ان آیت میں۔ لِلّٰہ اور لَہٗ اور اِنَّ اللّٰہ کے پہلے ہونے سے حصر کا فائدہ ہوا۔ اور ترجمہ اس طرح ہے پہلی آیت اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں یعنی فرشتے، انسان، جنات، خوشی و ناخوشی سے۔ دوسری آیت اور اُسی کو سجدہ کر رہے ہیں تیسری آیت: اے حبیب کریم تم دیکھ ہی رہے ہو کہ زمینی و آسمانی لوگ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ ان آیت میں مطلقاً ہر سجدہ کے لئے اور ہر زمانے ہر شریعت کے لئے فرمایا اور بتایا جا رہا ہے کہ ہر شریعت میں ہر قسم کا سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا رہا۔ کبھی کسی شخص نے کسی شریعت کے حکم سے غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا۔ نہ تعظیم کا نہ شکریے کا۔

چھٹی دلیل

یہ کہ جن مفسرین نے پہلی شریعتوں میں جواز کو لکھا ہے وہ حضرات واقعہ آدم اور واقعہ یوسف و یعقوب علیہم السلام پر اپنا اپنا اندازہ لگاتے ہیں اور فقط ذاتی ذہنی اندازے کے بل بوتے پر یہ غلط موقف ونظریہ بنا بیٹھے۔ صراحتی وضاحت و دلیل ان کو بھی کہیں سے نہ ملی نہ قرآن و حدیث سے نہ تواریخ و اقوال سے اور ذہنی اندازہ بھی نہایت ناقص و کمزور۔ اسی طرح فرقۂ باطلہ ضالہ بھی اپنے عقیدہ جواز پر فقط ان دو واقعوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ قیاس بالکل ناکارہ ہے کیونکہ نہ سجدۂ آدم تعظیمی تھا نہ سجدۂ یوسف۔ سجدہ آدم کفارے کا تھا کیونکہ جب رب تعالیٰ نے اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً فرمایا تو تمام فرشتوں نے ابلیس کے مشورے سے عیب جوئی کی غیبت و برائی بیان کردی۔ تو سب سے اسی وقت رب تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ اس آیت پاک کی طرز بیانی یعنی اقتضاء النص سے ثابت ہوا کہ یہ سجدہ غیبت آدم علیہ السلام کا کفارہ تھا۔ فَاِذَا کی ف سببیہ ہے اور مقصود بیان یہ کہ چونکہ تم نے بن دیکھے بن جانے آدم علیہ السلام کی غیبۃ و عیب جوئی کی ہے۔ انہوں نے تو پیدا ہونا ہی ہے کیونکہ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ جو میں جانتا ہوں وہ تم سب نہیں جانتے۔ تم نے بلا جانے یہ غیبت کردی۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ۔ اس لئے آج ہی سن لو کہ اور جب میں اُنکو مکمل کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم ان کو سجدہ کرتے ہوئے زمین سے لگ جانا۔ تو سجدے کا سبب غیبت تھی۔ فرشتوں سے بطور کفارہ سجدہ آدم اس لئے کرایا گیا کہ فرشتے اس کے سوا کسی دوسرے طریقے سے کفارہ ادا کرسکتے ہی نہ تھے۔ نہ روزے رکھ کر نہ غلام آزاد کر کے نہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر یہ سجدہ تعظیمی نہ تھا۔ ہاں اس سجدہ کفارہ سے تعظیم آدم علیہ السلام خود بخود ہوگئی۔ سجدہ کرتے وقت ملائکہ کی نیت محض تعظیم آدم نہ تھی۔ ابلیس بھی چونکہ جرم غیبت میں برابر کا شریک تھا۔ اس لئے حکم کفارہ میں بھی شامل رکھا گیا۔ اسی لئے انکار پر مردودیت کی ابدی سزا ملی کہ یہ دوسرا جرم تھا۔ اگر یہ سجدہ تعظیمی ہوتا تو (۱) تمام جنات کو بھی حکم ہوتا۔ (۲) تمام موجودہ حیوانات کو بھی۔ (۳) اور بار بار حکم ہوتا۔ کیونکہ تعظیم بار بار کی جاتی ہے۔ کفارہ صرف ایک بار۔ (۴) یا پھر ملائکہ کے خصوصی حکم کی بنا پر ابلیس جن بھی شامل نہ ہوتا۔ ثابت ہوا کہ بار بار نہ ہونا ابلیس پر واجب ہونا۔ باقی موجودہ مخلوق کو حکم سجدہ نہ ہونا یہ سب کچھ سجدہ کفارہ کی علامات ہیں۔ کیونکہ سجدہ تعظیم مظہر تعظیم اور چونکہ تعظیم ہمیشہ واجب ہوتی ہے تو اگر سجدہ غیر اللہ سے تعظیم غیر اللہ ثابت یا جائز ہوتی تو بار بار سجدہ آدم کا وقوع ہوتا۔ اسی لئے جو گمراہ لوگ سجدہ تعظیمی کو غیر اللہ کے لئے جائز مانتے ہیں وہ اپنے مریدوں سے شاگردوں عقیدت مندوں سے بار بار خود کو اور اپنے بڑوں کی قبروں کو سجدے کراتے ہیں۔ اس طریقے اور رسم ورواج سے بھی ثابت ہوا کہ سجدہ آدم تعظیمی سجدہ نہ تھا۔ یہی حال کیفیت سجدہ یوسف کی ہے کہ وہ بھی سجدہ تعظیمی نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر تھا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت یوسف آٹھ سال کے تھے تو ایک دن اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا۔ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (سورۃ یوسف: ۴) اے میرے ابا جان بیشک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند

سب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ایک نبی کی خواب تھی۔ خواب پر کسی کا قابو نہیں ہوتا یہ بے اختیار و بے ارادہ آجاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی الٰہی۔ صالحین کی خواب وحی کا چالیسواں حصہ عوام کی خواب طبعی یا شیطانی یا واقعاتی احلام ہوتی ہیں۔ زمانہ گزرتا رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے تخت شاہی پر جلوہ گر کر دیئے گئے۔ اپنے وطن بستی کنعان سے اپنے والدین اور سب بھائیوں کو اپنے پاس مصر بلوایا اور آتے ہی سب سے پہلے ان سب کو وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ۔ (سورۃ یوسف:۱۰۰) ترجمہ: اور اونچا بٹھایا اپنے دونوں ماں باپ کو تخت پر اور وہ سب والدین و گیارہ بھائی ایک دم (بلا ارادہ) جھکتے اور زمین سے لگتے ہی چلے گئے یوسف کے لئے سجدہ کرتے ہوئے۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی وقت ان سب کے بحالت سجدہ ہی اپنے والد سے عرض کیا اے میرے ابا جان آپ لوگوں کا یہ سجدہ ریز ہونا میری اس پچھلی خواب کی تعبیر پوری ہوئی ہے۔ اس خواب کو میرے رب تعالیٰ نے آج سچا کر دکھایا۔ یہ تھا اس سجدہ یوسف کا واقعہ۔ نہ وہ خواب حضرت یوسف کے اختیار میں تھی نہ یہ سجدہ ان بزرگوں کے اختیار اور ارادے میں تھا۔ اسی لئے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اچانک بغیر کسی کے کسی سے کہے سنے سب کو سجدے میں گرتے دیکھا تو فوراً اس بچپن کے خواب کی طرف دھیان گیا اور هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ۔ کا کلام عرض کیا اور سمجھایا کہ یہ اختیاری کیفیت کا سجدہ نہیں بلکہ اضطراری سجدہ ہے کیونکہ تعبیر خواب میں بھی کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور غیر اختیاری سجدہ تعظیمی نہیں ہوتا۔ اگر تعظیمی سجدہ ہوتا تو (۱) بار بار ہوتا (۲) اور یوسف اپنے والد کو سجدہ کرتے نہ کہ والد بیٹے کو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سجدہ بلا ارادہ اضطراری تھا۔ اس لئے ان حضرات کو اس سجدے پر کوئی ثواب نہیں ملا۔ جبکہ ملئکہ کو یقیناً سجدۂ آدم پر ثواب ملا۔ اس لئے کہ جب ترک سجدہ پر عذاب ہوا تو اداء سجدہ پر ثواب بھی یقینی ہے۔

ساتویں دلیل

یہ کہ حدیث پاک میں شریعت کا ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (مشکوٰۃ شریف از مسلم بخاری صفحہ ۱۰) یعنی اعمال کی نوعیت نیتوں سے بنتی ہے تو چونکہ سجدۂ آدم کے وقت ملئکہ کی نیت تعظیم آدم علیہ السلام نہ تھی بلکہ حکم الٰہی کی بجا آوری اور ادائیگی کفارہ کی نیت تھی جیسا کہ دلیل نمبر ۶ ف سیئہ کے فرمانِ الٰہی سے ثابت کیا گیا۔ اور سجدہ یوسف میں کسی کا کوئی بھی ارادہ نہ تھا بلکہ سجدے پر اختیار ہی نہ تھا۔ جبکہ آج یہ گمراہ سجدۂ تعظیمی کرنے کرانے سے تعظیم ہی کا ارادہ کرتے ہیں پہلے ارادہ بناتے ہیں پھر سجدہ کرتے ہیں۔ سجدۂ آدم اور سجدۂ یوسف میں سجدے سے پہلے یا بعد مَسْجُوْدٌ لَهٗ کی تعظیم کی کوئی نیت و ارادہ کہیں ثابت نہیں نہ قرآن مجید میں نہ احادیث مقدسات سے۔

آٹھویں دلیل

یہ کہ از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کسی نبی نے نہ خود کو سجدہ کرایا نہ کسی کو اجازت دی بلکہ سجدۂ تعظیمی کا تو پچھلی شریعتوں میں تصور بھی نہیں ملتا۔ اس لفظ کا بھی کہیں کوئی ذکر و تلفظ نہیں ملتا۔ یہ تو اب مسلمانوں میں شرک بیماری غداری

پیدا ہوگئی ہے۔ یا چند مفسرین نے اپنے ذاتی خیال اور ذہنی اختراع سے سجدۂ آدم وسجدۂ یوسف کو تعظیمی بنا ڈالا۔ اور اسی اختراع کو گمراہوں نے اپنے باطل قیاس کا سہارا بنالیا۔

نویں دلیل

یہ کہ عقل بھی چاہتی ہے کہ سجدۂ تعظیمی غیر اللہ کے لئے حرام قطعی ہو۔ اس لئے کہ سجدہ غیر اللہ کسی کی تعظیم نہیں بلکہ مزاحیہ توہین وگستاخی ہے۔ اس لئے کہ سجدہ کرنا زمین سے مکمل طور پر خود کو لگا دینے کا نام ہے۔ قیام سے نیچا رکوع۔ رکوع سے نیچا قعدہ اور قعدہ سے نیچا سجدہ۔ سجدہ سے نیچا کوئی رکن عبادت نہیں۔ گویا کہ سجدہ انتہائی پستی کا نام ہے۔ سجدہ کرنے والا سجدہ کرکے یہ ثابت کرتا ہے کہ میرا مَسْجُوْدُلَہٗ سب بلندیوں کا مالک ہے اور میں سب پستیوں کمزوریوں، محتاجیوں والا ہوں اور جب میں اشرف المخلوقات ہو کر ہر چیز میں اس مسجودلہٗ سے کمتر وذلیل وپست وادنیٰ گھٹیا ہوں۔ تو دیگر مخلوقات جن وملک وغیرہم بدرجۂ اولیٰ اس ذات سے مکمل ہر طرح گھٹیا ہیں۔ ہر ساجد بحالتِ سجدہ اپنے قال وحال سے اپنے مسجودلہٗ کیلئے اس کلی بڑائی کا اقرار کر رہا ہے۔ حالانکہ ہر بلندی اور آخرت وقدرت کا مالک کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی کلی بڑائی کا مالک نہیں نہ حقیقی ذاتی نہ عطائی ہر بندہ کتنا ہی بڑا بن جائے کسی نہ کسی چیز میں دوسروں کا محتاج ہے۔ کلی غیر محتاجی صرف شانِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس بنا پر انتہائی پستی اور عاجزی کا مظاہرہ جس کی شکل سجدہ ریزی ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوسکتا ہے۔ غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا ایسا ہی اس غیر اللہ کا مذاق بنانا ہے جیسے کسی جاہل کو لوگوں کے سامنے عالم کہا جائے۔ یا پتلے دبلے ہڈیوں کے ڈھانچے آدمی کو لوگوں کے سامنے پہلوان کہا جائے تو جس طرح اس جاہل وکمزور دبلے کی حقیقت شناس لوگوں کے سامنے اس طرح کی جھوٹی ثناخوانی دراصل اس کی مذاق وگستاخی ہے۔ کیونکہ وہ جاہل ودبلا شخص ایسی ثناخوانی کا مستحق نہیں اور وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ اس ثناخوانی کے میں لائق نہیں کرنے والا میرا مذاق بنا رہا ہے۔ اسی طرح کسی بھی بندۂ محتاج کے لئے سجدہ جیسی عظیم ترین ثناخوانی حرام ہے کیونکہ کوئی بھی انسان کسی انسان کے سجدے کا مستحق نہیں اور جب مستحق نہیں جس کو ساجد ومسجودلہٗ دونوں سمجھتے ہیں تو گویا مرید سجدہ کرکے پیر کا مذاق اڑا رہا ہے اور جاہل وگمراہ پیر اپنی جہالت وحماقت سے اپنا مذاق بنوا رہا ہے۔ اہل عقل ایسا کبھی نہیں ہونے دیتے۔ سجدے کی شکل ہی بتا رہی ہے کہ بجز رب تعالیٰ کسی کے لئے جائز نہ ہو اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ اس غیر اللہ کی تعظیم نہیں بلکہ گستاخانہ تحقیر وتذلیل ہے کہ آج تو وہ مرید اپنے پیر کو تعظیماً سجدہ کر رہا ہے اور کل وہی پیر چندوں نذرانوں ودیگر ہزار طرح کی ضروریات میں اپنے اسی مرید کا محتاج نظر آرہا ہے۔ سجدہ جیسی پستی تو صرف اس کے لئے جائز جو کبھی بھی کسی چیز میں بھی کسی کا محتاج وضرورت مند نہ ہو۔

دسویں دلیل

یہ کہ ایک بزرگ نے مجھے فرمایا کہ مسلمان کا سجدہ بجز پروردگارِ عالم کسی کے سامنے ناجائز وحرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے سے لفظ محمد کا نقشہ بنتا ہے اور نام ذات کا مظہر۔ اس وجہ سے اسم محمد کے نقشے کو اس سے اعلیٰ کے

سامنے تعالیٰ یا نبی تو بہت بعد ہیں کے سامنے نہیں اور اسم محمد ہے اعلیٰ تو صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے سجدہ صرف اسی کے لئے جائز ہے اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں۔ اس کا اظہار مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک شعر میں اس طرح کیا۔

نام خدا ہے ہاتھ میں نام نبی ہے ذات میں
مہر غلامی ہے پڑی لکھے ہوئے ہیں نام دو

اب مستدرجہ بالا دلائل کی روشنی میں سجدہ کی تقسیم کرتے ہوئے سجدے کی دو قسمیں کرنا اور یہ کہنا کہ پہلی شریعتوں میں سجدۂ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اور سجدۂ تعظیمی ہر نیک کو کرنا جائز تھا۔ یہ قول قطعاً غلط ہے اور بے دلیل و بے ثبوت ہے کسی شریعت میں کبھی کوئی ایسا عمل غیر اللہ کے لئے جائز نہ ہوا جو خالصتاً عبادت ہی ہے بجز عبادت کوئی شخص اس طرح سات اعضاء زمین پر لگا ہی نہیں سکتا ہاں قیام اور رکوع تک جھکنا تو ضرورتاً بھی ہو سکتا ہے اسی طرح ناف پر ہاتھ رکھتے یا جھکتے ہوئے گھٹنے پکڑنا سہارے کے لئے یا بیٹھ کر ہاتھ رانوں پر رکھنے ضرورتاً بھی ہو سکتا ہے۔ مگر سجدے تک گرنا اور زمین پر سات اعضاء لگانا تو ضرورتاً کبھی بھی نہیں ہوتا یا اب کسی گمراہ جاہل مسلمان فرد یا فرقہ کا یہ کہنا کہ دو قسم کے سجدے اسلام میں جائز ہیں عبادت کا اللہ کے لئے اور تعظیم کا ہر بزرگ کے لئے سراسر گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جہالت وحماقت والے عقیدے کو گمراہی ہی کہا جائے گا۔ اور چند مفسرین کے نظریے کو بھی غلط ہی کہا جائے گا۔ بحمدہ تعالیٰ اسلام اور شریعت اسلام کا کوئی قانون اگر مگر یا شک وشبہ یا تخمینے اندازے یا ذاتی ذہنی اختراع بناوٹ قساوت سے نہیں بلکہ ٹھوس مضبوط براہین ودلائل مشاہدات وتجربات وسچے صحیح قیاسات سے بنے ہیں یہاں کسی کو اندھی لاٹھی چلانے کی اجازت نہیں سائل کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کی صریحی عبارت میں ہے کہ دعا بھی عبادت ہے دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَتِ یعنی دعا عبادت کا مغز واصل مقصود ہے۔ تیسری حدیث پاک میں ہے کہ السَّمَاءُ قِبْلَةُ الدُّعَاءِ۔ یعنی دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ اسی لئے بوقت دعا ہاتھ کی ہتھیلیوں کو گدایانہ مانگنے کے انداز میں آسمان کی طرف کرنا قولی وعملی تعلیم نبوی اور سنت مؤکدہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ۔ (سورۃ ہود: ۲) ترجمہ: دین اسلام کا یہ حکم ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی کرو۔ بیشک میں (نبی کریم) تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نذیر اور بشیر ہوں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ (سورۃ فصلت: ۱۴) ترجمہ: پچھلی شریعتوں میں بھی انبیاء رسل علیہم السلام اگلی پچھلی شریعتوں کا یہی حکم اپنی اپنی امتوں کے پاس لائے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو۔ نہ کسی اور کو شریک کرو نہ کسی غیر اللہ کی عبادت کرو ان آیت اور احادیث کی مجموعی تعلیم سے ثابت ہوا کہ چونکہ دعا بھی عبادت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری شخصیت سے بطریقہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔ سائل محترم نے لکھا کہ بعض لوگ بزرگ قسم کے ہاتھ قبلہ رو کر کے دعا مانگنے کے دوران یہ الفاظ بھی پڑھتے ہیں۔ تو جواباً گذارش ہے کہ وہ لوگ جو ایسا کرتے ہیں وہ بزرگ قسم کے تو ہو سکتے ہیں مگر بزرگ نہیں ہو سکتے اگر زندہ موجود ہیں تو ان کو منع کیا جائے

کیونکہ دعا میں اس طرح غیر دعائیہ کام کرنا تربیت نبوی و تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ اس دعا کا کیا فائدہ جو تعلیم اسلام و قانونِ شریعت کے خلاف ہو غالبًا و یقینًا وہ بزرگ قسم کے حضرات اس مسئلہ شرعی سے ناواقف ہونگے اگر واقعتا بزرگ ہوئے تو مان جائینگے ضد نہیں کرینگے۔ کسی بزرگ سے اس طرح دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اگر یہ شعر استمدادی پڑھنا ہی ہے تو دعا سے پہلے یا دعا کے بعد ہاتھ منہ پر پھیر کر پھر علیحدہ بطور فریاد وسوال بارگاہِ رسالت میں عرض کرے کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا بعض بزرگ تو اس شعر فریادی کو بطور وظیفہ تسبیح پر تعداد حروفی کے مطابق پڑھتے ہیں اور ہر مشکل حل ہو جاتی ہے کیونکہ فریاد امتی جو کرے حال زار سے۔ ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو۔ ہاں البتہ بطور دعا یہ شعر پڑھنا منع ہے۔ حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کا استنباط۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (الخ) کی آیات پاک سے ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فتوی چہارم

اسلامی فتویٰ

کیا فرماتے ہیں عطاء دین اس مسئلے میں کہ ہمارے مانچسٹر میں اس سال ۱۹۸۸ء سترہ اپریل بروز اتوار کچھ لوگوں نے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ بنا کر روزہ شروع کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ سعودی حکومت نے رمضان کا اعلان کر دیا ہے اس لئے ہم انکے کہنے پر عمل کرتے ہوئے سترہ اپریل کو ہی یکم رمضان مانتے ہیں ہم نے خود نہ چاند دیکھا ہے نہ برطانیہ میں ہمہ وقتی بادل کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے۔ اس میں سے ہی کچھ وہابی دیوبند مولوی کہتے ہیں کہ سولہ اپریل بروز ہفتہ کو چاند نظر آ سکتا ہے اس لئے سترہ اپریل یکم رمضان ہو سکتی ہے۔ لہٰذا روزہ درست ہے۔ لیکن مانچسٹر اور برطانیہ کے اکثر کی اطلاع کے مطابق انہوں نے بروز پیر اٹھارہ اپریل رمضان المبارک منایا اور پہلا روزہ بروز پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا ہم سائلین بھی اسی دوسرے گروپ سے ہیں۔ اب تو روزے شروع ہو چکے ہیں اور آج ہمارا دوسرا اور دوسرے گروپ کا تیسرا روزہ ہے۔ وہ تو اب بدلا نہیں جا سکتا لیکن اب فکر تو عید الفطر کی ہے کہ یا انکی عید غلط ہوگی یا ہماری۔ بہت سے ہمارے ہم مسلک اہلسنت بھی شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں لہٰذا اب ہمیں شرعی فتویٰ عطا فرمایا جائے کہ ہم کس روزے کو صحیح تسلیم کریں اور کس حساب سے عید الفطر منائیں کیونکہ روزوں کا اتنا سخت مسئلہ نہیں جتنا کہ عید کا ہے نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ عید کے دن روزہ رکھیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ روزے کے دن عید کریں کیونکہ ابتداء رمضان قضا بھی ہو سکتی ہے۔ نفلی بھی مگر عید کے دن روزہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور روزے کے دن عید منا لینا بھی شیطانی عمل ہے۔ اس لئے ہمیں ان اُلجھنوں سے بچانے کے لئے مضبوط و مدلل شرعی فتویٰ عطا فرمایا جائے نیز دوسرے گروپ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر مضبوط و مدلل فتویٰ آ گیا تو ہم بھی اسی کے مطابق عمل کریں گے اور اگر وہ فتویٰ آپ کے روزے کے حق میں ہوا تو ہم

عید الفطر آپ سب کے ساتھ ہی منائیں گے۔ لہذا عید الفطر سے پہلے پہلے فتویٰ عطا فرمایا جائے۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوْا۔

دستخط سائلان مورخہ 19 اپریل بروز منگل ۱۹۸۸ء

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ تَعَالٰى وَنُصَلِّى وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔ برطانیہ کے مختلف شہروں سے علماء کرام اور عوام اہلسنت نے مجھ سے تحریراً رابطہ قائم کر کے یہ اسلامی فتویٰ طلب کیا ہے۔ اس لئے میں نے دنیا کے مختلف اسلامی ممالک اور اسلامی برادری کے مسلمان باشندوں سے رابطہ قائم کر کے شریعتِ اسلامیہ کے قانون کے مطابق مکمل تحقیق وتدقیق وتفتیش کی اور بذریعہ ٹیلیفون اور ٹیلکس معلومات حاصل کیں جس سے ثابت ہوا کہ اس سال ۱۹۸۸ء ستره اپریل کا روزہ رکھنا اور اس دن کو یکم رمضان سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام تاریخی عبادتوں کا تعلق چاند کے طلوع ہونے اور انسانی آنکھ کے دیکھنے سے ہے۔ سولہ اپریل کو شعبان کی اٹھائیس تاریخ تھی اس لئے ماہ رمضان کا نیا چاند اس شام طلوع ہو سکتا ہی نہیں اور حتماً یقیناً سترہ اپریل کو شعبان کی انتیس تاریخ تھی۔ تو جن لوگوں نے سترہ اپریل کو روزہ رکھا وہ رمضان مبارک کا فرض روزہ نہیں ہو سکتا کیونکہ قانونِ قدرت کے اعتبار وحساب سے کسی قمری مہینے کی اٹھائیس تاریخ کی شام بعد غروب آفتاب اگلے دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کا چاند نظر آ سکتا ہی نہیں۔ یہ قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اسلامی مہینہ ہمیشہ چاند کے آنکھوں دیکھا نظر آنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اسلام کی تاریخی عبادتیں مثلاً سالانہ روزہ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ، حج اسی طرح تمام اسلامی تقریبات بھی رُویۃ ہلال سے ہی متعلق اور وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور نبی کریم ﷺ نے بہت سی احادیث مقدسات میں بھی ہر مسلمان کو چاند دیکھنے اور چاند دکھائی دیئے جانے کے بعد ہی عبادت شروع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جس کے بہت دلائل ہیں یہاں صرف چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن مجید سورۃ بقرہ کی آیت ۱۸۹، يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ۔ ترجمہ: اے حبیب کریم لوگ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں تو فرما دیجیئے یہ چاند لوگوں کی تاریخوں کے وقت بتانے کے لئے ہے اور حج کا مہینہ وتاریخ اور حج کا دن بتانے کے لئے ہے۔ اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ چاند نظر آنے سے ہی مسلمانوں کا قمری مہینہ اور تاریخی عبادتیں شروع ہوتی ہیں۔

دوسری دلیل

مشکوۃ شریف بحوالہ بخاری مسلم شریف صفحہ ۱۷۴ پر حدیث مبارکہ اس طرح ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ صُوْ مُوْالِرُوِیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْالِرُوْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ ترجمہ: اے مسلمانوں چاند کا ثبوت دیکھ کر فرضی روزے رکھنا شروع کرو۔ اور چاند کا ثبوت دیکھ کر ہی روزے رکھنا ختم کیا کرو۔ اور اگر چاند (قدرتی) چھپا دیا جائے تم سے تو شعبان کے پورے تیس دن مکمل کرو۔ یعنی چاند دیکھ کر اور مکمل ثبوت شرعی حاصل کر کے ہی ماہ رمضان کی ابتدا کرو اور چاند کا مکمل شرعی ثبوت لے کر ہی عید مناؤ اگر کسی وقت چاند نظر نہ آسکے تو مہینے کے تیس دن پورے کرو۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ چاند دیکھنا کتنا ضروری ہے اور اگر چاند نظر نہ آئے تو پیچھے نہ آؤ بلکہ آگے کو چلو۔ یعنی ایک دن پہلے شروع نہ ہو جاؤ بلکہ ایک دن بعد مہینہ شروع کرو۔ اسلامی مہینے قمری ہیں اور قمری مہینوں کی تاریخیں یا انتیس دن ہوتے ہیں یا تیس دن۔ نہ انتیس سے کم اور نہ تیس سے زیادہ۔ اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اگر انتیس کی شام کو بعد غروب چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کرو۔

تیسری دلیل

تمام فقہاء کرام احادیث مطہرات کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں چاند نظر آجائے اور شرعی طریقے و ضابطے کے مطابق چاند ہونے کا ثبوت مل جائے یعنی وہاں کے علماء اسلام رویتِ ہلال کا فیصلہ فرما دیں تو ساری دنیا کے لئے وہ فیصلہ کافی و قابل قبول ہے اور چاند مانا جائے گا۔ چنانچہ فتاویٰ درمختار شامی جلد دوم صفحہ ۱۳۲ پر ہے۔ فَیَلْزَمُ اَهْلَ الشَّرْقِ بِرُوْیَةِ اَهْلِ الْغَرْبِ اِذَاثَبَتَ عِنْدَهُمْ رُوْیَةَ اُولٰئِکَ بِطَرِیْقٍ مُوْجِبٍ۔ ترجمہ: اگر کبھی کسی دور دراز مغربی علاقے میں کیم کا چاند نظر آجائے مگر کسی مشرقی علاقہ میں کسی وجہ سے نظر نہ آسکے تو اس مشرقی علاقوں میں بھی چاند کا ہونا مانا جائے گا اور مغربی علاقہ کے شرعی فیصلہ پر تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کو عمل کرنا لازم واجب ہوگا جبکہ مغربی علاقے کے علماء نے شرعی ضابطے کے مطابق چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہو۔ اور مشرقی و دیگر علاقہ والوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ وہاں علماء کرام نے شرعی فیصلہ سنا دیا ہے۔ شریعت مطہرہ کے اسی قانون کے تحت میں نے مفتیء اسلام اور ذمہ دار عالم ہونے کی حیثیت سے مندرجہ ملکوں کی معلومات جمع کیں اور مکمل شرعی ضابطوں سے تحقیق و تفتیش کی جس سے ثابت ہوا کہ اس سال سترہ اپریل بروز اتوار کا روزہ شریعت کے قانون سے قطعاً غلط ہوا ہے۔ نہ فرض بنے گا نہ نفلی بلکہ محض فاقہ کشی شمار ہوگی۔ کیونکہ لَایَجُوْزُ الصَّوْمُ یَوْمَ الشَّکِّ نَفْلًا اَیْضًا۔ ترجمہ: شک کے دن نفلی روزہ بھی ناجائز ہے تو چونکہ سولہ اپریل بروز ہفتہ بعد مغرب پوری دنیا میں کہیں بھی چاند نظر نہیں آیا لہٰذا سترہ اپریل کا روزہ غلط ہوا۔ شرعی ضابطوں کو توڑ کر اسلام قرآن و حدیث سے لاپرواہی بیگانگی کر کے اللہ رسول کی مخالفت میں روزے اور عید منانا نہ عبادت ہے نہ خدمتِ اسلام چاند کے ثبوت کے بغیر نہ روزے جائز نہ عید۔ اگر ان پہلے دن روزہ رکھنے والوں نے بغیر ثبوت چاند انتیس روزے رکھ کر عید منائی اور عوام سے منوالی تو انکی عید الفطر بھی غلط عید پڑھنے پڑھانے کا عذاب ...

یکن نہ ہوگا جو غلط عید کا اعلان کریں گے اور غلط دن نماز عید پڑھائیں گے اور روزہ بھی قضا کرنا پڑے گا۔ ہم نے مندرجہ ذیل ملکوں سے رابطہ قائم کیا۔ نمبر ۱: سعودی عرب میں اپنے دوستوں سے بذریعہ ٹیلیفون پتہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ چاند نظر نہیں آیا مگر حکومت کے قانونی اعلان پر روزہ رکھ لیا گیا۔ وہاں کے بہت سے مسلمان بعد میں ایک روزہ قضا کریں گے اور عید بھی ہمیشہ کی طرح غلط کرائی گئی۔ وہاں بہت سے لوگوں نے سترہ اپریل شام کو بہت ہی باریک چاند دیکھا جو یکم تاریخ کا ہی معلوم ہوتا تھا۔ سنا گیا ہے سعودی حکومت میں عیدین اور ماہ رمضان کا چاند دیکھنا اور اس کی تشہیر کرنی قانونا جرم ہے غرضیکہ

(۱) مصر میں سولہ اپریل ۱۹۸۸ء بعد مغرب چاند نظر نہیں آیا۔

(۲) پاکستان میں چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پاکستان میں پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع فون اور اخبارات [illegible]

(۳) ہندوستان: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع فون واخبارات۔

(۴) بنگلہ دیش: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع فون واخبارات۔

(۵) الجزائر: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع ٹی وی BBCI اور آئی ٹی وی کی خبریں۔

(۶) تیونس: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع ٹی وی BBCI کہ پہلا روزہ اٹھارہ اپریل کو۔

(۷) کویت: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع ٹی وی BBCI کی کہ پہلا روزہ اٹھارہ اپریل کو۔

(۸) ایران: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع سفارت خانہ ایران لندن سے بذریعہ فون کی گئی۔

(۹) الجیریہ: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع ٹی وی BBCI کی خبروں سے ملی کہ پہلا روزہ اٹھارہ اپریل کو ہوا۔

(۱۰) امریکہ: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع فون پر مسلمان دوستوں سے لی گئی۔

(۱۱) مراکش: چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے پہلا روزہ پیر اٹھارہ اپریل کو رکھا گیا۔ اطلاع فون پر مسلمان دوستوں سے لی گئی۔

(۱۲) ہم نے محکمہ موسمیات لندن سے تحریری اور فون پر اطلاع حاصل کی کہ سولہ اپریل کو دنیا میں کسی جگہ بھی چاند نظر

نہیں آسکتا تھا۔ محکمہ موسمیات کی اصل تحریر اور اس کا اردو ترجمہ آخر میں بشکل فوٹو سٹیٹ کاپی شامل فتویٰ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۳) جن خطیبوں نے اتوار سترہ اپریل کے روزے کا غلط اعلان کر کے غلط روزہ رکھوایا اور مسلمانوں کو خراب کیا ہم نے ان سے بھی رابطہ کر کے پوچھا کہ آپ لوگوں کے پاس شریعت کے قانون کے مطابق چاند کا کیا ثبوت ہے۔ تو انہوں نے اعتراف کیا کہ ہمارے پاس چاند کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہم نے لندن کی ریجن پارک والی ایک مسجد سے سن کر چاند اور یکم رمضان ہونے کا اعلان کیا تھا۔ جب ہم نے ریجن پارک کی مسجد والوں سے پوچھا تو انہوں نے سعودی عرب کی حکومت کے اعلان کا حوالہ دیا۔ پھر ہم نے سفارت خانہ سعودی سے رابطہ کیا اور پوچھا چاند کا ثبوت مانگا تو انہوں نے فون پر بتایا کہ ہمارے پاس چاند ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ ہر سال ہماری حکومت سعودیہ کا سرکاری فیصلہ ہم کو بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ ہر ملک میں متعین سفارت خانہ سعودیہ کو بھیجا جاتا ہے۔ یہ سرکاری فیصلہ ہوتا ہے۔ ہم نے ان تمام تفتیشی معلومات کے بعد یہ شرعی اسلامی فتویٰ جاری کیا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تمام مسلمانانِ برطانیہ کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ سترہ اپریل کو روزہ غلط رکھا گیا ہے۔ سعودی عرب کا سرکاری فیصلہ شریعت اسلام کے قانون اور ضابطوں کے خلاف ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی بغیر ثبوت چاند ورمضان کا اعلان کرنے کروانے روزہ رکھنے رکھوانے والے سب غلطی پر ہیں۔ لہٰذا اے مسلمانوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شریعت پاک کا احترام کرو تا کہ عذابِ قبر وحشر سے بچ جاؤ۔ غلط فیصلے کر کے مسلمانوں کی عبادتیں خراب نہ کرو۔ سابقہ غلطی کی بارگاہِ الٰہی میں معافی مانگو توبہ کرو۔ اور اگلے روزے چاند دیکھ کر ختم کرو یا چاند کا شرعی ثبوت حاصل کر کے اگرچہ تیس روزے یا ایک سے زیادہ بھی رکھنا پڑیں کیونکہ چاند نظر نہ آنے تک وہ ہی اصل فرض اور ماہ رمضان کی شرعی روزے بنیں گے۔ جو رویۃ ہلال سے پہلے پہلے ہونگے۔ آپکی ذاتی گنتی کا حساب نہ لگایا جائے گا۔ اس لئے کہ آپکا پہلا روزہ غلط ہوا شاید وہ نفلی بن جائے۔ رمضان المبارک کی اصل پہلی تاریخ اٹھارہ اپریل کو ہوئی اس حساب سے محکمہ موسمیات کے مطابق اس دفعہ عید الفطر یعنی یکم شوال سولہ مئی کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ اسلام کی تمام تاریخی عبادتوں کا تعلق قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق چاند سے ہے اور اس دفعہ عید الفطر کا چاند ساری دنیا میں سولہ مئی سے پہلے کہیں بھی نظر نہیں آسکتا۔ کیونکہ پندرہ مئی کو اٹھائیس رمضان ہوگی اور سولہ مئی کو انتیس رمضان اس تاریخ کی شام کو نیا چاند نظر آسکتا ہے یہ محکمہ موسمیات کی اطلاع ہے حتمی فیصلہ نہیں اگر اس دفعہ اگلا چاند انتیس کو نہ ہو تو سترہ مئی کی شام کو ماہِ رمضان اپنے تیس دن پورے کر کے ختم ہوگا اور چاند یقیناً طلوع ہوگا اور اٹھارہ مئی کو یکم شوال وعید الفطر ہوگی اگر ماہ رمضان انتیس دن کا ہوا تو ان لوگوں کے روزے تیس ہو جائیں گے ایک پہلا نفلی اور باقی انتیس روزے صحیح۔ اور اگر یہ رمضان تیس دن کا ہوا تو ایک دن پہلے والوں کے اکتیس روزے بنیں گے یعنی پہلا غلط اور تیس صحیح فرضی۔ خلاصہ یہ کہ یکم شوال آئندہ سترہ یا اٹھارہ مئی کو ہوگی۔ کچھ لوگ اور فرقے پچھلے چند سالوں سے مسلمانوں کے روزے نمازیں عیدین اور حج قربانیاں خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن میں منہاج فرقہ پیش پیش ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث کا یہ فیصلہ سنایا اور شائع کیا جا رہا ہے۔ اگر ایک دن بھی چاند کے نکلنے نظر آنے سے آگے یا پیچھے۔ عیدین یا حج یا قربانی وغیرہ کی گئی تو

[illegible] فرض روزہ قضا کرنا پڑے گا۔ جنھوں نے اس دفعہ سترہ اپریل کو یکم رمضان سمجھ کر روزہ [illegible] لی جائے۔ اب وہ تیس روزے پورے کریں اور اپنے پہلے روزے کو شمار [illegible] اور سعودی عرب سے سولہ مئی کو عید فطر منائی گئی تو غلط ہوگی کیونکہ چاند [illegible] عید منانا گمراہی اور گناہ ہے۔ [illegible] اختلافی مسئلہ نہیں ہر فرقے کے تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہے۔

محکمہ موسمیات کا فیصلہ

NATIONAL MARITIME MUSEUM

Dates of Ramadan 1988

Starts on April 16/17

New Moon at 12:00 hrs. on 16th. The Moon will set at 19:25 hrs. and rise at 4:58 hrs. on the 17th. They should see the Moon's crescent either early morning of the 17th or more likely after sunset.

Ends on May 15/16

New Moon 22:11 hrs. on 15th. Thy won't be able to see the Moon until the 16th. It will rise at 3:45 hrs and set at 21:15 hs. They should see cresent after sunset on the 16th.

Rosaly

انگریزی عبارت کا ترجمہ: پہلی رمضان کا چاند سولہ اپریل کو دوپہر بارہ بجے دن پیدا ہوا اور 19:25 یعنی سات بج کر پچیس منٹ پر نیچے چلا گیا۔ اس کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ پھر دوبارہ سترہ اپریل کو صبح 4 بج کر 58 منٹ پر پیدا ہوا اور وہ چاند ساری دنیا میں شام کو غروب آفتاب کے بعد نظر آ سکتا ہے۔ اس لئے ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ اٹھارہ اپریل کو ہوئی۔ عید کا نیا چاند پندرہ مئی کو رات دس بج کر گیارہ منٹ پر پیدا ہوگا جو پندرہ مئی شام کو نظر نہیں آ سکتا۔ پھر سولہ مئی صبح تین بج کر پینتالیس منٹ پر پیدا ہوگا وہ چاند سولہ مئی شام کو غروب آفتاب کے بعد نظر آ سکتا ہے۔ مگر یقینی نہیں اس کے بعد سترہ مئی کی شام کو رمضان تیس دن کا ہوگا اس لئے یکم شوال کا چاند یقینی ہے۔ یہ فتوٰی اکیس اپریل ۱۹۸۸ء کو جاری اور شائع کیا گیا تھا اور پورے برطانیہ کی ہر مسجد میں پہنچا دیا گیا نیز مختلف مجالس میں اعلان کرایا گیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اس سال فتوے کا بہت اثر اور فائدہ ہوا ہزاروں برطانوی مسلمانوں کے روزے نمازیں بچ گئیں عیدیں درست ہو گئیں۔ جس کا ثواب ہمارے معاونین کو بارگاہ رب تعالیٰ سے بروز محشر یقیناً ضرور ہوگا۔ لیکن اب اس کو بذریعہ طباعت شائع کرانے کا مقصد محض یہ ہے کہ اس کے بعد اب چند سال پیشتر پھر بعض شیطان صفت خبیث النفس لوگ مسلمانوں کے روزے اور نماز عیدین

اور قربانیاں برباد کرنے کرانے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں برطانیہ میں گمراہ لوگوں کی پشت پناہی کرنے میں ادارہ منہاج القرآن اور اس کے بانیاں ولیڈران پیش پیش ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ خود بانی ادارہ منہاج ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پاکستان میں بیٹھ کر اپنے روزے اور عید درست کر رہے ہیں مگر جبراً وحکماً اپنے تمام بیرون پاکستان اداروں سے منسلک عقیدتمندوں کے روزے اور عیدین وقربانیاں اپنے ظالمانہ حکم سے ہر سال برباد کرا رہے ہیں اور دن رات قہر الٰہی وعذاب قبر وحشر کو دعوت دے رہے ہیں۔ کیا ان بانیان ولیڈران ادارہ منہاج میں عذاب الٰہی کو برداشت کرنے کی ہمت وقوت ہے۔ اور کیا یہ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ اپنے ان صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ عقیدتمندوں کو بروز محشر عذاب سے بچایا چھڑا سکیں گے۔ شاید میرا یہ فتویٰ میرے ان عزیز الکریم بانیاں ولیڈران وبرادران میں سے کسی کی عاقبت سنوار جائے اور آئندہ کے لئے سچی پکی پیاری پیاری توبہ نصیب ہو جائے۔

میرے اللہ برائی سے بچانا ہمکو   سیدھا جو راہ ہے اس راہ پہ چلانا ہم کو

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں میری بات۔ اور مسلمانوں کی قربانیوں کے چور لٹیرے ڈاکو تو اب مکہ ومنیٰ میں بھی جگہ جگہ دفتر سجا کر سپیکر لگا کر پیسے چھیننے قربانی سے پہلے احرام کھلوا کر حج برباد کرنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے مسکین نادان و ناسمجھ بندوں کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ اس کا فتویٰ ہمارے فتاویٰ العطایا جلد چہارم میں دیکھئے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ ۲۰۰۰-۴-۲۲ / ۲۰۰۰-۶-۲۲

یہ فتویٰ منجانب مفتی اسلام صاحب زادہ اقتدار احمد خان نیوکاسل کی طرف سے شائع کیا گیا ہے

فتویٰ پنجم

سوال

درود ابراہیمی نماز سے مخصوص ہے۔ نماز کے علاوہ پڑھنا مکروہ اور گناہ ہے۔ کیونکہ حکم قرآنی کی خلاف ورزی ہے۔ حکم ربانی میں درود وسلام دونوں کے پڑھنے کا حکم ہے۔ وہابی لوگ حکم الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ہمارے علاقہ کے دیوبندی وہابی لوگ ہر وقت درود ابراہیمی پڑھتے ہیں۔ اور دوسرے تمام درود وصلوٰۃ سے منع کرتے ہیں اور ہر درود کو بدعت اور گناہ کہتے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک پڑھنے کو شرک کہتے ہیں۔ لیکن ہم اہلسنت مسلمان درود ابراہیمی صرف نماز میں پڑھتے ہیں۔ اس بنا پر سنی وہابی لوگوں میں دن رات یہاں جھگڑا پڑا رہتا ہے۔ یہاں کے سنی مسلمانوں نے استدعا کی ہے کہ آپ ہمیں رہنمائی عطا فرمائیں اور شرعی مدلل فتویٰ تحریری عطا فرمائیں تاکہ حق بات ظاہر ہو اور معلوم ہو کہ درود ابراہیمی نماز کے باہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز دوسری بات یہ پوچھنی ہے کہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمیں تعلیم فرمائی تھی کہ جب نماز

بلکہ درود شریف ابراہیمی یوں اس طرح پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ ہم یہاں سب اہلسنت عوام و خواص میں چھوٹے بڑے اسی تکمیل محبت و عقیدت کے ساتھ نماز میں درود ابراہیمی پڑھتے ہیں مگر وہابی لوگ کہتے ہیں کہ یہ زیادتی الفاظ حدیث پاک سے ثابت نہیں اس لئے بدعت ہے۔ فرمایا جائے کہ کیا؟ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیدنا و مولانا کہنا بدعت ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے اکثر دیوبندی وہابی لوگ اپنی تحریر تقریر میں درود شریف کی بجائے صلعم کہتے اور لکھتے ہیں ان کی کتب میں اس سے بھی چھوٹا نشان پڑا ہوتا ہے مثلاً ؐ یا علیہ۔ یا صلے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اس طرح کہنا اور لکھنا گناہ ہے تو کہتے ہیں اس کے گناہ ہونے کا ثبوت لاؤ۔ اس لئے آپ ہمیں شرعی مدلل فتویٰ عطا فرمائیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ فقط والسلام۔ دستخط سائل: حافظ عبدالکریم و دیگر اہلسنت والجماعت محلہ گرجاکھی گوجرانوالہ۔ شہر پنجاب، پاکستان۔ ۹۹/۱۰/۶۔

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَھَّابُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ تَعَالٰی وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَرَؤُفِ الرَّحِیْمِ۔ قرآن مجید کے حکم اور حدیث مبین کے ارشاد کے مطابق درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے مخصوص ہے۔ نماز کے علاوہ درود شریف ابراہیمی پڑھنا منع ہے۔ اگر کوئی وہابیانہ ضد کر کے نماز کے علاوہ بیرون نماز بھی صرف یہی درود ابراہیمی پڑھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی من پسندی سے تبدیل کرنا ہے اور بحکم قرآنی رب تعالیٰ کے حکم میں تبدیلی کرنا گناہ اور باعث عذاب ہے۔ تبدیلی حکم کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ تبدّل بالاختصار یا بالاقتصار کیا جائے۔ دوم یہ کہ تبدّل بِتَغَیُّرِ الفاظ ذومعنی ہو۔ یعنی جن لفظوں کے بولنے پڑھنے لکھنے کا حکم دیا گیا ہو اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا لفظ دوسرے معنیٰ مراد کا بولا یا لکھا جائے۔ تیسری قسم کی تبدیلی یہ ہے کہ جن لفظوں کے بولنے اور لکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو چھوڑ کر اس کی جگہ کوئی بے معنیٰ لفظ بولا یا لکھا جائے۔ اس طرح کی تبدیلی سب سے بڑا جرم اور گناہ ہے۔ نماز کے علاوہ درود ابراہیمی پڑھنا یا اسم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لکھنا پہلی قسم کی تبدیلی ہے اور شریعت میں ہر قسم کی تبدیلی حکم ناجائز ہے حکم اللہ تعالیٰ کا ہو یا رسول اللہ کا صلی اللہ علیہ وسلم۔ شریعت کے اس ضابطۂ کلیہ پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

قرآن مجید سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۵۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود مبارک بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے ایمان والو تم سب بھی درود شریف پڑھا کرو ان پر اور سلام تو ضرور ضرور پڑھا کرو۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو تا قیامت دو حکم عطا فرمائے ہیں۔ پہلا حکم صلوا۔ دوسرا حکم سَلِّمُوْا اور اس دوسرے حکم پر تسلیماً فرما کر سخت تاکید فرمائی ہے اور علم اصول کا مشہور قانون ہے کہ صیغہ امر حکم کو واجب کرتا ہے۔ چنانچہ اصول فقہ کی مشہور کتاب نورالانوار صفحہ ۲۵ پر ہے۔ کُلُّ الْاَمْرِ لِلْوُجُوْبِ۔ ترجمہ امر کا صیغہ اصل میں فعل کو واجب و لازم کرتا ہے اور آیت پاک میں دونوں صیغے فعل امر ہیں۔ صَلُّوا بھی سَلِّمُوْا بھی واضح ہوا کہ درود شریف پڑھنا بھی واجب اور سلام پڑھنا بھی واجب بلکہ سَلِّمو اکیساتھ تسلیماً۔ کا فرمان سلام پڑھنے کو اور زیادہ اہم و ضروری کر رہا ہے۔ کیونکہ لفظ تسلیما مفعول مطلق ہے جس سے کلام میں تاکید و سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس تسلیما نے بتایا کہ سَلِّمو اکا حکم صلوا سے زیادہ ضروری ہے۔ اور فقہاء کرام فرماتے ہیں۔ ترکَ الْوُجُوْبِ مَعْصِیَةٌ۔ ترجمہ: واجب حکم کو چھوڑنا گناہ ہے۔ ثابت ہوا کہ سلام نہ پڑھنا زیادہ سخت گناہ ہے۔ درود ابراہیمیٰ میں صلوٰۃ ہے مگر سلام نہیں ہے۔ نماز میں تو پہلے حاضر و ناظر کے صیغہ مخاطب سے۔ سلام آ گیا کیونکہ ہر نمازی عرض کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ ترجمہ: آپ پر سلام ہو اے آقا نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اور برکتیں بھی۔ اس سلام کے بارے میں دیو بندی وہابی عوام تو درکنار انکے بڑے بڑے علما بھی ایسی احمقانہ خلاف حقیقت بناوٹی بات کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ یہ سلام ہم معراج کے سلام کی نقل کرتے ہیں کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں گئے تو ان لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو سلام کیا تھا۔ ہم نمازی صرف نقل کرتے ہیں مقصود سلام کرنا نہیں۔ کیسی عجیب جاہلانہ بات ہے یہ بات دو وجہ سے قطعاً غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ وہابیوں کی اسبات کا کہیں ثبوت نہیں۔ نہ قرآن مجید میں نہ حدیث پاک میں حالانکہ معراج پاک کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے حدیث پاک میں بھی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ بات وہابیوں کی اپنی بناوٹ و کذب بیانی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ السلام علیک۔ یہ دعائیہ جملہ ہے اور اللہ تعالیٰ دعا مانگنے۔ دعا دینے سے پاک ہے۔ دعا یہ ہے کہ کسی سے دلوائی جائے یا کسی سے مانگی جائے اور یہ دونوں کام محتاج کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محتاجی سے پاک و منزہ ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نِسبَةُ الدُّعَاءِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی کُفْرٌ۔ یعنی یہ کہنا کہ اللہ دعا کرتا ہے یا دعا مانگتا ہے یا یہ کہنا کہ فلاں کام اللہ کی دعا سے ہوا ہے کفر ہے۔ مگر یہ مسائل تو اہل علم جانتے ہیں۔ دیوبندی وہابیوں کو اس سے کیا غرض انہوں نے تو عداوت نبوت میں ہر جھوٹ بنا لینا ہے۔ بہر حال نماز میں یہ سلام کی نقل نہیں اصل سلام ہی کرنا ہے۔ جیسا کہ اگلے دلائل میں ہم یہ بھی ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ نماز میں سلام پہلے آ گیا اس لئے نماز میں درود ابراہیمی درست ہے لیکن نماز کے باہر درود ابراہیمی پڑھنا اس لئے منع ہے کہ اس درود

ابراہیمی سے بعض کو ہی پڑھا اسنے۔ نمبرا: ترک واجب لازم آیا کہ سَلِّمُوْا کے حکم وجوبی پر عمل نہ ہوا۔ نمبر ۲: یہ کہ آدھی آیت پر عمل ہوا آدھی پر نہ ہوا اور یہ حرکت کفار کی نشانی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۸۵) یعنی کیا تم آدھے حکم کو مانتے ہو آدھے کا انکار کرتے ہو اور یہ دونوں تمام مسلمانوں کے لئے گناہ ہیں۔ واجب کا چھوڑنا بھی گناہ اور آدھی آیت نہ ماننا بھی گناہ لہذا ثابت ہوا کہ درود ابراہیمی نماز کے علاوہ پڑھنا دوہرے گناہ کا سبب ہے اگر وہابی دیوبندی وہابی ضد کر کے یہ درود شریف نماز کے باہر پڑھیں تو گویا اللہ تعالیٰ کی سراسر مخالفت ہے اور مخالفت کی یہ وجہ ہے کہ وہابیوں نے شیعوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخالفت و مقابلے کو اپنا دین بنالیا ہے۔ وہابیوں نے درود ابراہیمی پڑھ کر اور شیعہ روافض نے روزہ افطار میں دیر لگا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ۔ ترجمہ: رات تک روزہ ختم کر دو۔ رات کا ذرہ حصہ روزے میں شامل نہ ہو۔ سورج ڈوبتے ہی روزہ ختم کر دو مگر شیعہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے رات کا کچھ حصہ بھی روزے میں شامل کر لیتے ہیں۔

دوسری دلیل

چونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں حکم ایک ساتھ تمام مسلمانوں کو دیئے ہیں۔ صَلُّوْا کا بھی، سَلِّمُوْا کا بھی لہٰذا ہر درود شریف میں سلام پڑھنا بھی واجب ہے اور وہی درود فضیلت والا ہے جس میں سلام بھی ہو۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۸۷ پر ہے۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِبْنِ عَوْفٍ۔ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی دَخَلَ نَخْلًا (الخ) قَالَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ اَلَا اُبَشِّرُکَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ ایک بار آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور ایک باغ میں تشریف لے گئے پھر آپ نے بہت ہی لمبا سجدہ فرمایا۔ جب آپ نے سر اقدس اٹھایا تو میں نے لمبے سجدے کی وجہ پوچھی۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں کہ بیشک اللہ تعالیٰ عزوجل آپ کے لئے فرماتا ہے کہ جو بندہ آپ پر درود شریف پڑھے گا اور سلام پڑھے گا تو میں اس بندے پر رحمت بھیجوں گا اور سلامتی بھی۔

اس حدیث مقدس سے ثابت ہوا کہ سلام کے بغیر درود اللہ تعالیٰ کو قبول و پسند نہیں۔

تیسری دلیل

احادیث کی کتاب جامع صغیر جلد دوم صفحہ نمبر ۴۵ پر ہے۔ بحوالہ مسند ابو یعلیٰ محدث ضیاء نے امام حسن ابن علی مرتضیٰ سے روایت بیان کی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلٰوتِکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُمَا کُنْتُمْ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔ ترجمہ: اے مسلمانوں مجھ پر درود شریف پڑھا کرو اور سلام بھی کیونکہ تم جہاں بھی ہو تمہارا وہ درود شریف مجھ کو مل جاتا ہے یہ حدیث مقدس ہر طرح صحیح ہے۔ اس حدیث پاک سے اشارہ ملتا ہے کہ بغیر سلام والا درود

شریف آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لیتے ہی نہیں۔

دلیل چہارم

تفسیر روح البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۲۸ پر ہے۔ وَاَمَّا السَّلَامَ فَهُوَ فِیْ مَعْنَی الصَّلٰوةِ۔ ترجمہ: اور لیکن سلام تو صلواۃ کی مثل وہم معنیٰ ہے یعنی لازم اور واجب ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بغیر سلام والا درود پاک نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند۔

دلیل پنجم

مسلم شریف کی شرح نووی خطبہ مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۲ پر ہے۔ وَقَدْنَصَّ الْعُلَمَاءُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عَلٰی كَرَاهَةِ الْاِقْتِصَارِ عَلَی الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ ﷺ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيْمٍ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ترجمہ: اور بیشک تمام علماء اسلام نے قرآن و حدیث سے دلیل لے کر یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ بغیر سلام کے صرف درود شریف پر اقتصار کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۰ پر ہے کہ مطلقاً مکروہ سے ہمیشہ مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ تمام علماء اسلام کے مسلک میں بغیر سلام والا درود شریف پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی پر عمل کرنا گناہ کبیرہ ہے لہٰذا واضح ہوا کہ نماز کے علاوہ درود ابراہیمی پڑھنا گناہ ہے۔

دلیل ششم

اسی لئے احادیث سے ثابت ہے کہ درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے فرمایا گیا ہے چنانچہ مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۵ بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُّدِ۔ میں ہے عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِابْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهٗ ﷺ بَشِيْرُ ابْنُ سَعْدٍ۔ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُّصَلِّیَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَكَيْفَ نُصَلِّیْ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی تَمَنَّيْنَا اَنَّهٗ لَمْ يَسْئَلْهُ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ (الخ) پورا درود شریف۔ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔ يَا كَمَاقَدْ عُلِّمْتُمْ مشکوۃ فصل اول صفحہ نمبر ۸۶ و مسلم اول صفحہ نمبر ۱۷۵ دوسری حدیث مقدس عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰی قَالَ لَقِيَنِیْ كَعْبُ ابْنُ عَجْرَةَ قَالَ اَلَا اَهْدِیْ لَكَ هَدْيَةً سَمِعْتَهَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتَ بَلٰی فَاَهْدِهَالِیْ فَقَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا قَدْعَرَفْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّیْ عَلَيْكَ۔ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ۔(الخ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ پورا درود پاک ابراہیمی مسلم اول صفحہ نمبر ۱۷۵۔ تیسری حدیث مقدس: عَنْ عَمْرُوْ بْنُ سَلِيْمٍ(الخ) اوپر والی عَنِ الْحُكْمِ کی روایت کی مثل۔ مگر یہاں درود ابراہیمی میں صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بعد وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ کے الفاظ ہیں۔ جس نے آل کی وضاحت و تشریح فرمادی۔ ترجمہ: پہلی حدیث مقدس حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت

ہے انہوں نے فرمایا کہ تشریف لائے آقا و مولا کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اور ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ تو بشیر ابن سعد نے عرض کیا آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ ہم آپ پر درود شریف پڑھیں تو ہم کیسے پڑھیں آپ ﷺ پر درود۔ راوی ابو مسعود نے کہا کہ اس سوال پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے دل میں سوچا کاش وہ بشیر ابن سعد یہ سوال نہ کرتا۔ پھر فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس طرح پڑھا کرو پھر پورا مشہور درود ابراہیمی ہم کو سکھایا۔ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ تک پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالسَّلَامُ کَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ اور سلام کرنا تو تم نے جان ہی لیا ہے یا فرمایا قَدْ عُلِّمْتُمْ تم کو سکھا ہی دیئے گئے ہو۔ یہ راوی کا شک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ عَلِمْتُمْ فرمایا تھا یا قَدْ عُلِّمْتُمْ فرمایا تھا۔ مطلب یہ کہ نماز کی تشہد میں سلام کا طریقہ تو تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان ہی لیا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھا ہی دیئے گئے ہو اور درود شریف کا طریقہ اب تم کو یہ میں سکھا رہا ہوں۔ اس حدیث سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ یہ سوال صرف نماز میں درود شریف پڑھنے کا تھا نہ کہ نماز کے علاوہ کیونکہ خود ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے والسلام قد علمتم فرما کر بتا دیا کہ تمہارا سوال میں سمجھ گیا۔ نماز کے بارے میں ہے۔ دوئم یہ کہ سلام کرنا اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ نماز میں پڑھنا۔ یہ معراج کی حکایت و نقل نہیں بلکہ ہر نمازی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم طریقہ سلام ہے تا قیامت۔ سوم یہ کہ زمانہ صحابہ کرام میں بھی بہت قسم کے درود شریف رائج و جاری تھے۔ جیسے کہ سلام کرنے کے بھی چند طریقے جاری تھے۔ (۱) السلام علیکم (۲) السلام علیک (۳) السلام علیکما (۴) سلام علیکم (۵) سلامٌ علیک وغیرہ وغیرہ مگر نماز میں آقا ﷺ کو سلام کرنے کا طریقہ ان سب طریقوں سے علیحدہ سکھایا گیا جو ہم نماز کے باہر کرتے ہیں۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی تھی تا کہ انکے قلبی ارادے کا پتہ لگے کہ یہ سوال کیوں کیا گیا ہے جبکہ یہ لوگ بہت عرصہ سے درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ اس خاموشی میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سائلین کے دل کی بات کا پتہ لگا لیا کہ یہ صرف نماز کے بارے میں سوال ہے۔ نہ کہ بیرونِ نماز کا۔ چہارم: یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود وَالسَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ فرما کر ان کے سوال کی نوعیت کی نشاندہی فرمانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ سلام بھی ضروری ہے اور یہ درود ابراہیمی جو بغیر سلام ہے وہ میں نماز کے لئے اس لئے بتا رہا ہوں کہ وَالسَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ نماز میں سلام کا طریقہ تمہیں معلوم ہے۔ لہٰذا وہ درود ابراہیمی بھی سلام کے بغیر نہ رہا۔ اسی وَالسَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ سے ثابت ہوا کہ سلام کے بغیر درود شریف نہ نماز میں جائز نہ بعد نماز۔ نیز تمام محدثین فقہا نے بھی اس حدیث مقدس سے یہی سمجھا ہے کہ یہ درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے ہے چنانچہ محدث امام مسلم نے اس باب کا نام ہی یہ رکھا ہے کہ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد یعنی نماز میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کا باب۔ اسی باب کی دوسری و تیسری حدیث مقدس کا ترجمہ۔ پہلی حدیث حضرت حکم سے روایت ہے دوسری حدیث عمرو ابن سلیم سے روایت ہے کہ فرمایا حکم اور عمرو نے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا انہوں نے فرمایا۔ ایک بار مجھ سے کعب بن عجرہ نے

ایک جگہ ملاقات فرمائی تو فرمانے لگے۔ کیا میں تم کو کوئی تحفہ نہ دوں۔ وہ یہ کہ ایک بار آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے یہ تو پہچان لیا کہ آپ پر ہم سلام کیسے پڑھا کریں لیکن اب یہ بتا دیں کہ ہم آپ پر درود شریف کیسے پڑھا کریں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور الفاظ والا درود ابراہیمی ہم کو سکھایا۔ صرف فرق یہ ہے کہ عمرو ابن سلیم کی روایت میں وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کی بجائے وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَتِہٖ ہے۔ اس حدیث مقدس میں خود صحابہ کرام نے قَدْ عَرَفْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ کہہ کر وضاحت کر دی کہ ہمارا یہ سوال صرف نماز کے اندر درود شریف پڑھنے کے بارے میں ہے۔ جو سلام ہم نے پہچان لیا ہے وہ نماز ہی کے اندر ہے۔

دلیل ہفتم

نووی شرح مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۵ پر ہے۔ اَلرِّوَایَۃُ الْاُخْرٰی کَیْفَ نُصَلِّی اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا عَلَیْکَ فِیْ صَلٰوتِنَا۔ فَقَالَ ﷺ۔ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اِلٰی آخِرِہٖ۔ وَھٰذِہِ الزِّیَادَۃُ صَحِیْحَۃٌ رَوَاھَا الْاِمَامَانِ الْحَافِظَانِ اَبُوْحَاتِمِ بِنْ حَبَّانِ الْبُسْتِیِّ وَالْحَاکِمُ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ فِیْ صَحِیْحَیْھِمَا۔ قَالَ الْحَاکِمُ ھِیَ زِیَادَۃٌ صَحِیْحَۃٌ وَاحْتَجَّ بِھَا اَبُوْحَاتِمَ وَاَبُوْعَبْدِاللّٰہِ اَیْضًا فِیْ صَحِیْحَیْھِمَا۔ اِنَّمَا رَوَایَاہُ عَنْ فَضَالَۃَ ابْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ ترجمہ: دوسری روایت کا کہ کیسے درود شریف پڑھیں جب ہم اپنی نمازوں میں آپ پر درود شریف پڑھنے لگیں تو فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔ آخر تک درود ابراہیمی کا ذکر فرمایا اور یہ دوسری روایت ہر طرح صحیح ہے روایت فرمایا ان کو حدیث کے دو اماموں اور حافظان احادیث نے ایک ابو حاتم بن حبان البستی نے اور دوم حاکم ابو عبداللہ نے اپنی اپنی مستدرک صحیح میں فرمایا حافظ امام حاکم نے یہ لفظی زیادتی صحیح ہے اس روایت سے محدث ابو حاتم اور ابو عبداللہ نے بھی دلیل بنائی ہے۔ اپنی اپنی صحیح ہیں۔ ان ہی لفظوں کیساتھ جن کو روایت کیا فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محدثین فقہاء کرام نے اس حدیث مقدس سے یہ دلیل بنائی ہے کہ صحابہ کرام درود ابراہیمی صرف نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور یہ سوال بھی نماز میں درود پڑھنے کا تھا نہ کہ بعد نماز۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱ پر بھی لکھا ہے کہ درود ابراہیمی صرف نماز کیلئے ہے۔

آٹھویں دلیل

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کرنے کا طریقہ بھی بتا رہا ہے کہ درود ابراہیمی صرف نماز کے اندر پڑھنا چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۵ پر باب بھی اس طرح بنایا ہے۔ کتاب الصلوٰۃ۔ بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَھُّدِ۔ اور نووی شرح مسلم صفحہ نمبر ۱۷۵ پر ہے۔ اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْکَ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ وَھُوَ الْاَظْھَرُ۔ قُلْتُ وَھٰذَا ظَاھِرُ اِخْتِیَارِ مُسْلِمٍ وَلِھٰذَا ذکر ھٰذَا الْحَدِیْثَ فِیْ ھٰذَا الْمَوْضِعِ۔ ترجمہ: صحابہ کرام کا یہ عرض کرنا کہ اَمَرَنَا اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا ہے کہ ہم آپ پر درود شریف پڑھیں سوال کے اس طریقے سے غالب یقین یہی ہو رہا ہے کہ یہ سوال صحابہ نماز کے اندر درود پاک پڑھنے کا ہے۔ امام

نووی کہتے ہیں کہ یہی بات زیادہ ظاہر ہے کیونکہ محدث امام مسلم نے بھی اس حدیث مقدس کیلئے ایسا ہی باب بنایا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان محدثین کے نزدیک بھی درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے ہے۔

نویں دلیل

ابن ماجہ شریف کتاب الاقامت کے عنوان باب صفحہ نمبر ۲۹۲ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ. قَالَ : قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا السَّلَامُ عَلَیْکَ قَدْ عَرَفْنَا فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ. قَالَ قُوْلُوْا (الخ) ترجمہ حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا کہ ایک دن ہم سب صحابہ نے آقائے کائنات حضور اقدس نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ نماز میں سلام کا طریقہ تو ہم نے پہچان لیا یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ فَکَیْفَ۔ تو ہم درود شریف (نماز میں) کس طرح پڑھا کریں۔ نبی کریم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پڑھو (الخ) اور پھر آپ نے درود ابراہیمی پڑھ کر سنایا۔ مسلم شریف کی شرح نووی صفحہ نمبر ۱۷۵ پر ہے۔ وَاَمَّا السَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ مَعْنَاہُ قَدْ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ بِالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلٰی فَاَمَّا الصَّلٰوۃُ فَھٰذِہٖ صِفَتُھَا وَاَمَّا السَّلَامُ فَکَمَا عَلِمْتُمْ فِی التَّشَھُّدِ وَھُوَ قَوْلُھُمْ. اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ ترجمہ: صحابہ کرام نے جب سوال عرض کیا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام تو تم نے سیکھ لیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دو چیزوں کا حکم دیا ہے۔ نمبر ۱: صلوٰۃ کا نمبر ۲: سلام پڑھنے کا مجھ پر۔ سلام تو تم ہر نماز میں پڑھتے ہو یا پڑھو گے وہ یہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ لیکن درود تو یہ درود ابراہیمی ہے جو میں نے ابھی تم کو سکھایا۔ اس شرح سے صاف ظاہر ہوا کہ درود ابراہیمی کا سوال صرف نماز کے لئے تھا۔

دسویں دلیل

مسند ابو اسحٰق محدث صفحہ نمبر ۱۰۲ پر ہے۔ وَاَمَّا الصَّلٰوۃُ الْاِبْرَاھِیْمِیُّ فَمَخْصُوْصٌ بِالصَّلٰوۃِ بَعْدَ التَّشَھُّدِ۔ ترجمہ: اور لیکن درود ابراہیمی تو وہ مخصوص ہے نماز سے تشہد کے بعد۔

گیارہویں دلیل

وہابیوں کے امام محمد بن علی بن محمد شوکانی اپنی کتاب تحفۃ الذَّاکِرِیْنَ طبع بیروت کے صفحہ نمبر ۱۴۸ باب چہارم فصل صفت الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ وَفِیْہِ تَقْیِیْدُ الصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُفِیْدُ ذَالِکَ اَنَّ ھٰذِہِ الْاَلْفَاظَ الْمَرْوِیَّۃَ مُخْتَصَّۃٌ بِالصَّلٰوۃِ وَاَمَّا خَارِجَ الصَّلٰوۃِ فَیَحْصُلُ الْاَمْتِثَالُ بِمَا یُفِیْدُ قَوْلَہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا فَاِذَا قَالَ قَائِلٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ (الخ) ترجمہ: صحابہ کرام کے سوال میں فِیْ صَلَاتِنَا کی قید لگانا درود شریف پڑھنے میں یہ فائدہ دے رہا ہے کہ بیشک درود ابراہیمی کے مروی الفاظ صرف نماز سے خاص کئے ہوئے ہیں اور لیکن

نماز کے باہر وعلاوہ تو حاصل ہونے چاہیے ان لفظوں کی مثل درود شریف کے الفاظ جو فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے جو اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ والی پوری آیت پاک سے ہے۔ پس جب کوئی نماز کے علاوہ درود کے الفاظ کہے تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھے۔ اس دلیل سے بھی ثابت ہوا کہ درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے مختص ہے۔ نماز کے باہر یہ درود پاک پڑھنا منع ہے۔

بارہویں دلیل

امام الوہابیہ محمد بن علی شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۳۰۱، صفحہ نمبر ۳۰۲ پر فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْ یَحْصُلُ بِہِ الْاَمْتَالُ لِمُطْلَقِ الْاَمْرِ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھُوَاَنْ یَقُوْلَ الْقَائِلُ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِکَ اَوْعَلٰی مُحَمَّدٍ اَوْعَلَی النَّبِیِّ اَوْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ۔ وَمَنْ اَرَادَاَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیْہِ وَیُسَلِّمَ عَلَیْہِ بِصِفَۃٍ مِّنَ الصِّفَاتِ الَّتِیْ وَرَدَ التَّعْلِیْمُ بِھَا وَالْاِرْشَادُ اِلَیْھَا فَذَالِکَ اَکْمَلُ۔ (الخ) وَکَانَ ظَاھِرُ ھٰذَا الْاَمْرِ بِالصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ۔ فِیْ الْاٰیَۃِ(الخ) لِاَنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ اَمَرَنَا بِاِیْقَاعِ الصَّلَاۃِ عَلَیْہِ وَالتَّسْلِیْمُ مِنَّا۔(الخ) اِنَّ الصَّلٰوۃَ وَالتَّسْلِیْمَ الْمَامُوْرَ بِھِمَا فِی الْاٰیَۃِ۔(الخ) اِنَّ ھٰذِہٖ ھِیَ الصَّلٰوۃُ الشَّرْعِیَّۃُ۔ ترجمہ: اور وہ درود شریف جو اس آیت یَصَلُّوْنَ کے مطلق حکم سے حاصل ہو رہا ہے اس کی مثل الفاظ یہ ہیں کہ درود شریف پڑھنے والا اسطرح درود شریف پڑھا کرے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِکَ۔ یا کہے عَلٰی مُحَمَّدٍ یا کہے عَلَی النَّبِیِّ یا اس طرح پڑھا کرے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ اور وہ شخص جس نے ارادہ کیا کہ درود پاک پڑھے اپنے نبی پر اور سلام بھی پڑھے ان پر ان طریقوں میں سے کسی طریقے سے جس کی تعلیم اور جس پر ارشاد و راہنمائی وارد ہوئی ہے اس آیت درود سے تو جان لے کہ یہی مکمل درود ہے اور آیت کا ظاہری حکم صلاۃ وسلام دونوں پڑھنے کا ہے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے صلاۃ واقع کرنے کا بھی حکم دیا اور سلام کا بھی ہم سب مسلمانوں کی طرف سے نبی کریم پر۔ بیشک آیت درود میں دونوں ہی صلوۃ وسلام مامور ہیں۔ بے شک یہ درود مکمل ہی شرعی صلوٰۃ ہے۔ اس دلیل سے ثابت ہوا کہ درود ابراہیمی نماز کے علاوہ پڑھنا شرعی درود نہیں ہے کیونکہ اکمل نہیں ہے اور نماز کے باہر درود شریف کے الفاظ وہ ہیں جو علامہ شوکانی نے بتائے یعنی صلوۃ وسلام کے صیغے۔

تیرھویں دلیل

علامہ شوکانی نے تحفۃ الذاکرین کے صفحہ نمبر ۱۴۷ پر بیہقی ودارقطنی کے حوالے سے لکھا اور مستدرک حاکم جلد اول صفحہ نمبر ۲۶۸ پر ہے۔ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ عَلَیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا فَصَمَتَ حَتّٰی اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَسْئَلْہُ۔ ثُمَّ قَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَقُوْلُوْا۔(الخ) قَالَ الْحَاکِمُ ھٰذَاحَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَاَخْرَجَہٗ اِبْنُ حَبَّانَ و مسنداحمد وَاِبْنُ خُزَیْمَۃَ فِی صَحِیْحِہٖ۔ ترجمہ: صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم بارگاہ مقدس میں آقا کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک شخص حاضرِ بارگاہ ہوا اور عرض کیا یارسول

اللہ ﷺ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم نے پہچان لیا۔ پھر جب ہم اپنی نمازوں میں آپ پر درود شریف پڑھنا چاہیں تو کس طرح پڑھا کریں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اپنے دلوں میں چاہا کہ کاش یہ شخص یہ سوال نہ کرتا۔ پھر فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہو تو اس طرح پڑھا کرو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود ابراہیمی کے الفاظ صحابہ کو یاد کرائے۔ مستدرک حاکم نے فرمایا یہ حدیث مقدس مسلم شریف کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث پاک کو نقل کرتے ہوئے بڑے بڑے محدثین نے اپنی کتب حدیث لکھا ہے یعنی (۱) علامہ عینی (۲) بیہقی (۳) مستدرک حاکم (۴) صحیح ابن حبان (۵) مسند امام احمد بن حنبل (۶) امام دار قطنی (۷) صحیح ابن خزیمہ۔ اس حدیث مقدس سے تین باتیں ثابت واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کرام نمازوں کے علاوہ دیگر اوقات میں درود و سلام پڑھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی نے کبھی فِيْ اَوْقَاتِنَا کا سوال عرض نہ کیا۔ دوم یہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظ مبارکہ سے سلام عرض کرنا۔ یہ معراج کی حکایت و نقل نہیں۔ بلکہ تا قیامت اپنی غلاموں کو اپنے آقا پر سلام بھیجنے کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے ہی بتایا سکھایا اور دیگر اذکار نماز کی طرح یہ الفاظ سلام بھی مُنَزَّلْ مِنَ اللّٰہ ہیں نماز کا ذکری حصہ واجبہ ہیں۔ سوم یہ کہ صحابہ کرام کے سامنے ان صاحب نے خاص طور پر فِيْ صَلَاتِنَا عرض کر کے واضح کر دیا کہ یہ سوال صرف نماز میں پڑھنے والے درود شریف کے لئے ہے اس لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خاموش رہ کر جواب عطا فرمایا صحابہ کرام کا حَتّٰى اَحْبَبْنَا فرمانا بھی یہ فرما رہا ہے کہ دیگر درود شریف صحابہ کرام کو پہلے ہی یاد تھے۔ ان تمام چندرہ کتب کے حوالوں اور احادیث و آیٰت کے الفاظ سے ثابت ہو گیا کہ بغیر سلام کے درود شریف پڑھنا گناہ و منع ہے۔ اس لئے نماز جنازہ میں درود ابراہیمی کے اندر سلام کا لفظ شامل کیا گیا ہے چنانچہ نماز جنازہ میں اس طرح پڑھا جاتا ہے كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ۔ (الخ) اس لفظ كَمَا کی تشبیہ نے پورے درود ابراہیمی کو سلام والا بنا دیا۔

چودھویں دلیل

بغیر سلام درود شریف پڑھنا حکم الٰہی کو تبدیل کرنا ہے اور حکم الٰہی کو تبدیل کرنا باعث عذاب الٰہی ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ اور سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۸۱ میں ہے۔ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور سورۃ فتح آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ یعنی منافقین زمانہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں۔ اور اپنی من مانیاں عقل کی خرابیاں دین میں داخل عبادت میں شامل کر دیں۔ یہ آیت اگرچہ اپنے اپنے واقع و موقع کے اعتبار سے خاص ہیں مگر تا قیامت قانون شریعت ہیں۔ ان چاروں آیتوں میں یہی بتایا سمجھایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو چھوٹا بڑا کر کے بدلتے ہیں وہ ظالم منافق اور قابل عذاب و لائق سزا ہیں۔ غرض کہ ہم نے چودہ دلیلوں سے ثابت کر دیا کہ آیٰت قرآنِ مجید روایٰت احادیث مبین صحابہ

کرام، تابعی تبع تابعی، فقہا، علما محدثین، شارحین سب فرماتے ہیں کہ درود ابراہیمی نماز کے لئے خاص ہے۔ نماز کے علاوہ پڑھنا گناہ ہے کیونکہ مکروہ تحریمی ہے۔ نمعلوم دیوبندیوں وہابیوں کو کیوں جہالت کی ضد چڑھی ہوئی ہے کہ یہ بدعت بنائے بیٹھے ہیں۔ ان ہی جہالتوں ضلالتوں کی بنا پر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حدیث وقرآن سے ناواقفی بے علمی کا نام ہی وہابیت ہے۔ یہاں تک کہ بہت سی احادیث جو کسی چیز کو ناجائز کہتی ہیں۔ یہ وہابی اسی حدیث کولیکر اس ناجائز کام کو جائز بلکہ اپنی شیطانی ضد سے اس کو واجب کہتے ہیں۔ ان جہالتوں کی بہت سی مثالیں ہیں مگر ایک مثال بیان کرتا ہوں مثلاً ہر وہابی کہتا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں پہلوانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت دکھاتے ہوئے خوب اکڑ کر کھڑے ہونا چاہیے کہ گردن اکڑی ہو سینہ تنا ہوا، ہاتھ خم ٹھوک کر سینے پر بندھے ہوں۔ قدم پھیلے ہوں گویا کہ نماز میں نہیں بلکہ کسی سے کشتی کرنے لگے ہیں۔ ان وہابیوں کا موقف ہے کہ نماز باجماعت میں ہر نمازی کا ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم جڑا ہو حالانکہ یہ ناممکن ہے کندھے سے کندھا جوڑنا تو ممکن ہے مگر بیکوقت کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم جوڑنا قطعاً ناممکن ہے اگر کندھے سے کندھا جوڑنے کی کوشش کی جائے تو قدم سے قدم نہیں جڑ سکتا یہ اُن کا نہایت احمقانہ مسلک ہے لیکن حیرت اُس جہالت پر یہ ہے کہ جس حدیث مبارک سے اپنے اس بیہودہ موقف پر دلیل لیتے ہیں وہی حدیث دراصل اس احمقانہ حرکت کی ممانعت فرما رہی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف نمبر ا کتاب الصلوٰہ باب نمبر ۴۶۹ پر ہے۔ حَدَّثَنَا عَمْرُوابْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّ ثَنَازَھَیْرٌ عَنْ حَمِیْدٍ عَنِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ۔ قَالَ اَقِیْمُوْا اَصْفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔ وَکَانَ اَحَدُنَا یَلْزِقُ مَنْکَبَہٗ بِمَنْکَبِ صَاحِبِہٖ وَقَدَمَہٗ بِقَدَمِہٖ۔ اس حدیث پاک کے ابتدائی الفاظ مقدس مشکوٰۃ شریف باب تَسْوِیَۃِ الصُّفُوْفِ فصل اول صفحہ نمبر ۹۷ پر بھی ہیں۔ بحوالہ بخاری اور مسلم بخاری۔ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت نماز کے بعد فوراً اِلْتَفَتَ اِلَیْنَا ہم نمازیوں کی طرف رخ انور متوجہ فرما کر فرمایا۔ اے لوگو! اپنی صفوں کو درست رکھا کرو۔ پس بیشک میں وَرَاءِ ظَھْرِیْ بھی تم سب کو دیکھتا ہوں۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ پیچھے کسی صف میں ہم نمازیوں میں سے کوئی شخص صف میں یہ حرکت اور گڑبڑ کر رہا تھا کہ وہ شخص اپنے کندھے کو اپنے دوطرفہ ساتھی نمازی کے کندھے سے اور اپنے قدم کو دوطرفہ ساتھیوں کے قدم سے جوڑنے ملانے کی نازیبا و ناممکن کوشش کر رہا تھا۔ جس سے یقیناً لوگوں کی نماز خراب ہو رہی تھی۔ حضرت انس یا تو اسی صف میں تھے اور آپ نے جان لیا کہ یہ گڑبڑ کون پھیلا رہا تھا اور یا بعد میں کسی اسی صف والے نے آپ کو اس کی یہ حرکت بتائی۔ کتنی صاف اور واضح حدیث پاک ہے جس سے صاف پتہ لگ رہا ہے کہ نماز میں قدم سے قدم جوڑنا ممنوع و ناممکن ہے اور ایسی کوشش کرنا صف بگاڑنا ہے اور صف بگاڑنا نماز خراب کرنا ہے۔ یہ وضاحت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے متوجہ ہو کر جھڑک فرمانے اور حضرت انسؓ کے اَحَدُنَا فرمانے سے ہے۔ یعنی صحابہ کرام ایسا نہ کرتے تھے وہ صفوں میں صرف کندھوں سے کندھے جوڑتے تھے اور یہ ممکن بھی ہے حکم شریعت بھی ہے

[illegible] اور مستدرک حاکم جلد اول صفحہ نمبر ۵۷۳ پر ہے۔ لیکن قدم سے قدم جوڑنا نہ [illegible] سے کوئی منافق مراد ہوگا جو یہ تخریب کاری کر کے مسلمانوں کی نماز [illegible] کے باوجود آج کل کے وہابی اس تخریب پر بضد اور مُصِرّ ہیں اور ان کے [illegible] پڑھتے ہیں۔

[illegible] کا دوسرا سوال

[illegible] آقا علیہ [illegible] کی ہر کسی [illegible] نظر آتی ہے۔ ان کا الزامی جواب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مولویوں کو [illegible] بڑے بڑے القاب دیتے ہوئے علامہ فہامہ کہتے ہیں تو کس دلیل وثبوت سے کہتے ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کو سیدنا و مولانا کہنا قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ سورۃ یٰسین کا یہی پہلا لفظ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ لفظ یٰسین کا معنی ہے اے سردار خود باری تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کیلئے یہ لفظ ارشاد فرمایا تاکہ مسلمان آقا ﷺ کو سیدنا کہہ کر کلام، صلوٰۃ سلام عرض کیا کریں اور سورۃ نور کی آیت نمبر ۶۳ میں ارشاد ہے۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ۔ ترجمہ: اے تا قیامت ایمان والو نبی کریم رسول اللہ ﷺ کو اس طرح بھی نہ بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ یہ حکم قرآنی تا قیامت تمام مسلمانوں کو ہے یعنی اے مسلمانو نبی کریم ﷺ کو نہ صرف نام لے کر پکارنا نہ رشتے داری کے لقب سے پکارنا یا ابا، چچا، تایا کہہ کر یا خاوند کہہ کر بلکہ اونچے سے اونچا لقب جو کسی بھی بڑے کیلئے تم بطور ادب احترام و تعظیم کے لئے بولتے ہو۔ اس سے بھی اونچا اور تہذیب و اخلاق والے الفاظ بولا کرو مثلاً صرف حضور مت کہو بلکہ حضور پُر نور حضور اقدس ﷺ۔ آقا و مولیٰ کہا کرو چنانچہ سورۃ احزاب آیت نمبر ۶ میں ارشاد ہے۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ ترجمہ: یہ نبی کریم زیادہ مالک ہیں تمام مومنین کے (مرد ہوں یا عورت) خود ان سے بھی زیادہ مفسرین نے لفظ اولیٰ کے تین معنی کیے ہیں۔ نمبر ۱: سب سے زیادہ مالک نمبر ۲: سب سے زیادہ حقدار نمبر ۳: سب سے زیادہ قریب۔ آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کیلئے رب تعالیٰ نے یہ لفظ یہاں ان تینوں معنیٰ میں ارشاد فرمایا۔ تفسیر صاوی جلد سوم صفحہ نمبر ۲۲۲ پر ہے۔ فَحَقُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمَّتِهِ اَعْظَمُ مِنْ حَقِّ السَّيِّدِ عَلٰى عَبْدِهِ۔ پہلے صفحہ نمبر ۲۲۱ پر فرمایا۔ اَیْ اَنَّهٗ ﷺ اَحَقُّ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ۔ ترجمہ: یعنی بیشک نبی کریم ﷺ ہر مومن کے زیادہ حقدار ہیں خود ان سے لہٰذا نبی کریم ﷺ کا حق اپنی امت پر اس سے بھی زیادہ بڑا ہے جتنا کہ کسی مالک کا اپنے غلام پر اس سے صاف ظاہر ہے کہ آقاء کائنات ﷺ عرشی، فرشی، ارضی، سماوی تمام مخلوق کے مالک اعظم ہیں۔ ملکیت تین قسم کی ہوتی ہے پہلی ملکیت ذاتی حقیقی یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جو قدیمی بھی ہے ازلی بھی ابدی بھی۔ دوم ملکیت وہبی عطائی یہ نبی کریم ﷺ کی ہے یہ ازلی نہیں ابدی ہے۔ سوئم ملکیت کسبی یہ ہر شخص کو حاصل ہو سکتی ہے مگر عارضی ہے صرف موت تک۔ تفسیر فتح القدیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۶۱ پر ہے۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اَیْ هُوَ اَحَقُّ بِهِمْ فِيْ كُلِّ اُمُوْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَاَوْلٰى بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے زیادہ حقدار ہیں تمام دینی۔ دنیوی معاملات میں خود ان سے بھی زیادہ اور تفسیر قرطبی جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۱ پر ہے۔ جز نمبر ۱۴ میں بحوالہ مسلم بخاری الفرائض باب نمبر ۴ قال النبی ﷺ۔ فَاَیُّکُمْ تَرَکَ دَیْنًا اَوْضِیَا عًا فَاَنَا مَوْلَاہُ۔ ترجمہ: فرمایا آقاء کائنات حضورِ اقدس ﷺ نے اے مسلمانوں تم میں سے جو شخص اپنے پر قرضہ مالی یا زمینی نقصان چھوڑے یا کسی کا نقصان کر کے فوت ہو گیا۔ یا جس میت کا کوئی تجہیز تکفین کا کوئی والی وارث نہ ہو تو میں اس کا مولیٰ ہوں ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ بحکم قرآنی آقا ﷺ کو سیدنا و مولانا کہنا اخلاقاً و تعظیماً لازم واجب ہے۔ صلوٰۃ ہو یا سلام ہو تخاطب ہو یا کلام عام ہو یہی ادب و تہذیب کا تقاضہ ہے۔ رہا یہ کہ حدیث مقدس نے درود ابراہیمی میں سیدنا و مولانا کے الفاظ ذکر نہ فرمائے یعنی ان احادیث سے ان لفظوں کا ثبوت نہیں تو اس کی وجہ یہ کہ الفاظِ درود شریف خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے اور کوئی بھی خود اپنے لئے الفاظ احترام مقرر یا بیان نہیں کر سکتا۔ انکسارِ ذاتی کرتے ہوئے معمولی الفاظ ہی بولے جاتے ہیں۔ بادشاہ کہتا ہے میں مسکین فقیر خادم قوم ہوں کبھی کسی والد نے بھی اپنی اولاد سے یہ نہ کہا کہ مجھے ابا حضور کہا کرو۔ مگر خود خدام و اولاد پر یہ واجب ہے کہ وہ احترام کے الفاظ بولیں مگر یہ سب دلائل آپ جیسے عشاقانِ آقا ﷺ کو سمجھانے بتانے کے لئے ہیں کیونکہ وہی ان سے فائدہ اور ادب لے سکتے ہیں ان پر ہی اثر ہو سکتا ہے لیکن مردِ ناداں پر کلام نرم نازک بے اثر۔ وہابی قوم ایسی ضدی ہے کہ اگر سارا قرآن مجید پڑھ کر بھی تعظیم رسول اللہ ﷺ کا وجوب ثابت کر دیا جائے تب بھی نا مانیں۔ اگرچہ لاجواب و بدحواس ہو جائیں۔ ان کے ماننے کی دو ہی صورتیں ہیں نمبر ۱: حکومتی دباؤ نمبر ۲: یا دنیوی لالچ۔ دیکھو ان کے مذہب میں جشنِ عید میلاد النبی ﷺ منانا شرک و بدعت ہے مگر حکومت کے دباؤ میں آ کر منا رہے ہیں اور حکومتی خوشنودی و انعام کی لالچ میں خوب چراغاں کر رہے ہیں اپنا نام انعام والوں میں لکھا رہے ہیں۔ ایسے ہی ان کا مذہب ہے کہ مزارات پر چڑھاووں کی آمدنی کھانا حرام ہے مگر داتا صاحب و دیگر مزارات اوقاف کمیٹیوں میں گھسے ہوئے ہیں۔ خوب مرغ مٹھائیاں کھائی کھلائی و کمیٹی جا رہی ہیں۔ اپنے لئے نہ حرام رہا نہ شرک و بدعت خلاصہ یہ کہ آپ لوگ حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بتائی ہوئی تعظیم پر عمل کئے جاؤ اور اس تعلیم و طریقۂ درود ابراہیمی پڑھنے کو اپنے چھوٹوں بڑوں میں عام کرو بلکہ پیار و محبت سے عوام وہابی دیوبندی کو بھی سمجھاؤ۔ اگر کوئی ضدی شخص ثبوت و وضاحت مانگے تو اس سے کہو کہ پہلے تم اپنے مولویوں کو علامہ فہامہ اور مولانا کہنے کا ثبوت پیش کرو میں کہتا ہوں کہ اگر آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کو صرف نام لے کر یا تو تا کر کے یا بشر، انسان، بھائی، بیٹا، چچا تایا کہہ کر ہی پکارنا ہے تو تجھ میں اور ابوجہل، ابولہب اور دیگر کفار و خبثا میں فرق کیا رہے گا۔ اسطرح کی سوکھی پھیکی بدتمیزی و بداخلاقی سے تو ابوجہل بھی بات کر لیتا تھا۔ میں نے سعودی نجدی وہابی خطیبوں کے چند خطبات جمعہ سنے ہیں۔ محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں۔ یہ وہی ابوجہل کی طرز تکلم ہے۔ لیکن کوئی شریف مہذب معظم بااخلاق باادب مسلمان اپنے آقا کا نام اس طرزِ ابوجہلی سے لے سکتا ہی نہیں۔

مسائل [illegible]

مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر [illegible] وہابی ہے انکی دیگر بہت سی بدعات سیئہ میں سے ایک یہ بدعت بھی ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے درود شریف کیلئے چند نشانات ایجاد کر لئے تا کہ درود شریف نہ پڑھنا پڑے حالانکہ درود شریف کی بجائے صلعم، صلے، علیہ، عم کے نشانات بولنا یا لکھنا قطعاً ناجائز اور حکم الٰہی کی سراسر خلاف ورزی اور باعث عذاب الٰہی ہے۔ اور شرعی حکم یہ ہے کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا نام مقدس بولا جائے یا لکھا جائے یا سنا جائے تو پورا مکمل درود شریف ایک بار پڑھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ درود شریف کو مخفف کرنا ناجائز ہے۔ مندرجہ ذیل دلائل سے۔

پہلی دلیل

وہابی حضرات فرماتے ہیں کہ ممانعت کا ثبوت دکھاؤ یہ کیسی عجیب حماقت ہے کہ اگر اہلسنت کوئی اچھا کام کریں تو ان سے جواز کا ثبوت مانگتے ہیں اور اگر خود کوئی برا کام ایجاد کریں تو منع کرنے والوں سے ممانعت کا ثبوت مانگتے ہیں۔ گویا کہ پٹ بھی ان کی چت بھی ان کی کیا وہابیوں کے ذمہ کوئی ثبوت دینا ضروری نہیں۔ یہ انکی نفسانی چالاکی ہے۔ حالانکہ اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہے کہ اس طرح درود پاک کے تخفیفی اشاروں کا تحریری یا تقریری عمل نہ دورِ صحابہ میں ملتا ہے نہ تابعین نہ تبع تابعین میں نہ دورِ محدثین نہ مجتہدین نہ شارحین کے دور میں وجود وہابیت سے پچاس سال پہلے اس طرح کی کسی بھی بدعتِ سیئہ کا وجود کہیں نہیں ملتا اور یہ بھی ممانعت وحرمت کی ایک دلیل ہے۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ترجمہ: ایمان والو نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو اور سلام بھی خوب اچھی طرح۔ یہ حکم الٰہی ہے جس کو پورا کرنا بجالانا ہر مسلمان پر واجب مگر صلے، صلعم، علیہ، یہ ایک بیکار و بے معنیٰ نشان ہیں۔ ان کو درود پاک کی جگہ لکھنا بولنا۔ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے اور خلاف ورزی گناہ کبیرہ۔

تیسری دلیل

سورۃ یونس آیت نمبر ۶۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے احکام میں نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ کوئی شخص کر سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو اپنی مرضی سے بدلے تو وہ یقیناً دنیا و آخرت میں مردود وملعون ہے۔

چوتھی دلیل

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۵۸، ۵۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ (الخ) وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ (الخ) فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ تفسیر جلالین صفحہ نمبر ۱۳ پر ہے۔ فقالوا حبة

فِیْ شَعْرَۃٍ وَادْخُلُوْا۔ یَزْحَفُوْنَ عَلٰی اَسْتَاھِھِمْ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں کفریات یہود کا ذکر فرمایا اور جب کہا ہم نے بنی اسرائیل سے (غرق فرعون کے بعد) کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ تم اور داخل ہوتے وقت دروازہ شہر میں سجدہ کرتے ہوئے جانا اور سجدے میں دعا مانگنا کہ حِطَّۃٌ حِطَّقٌ یا اللہ ہمارے گناہ بخش دے۔ مثا دے تو ہم اس عاجزانہ سجدے اور محتاجانہ دعا کے طفیل نَغْفِرْ لَکُمْ خَطَایَاکُمْ۔ ہم تمہارے تمام خطاو گناہ بخش دیں گے۔ تو بہت سے یہودی ظالموں فاسقوں ضدی نافرمانوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بدلدیا جو ان سے کہا گیا تھا۔ اس طرح کہ حِطَّۃٌ کی جگہ حِنْطَۃٌ اور حَبَّۃٍ فِیْ شَعْرَۃٍ کہا اور داخل ہوتے وقت سجدہ کرنے کے بجائے چوتڑوں کے بل گھسٹتے رینگتے ہوئے داخل ہوئے یعنی گھیسی کرتے ہوئے۔ (معاذ اللہ) تفسیر صاوی جلد اول میں صفحہ نمبر ۳۱ پر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھا۔ (قَوْلُہٗ قَوْلًا) اَیْ وَفِعْلًا فَفِیْہِ اِکْتِفَاءُ الْمُرَادُ بِالْقَوْلِ الْاَمْرُ الْاِلٰھِیْ وَھُوَ یَشْمِلُ الْقَوْلَ وَالْفِعْلَ کَاَنَّہٗ قَالَ۔ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُو اَمْرًا غَیْرَ الَّذِیْ اُمِرُوْابِہٖ (وَقَوْلُہٗ دَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ) وَقِیْلَ دَخَلُوْا مُسْتَلْقِیْنَ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ (قَوْلُہٗ عَلٰی اِسْتَاھِھِمْ) جَمْعَ سِتِہٖ وَھُوَ الدُّبُرُ اَیْ عَلٰی اَدْبَارِھِمْ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ۔ یہاں قول سے مراد قول اور فعل دونوں ہیں تو اس میں ایک لفظ پر کفایت فرمائی گئی ہے مگر مراد دونوں ہیں یا اس طرح کہا جائے کہ قول سے مراد حکم الٰہی ہے اور حکم دونوں قول وفعل کو شامل گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ پس بدلدیا ان کے ظالموں نے اس حکم کو جس کا حکم دیئے گئے تھے۔ اور سورۃ فتح آیت نمبر ۱۵ میں ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ اور چونکہ حکم دو تھے۔ نمبر ۱: سجدہ فعل کا نمبر ۲: حِطَّۃٌ قول کا ان ظالموں نے دونوں حکم بدلدیے۔ قول بھی فعل بھی۔ اور مفسر کا فرمان کہ دَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ۔ یعنی رینگتے گھسٹتے داخل ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ پیٹھ کے بل لیٹ کر گھسٹتے داخل ہوئے اور مفسر صاحب کا یہ فرمان کہ عَلٰی اِسْتَاھِھِمْ۔ یہ سِتَۃٌ کی جمع ہے۔ جس کا معنیٰ ہے دبر یعنی وہ ظالم یہودی اپنی دبروں کے بل رینگتے گھسٹتے داخل ہوئے۔ پھر آگے ارشاد ہے کہ ان یہودیوں کے اس تبدیلی حکم الٰہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔ ترجمہ: لہٰذا نازل کیا ہم نے ان کے ان ظالموں پر عذاب آسمان سے۔ اس وجہ سے کہ وہ حکم ربانی بدل کی نافرمانی کرتے تھے۔

دیکھو ان یہودیوں نے حکم الٰہی کو ایک بامعنیٰ عبارت سے بدلا جس میں انکی کچھ لالچ وخواہش کی دعا تھی مگر پھر بھی ان پر عذاب آ گیا۔ یہ وہابی ظالم تو صلوٰۃ وسلام کے حکم الٰہی کو بالکل ہی بے معنیٰ آواز واشارات سے بدلتے ہیں۔ اس کو اردو میں منہ چڑانا کہتے ہیں۔ عربی میں اسخاط والماص کہتے ہیں۔ گویا کہ دیوبندی وہابی لوگ ؐ، صلے، صلعم جیسے بے معنیٰ فضول آواز ونقوش لکھ کر حکم الٰہی کا منہ چڑاتے ہیں۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ) اب خود سوچلیں کہ قبر حشر میں ان کا کیا انجام ہو گا۔ دنیا میں جتنا چاہیں۔ ضد، عناد مخالفت کر کے کفرو نافرمانی کما لیں مگر اب بوجہ وعدۂ رحمانی دنیا میں عذاب نہ آئیگا۔

پانچویں دلیل

فتاویٰ طحطاوی حاشیہ درمختار وتتارخانیہ، جلد اول میں ہے۔ مَنْ کَتَبَ عَلَیْہِ السَّلَامَ بِالْھَمْزَۃِ وَالْمِیْمِ اَوِ الْعَیْنِ وَالْمِیْمِ

کُفْرٌ لِاَنَّهٗ تَخْفِیْفٌ وَتَخْفِیْفُ الْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ۔ ترجمہ: جس شخص نے علیہ السلام کی بجائے ام یا عم لکھا وہ کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ ایسا لکھنا گستاخی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب و احترام صلوٰۃ وسلام کو بجا اور معمول نہ کرنا کفر ہے۔ اور شرح مسلم جلد اول کا مقدمہ صفحہ نمبر ۱۸ پر ہے۔ یُسْتَحَبُّ لِکَاتِبِ الْحَدِیْثِ اِذَا مَرَّ بِذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَکْتُبَ عَزَّوَجَلَّ اَوْ تَعَالٰی اَوْسُبْحَانَہٗ تَعَالٰی اَوْتَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَوْ تَبَارَکَ اسْمُہٗ اَوْ جَلَّتْ عَظَمَتُہٗ اَوْ مَا اَشْبَہَ ذٰلِکَ وَکَذٰلِکَ یَکْتُبُ عِنْدَ ذِکْرِ النَّبِیِّ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَمَالِھِمَا لَا رَامِزًا اِلَیْھِمَا وَلَا مُقْتَصِرًا عَلٰی اَحَدِھِمَا۔ ترجمہ: مستحب ہے یہ عمل کہ جب کوئی بات لکھنی ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام لکھے تو کامل کرے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام مقدس کے ساتھ عزوجل لکھے یا تعالیٰ لکھے یا سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی یا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یا جَلَّ ذِکْرُہٗ یا تَبَارَکَ اسْمُہٗ یا جَلَّتْ عَظَمَتُہٗ یا ان سے مشابہ تعظیمی الفظ لکھے اور ایسے ہی آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کے نام اقدس لکھنے کے وقت نام کے بعد لکھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دونوں کے کلمات پورے مکمل لکھے یعنی درود شریف کے الفاظ بھی مکمل اور سلام پاک کے حروف بھی مکمل لکھے خبردار ہرگز صلوٰۃ وسلام کے الفاظ و حروف مت رمز و اشارے سے لکھے نہ صلوٰۃ پر اختصار اور کمی کرے۔ رمز سے مراد یہی وہابیانہ اشارے ہیں۔ اور اقتصار سے مراد یہ ہے کہ بغیر سلام والا درود شریف نہ لکھے یہ تینوں کام گناہ کبیرہ ہیں۔ نمبر ۱: یعنی اللہ تعالیٰ کا نام اقدس بغیر تعظیمی الفاظ لکھنا یا بولنا اور نمبر ۲: درود شریف کو وہابی بناوٹ والے رموز و اشارات سے لکھنا یا صرف نام مقدس لکھنا اور بولنا بغیر صلوٰۃ وسلام یا نمبر ۳: صلاۃ بغیر سلام لکھنا یا بولنا۔ نیز یہاں طحطاوی اور نووی کی عبارات سے دو باتیں مزید واضح ہوئیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کے اسماء پاک کے ساتھ تعظیمی الفاظ دعائیہ و انشائیہ نہیں بلکہ خبریہ ہیں یہی معنیٰ ہے علیہ السلام کہنے کے علیہ السلام کا ترجمہ ہے کہ انبیاء کرام پر ازل سے ابد تک سلامتی ہے اس معنیٰ کی وجہ سے کسی دیگر انسان کو علیہ السلام کہنا ناجائز اور گناہ ہے۔ نہ اہلبیت کو نہ آل کو نہ اصحاب کو لکھنا بھی شرعاً منع ہے بولنا بھی کیونکہ جھوٹ ہے تفضیلی وتبرائی رافضی شیعہ مولیٰ علی وغیرہ کیلئے بولتے ہیں جو انکی کا ذبانہ حماقت اور قرآن و حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمام متقدمین و متاخرین فقہاء علما مفسرین محدثین کے مسلک و عقیدے میں علیہ السلام کہنا صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے نام کے ساتھ خاص و مخصوص ہے۔ اس لئے طحطاوی شریف نے لکھا کہ مَنْ کَتَبَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالْھَمْزَۃِ وَالْمِیْمِ اَوِالْعَیْنِ الْحَمِیْمِ یَکْفُرُ۔ لِاَنَّہٗ تَخْفِیْفٌ وَتَخْفِیْفُ الْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ۔ یعنی جس نے علیہ السلام کی بجائے ام یا عم لکھا وہ اس لئے کفر ہے کہ اس شخص نے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کی اور گستاخی انبیاء کرام علیہم السلام کفر ہے۔ مقصد یہ کہ ام یا عم لکھنے سے صرف انبیاء علیہم السلام کی تخفیف ہوتی ہے نہ کہ کسی اور کی۔ ثابت ہوا کسی دوسرے کے لئے علیہ السلام لکھنا جائز ہی نہیں۔ یہ الفاظ تحیہ مخصوص ہیں انبیاء علیہم السلام سے واللہ ورسولہ اعلم۔

فتویٰ ششم

مدینہ منوّرہ کو یثرب کہنا اور لکھنا حرام ہے یثرب کہنا منافق کفار کا طریقہ حیثانہ تھا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کہ آجکل بہت سے لوگ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے لگے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یثرب کہنا حرام ہے مگر ان عام لوگوں نے جواباً کہا کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنے اشعار میں یثرب لکھا ہے ان کا ایک شعر ہے۔ خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است۔ مشہور عالم مولانا شوکت علی جو ایک اخبار زمیندار کے ایڈیٹر تھے وہ اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں۔ خوشا وہ وقت کے دیدار عام تھا انکا۔ خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا ان کا۔ اور ایک مشہور نظم ہے جو آجکل قوالی کی طرز پر گائی جاتی ہے۔ جس کا ایک پہلا شعر اس طرح سے ہے۔ شاہِ مدینہ، شاہِ مدینہ یثرب کے والی۔ سارے نبی تیرے در کے سوالی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر یثرب کہنا ناجائز ہوتا تو یہ اتنے اتنے بڑے بزرگ اپنے اشعار میں کیوں کہتے اور کسی بھی عالم دین نے ان اشعار کو کبھی برا یا ناجائز نہ کہا۔ اور اگر اشعار میں جائز ہے تو نثر میں بھی جائز ہونا چاہیے۔ اس لئے مولوی صاحب غلط کہتے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب تو اس کا جواب نہیں دے سکے اس لئے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ ہمیں شرعی فتویٰ عطا فرمائیں کہ کیا مدینہ منورہ کو یثرب کہنا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے یا حرام اور سوال میں جن شاعروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے اس اشعار کے جائز و ناجائز ہونے کے متعلق شریعت پاک کا کیا حکم ہے۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔ سائلان محمد زبیر، محمد لئیق ساکنان مانچسٹر برطانیہ۔

۹۰-۱۱-۱۱

الجواب

بعون العلاّم الوھّاب

قانون شریعت کے مطابق مدینہ منوّرہ کو یثرب کہنا حرام ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس حرمت کو جانتے ہوئے بھی مدینہ منورہ کو یثرب کہتا ہے تو وہ بحکم فرمان قرآنی منافق ہے اور اگر مسئلے سے ناواقفی کی بنا پر کہتا ہے تو وہ بدنصیب شخص جاہل ہے اور اگر علماء کرام سے ضد کی بنا پر کہتا ہے اور دین سے بے پرواہ ہے تو وہ شخص گستاخ شریعت ہے معترض کا ڈاکٹر اقبال وغیرہ کا حوالہ دینا اور ان کے اشعار پیش کرنا دلیل جواز نہیں بن سکتے کیونکہ یہ شاعر لوگ عام طور پر دینی علوم سے جاہل ہوتے ہیں اور یہ محولہ حضرات تو بالکل ہی دینی مسائل سے ناواقف تھے۔ ان کے اکثر اشعار خلاف شریعت ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ شعرا آیت نمبر ۲۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ۔ ترجمہ: شعر کہنے والے لوگ انکی پیروی صرف گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ اے مسلمان کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ شعر

بناتے پھرتے والے لوگ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یعنی شاعر کا کوئی دین مذہب نہیں ہوتا کبھی لاٹھی کی بھینس، کبھی ایک کا چمچہ کبھی چڑھتے سورج کا پجاری، وہ کر پیسے مل گئے تو قصیدہ خوانی نہ ملے تو مرثیہ خوانی۔ آج وہ جس کو زندہ باد کہتا ہے تو کل وہی شاعر اسی کو مردہ باد کہہ دیتا ہے۔ ان تمام شاعروں کی وہی کیفیت تا عمر وہی کاسہ لیسی رہی جو قرآن مجید نے بیان فرمائی۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ہر ابن الوقت ان کا پیرومرشد بن جاتا ہے۔ بہرحال سوال میں پیش کردہ اشعار سراسر جہالت و گمراہی ہے اور انکو بانداز پڑھنا سننا بھی منع ہے۔ قرآن و حدیث کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اس لئے کہ لفظ یثرب سے اللہ رسول کو نفرت و کراہت ہے۔ یثرب بنا ہے ثرب سے اس کا معنی ہے الزام لگانا گناہ، جھڑک مصیبت، بیماری، آفت، نحوست، غم، فکر، سزا، غرضیکہ یہ لفظ عربی لغت میں برے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کی وادی کا موسم ہمیشہ خراب اور ناموافق اور بیماریوں والا تھا۔ جو بھی نیا مہمان مسافر چند دن کے لئے آتا تو قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا۔ اسی موسمی و ماحولیاتی، فضائی مصیبتوں نحوستوں کی بنا پر لوگوں نے اس علاقے کا نام وادی یثرب رکھ دیا تھا۔ یعنی بیماریوں نحوستوں کی وادی۔ سورۃ یوسف آیت نمبر ۹۲ میں ہے کہ جب برادران یوسف نے مصر میں یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا تو بہت ڈرے کہ اب عزیز مصر حاکم اعلیٰ یوسف ہم سے ہمارے سابقہ تمام ظلم زیادتیوں کا بدلہ لے گا سزا دیگا۔ تب آپ نے ڈرتے کانپتے بھائیوں سے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ اے بھائیو نہ ڈرو۔ آج تم پر کوئی آفت مصیبت نہ پڑے گی۔ یہاں بھی تثریب و ثرب کا معنیٰ آفت نحوست مصیبت ہی ہے بعض مورخین نے لکھا کہ جس شخص نے اس وادی مدینہ کو آباد کیا تھا وہ اکثر بیمار رہتا تھا تو لوگوں نے اس کا لقب ہی یثرب رکھ دیا اور اس کے لقب کیوجہ سے پوری وادی کا نام یثرب پڑ گیا۔ قوم عمالقہ کا یثرب بن عمل بن ہلائیل بن عوص بن عملاق بن لاوق بن ارم بن سام بن نوح۔ بعض نے کہا یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ بہرکیف وجہ کچھ بھی ہو معنی وہی ہے بیماریوں مصیبتوں، تکلیفوں کی بستی۔ جب ہجرت ہوئی اور مہاجر مسلمان مدینہ منورہ میں آباد ہوئے تو بہت سے نو آباد کار مسلمان بیمار اور بیماری سے کمزور ہو گئے۔ تب آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے بارگاہِ رب العزت میں دعا عرض کی۔ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ ترجمہ: حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ دعا مانگی نبی کریم ﷺ نے۔ یا اللہ محبوب بنا دے ہم سب مسلمانوں کے لئے مدینہ منورہ کو جیسے کہ ہماری محبت ہے مکہ مکرمہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور صحت والا بنا دے اس مدینہ منورہ کو اور برکت دے ہمارے لئے یہاں کے صاع میں اور یہاں کے مد میں اور منتقل فرما دے یہاں سے اس بستی کے بخار و بیماریاں اور ڈال دے ان بیماریوں کو جحفہ کی ویرانیوں میں (مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۳۰ از بخاری مسلم) دوسری حدیث مقدس عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اِبْنِ عُمَرَ فِيْ رُؤْيَا النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَدِيْنَةِ رَاَيْتُ اِمْرَاءَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَ الرَّاسِ خَرَجَتْ مِنْ مَدِيْنَةٍ حَتّٰى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَتَاوَلْتُهَا اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلٰى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ ترجمہ:

مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۳۹ پر ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھی کہ ایک سیاہ عورت کھلے بکھرے بال ننگے سر۔ مدینہ منورّہ سے نکلی اور مہیعہ بستی میں اتر گئی اور اسی علاقہ کا نام جحفہ ہے۔ اسکی تعبیر یہ فرمائی کہ مدینہ منورّہ سے وباء بیماری ہمیشہ کے لئے نکل گئی اس وقت جحفہ میں اسی یثرب کا قبیلہ بنو عمیل رہتے تھے۔ اس خواب میں نبی کریم ﷺ کو سابقہ دعا کی قبولیت دکھائی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ آج کے بعد کوئی شخص مدینہ منورّہ کو یثرب نہ کہے۔ اس حکم کے بعد سے آج تک کسی سچے مسلمان نے مدینہ منورّہ کو یثرب نہ کہا بلکہ ہر دور میں جس جاہل انسان نے بھی نظم یا نثر میں یثرب کہا تو علماء کرام نے اس جاہل کو سختی سے منع فرمایا۔ جب ڈاکٹر اقبال وغیرہ نے اس قسم کے خلاف شریعت ہے علمی کے اشعار کہے ہونگے تو یقیناً علماء کرام نے منع کیا ہوگا اور اسی قسم کی ممانعتوں کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال ساری عمر علماء اسلام کے دشمن و مخالف بنے رہے۔ لہٰذا مذکورہ فی السوال معترضین کا یہ کہنا کہ کسی بھی عالم دین نے کبھی ان اشعار کو برا یا ناجائز نہ کہا۔ ایک جھوٹ اور لغو ہی ہے۔ علماء کبھی اپنے علم کو نہیں چھپاتے نہ کسی غلط کام پر خاموش رہ سکتے ہیں کیونکہ حدیث مقدس میں ہے کہ جس عالم نے علم دین اور حکم شریعت کو جانتے ہوئے چھپایا۔ علانیہ بیان نہ کیا تو بروز قیامت آگ کی لگام ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ابن ماجہ شریف صفحہ نمبر ۲۳ پر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ يَقُوْلُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ۔ ترجمہ: فرمایا آقا ﷺ نے جو کوئی شخص پوچھا جائے اس کے کسی علمی مسئلے کے بارے اور وہ عالم دین اس شرعی مسئلے کو کسی وجہ سے چھپا جائے۔ تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی اسی وعید شدید کی وجہ سے کبھی کسی عالم دین نے کوئی بھی دینی مسئلہ نہ چھپایا۔ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے کسی کو برا لگے یا اچھا لگے لیکن جو لوگ شرعی مسئلہ سن کر اور یہ جان کر بھی کہ یہ چیز اللہ رسول کی ناپسندیدہ حرام یا مکروہ ہے پھر بھی باز نہیں آتے تو وہ منافقین ہیں۔ چنانچہ جب منافقین مدینہ نے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے اس شہر کا نام مدینہ طیبہ رکھ دیا ہے اور لفظ یثرب نبی کریم ﷺ کو ناپسند ہے تو وہ منافقین اور انکے ساتھی یہودی صرف آقاء رحمت ﷺ کو ستانے کے لئے بار بار مدینہ منورہ کو یثرب کہتے منافقوں کی ان خباثتوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور حدیث مقدس میں بھی سورۃ احزاب آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا۔ ترجمہ: اور جب یہ منافقین کہتے پھرتے ہیں اور وہ لوگ بھی جنکے دل میں (یہودیت کی) بیماری ہے کہ اللہ رسول نے ہم سے جو بھی وعدہ کیا وہ نرا دھوکہ غرور ہی ہے۔ یعنی سچا کوئی وعدہ بھی نہیں اور جب ان ہی منافقوں میں سے کچھ منافقوں کے ایک طائفہ گروہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے یثرب والو اب تمہارے لئے یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لئے واپس لوٹ چلو اور مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۴ پر اور مشکوٰۃ شریف باب حرم مدینہ فصل اول بحوالہ بخاری مسلم صفحہ نمبر ۲۳۹ پر ہے۔ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبَ وَهِيَ

اَلْمَدِیْنَةُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔ ترجمہ: راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ فرمایا آقا ﷺ نے مجھے ہجرت کا حکم دیا گیا ایسی بستی کی طرف کا جو تمام بستیوں پر غلبہ حاصل کرے گی اس کو لوگ یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔ دور کرے گا برے لوگوں کے جیسے کہ بھٹی دور کرتی ہے لوہے کی میل وخباثت کو۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں اپنی شرح جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۴ پر۔ (قَوْلُهٗ ﷺ یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبَ وَهِیَ الْمَدِیْنَةُ) یَعْنِیْ اَنَّ بَعْضَ النَّاسِ الْمُنَافِقِیْنَ وَغَیْرِهِمْ یُسَمُّوْنَهَا یَثْرِبَ وَاِنَّمَا اِسْمُهَا الْمَدِیْنَةُ وَطَابَةُ وَطَیْبَةُ فَفِیْ هٰذَا کَرَاهَةُ تَسْمِیَتِهَا یَثْرِبَ لَفْظُ التَّثْرِیْبِ الَّذِیْ هُوَ التَّوْبِیْخُ وَالْمَلَامَةُ وَ سُمِّیَتْ طَیْبَةُ وَطَابَةُ لِحُسْنِ لَفْظِهِمَا وَکَانَ ﷺ یُحِبُّ الْاِسْمَ الْحَسَنَ وَ یَکْرَهُ اِسْمَ الْقَبِیْحِ وَاَمَّا تَسْمِیَتُهَا فِی الْقُرْاٰنِ یَثْرِبَ فَاِنَّمَا هُوَ حِکَایَةٌ عَنْ قَوْلِ الْمُنَافِقِیْنَ وَالَّذِیْنَ قُلُوْبُهُمْ مَرَضٌ۔ وَاَمَّا طَابَ وَالطَّیْبَةُ فَمِنَ الطِّیْبِ وَهُوَ الرَّائِحَةُ الْحَسَنَةُ وَالطَّابُ وَالطِّیْبُ لُغَتَانِ وَقِیْلَ مِنَ الطَّیِّبِ بِفَتْحِ الطَّاءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ وَهُوَ الطَّاهِرُ لِخُلُوْصِهَا مِنَ الشِّرْکِ وَطَهَارَتِهَا۔ وَقِیْلَ مِنْ طِیْبِ الْعَیْشِ۔ ترجمہ: آقا ﷺ کا یہ فرمان کہ لوگ اس بستی کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے یعنی منافقوں وَغیرُھُم میں سے کچھ منافق مدینہ منورہ کو یثرب کہا کریں گے اور اس کا (پرانا متروک نام) یثرب ہی رکھیں گے۔ حالانکہ اس کا نام فقط مدینہ طیبہ اور طاب ہے اس فرمان نبوی میں بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو یثرب نام سے نفرت ہے کیونکہ لفظ تثریب کا معنیٰ ہے لعنت ملامت کرنا اور طیبہ وطاب نام رکھا گیا ہے لفظی حسن وخوبصورتی کی وجہ سے اور آقا ﷺ اچھے حسین ناموں کو پسند فرماتے تھے اور برے ناموں سے نفرت کرتے اور قرآن مجید میں یثرب نام لینا وہ منافقوں اور دل کے بیمار کفار کی ہی حکایت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں (صرف نبی کریم ﷺ کو ستانے کے لئے) اور لیکن لفظ طاب وطیبہ وہ طِیْبٌ سے بنا ہے جس کا معنیٰ ہے بہترین خوشبو اور طاب وطیب یہ دو لغت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ دونوں لفظ طیب سے بنے ہیں طَ کی زبر اور یَ کی شد سے اس کا معنیٰ ہے شرک سے پاک صاف خالص اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طیب کا معنیٰ ہے عیش آرام صحت وشفا۔ مدینہ منورہ کا نام طاب خود اللہ تعالیٰ نے رکھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۳۹ پر ہے۔ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَ۔ رواہ مسلم۔ ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آقا ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہی مدینہ منورہ کا نام طیبہ رکھا۔ معجم البلدان جلد پنجم صفحہ نمبر ۴۳۰ پر ہے۔ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ الزَّجَاجِیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فَلَمَّا نَزَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَمَّاهَا طَیْبَةَ وَطَابَةَ۔ کَرَاهِیَةً لِلتَّثْرِیْبِ وَقَالَ یُقَالُ اَهْلَ التَّثْرِیْبِ اَلْاِفْسَادُ (الخ) وَذَکَرَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهٗ مَنْ قَالَ لِلْمَدِیْنَةِ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرْ ثَلَاثًا اِنَّمَا هِیَ طَیْبَةُ۔ ترجمہ: معجم البلدان کتاب میں امام ابوالقاسم زجاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ جب آقا حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس بستی مدینہ کا نام طیبہ اور طاب رکھا کیونکہ آپ کو لفظ تثریب سے سخت نفرت وکراہت ہے اس لئے کہ تثریب کا معنیٰ ہے فساد ڈالنا۔ اور امام زجاجی نے حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول روایت فرمایا کہ جس نے بھی مدینہ منورّہ کو یثرب کہا وہ تین مرتبہ استغفار کرے اور اس گناہِ کبیرہ کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے کیونکہ یہ مدینہ منورّہ اب صرف طیبہ ہے یعنی اب یہ یثرب و بیماریوں، مصیبتوں، فسادوں کا شہر نہیں اور مسند امام احمد جلد ششم مطبوعہ دارالفکر مصر صفحہ نمبر ۱۸۵۴ پر ہے۔ عَنْ بَرَاءِ اِبْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَمّٰی الْمَدِیْنَۃَ یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ ھِیَ طَابَۃٌ ھِیَ طَابَۃٌ۔ ترجمہ: براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود نبی کریم آقا حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں جس نے بھی مدینہ منورّہ کا نام یثرب لیا اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے کیونکہ یہ مدینہ منورّہ اب طابہ ہے۔ یہ اب طابہ ہی ہے یہ تمام احادیث مقدسات تفسیر قرطبی جز نمبر ۱۴ جلد ہفتم صفحہ نمبر ۱۱ اور تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ نمبر ۴۷۳ پر بھی منقول ہیں۔ اہل بصیرت و مشاہدہ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مدینہ دارالوبا تھا اس لئے اس کو یثرب کہتے تھے لیکن ہجرت کے بعد مدینہ دارالشفاء اور اسکی مٹی خاک شفا ہے۔ اس لئے اس کا نام مدینہ منورّہ اور طیبہ رکھا گیا۔ لہٰذا اب اس شہر مقدس کو یثرب کہنا اس لئے حرام اور گناہ کبیرہ ہے کہ جھوٹ اور غلط بیانی ہے اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی معافی کیلئے تین بار استغفار کا حکم ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ اَن پڑھ شاعر اور ان کے پرستار اور چاہنے والے مدینہ منورّہ کو یثرب کہہ کر کتنے بڑے شرعی جرم و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ لفظ طیبہ خوبصورت بھی ہے اور اللہ رسول کا پسندیدہ اور عرب و عجم میں مشہور بھی اور شعروں کا ہم وزن بھی اس کے باوجود ان شعرا نے لفظ طیبہ چھوڑ کر لفظ یثرب لکھا۔ اس کو کیا کہا جائے ضد کی منافقت یا جہالت کی حماقت۔ الاعمال بالنیات۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے مگر اب ان مذکورہ اشعار کو۔ اس طرح پڑھا جائے نمبر۱: خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است نمبر۲: خوشا وہ وقت کے طیبہ مقام تھا ان کا خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا انکا نمبر۳: اور قوالوں سے کہا جائے کہ قوالی کا وہ شعر بھی اس طرح پڑھا جائے۔ طیبہ کے والی سارے بنی تیرے در کے سوالی۔ شاعروں کی پیروی نہ کی جائے کیونکہ بفرمان قرآنی۔ یَتَّبِعُھُمَ الْغَاوٗنَ شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہی سے بچائے سچی سمجھ عطا فرمائے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فتویٰ ہفتم

قضاء وقدر کا بیان۔ تقدیر کی قسمیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بہار شریعت جلد اول۔ پہلا حصہ کے صفحہ نمبر ۵ پر لکھا ہے کہ قضا تین قسم کی ہے۔ نمبر۱: مبرم حقیقی نمبر۲: معلق محض نمبر۳: معلق شبیہ بہ مبرم۔ آگے لکھا ہے کہ سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں میں قضاء مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا کہ اِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ اس کا ترجمہ:

بہار شریعت میں ہی جگہ اسی طرح لکھا ہے دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ مسئلہ درست نہیں ہے۔
اسی طرح بہار شریعت حصہ دوم [illegible] لکھا ہے مسئلہ دکھتی آنکھ سے جو پانی نکلے وہ نجاست غلیظہ ہے مگر اس مسئلے کا
کوئی حوالہ یا وجہ نہ تھی۔ ایک مولانا صاحب نے کہا کہ یہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنا قیاس واستنباط
ہے۔ فرمایا جائے کیا یہ کہنا صحیح ہے اور کیا حضرت علیہ الرحمہ مجتہد تھے۔ بینوا توجروا۔ ۹۹-۱۱-۱۱
دستخط سائل اور [illegible] کے [illegible] پاکستان وزیر حسین ولد نعیم سٹولندن برطانیہ

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابِ

سوال مذکورہ بالا میں بہار شریعت کے بیان کردہ دو مسئلوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ پہلا مسئلہ تقدیرِ ازلی کے بارے میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علماء محققین کے نزدیک بہار شریعت کی اس مسئلے میں بیان کردہ تینوں باتیں غلط ہیں اور بلا ثبوت ہیں صاحب بہار شریعت کا یہ فرمانا کہ تقدیر ازلی یعنی قضا تین قسم کی ہے۔ یہ بات قطعاً غلط ہے تمام کتب عقائد و کتب فقہ میں تقدیر وقضا کی صرف دو قسمیں ثابت ہیں تیسری قسم کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ چنانچہ شرح عقائد کی شرح نبراس کے صفحہ نمبر ۲۹۷ پر ہے۔ اَلْقَضَاءُ قِسْمَانِ مُبْرَمٌ لَا يَتَغَيَّرُ وَ مُعَلَّقٌ يَتَغَيَّرُ وَالدُّعَاءُ اِنَّمَا يَنْفَعُ فِي الثَّانِيْ۔
ترجمہ: قضا کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تقدیر مبرم یہ کبھی نہیں بدل سکتی۔ دوسری قسم تقدیر معلق یہ بدل سکتی ہے اور بندے کی دعا اور عرض والتجاء بارگاہ الٰہی تقدیر کے بدلنے میں نفع اور فائدہ دیتی ہے۔ اگر چہ صاحب نبراس نے اس تقسیم کو بھی تسلیم نہیں کیا چنانچہ آگے فرماتے ہیں۔ وَالْحَقُّ اِنَّ كُلَّهٗ مُبْرَمٌ فِي الْحَقِيْقَةِ مَحْفُوْظٌ عَنِ التَّبَدُّلِ۔ یعنی حق یہ ہے کہ ہر تقدیر ہی مبرم ہے حقیقۃ میں محفوظ ہے بدلنے سے مگر انکا یہ کہنا غلط اور انکی ذاتی خرافات میں سے ہے۔ انہوں نے سمجھا ہی نہیں کہ معلق کی تبدیلی کا معنیٰ کیا ہے۔ اس لئے جب ان پر محققین نے احادیث مقدسات کے حوالے سے اعتراض کیا تو صاحب نبراس نے وہی جواب دیا جو تقدیر معلق کا اصل معنیٰ ہے۔ چنانچہ نبراس صفحہ نمبر ۲۹۶ پر لکھتے ہیں۔ فَنَقُوْلُ اَحَدُهَا حَدِيْثُ زِيَادَةِ الْعُمْرِ بِالطَّاعَةِ وَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ وَاُجِيْبَ بِمَا ذَكَرَ الشَّارِحُ وَمُلَخَّصَةُ اِنَّ السَّبَبَ اَيْضًا مُقَدَّرٌ كَالْمُسَبَّبِ بِلَا تَرَدُّدٍ وَشَكٍّ۔ اَمَّا الذِّيَادَةُ وَالرَّدُّ فَمَجَازٌ عَنِ السَّبَبِيَةِ وَهٰذَا الْجَوَابُ مُسْتَفَادٌ مِنْ جَنَابِ النُّبُوَّةِ ﷺ حَيْنَ سُئِلَ اَنَّ الْاَدْوِيَةَ وَالرُّقٰى هَلْ تَرُدُّ قَدَرَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ فَقَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: (محققین کے جواب میں) ہم کہتے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اعمال صالحہ سے عمر کا زیادہ ہو جانا اور دعا سے تقدیر کا رد ہو جانا اس کا وہی جواب دیا گیا ہے جو شرح عقائد کے مصنف نے دیا ہے کہ یہ اعمال اور دعا بھی تقدیر الٰہی ہی ہے جیسے کہ اصل سبب پہلی تقدیر ہے یعنی یہ بھی تقدیر ہی ہے کہ فلاں کی تقدیر دعا سے یا اعمال صالحہ صدقہ وخیرات سے بدل جائیگی۔ مصنف نبراس کہتے ہیں کہ گویا پہلی مذکورہ تقدیر حقیقی ہے اور اس کا بدل جانا مجازی تقدیر

تقدیر ہے اور یہ جواب فرمانِ نبوی سے حاصل ہوا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ دوائیں اور دم درود تعویذات کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتے ہیں۔ تو فرمایا آقا ﷺ نے کہ دوائیں اور دم درود تعویذ سے شفا ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کا تقدیری ازلی فیصلہ ہی ہے۔ یہ سب باتیں ماننے کے باوجود صاحب نبراس کا تقدیر معلق سے منکر ہونا محض انکی کم فہمی ہے کیونکہ اسی کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ جن محققین نے تقدیر کی دو قسمیں کی ہیں وہ بھی تقدیر معلق کی یہی تعریف کرتے ہیں جو صاحب نبراس نے اپنے جواب اور فرمانِ نبوی سے مُستفاد بیان فرمایا۔ ہاں البتہ تقدیر معلق کی دو نوعیتیں ہیں۔ نمبر ۱: تقدیر معلق منسوب یعنی فلاں بندے کو یہ تکلیف یا آرام آئیگا۔ مگر پھر کسی دعا مبرم ومقبول سے وہ تکلیف ٹل جائیگی یا آ کر اور یا راستے سے ہی یا آرام وراحت کا ملنا پھر کسی بداعمالی یا کسی کی بددعا سے وہ راحت نعمت ختم ہو جانا۔ نمبر ۲: تقدیر معلق غیر منسوب: اسکی تعریف یہ ہے کہ فلاں کی قسمت میں یہ ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو تقدیر ٹل جائیگی نہ ہوا تو نہ ٹلے گی لیکن تقدیر مبرم اس کو تقدیر محکم بھی کہتے یہ قطعاً نہیں بدلتی نہ کسی کی دعا بددعا سے نہ کسی کے اچھے برے عمل سے لہٰذا صاحب بہار شریعت کا یہ فرمانا کہ حضور سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں میں تقدیر مبرم کو رد کر دیتا ہوں۔ یہ بات قطعاً غلط بلکہ غوث پاک پر بہتان وافترا ہے اور فیصلہ الٰہیہ کی بے ادبی کے علاوہ خود غوث اعظم۔ سرکار کی بھی گستاخی ہے تین وجہ سے پہلی یہ کہ ان الفاظ کا دعویٰ کوئی ولی اللہ علیہ الرحمۃ تو درکنار کوئی نبی علیہ السلام بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرز بیانی میں شرکیہ تقابل کی بو ہے کسی کمزور انسان کا اللہ تعالیٰ کے محکم اور اٹل فیصلے کیلئے یہ کہنا کہ میں اس کو توڑ سکتا ہوں ایسی جرأت نہ کسی انسان میں ہے نہ غوث پاک ایسا کہہ سکتے ہیں۔ ایسی کفریہ بیہودگی مشرکین اپنے دیوتاؤں اور اپنے بھگوان کیلئے کہتے ہیں کہ دیوتا بھگوان کے شریک ہیں اور دھونس سے منوا سکتے ہیں اس کے فیصلے کو توڑ سکتے ہیں۔ مگر کوئی مسلمان اس عقیدے کا اللہ تعالیٰ کے مقابل کسی ولی کے لئے تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ تو تقدیر مبرم ہے۔ اس کے بدلنے کی دعا سے تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی روک دیا جاتا ہے۔ کوئی ولی اللہ تو تقدیر معلق کو بھی خود بدلنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہاں بھی رب تعالیٰ سے دعا التجا فریاد رونے گڑگڑانے عرض کرنے کا سہارا پکڑنا پڑتا ہے۔ بدلتا تقدیر معلق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی خود ولی اللہ تقدیر معلق بھی نہیں بدل سکتا۔ ہاں البتہ دعا سے بدلوا سکتا ہے۔ غالباً انہیں باتوں کو سوچکر صاحب بہار شریعت نے اپنا یہ نظریہ بچانے کے لئے تقدیر کی خود ساختہ تقسیم کر دی۔ دوسری وجہ یہ کہ صاحب بہار شریعت کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مسئلے پر کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں مگر اس قول پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا میں نے خود سرکارِ غوث پاک کی کتب کا مطالعہ کیا مگر کسی کتاب میں یہ قول نہیں ملا۔ بہت سے محقق بزرگوں سے پوچھا مگر سب نے کہا ہم نے یہ قول آپ کی کسی کتاب میں نہ پڑھا۔ ہاں البتہ صاحب نبراس اپنی کتاب نبراس کے صفحہ نمبر ۲۹۷ پر لکھتے ہیں۔ وَمِنْهَا قَوْلُ بَعْضِ الصُّوفِيَةِ اِنَّهُ لَمْ يَتَصَرَّفُ فِي الْمُبْرَمِ اِلَّا الشَّيْخُ عَبْدُالْقَادِرِ جِيْلَانِيُّ قُدِّسَ سِرُّهُ الْعَزِيْزُ۔ ترجمہ اور لغو اقوال میں سے بعض صوفیوں کا یہ کہنا ہے کہ تقدیر مبرم میں اور تو کوئی شخص تبدیلی وتصرف نہیں کر سکتا مگر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر سکتے ہیں۔ گویا کہ بیہودہ وگمراہ صوفیوں کی بات کو صاحب بہار شریعت نے خود غوث

پاک کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ گمراہ صوفی وہ ہیں جن سے علماء حق اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں چنانچہ حاشیہ نمبر اس نمبر ۷ صفحہ نمبر ۲۹۷ پر ہے۔ حفظنا اللہ من الغویات۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو بچائے ایسی لغویات سے ایسے ہی جھوٹے گمراہ صوفی اپنی عقیدت میں غوث پاک کا درجہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اور رسل ملائکہ کی تحقیر کرتے ہیں۔ ایسی ایسی کرامتیں بنا ڈالیں کہ جن سے گستاخی نبوت اور بے ادبی ملائکہ صاف ظاہر۔ ایسے گمراہ صوفی ہی سجدہ تعظیمی کا شرک کرتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ فرمان نبوی سے ثابت ہے کہ قضاء معلق بھی صرف دعاء مقبول سے ہی بدل سکتی ہے اس حدیث مقدس کے اعتبار سے کوئی شخص کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں تقدیر بدل سکتا ہوں چہ جائیکہ غوث پاک جیسی پاکیزہ ہستی ایسی تکبر والی بات کہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے تو اس قول کو بچانے کیلئے تقدیر کی تین قسمیں فرما دیں مگر منسوبہ قول میں تو اس تقسیم کا کوئی ذکر نہ کوئی اشارہ وہاں تو ہر مبرم کو بدلنے کا دعویٰ ہے۔ یہ تو سراسر حکم الٰہی و فرمانِ مصطفیٰ سے مقابلہ کرنا ہے۔ اسی حدیث پاک کی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر غلط ہے کہ:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یہاں یہ ترمیم کرنی چاہیے کہ دعاءِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ تاکہ یہ شعر حدیث مقدس کے مطابق ہو جائے۔ مسئلہ اول میں لکھی ہوئی بہارِ شریعت کی تیسری بات کہ اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ۔ یہ نسبت بھی غلط یہ روایت بھی اور یہ ترجمہ بھی غلط جو صاحب بہارِ شریعت نے کیا ہے۔ نسبت اس لئے غلط کہ جب کہ قول غوث پاک ہی ثابت نہیں تو اس معدوم کی طرف کسی روایت کو نسبت کیسے کر سکتے ہیں۔ روایت مذکورہ اس لئے غلط کہ کتب احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں نہ راوی کا پتہ نہ سند کا ذکر۔ مصنف علام علیہ الرحمۃ نے بھی ایسے مجہول انداز میں بلا حوالہ چند الفاظ لکھ دیئے جو اس کے موضوع و بناوٹی ہونے کو ثابت کر رہا ہے۔ مصنف بہارِ شریعت علیہ الرحمۃ نے جو ترجمہ ان الفاظ کا فرمایا ہے۔ وہ لفظاً بھی غلط ہے معناً بھی غلط ہے۔ لفظاً اس لئے غلط کہ لفظی صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہیے۔ بے شک دعا بدل دیتی ہے قضا کو اس کے بعد کہ مبرم کر دی جائے۔ اب اگر اُبْرِمَ کا نائب فاعل قضا کو بنایا جائے تو یہ ترجمہ معناً غلط ہوگا۔ اس لئے کہ اس ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیریں بہت عرصہ پہلے بنائی جاتی ہیں اور ان کو مبرم بعد میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات حکمتِ الٰہی کے بھی خلاف ہے قرآن مجید کے بھی دیگر احادیث مشہورہ کے بھی حکمت کے اس لئے کہ غیر مبرم اور غیر معلق تقدیر ناقص ہوئی جب مبرم والی کو مبرم معلق والی کو معلق کر دیا جائے گا تب کامل ہوگی تو گویا رب تعالیٰ نے جلدی میں پہلے ناقص تقدیریں بنا دیں پھر بعد میں کامل کیا۔ یہ عیب صنّاعی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوقِ الٰہی میں کوئی چیز کسی بھی حالت میں ناقص نہیں۔ ہر چیز کامل ہے۔ نطفہ سے بڑھاپے تک انڈے سے پرندے تک بیج سے شجرِ تناور تک پھول سے پختہ پھل تک۔ قرآن مجید کے اس لئے خلاف کہ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ (سورۃ یٰسین آیت نمبر ۸۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو فرماتا ہے ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ عربی میں شی کہتے ہی اس چیز کو ہیں جو کامل ہو۔ ناقص چیز کو شی

نہیں کہا جاتا۔احادیث کے اس لئے خلاف کہ مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر فصل اول صفحہ نمبر ۱۹ پر ہے۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ترجمہ۔حضرت عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ارشاد فرمایا رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی سب تقدیریں لکھدی تھیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے بھی پچاس ہزار سال پہلے۔ اس حدیث مطہر مقدس سے ثابت ہوا کہ ہر تقدیر ازل سے ہی مکمل ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے جو روایت پیش کی ہے اگر اس کو حدیث اور فرمانِ نبوی ہی مانا جائے تب بھی مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ بَعْدَ مَااُبْرِمَ کا تعلق قضاء سے نہیں بلکہ دعاء سے ہے اور پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ بیشک دعا پھیر دیتی ہے تقدیر معلق کو اس کے بعد کہ دعا محکم مضبوط مقبول و منظورِ بارگاہ الٰہی ہو جائے۔یعنی عام بندے کی دعا سے تقدیر معلق نہیں بدلتی بلکہ تقدیر معلق بدلنے کیلئے بندہ محبوب اور دعا مقبول اور فریاد منظور ہونی چاہیے۔ایسے ہی خاص متقی مردمومن کی دعاء خاص مبرم ومحکم ہوتی ہے۔لفظ اُبْرِمَ بَرْمٌ سے بنا ہے۔اس کا معنیٰ ہے سخت مضبوط و بہتر (المنجد عربی صفحہ نمبر ۳۳) روایت میں اُبْرِمَ کا نائب فاعل دعا ہے نہ کہ قضا۔صاحبِ بہارِ شریعت نے اسطرف توجہ نہ فرمائی یہ ان کی چشم پوشی ہے۔ تقدیر مبرم اتنا مستحکم فیصلہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام جیسی مقبول بارگاہ ہستیوں کی دعاؤں سے بھی نہیں بدلتا بلکہ اگر کوئی نبی علیہ السلام تقدیر مبرم کے بدلنے کی دعا مانگنے لگے یا مانگنے کا ارادہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو منع فرما دیا جاتا ہے۔ اگرچہ خلیل ہو یا حبیب۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین فصل اول صفحہ نمبر ۵۱۲ پر ہے۔ عَنْ سَعْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ سَاَلْتُ رَبِّىْ ثَلَاثًا(الخ) وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ اور اسی باب کی فصل دوم صفحہ نمبر ۵۱۳ پر ہے۔ عَنْ خَبَّابِ ابْنِ الْاَرَتِّ (الخ) وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا يُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىْ وَالنَّسَائِىْ۔ترجمہ: دونوں حدیثوں مبارکہ کا حضرت سعد اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے ارشاد مقدس فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں تو دو دعائیں قبول ہوئیں اور تیسری یہ مانگی تھی کہ یااللہ تا قیامت میری امت آپس میں نہ لڑیں اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس دعا مانگنے سے مجھے منع فرما دیا۔ روایت کیا پہلی حدیث مقدس کو مسلم نے اور دوسری کو ترمذی و نسائی نے اس سے ثابت ہوا کہ تیسری دعا تقدیر مبرم کیخلاف تھی اس لئے اس دعا سے ہی منع فرما دیا مگر تقدیر مبرم نہ بدلی گئی۔ تیسری حدیث مقدس۔ مشکوٰۃ شریف باب فضائل فصل اول صفحہ نمبر ۵۱۲ ۔عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (الخ) وَاِنَّ رَبِّىْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ۔ اِنِّىْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَايُرَدُّ۔(الخ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میرے رب تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اے محمد! بیشک میں نے جب تقدیری فیصلے فرمائے تھے تو بیشک اب کبھی تبدیل نہیں کئے جا سکتے۔ اس حدیث پاک کو مسلم شریف نے روایت کیا۔ اس حدیث مقدس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ جب تقدیر و قضا بنی تو اسی وقت مبرم

دلی مبرم ہوتی تھی۔ یعنی وہ بالکل معلق نہ کہ اصلی مبرم۔ دوم یہ کہ تقدیر مبرم کو کوئی بھی بدل نہیں سکتا نہ نگاہ سے نہ دعا سے نہ دارو سے نہ کوئی بھی علیہم السلام۔ خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث سے صرف دو قسم کی تقدیر ثابت ہے۔ ایک تقدیر مبرم دوم تقدیر معلق۔ مصنف علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تیسری قسم کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ملتا یہ ان کی ذاتی اختراع ہے۔ قرآن مجید کی تقریباً تیرہ سورتوں میں تقدیر مبرم کا ذکر ارشاد ہوا ہے چنانچہ (۱) سورۃ اعراف آیت نمبر ۳۴ میں ارشاد ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ ترجمہ: تو جب ان کی موت آئیگی تب نہ وہ پیچھے کر سکتے ہیں نہ آگے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ تقدیر مبرم ہے۔ (۲) اور سورۃ یونس آیت نمبر ۴۹۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ ترجمہ: جب ان کی موت آئی تو نہ وہ ایک ساعت اسے پیچھے کر سکے نہ آگے۔ (۳) سورۃ ہود آیت نمبر ۶۵ میں ارشاد ہے۔ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۔ ترجمہ: یہ وہ وعدہ ہے جس کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا یعنی بدلا نہیں جا سکتا۔ (۴) سورۃ ہود آیت نمبر ۷۶ میں ارشاد ہے۔ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ ترجمہ: اور بیشک وہی ہیں کہ ان پر ایسا عذاب ضرور آنے والا جو کسی بھی وجہ سے پھیرا نہیں جائیگا۔ (۵) سورۃ الحجر آیت نمبر ۵۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ ترجمہ: کوئی قوم اپنی موت کو نہ آگے کر سکتی ہے نہ پیچھے۔ (۶) سورۃ نحل آیت نمبر ۶۱: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ ترجمہ: جب موت آجائے تو کوئی ٹال نہیں سکتا نہ آگے کر کے نہ پیچھے کر کے۔ (۷) سورۃ اسراء آیت نمبر ۱۶۔ فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ۔ ترجمہ: پس مضبوط ومحکم ہوگیا ان پر قضاء الٰہی کا فرمان۔ (۸) سورۃ مریم آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ہے۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ ترجمہ: اور اے مریم غُلٰمًا زَكِيًّا۔ مولود ہونے کا فیصلہ بدل نہیں سکتا کیونکہ یہ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ہوگیا ہے یعنی قضاء مبرم۔ (۹) سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۹ میں ارشاد ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ ترجمہ: اور اگر پہلے ہی مبرم نہ ہو چکا ہوتا کلمہ فیصلہ تقدیر تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تو یقیناً عذاب آجاتا۔ یہ دیری عذاب تقدیر مبرم کی وجہ سے ہے جو پہلے ہی لکھی جا چکی ہے اب تبدیل نہ ہوگی۔ نہ کوئی انسان بدل سکے۔ (۱۰) طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۹۔ اَجَلٌ مُّسَمًّى ترجمہ: تقدیر مبرم اٹل ومسمی فیصلہ ہے۔ (۱۱) سورۃ مومنون آیت نمبر ۴۳ میں ارشاد ہے۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۔ ترجمہ: کوئی قوم اپنی تقدیر مبرم کو نہ پہلے کر سکتی ہے نہ پیچھے۔ (۱۲) سورۃ سبا آیت نمبر ۳۰ میں ارشاد ہے۔ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً۔ ترجمہ: فرمادو کہ تمہارے لئے ایک میعاد کا دن مقرر ہو چکا ہے تم اس کو ایک منٹ پیچھے نہیں کر سکتے۔ (۱۳) سورۃ نوح آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ترجمہ: اے لوگو اگر تم جانتے ہو تو یاد رکھو کہ بیشک جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا فیصلہ آگیا تو پھر مؤخر نہیں کیا جاتا۔ ان تمام آیات میں تقدیر مبرم کا ہی ذکر ہے اور بتا دیا گیا کہ تقدیر مبرم نہ کوئی انسان ٹال سکتا ہے نہ دعا سے نہ جلد بازی سے ٹالنا بدلنا تو درکنار کوئی ذرہ برابر ساعت نہ آگے کر سکے نہ پیچھے۔ تقدیر مبرم کے بارے میں احادیث پہلے بیان کر دی گئیں۔ تقدیر معلق کا ذکر بھی قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ رعد آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ ترجمہ:

مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جس فیصلے کو چاہے اور باقی رکھتا ہے جس فیصلے کو چاہے۔ یہاں فیصلے سے مراد تقدیر معلق ہی ہے۔ اکثر مفسرین نے یہی معنیٰ کیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات فصل ثانی صفحہ نمبر ۱۹۵ پر ہے۔ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِی قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیْ۔ ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا۔ کہ ارشاد مقدس فرمایا نبی کریم ﷺ نے صرف دعا سے ہی تقدیر ٹل سکتی ہے اور صرف نیک اعمال سے ہی عمر بڑھتی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے۔ اس حدیث مقدس کی شرح میں لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۹۵ پر ہے۔ قَوْلُهٗ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ (الخ) وَحَقِیْقَةُ الْمَعْنٰی اَنَّ الْمُرَادَ اَلْقَضَاءُ الَّذِیْ عُلِّقَ رَدُّهٗ بِهٖ وَجُعِلَ مُسَبَّبًا لَّهٗ۔ ترجمہ: حدیث پاک کا یہ فرمانا کہ صرف دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ اس کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ یہاں وہ قضا مراد ہے۔ جو معلق ہو اور جس کا بدلنا اس دعا سے معلق کر دیا گیا ہو اور یہ تقدیر اس دعا کیلئے مسبباً بنا دی گئی ہو۔ اس شرح سے تقدیر کی دو قسمیں ثابت ہوئیں۔ حدیث دوم بحوالہ ابن ماجہ شریف کتاب الدعا صفحہ نمبر ۱۰۔ عَنْ ثَوْبَانَؓ. قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ وَلَا یَرُدُّ الْقَدْرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَاِنَّ الرَّجُلَ بِمُحْرَمِ الرِّزْقِ بِخَطِیْئَتِهٖ یَعْمَلُهَا۔ ترجمہ: فرمایا حضرت ثوبانؓ نے کہ ارشاد فرمایا۔ آقا ﷺ نے بندوں کی عمر نیک عمل کرنے سے بڑھ جاتی ہے اور دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے اور جو انسان گناہ کرتا رہے اس کا رزق گھٹ جاتا ہے اور وہ رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اپنی خطاؤں کی وجہ سے جو وہ کرتا ہے۔ حدیث سوم جامع صغیر جلد دوم صفحہ نمبر ۸۶ بحوالہ ترمذی و مسند احمد ۔ عَنْ عَلِیٍّ قَدَّرَ اللّٰهُ الْمَقَادِیْرَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یعنی آسمانوں و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھدی گئیں تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کی تقدیر اسی وقت مکمل کر دی گئی تھی۔ اور یہ کہ تقدیر صرف دو قسم کی ہے مبرم و معلق تقدیر کو قضاؤ قدر بھی کہتے ہیں۔ لفظ قضا مصدر بھی ہے۔ بمعنیٰ فیصلہ کرنا۔ اسی سے ہے قاضی بمعنیٰ فیصلہ کرنے والا اور یہ حاصل مصدر بھی ہے بمعنیٰ فیصلہ، قدر کا لغوی معنیٰ ہے اندازہ لگانا تقدیر بنانا، مگر اصطلاحاً ہر تقدیر کو قضا و قدر کہہ دیتے ہیں۔ دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے وہ فیصلے جو پورے ہو چکے ہیں وہ قضا ہے اور جو ابھی وارد ہونے ہیں وہ قدر ہیں۔ تقدیر کے عقیدے میں پہلے زمانوں سے تین گروہ بنے ۔ (۱) اہلسنت (۲) جبریہ (۳) فرقہ قدریہ فرقہ جبریہ کہتا ہے کہ بندہ محض مجبور ہے جو کچھ ہو رہا ہے اچھا ہو یا برا وہ سب تقدیر میں لکھا گیا۔ بندے کا کسی عمل میں کوئی اختیار نہیں بندہ صرف مشین ہے چلانے والا تو کوئی اور ہی ہے۔ اسی لئے یہ فرقہ عذاب و ثواب کا منکر ہے۔ فرقہ قدریہ کہتا ہے کہ بندہ اپنے عمل کا خود خالق ہے اچھا کرے اچھائی پائے برا کرے تو برائی پائے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کے کسی عمل سے کوئی تعلق نہیں اللہ تعالیٰ صرف اعمال کی سزا و جزا دینے والا ہے۔ یہ دونوں فرقے گمراہ اور انکے یہ نظریات گمراہی ہیں۔ اہلسنت فرماتے ہیں کہ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہر خیر و شر کا کاسب بندہ ہے۔ انسان نہ مطلقاً مختار ہے نہ مطلقاً مجبور ہے۔ یہی عقیدہ حق ہے آیت و روایت سے ثابت ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

سوال کا دوسرا مسئلہ

قانون شریعت میں دکھنی والی آنکھ سے پانی نکلنا آنسو نہیں ہے بلکہ یہ آنکھ کی بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے۔ تمام فقہاء کرام فرماتے ہیں یہ پانی پلید ہے [illegible]۔ صاحب بہار شریعت نے اگرچہ یہ مسئلہ لکھتے وقت کوئی حوالہ نہیں لکھا مگر یہ نہ انکا تخیل ہے نہ اجتہاد ہے نہ قیاس بلکہ سب فقہا کا متفقہ مسئلہ ہے نیز یہ حکم غلاظت نہ واجب حتمی ہے نہ واجب شرعی بلکہ واجب احتیاطی ہے۔ اس لئے کہ دکھتی آنکھ کا پانی مشکوک ہے اس بات میں کہ وہ آنسو ہے یا زخم کا پانی اگر آنسو ہے تو پاک ہے اور اگر زخم کا پانی ہے تو [illegible] نجاستِ غلیظہ ہے۔ چونکہ دونوں احتمال ہیں اور زخم ہونے کا قوی احتمال ہے اس لئے واجب ہے کہ اس کو ناپاک مانا جائے۔ چنانچہ منیۃ المصلی باب الطہارت صفحہ نمبر ۳۰ پر ہے۔ عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ فِيْ عَيْنَيْهِ رَمَدٌ وَيَسِيْلُ الدُّمُوْعُ مِنْهَا اٰمُرُ بِالْوَضُوْءِ لِاَنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ مَا يَسِيْلُ مِنْهُ صَدِيْدًا۔ ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ جب کسی کی آنکھوں میں رمد یعنی دکھن ہو اور آنسو کی مثل پانی بہتا ہو تو میں اس نمازی مسلمان کو وضو کرنے کا حکم دونگا۔ اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے وہ آنسو جو بہہ رہے ہیں وہ پیپ ہے یعنی اگرچہ گاڑھا پیپ نہیں آنسو کی مثل پتلا ہے۔ مگر شک ہے کہ یہ اندرونی زخم سے بہہ رہا ہو اور زخم کا ہر پانی پیپ ہے اور پیپ ناپاک ہوتا ہے۔ ناپاک چیز جسم سے نکلے تو وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جس جگہ یا جس کپڑے سے لگے وہ جگہ اور کپڑا بھی ناپاک ہو جائیگا۔ فتاویٰ بحرالرائق جلد اول کتاب الطہارت صفحہ نمبر ۸۰ پر ہے۔ لَوْ كَانَ فِيْ عَيْنَيْهِ رَمَدٌ يَسِيْلُ دَمْعُهَا يُؤْمَرُ بِالْوُضُوْءِ لِكُلِّ وَقْتٍ لِاِحْتِمَالِ كَوْنِهٖ صَدِيْدًا۔ ترجمہ: اگر آنکھوں میں دکھن کی بیماری ہو پانی بہتا ہو تو اس بیمار کو حکم دیا جائیگا کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرے۔ اس پانی کے صدید (پیپ) ہونے کے احتمال اور شک ہونے کی وجہ سے اور فتاویٰ فتح القدیر جلد اول فصل فی النفاس صفحہ نمبر ۲۰۰ پر ہے۔ قَالَ فِيْ عَيْنَيْهِ رَمَدٌ يَسِيْلُ دَمْعُهَا يُؤْمَرُ بِالْوُضُوْءِ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ لِاِحْتِمَالِ صَدِيْدٍ۔ وَاَقُوْلُ هٰذَا التَّعْلِيْلُ يَقْتَضِيْ اِنَّهٗ اَمْرُ اسْتِحْبَابٍ فَاِنَّ الشَّكَّ وَالْاِحْتِمَالَ فِيْ كَوْنِهٖ نَاقِضًا لَايُوْجِبُ بِالنَّقْضِ اِذَا الْيَقِيْنُ لَايَزُوْلُ بِالشَّكِّ۔ نَعَمْ لَوْ عَلِمَ مِنْ طَرِيْقِ غَلَبَةِ الظَّنِّ بِاِخْبَارِ الْاَطِبَّاءِ اَوْ عَلَامَاتٍ تَغْلِبُ ظَنُّ الْمُبْتَلٰى يَجِبُ۔ ترجمہ: فرمایا کہ جس کی آنکھوں میں دکھن ہو اور آنسو جیسا پانی بہتا ہو اس کو حکم دیا جائے گا ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنے کا اس احتمال کی وجہ سے کہ شاید یہ آنسو پیپ ہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ تعلیل یعنی نئے وضو کی وجہ تقاضہ کرتی ہے کہ یہ وضو کا ٹوٹنا اور نیا وضو کرانا استحبابی حکم ہے کیونکہ پانی و آنسو کے پیپ ہونے میں شک اور احتمال ہے اور ناقض وضو میں بے یقینی ہونا وضو کے ٹوٹنے کے لئے وجوبی حکم نہیں اس لئے کہ آنسوؤں کا پاک ہونا یقینی ہے اور ان کا پیپ ہونا مشکوک ہے اور شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ جب غالب یقین سے جان لیا کسی ڈاکٹر حکیم طبیب کے کہنے خبر دینے سے یا ایسی علامت سے کہ مبتلی بیمار کو ظن غالب ہو جائے کہ واقعی یہ آنسو پیپ ہی ہے تو وضو کرنا واجب ہوگا۔ فتاویٰ فتح القدیر جلد اول باب نواقض الوضو صفحہ نمبر ۱۰۰ پر ہے۔ ثُمَّ الْجَرْحُ وَالنَّفْطَةُ وَمَاءُ الثَّدْيِ وَالسُّرَّةِ وَالْاُذُنِ اِذَا كَانَ لِعِلَّةٍ سَوَاءٌ۔ عَلَى الْاَصَحِّ وَعَلٰى هٰذَا قَالُوْا مَنْ

رَمَدَتْ عَيْنُهٗ وَسَالَ الْمَاءُ مِنْهَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَفِي التَّجْنِيْسِ الْغَرْبِ فِي الْعَيْنِ اِذَا سَئَلَ مِنْهُ مَاءٌ نَقَضَ لِاَنَّهٗ كَالْجُرْحِ وَلَيْسَ بِدَمْعٍ۔ ترجمہ: پھر ہر قسم کا زخم اور چھالا اور پستان کا پانی اور ناف سے اور کان سے نکلنے والا پانی اگر کسی بیماری کی وجہ سے ہو تو وہ سب حکم میں برابر ہیں۔ صحیح مذہب میں اور اسی قانون کی بنا پر تمام فقہا نے فرمایا کہ جس شخص کی آنکھ دکھنے آ جائے اور اس سے پانی بہتا ہو اس پر وضو کرنا واجب ہے۔ اور فتاویٰ تجنیس الغرب میں ہے کہ آنکھ میں بیماری ہو اور اس سے پانی بہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ اس لئے کہ وہ پانی بہنا زخم ہونے کی مثل ہے اور وہ پانی آنسو نہیں ہے ۔ ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ بیمار آنکھ سے پانی بہتا ہوا اس لئے ناپاک ہے کہ آنکھ میں زخم ہونے کا شک ہے اور جو پانی زخم سے نکلے وہ پیپ ہے اور ہر پیپ ناپاک ہے کیونکہ پیپ بگڑے ہوئے گندے خون کو کہتے ہیں۔ پیپ تین قسم کا ہوتا ہے۔ اوّلاً قیح یعنی کچلہو اس کا رنگ سرخی ملا پیلا، پھر صدید یعنی بالکل گاڑھا مادہ ہلکا پیلا رنگ۔ پھر پتلا پانی سفید رنگ، شریعت میں تینوں نجاستِ غلیظہ ہیں ایسے ہی وہ رموص کیچوے جو دکھتی آنکھ کے کونوں پر جمع ہو جاتے ہیں کہ پہلے رنگ کے وہ بھی پلید ہیں۔ جس ہاتھ یا کپڑے کو لگیں گے وہ بھی ناپاک ہو جائے گا لیکن جب تک اپنی جگہ پر آنکھ کے کونے میں رہے گا اس وقت تک وضو نہ ٹوٹے گا لیکن جب اس کیچوے کو ہاتھ یا کپڑے سے اس کی جگہ سے صاف اٹھا لیا جائے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ چنانچہ فتاویٰ فتح القدیر جلد اول صفحہ نمبر ۹۰ پر ہے۔ فَلَوْ خَرَجَ مِنْ جَرْحٍ فِي الْعَيْنِ دَمٌ فَسَالَ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ مِنْهَا لَايَنْقُضُ لِاَنَّهٗ لَايَلْحِقُهٗ حَكَمٌ هُوَ وُجُوْبُ التَّطْهِيْرِ اَوْ نَدْبُهٗ۔ ترجمہ: پس اگر زخم سے خون نکلا آنکھ کے اندر ہی دوسری جانب بہہ کر جمع ہو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ یہ خون اُس جگہ تک نہیں آیا جس کا دھونا وضو یا غسل میں واجب یا مستحب ہو۔ یعنی اندر ہی اپنے مقام میں رہا۔ ہاں جب اپنی جگہ سے ہٹا لیا تو وضو ٹوٹ گیا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ایسی احتیاط سے اٹھایا کہ آنکھ کا بیرونی حصہ بالکل نہ سنا تو وضو نہیں ٹوٹے گا یہاں دم سے مراد ہر قسم کا خون ہے۔ خالص سرخ رنگ کا یا دم صدید بن کر یا دم قیح بن کر یا پانی کی شکل بن کر۔ خلاصہ یہ کہ صاحبِ بہارِ شریعت کا یہ مسئلہ بالکل درست اور محققۃ الفقہا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فتویٰ ہشتم

مولیٰ علی مولودِ کعبہ نہیں بلکہ مولودِ خانہ ہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ شیعوں کی کتابوں میں لکھا ہے۔ حضرت علی شیرِ خدا کعبے میں پیدا ہوئے اس لئے شیعوں نے حضرت علی کا لقب مولودِ کعبہ رکھا ہوا ہے۔ اس طرح کہ آپکی والدہ طواف کر رہی تھیں تو ان کو دردِ زہ شروع ہوا تب کعبے کی دیوار پھٹی اور آپ اندر چلی گئیں وہاں حضرت علی پیدا ہو گئے۔ اس کی دلیل میں ایک شعر بھی لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شعر خواجہ اجمیری کا ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت — بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

لئے شیعہ لوگوں کو اس پر بڑا ناز ہے کہ علاوہ ازیں بعض سنی خطیب بھی اپنی تقریروں میں یہی بیان کرتے ہیں مگر پچھلے سال ۱۹۷۰ء میں مجھ کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تو مکہ مکرمہ میں زیارات کرانے والے ایک معلم عربی نے بتایا کہ یہ گھر ہے جس میں مولیٰ علی کی ولادت ہوئی تھی وہ گھر صفا مروہ کے پچھلی طرف تھا ایک گلی میں۔ میں نے اس عربی سے کہا کہ فِیْ اَلْپَاکِسْتَانْ مَشْهُوْرٌ اَنَّ عَلِیٌّ وُلِدَ فِیْ الْکَعْبَةِ تو اس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا اور کہا غَلَطٌ وَلَا مُمْکِنٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر اس گھر کے اندر گئے تو وہاں ایک کمرے کے اوپر لکھا دیکھا هٰذَا مَوْلِدُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ گھر میں ایک معلم عربی رہائش رکھتا تھا۔ اس وقت میں نے زیارت کی اور خاموش رہا۔ اس لئے اب میں آپ سے پوچھنے حاضر ہوا ہوں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے یا کہ ویسے ہی شیعوں نے بنالی اور مشہور کردی ہے اور ہمارے سنیوں اور جاہل خطیبوں نے قبول کرلی ہے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ سائل عبدالرحیم راجوروی مظفر آباد آزاد کشمیر ۱۹۷۱-۱۰-۱۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں گزارش یہ ہے کہ میری دکان میں ہر وقت ہر قسم کے لوگ آتے ہیں بالخصوص شیعہ حضرات آج کل ایک مسئلہ الجھا ہوا ہے وہ یہ کہ ان شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کی ولادت کعبے کے اندر ہوئی اس پر سنی عوام و علما بھی اتفاق کرتے ہیں۔ خاص کر نزہۃ المجالس جلد دوم میں عبدالرحمٰن سفوری تحریر فرماتے ہیں کہ علی شیرِ خدا کی ولادت کعبے کے اندر ہوئی۔ پھر شواہد النبوۃ میں عبدالرحمٰن جامی بھی یہی تحریر فرماتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اپنی کتاب میں یہی تحریر فرماتے ہیں انکی کتاب کا نام۔ اِزَالَةُ الْخِفَا عَنْ خِلَافَةِ الْخُلَفَا ہے اس کے ایک اسی صفحے کی فوٹو کاپی بھی اسی خط کے ساتھ ارسال کر رہا ہوں۔ لیکن آپ نے اپنی کتاب فتاویٰ العطایا الاحمدیہ جلد دوم کے صفحہ نمبر ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ کعبے میں ولادت ہونا کہیں ثابت نہیں ہے بلکہ مولیٰ علی کی ولادت اپنے والد حضرت ابوطالب کے گھر میں ہی ہوئی تھی۔ لہٰذا آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اور مضبوط دلائل سے یہ مسئلہ واضح و ثابت فرمائیں۔ تاکہ شیعوں کو جواب دیا جاسکے۔ بینوا توجروا۔ دستخط سائل محمد سجاد نعیمی قادری بحرین شوز کچہری روڈ مقام ایبٹ آباد ضلع ہزارہ پاکستان ۲۰۰۲-۱-۱۸

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

یہ سوال ہمیں دو جانب سے ملا۔ ایک پہلا سوال بالمشافہ دوسرا بذریعہ خط ہم نے دونوں سوال اسی ترتیب بحوالہ تاریخ یہاں درج کر دیئے تاکہ دونوں کا ایک ہی جواب دیا جائے۔ نیز پہلے سوال کا جواب اپنی کتاب تنقیدات علی مطبوعات کے صفحہ نمبر ۹۶ پر بھی لکھا جاچکا ہے وہ جواب یہاں بھی شامل تحریر کر دیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت نبی مکرم آدم علیہ السلام سے لے کر تا ایندم کبھی بھی کوئی بھی کعبہ معظمہ کی چار دیواری یعنی بیت اللہ شریف کے اندر

بلکہ پورے حرم شریف کی مسجد میں کسی بھی انسان کی ولادت نہیں ہوئی نہ کہیں ثابت ہے۔ البتہ تبع تابعین کے بعد پہلے بنی امیہ کے اہل قریش نے حکیم ابن حزام کے متعلق یہ مشہور کیا کہ وہ کعبے میں پیدا ہوئے تھے پھر انکے مقابل شیعوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت علی بھی کعبے میں پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں قطعاً غلط ہیں۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ حکیم ابن حزام بھی اپنے والد حزام کے گھر میں پیدا ہوئے تھے اور مولیٰ علی بھی اپنے والد ابو طالب کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ حکیم ابن حزام کے بارے میں ابن صباغ محدث مالکی مکی اپنی کتاب التاریخ کے صفحہ نمبر ۲۰۴ پر لکھتے ہیں کہ لَمْ یُوْلَدْ فِی الْکَعْبَةِ بَلْ فِیْ بَیْتِهٖ وُلِدَ۔ دوسری وجہ یہ کہ حکیم ابن حزام کے واقع میں اضطراب ہے۔ کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ لکھتا ہے۔ چنانچہ صاحب مشکوٰۃ کی کتاب اکمال فی اسماء الرجال صفحہ نمبر ۷ پر ہے۔ حَکِیْمُ ابْنِ حَزَامٍ یُکْنٰی اَبَا خَالِدِ الْقُرَشِیُّ الْاَسَدِیُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ خَدِیْجَةَ اُمِّ الْمُؤمِنِیْنَ وُلِدَ فِی الْکَعْبَةِ قَبْلَ الْفِیْلِ بِثَلٰثِهٖ عَشَرَ سَنَةً وَکَانَ مِنْ اَشْرَافِ قُرَیْشٍ وَوُجُوْهِهَا فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَالْاِسْلَامِ۔ وَتَاَخَّرَ اِسْلَامُهٗ اِلٰی عَامِ الْفَتْحِ وَمَاتَ بِالْمَدِیْنَةِ فِیْ دَارِهٖ سَنَةَ اَرْبَعٍ وَخَمْسِیْنَ وَلَهٗ مَاةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً سِتُّوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَسِتُّوْنَ فِی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَاقِلًا فَاضِلًا تَقِیًّا۔ حَسُنَ اِسْلَامُهٗ بَعْدَ اَنْ کَانَ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ ترجمہ: حکیم ابن حزام جو اپنی کنیت ابو خالد رکھتے تھے قرشی اَسدِی تھے اور ام المومنین حضرت خدیجہ کے ابن اخی یعنی بھتیجے تھے۔ کعبے میں مولود ہوئے تھے عام فیل سے تیرہ سال پہلے قریش کے سرداروں میں سے تھے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں قریش کی وجاہت قائم رہی۔ انکا اسلام لانا فتح مکہ تک مؤخر رہا۔ یہ مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں ہی فوت ہوئے۔

۵۴ھ میں ان کی پوری عمر ایک سوبیس سال ہوئی۔ ساٹھ سال کفر میں اور ساٹھ سال اسلام میں بہت عاقل فاضل متقی تھے۔ ان کا ایمان حسین تھا۔ لیکن مؤلفۃ قلوب میں سے تھے۔ اکمال کی اس عبارت نے بتایا کہ مولود کعبہ حکیم ابن حزام ہے۔ لیکن علامہ عبدالرحمٰن صفوری اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۵ پر لکھتے ہیں۔ وَاَمَّا عَمْرُو ابْنِ حَزَّامٍ فَوَلَدَتْهُ اُمُّهٗ فِی الْکَعْبَةِ اِتِّفَاقًا لَاقَصْدًا۔ ترجمہ: اور لیکن عمرو ابن حزام کعبے میں پیدا ہوئے تو جنا اس کو اس کی ماں نے کعبے کے اندر اتفاقاً نہ قصداً۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مولودِ کعبہ حکیم ابن حزام نہیں ہیں بلکہ عمرو ابن حزام ہیں۔ اسماء الرجال میں آپ کو حضرت خدیجہ کا بھتیجا فرمایا گیا لیکن اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے صفحہ نمبر ۸۱۰ حضرت خدیجہ کے بھائی لکھا گیا ہے۔ اسی طرح مولیٰ علیؓ کی ولادت میں بہت اضطراب ہے کسی نے کہا رجب میں کسی نے کہا شعبان میں کسی نے کہا تیرہ رجب کسی نے تیئس رجب لکھا کسی نے کہا بوقت اشراق کسی نے کہا بوقت عصر کسی نے کہا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد اکیلی عورت طواف کر رہی تھیں۔ کسی نے کہا کہ حضرت ابو طالب بھی ساتھ تھے۔ کسی نے لکھا کہ ابو طالب سے انکی زوجہ فاطمہ بنت اسد نے اپنی تکلیف خفیف سی دردِ زہ کا ذکر کیا تو ابو طالب ان کو کعبے کے اندر لے گئے اور خود باہر تشریف لے آئے تب علی مرتضیٰ پیدا ہوئے۔ ایک شیعہ خطیب اپنی پانچ جلدی کتاب کے پانچویں حصے میں صفحہ نمبر ۲۱۲ پر لکھتا ہے کہ عمرو ابن حزام کا کعبے میں پیدا ہونا، اتفاقی امر ہے اور حضرت علی کا کعبے میں پیدا ہونا قصدی ہے اور اس قول کی

ساتھ یہ بھی کہ عبدالرحمن صفوری صاحب کی روایت بحوالہ نزہۃ المجالس پیش کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کیسا احمقانہ جھوٹ ہے
جس کا یہ جواب ... اور اتنا نہیں سوچتے کہ اہل علم ان
باتوں پر کیا سمجھیں گے ... اتفاقی امر اچانک کام کو کہتے ہیں جس کا پہلے کسی کو پتہ نہ ہو اور قصدی امر
... اور منصوبہ ... قصدی امر کا پہلے سے سب کو یا بعض مخصوص کو پتہ ہوتا ہے۔ علم الٰہی کے اعتبار سے
کوئی امر بھی اتفاقی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر امر کو ازل قدیم سے جانتا ہے جو کچھ جب کبھی ہونا ہے اس کے علم
کے مطابق ہوتا ہے کسی کے بس کی بات نہیں ... اسی کے حکم سے ہے۔ عمرو ابن حزام ہوں یا حکیم ابن حزام ہوں
یا حضرت علی کسی کی بھی ولادت اتفاقی امر نہیں ہو سکتا بلکہ ازلی تقدیری قصد سے ہوا ہے۔ اگر عبدالرحمٰن صفوری اور مذکورہ
شیعہ خطیب کی یہ اتفاقی و قصدی تقسیم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ کفر ہے اور اگر یہ تقسیم بندوں کے اعتبار سے ہے تو کیا
یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علی مرتضیٰ نے ... اور حضرت فاطمہ بنت اسد نے یا دوسرے قول کے مطابق حضرت علی کے
والد و والدہ نے پہلے سے قصداً پروگرام اور منصوبہ بنا لیا تھا کہ عین اس دن طواف کرنے جائیں اور درد زہ ہوتے ہی
بجائے قریبی گھر آنے کے کعبہ کے اندر کھلے دن بھرے اجتماع مردوں کی موجودگی میں گھس جائیں۔ حالانکہ خود یہ شیعہ
مجتہد لکھتا ہے کہ طواف کرتے ہوئے خفیف درد زہ ہوا تھا نہ کہ شدید اور ڈاکٹری طبی ہر والد والدہ بلکہ لواحقین کا تجربہ
ہے کہ خفیف درد زہ ولادت حمل سے تقریباً چار پانچ گھنٹے پہلے شروع ہوتا ہے یہ قدرت کا نظام غالباً اسی لئے ہے کہ اس
عرصے میں زچہ کو ہسپتال یا محفوظ جگہ پر لایا جاسکے۔ یہی آج بھی عام تجربہ و مشاہدہ ہے تو کیا وجہ ہے فاطمہ بنت اسد اسی
وقت اپنے قریبی گھر نہ آئیں جو کوہ صفا کے قریب پچھلی طرف دار ارقم کی گلی میں تھا۔ حرم کعبہ سے چند قدم کے فاصلہ پر
تھا بہرحال یہ تمام اضطرابی و اختلافی اقوال ہم نے شیعہ کتب سے ہی لئے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ سب دروغ گوئی
ہے اور دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ اسی وجہ سے اضطراب پیدا ہو کر سب کو مشکوک کر جاتا ہے۔ سائل دوم نے اپنے سوال
میں لکھا ہے کہ سنی عوام و علما بھی اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت علی کعبے کے اندر ہی پیدا ہوئے۔ سائل نے تین سنی کتب کا
نام لکھا ہے۔ لیکن میری نظر میں اس وقت پانچ کتابیں ہیں جن میں تین سنیوں کی مشہور ہیں اور دو کتابیں شیعوں کی (۱)
نزہۃ المجالس جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۵ مصنف عبدالرحمٰن صفوری اس کتاب کی عبارت ہم نے پہلے نقل کر دی۔ (۲)
شواہد النبوت جلد اول صفحہ نمبر ۲۸۰ مصنف مولانا عبدالرحمٰن جامی۔ ان دونوں کتابوں میں کعبے کے اندر پیدا ہونے کا
صرف تذکرہ کیا ہے ثبوت پیش نہیں کیا اور یہ دونوں کتابیں محض وعظ کی کتابیں ہیں۔ وعظ کی کتابیں مستند اور معتبر اور قابل
فتویٰ نہیں ہوتیں۔ عبدالرحمٰن صفوری تو بالکل ہی صوفی درویش تھے معمولی کتب پڑھے ہوئے تھے لیکن ولی اللہ بزرگ قریہ
قریہ فی سبیل اللہ وعظ فرماتے تھے۔ چند واعظانہ کتب کے مصنف تھے مگر فقیہ و محقق نہ تھے۔ اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن
جامی علاقہ فارس کے فارسی شاعر تھے پہلے غزل گو شاعر بنے پھر نعت گو شاعر۔ علم نحو میں ان کی ایک کتاب شرح جامی
بہت مشہور ہوئی یہ بھی صوفی بزرگ تھے۔ بہرحال فقیہ و محقق نہ تھے۔ شواہد النبوت بھی وعظ اور سیرت و معجزات کا مجموعہ

ہے۔ ان دونوں کتابوں کا حضرت علی کے لئے کعبے میں ولادت کا ذکر محض شیعہ کتب کی نقل ہے ایسا بلا ثبوت تذکرہ کسی حقیقۃ کی دلیل نہیں بن سکتا۔ تیسری کتاب ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ نمبر ۲۵۱ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ یہ شخصیت اہلسنت میں مشکوک ہے کبھی ان پر سنیت کبھی وہابیت کبھی شیعیت کا غلبہ اس لئے کسی بھی مسئلے میں انکا کوئی قول علماء اہلسنت کو قبول نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اکثر مسائل میں تردید فرمائی ہے۔ وہابی دیوبندی ان کو اپنا امام سمجھتے ہیں۔ نیز انہوں نے بھی ولادت مولیٰ علی کے مسئلے کو ثابت نہیں فرمایا بلکہ مستدرک حاکم کی طرف پھیر دیا ہے۔ اس لئے اب مستدرک حاکم کے متعلق کچھ تحقیقی گفتگو ضروری ہے تا کہ مولود کعبہ ہونے کی حقیقت واضح ہو۔ مستدرک کے مولف حاکم نیشاپوری کو فقہا اور محدثین زمانہ نے شیعہ رافضی کہا۔ چنانچہ امام دارقطنی اور محمد بن طاہر المقدسی نے فرمایا کہ اَلْحَاكِمُ شِيْعِيٌّ وَالرَّافِضِيُّ اور فقیہ امام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری نے لکھا۔ اَلْحَاكِمُ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ اور امام محدث حافظ الحدیث الذہبی اپنی کتاب تلخیص علیٰ حاکم جلد سوم صفحہ نمبر ۳۲ پر لکھتے ہیں۔ عَنْ عَمْرِو ابْنِ اَبِيْ سَلْمَةَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ۔ عَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ مَرْفُوْعًا لِمُبَارَزَةِ عَلِيٍّ لِعَمْرِ بْنِ عَبْدِوُدٍّ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (قُلْتُ) قَبَّحَ اللّٰهُ رَافِضِيًّا اِفْتَرَاهُ۔ ترجمہ: حاکم کی بیان کردہ یہ روایت کہ علی مرتضیٰ کا عمرو ابن ود سے جنگ کر کے اس کو قتل کرنا۔ فرمان نبوی میں سب امت کے اعمال سے تا قیامت افضل ہے۔ میں کہتا ہوں یہ روایت اسی حاکم رافضی نے خود بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رافضی کو ذلیل کرے۔ یعنی یہ روایت من گھڑت ہے اور حاکم نے بنائی ہے اور یہی حافظ ذھبی محدث اپنی کتاب میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ نمبر ۶۰۸ پر حاکم کو شیعہ لکھتے ہیں اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ نمبر ۷۴۲ پر لکھا ہے کہ حاکم کی تصنیفات پر بہت تنقید کی گئی اور بعض لوگوں نے اس کو شیعہ لکھا ہے مگر جنگی نے اس کی تردید کی ہے۔ ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ مستدرک حاکم ظاہراً سنی تھا باطناً شیعہ رافضی تھا۔ اس کی مستدرک حاکم جلد سوم میں صفحہ نمبر ۱۰۷ سے صفحہ نمبر ۱۴۶ تک فضائل مولیٰ علی کا باب ہے اور بہت سی روایتیں نقل کی ہیں مگر کسی بھی روایت میں ولادت علی کا ذکر نہیں کیا۔ نہ کعبے میں نہ کسی اور جگہ کا نام لیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مولیٰ علی کی ولادت عام طریقے پر گھر میں ہی ہوئی تھی جس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ذکر ہمیشہ خصوصیۃ کا کیا جاتا ہے مگر مولیٰ علی کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہ تھی جس کا ذکر ضروری ہوتا۔ اگر مولیٰ علی کی ولادت کعبے میں ہوئی ہوتی تو مناقب علی یا مناقب والدہ علی میں ضرور ذکر ہوتا۔ حالانکہ مستدرک حاکم سوم میں صفحہ نمبر ۱۰۸ پر والدہ مولیٰ علی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل لکھے ہیں۔ مگر وَلَدَتْ عَلِيًّا فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ کے الفاظ نہیں ہیں۔ جبکہ یہ لکھنے کا اصل موقعہ یہی تھا۔ ہاں البتہ مستدرک حاکم جلد سوم صفحہ نمبر ۴۸۲ اور صفحہ نمبر ۴۸۳ پر باب ذکر مناقب حکیم ابن حزام القرشی رضی اللہ عنہ میں دو روایتیں بھی سند کے ساتھ منقول ہیں۔ پہلی روایت۔ سَمِعْتُ اَبَا الْفَضْلِ الْحَسَنِ بْنِ يَعْقُوْبَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا اَحْمَدَ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِالْوَهَّابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ ابْنِ غَنَّامِ الْعَامِرِيِّ۔ يَقُوْلُ وُلِدَ حَكِيْمُ ابْنُ حِزَامٍ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ دَخَلَتْ اُمُّهُ الْكَعْبَةَ فَمَخَضَتْ فِيْهَا فَوَلَدَتْ فِي الْبَيْتِ۔ ترجمہ: حاکم کہتے ہیں میں نے

سنا ابوالفضل حسن بن یعقوب سے وہ کہتے ہیں میں نے سنا ابواحمد محمد بن عبدالوہاب سے وہ کہتے ہیں میں نے سنا علی بن غنام عامری سے وہ کہتے ہیں کہ حکیم ابن حزام پیدا ہوئے کعبے میں اس طرح کہ داخل ہوئیں ان کی والدہ کعبے میں تو اس کو درد زہ شروع ہوا کعبے کے اندر ہی پس اس نے جنم دیدیا بیت اللہ میں ہی۔ یہاں بھی حاکم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

دوسری روایت صفحہ نمبر ۴۸۳ پر اس طرح ذکر ہے۔ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَالُوَيْهِ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْم بْنُ اِسْحٰقَ الْحَرْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِاللهِ فَذَكَرَ نَسَبَ حَكِيْمِ اِبْنِ حِزَامٍ وَزَادَ فِيْهِ وَاُمُّهُ فاختہ بنت زُهَيْرِ بْنِ اَسَدٍ وَكَانَتْ وَلَدَتْ حَكِيْمًا فِي الْكَعْبَةِ وَهِيَ حَامِلٌ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ وَهِيَ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ فَوَلَدَتْ فِيْهَا فَحُمِلَتْ فِيْ نَطْعٍ وَغُسِلَ مَا كَانَ تَحْتَهَا مِنَ الثِّيَابِ عِنْدَ حَوْضِ زَمْزَمَ وَلَمْ يُوْلَدْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فِي الْكَعْبَةِ اَحَدٌ قَالَ الْحَاكِمُ وَهَمَ مُصْعَبٌ فِي الْحَرْفِ الْاَخِيْرِ۔ فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَدَتْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ۔ ترجمہ: پوری سند بیان کرتے ہوئے مصعب بن عبداللہ کا قول ذکر کیا کہ حکیم ابن حزام کی والدہ فاختہ بنت زہیر ایک دن کعبے میں داخل ہوئی حالانکہ وہ حاملہ تھی تو اس کو درد زہ لاحق ہوا تو جوف کعبہ میں ہی حکیم بن حزام کو جنم دیدیا۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ نہ حکیم ابن حزام سے پہلے کوئی کعبے میں پیدا ہوا نہ بعد میں۔ امام حافظ ذہبی اپنی کتاب تلخیص میں لکھتے ہیں۔ قَالَ الْحَاكِمُ وَهَمَ مُصْعَبٌ فِي الْحَرْفِ الْاَخِيْرِ فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّ عَلِيًّا وُلِدَ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ۔ ترجمہ: صرف مستدرک حاکم نے کہا کہ مصعب نے آخری بات میں وہم کیا پس بیشک متواتر روایتیں ہیں کہ مولیٰ علی کعبے میں پیدا ہوئے۔ حافظ ذہبی کی یہ عبارت اشارۃً حاکم کی تردید کرتی ہے یعنی پوری دنیا میں صرف حاکم کہتا ہے کہ علی کعبے میں پیدا ہوئے اور اپنے اکیلے کی بات کو متواتر روایت کہتا ہے۔ میں کہتا ہوں کتنی بڑی کذب بیانی ہے حاکم کی اور حاکم کے حوالے سے اَزَالَةُ الْحِفَا کی کہ جس بات کا کہیں ثبوت نہیں اس کو متواتر کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ متواتر کی تعریف میں مقدمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۶ پر ہے۔ وَاِنْ بَلَغَتْ رُوَاتُهٗ عَلَى الْكَثْرَةِ اِلٰى اَنْ يَسْتَحِيْلَ الْعَادَةُ تَوَاطُئَهُمْ عَلَى الْكِذْبِ يُسَمّٰى مُتَوَاتِرًا۔ ترجمہ: اور اگر روایت کے اتنے زیادہ راوی ہوں کہ عادۃً مشکل ہوا نکا جھوٹا ہونا ایسی روایت کو متواتر کہا جاتا ہے۔ علم اصول کی مشہور کتاب نور الانوار کے صفحہ نمبر ۱۷۶ پر ہے۔ وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ كَامِلًا كَالْمُتَوَاتِرِ وَهُوَ الْخَبَرُ الَّذِيْ رَوَاهُ قَوْمٌ لَا يُحْصٰى عَدَدُهُمْ وَلَا يَتَوَهَّمُ بِتَوَاطُئِهِمْ عَلَى الْكِذْبِ لِكَثْرَتِهِمْ۔ ترجمہ: اور وہ روایت یا یہ ہے کہ ہو کامل جیسے کہ متواتر روایت متواتر وہ خبر ہے جس کو اتنی بڑی قوم نے روایت کیا ہو جن کی تعداد کا جھوٹ پر جمع ہونا انکی کثرت کی وجہ سے تصور بھی نہ کیا جا سکے۔ مگر کعبے کے اندر ولادت علی کے متعلق کوئی روایت خبر متواتر تو درکنار خبر واحد یا مشہور بھی نہیں ہے خود حاکم جو اس قول کا موجد ہے انہوں نے بھی کوئی حدیث پیش نہیں کی صرف یہ کہہ دینا کہ متواتر روایتیں ہیں یہ کوئی قابل اعتبار نہیں بلکہ صاف غلط بیانی ظاہر ہے۔ اگر بہت سی روایتیں ہیں تو سامنے لاؤ۔ کہاں اور کیوں سنبھال کر رکھی ہیں۔ اسی مستدرک حاکم نے حکیم بن حزام کی ولادت پر باسند دو روایتیں پیش کر دیں مگر ولادت مولیٰ علی پر ایک چھوٹی سی

باسند روایت بھی پیش نہ کر سکے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کعبے کے اندر ولادت کا واقعہ بالکل من گھڑت شیعوں کی ایجاد اور حکیم بن حزام کی خارجی ایجاد کے مقابل محض ضد بازی ہے اور اس بناوٹ کو چند سنی واعظوں نے تحریراً وتقریراً آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا نہ سند نہ ثبوت۔ ان چھوٹی چھوٹی واعظانہ کتابوں سے متاثر ہو کر پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ مولیٰ علی کعبے ہی کے اندر پیدا ہوئے بلکہ خود حکیم الامت بھی یہی سمجھتے تھے لیکن جب تحقیق کی گئی اور حقیقت سامنے آئی تب پتہ لگا کہ یہ قطعاً جھوٹ رافضی تبرائی شیعوں کی بناوٹ تفضیلی شیعوں کی تشہیر محض ہے۔ اور نادان سنی واعظین ہیں کہ بس لکیر کے فقیر بنے سن ہوئے جارہے ہیں۔ سنی لوگوں کی نادانیوں کو کوئی کیا کہے۔ کبھی اسرائیلیات کے پیچھے چل پڑتے ہیں کبھی رافضیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ تفسیریں اسرائیلیات سے تحریریں رافضیات سے بھری پڑی ہیں۔ اس بھرمار کا نام ثبوت نہیں ہر چیز کا ثبوت مضبوط دلائل سے ہوتا ہے اور دلائل بھی اس کی حقانیت کے مطابق ہونے چاہییں۔ مولود کعبہ ہونا ایک واقعہ ہے اور واقعات کے ثبوتی دلائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ، تاریخی بیانات اور اسماء الرجال سے ہی ہونے چاہیے مگر ولادت کعبہ کا ہونا اتنا اہم وخصوصی مگر نہ آیات سے ثبوت نہ روایات سے نہ تاریخ معتبرہ سے اگر ان سے ثبوت نہیں تو چوتھے نمبر اسماء الرجال کا ثبوت بھی معتبر نہیں۔ اس قاعدے کے تحت نہ حکیم ابن حزام کی ولادت کعبے میں ثابت نہ مولیٰ علی کی، حکیم ابن حزام کی ولادت کا ذکر بلا کسی تاریخی یا روایتی ثبوت کے اسماء الرجال میں ہے لہٰذا غیر معتبر اور ولادت علی کا ذکر تو اسماء الرجال میں بھی نہیں۔ ہاں البتہ اس بناوٹی بات کے غلط ہونے پر بہت سے دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵ میں ارشاد ہے۔ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ ترجمہ: اور مضبوط وعدہ لیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے اس بات کا کہ وہ پاک صاف رکھیں گے میرے گھر (کعبہ) کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لئے۔ اسی طرح سورۃ حج آیت نمبر ۲۶ میں ارشاد ہے۔ وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ ترجمہ: اے ابراہیم پاک وصاف ستھرا رکھنا میرے گھر کعبے کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور نمازیوں رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ ان دونوں آیتوں کا معنیٰ ومنشا یہ ہے کہ ہرگز ہرگز کبھی بھی کعبے میں گندگی غلاظت نہ ہونے دینا۔ تو اب سوچو کہ جو رب تعالیٰ بار بار حکم دے رہا ہے اور وعدہ لے رہا ہے کہ کعبے میں غلاظت نجاست نہ آنے پائے بھلا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ خود ہی اپنے کعبے کو زچہ خانہ بنادے اور بار بار نفاس کی گندگی سے کعبے کو گندہ کرنے کا ماحول پیدا فرمائے اس لئے کہ ولادت بچہ انسانی ٹائم ٹیبل کے اختیار سے نہیں ہو سکتی۔ خالصتاً قدرتی پروگرام سے ہوتی ہے اور بشری تقاضوں کے مطابق ولادت حمل سے کافی گندگی پھیلتی ہے۔ اور ولادت کی نجاست تو اتنی سخت پلید ہے کہ حیض ونفاس والی عورتیں باوجود ظاہراً صاف ہونے کے پھر بھی ایام حیض ونفاس کے دوران کسی بھی مسجد میں نہیں جاسکتیں چہ جائیکہ مسجد حرام میں بلکہ کعبے میں بھلا خود اللہ تعالیٰ اس طرح گندگی پھیلانے کا پروگرام کس طرح بنا سکتا ہے۔ انسان کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ کسی محبت

[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہا [illegible] اور علی رضی اللہ تعالیٰ نے رنگین کا یہ پروگرام بھی غیر مسلمہ مشرکہ کافرہ عورتوں کے ذریعے کرایا کیونکہ ان دونوں [illegible] دونوں عورتیں غیر مسلم مشرکہ تھیں۔ حکیم ابن حزام کی والدہ فاختہ بنت زہیر بھی اور علی مرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی مشرکہ تھیں۔ اگر کعبے میں ولادت اشرفیت یا افضلیت ہوتی تو یہ کفار کو نہ ملتی بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کعبے میں ہوتی۔ ان دلائل قرآن سے بھی ثابت ہوا کہ یہ بات بالکل جھوٹ وکذب بیانی ہے اور حاکم مستدرک شیعہ رافضی کی بناوٹ ہے۔ جس کی تردید اس سند میں کہ مصعب بن عبداللہ نے حکیم بن حزام کو مولودِ کعبہ بنایا تو شیعوں نے سوچا ہم کیوں پیچھے رہیں ہم بھی علی کو مولودِ کعبہ بنا لیں گے۔ اور مصعب بن عبداللہ نے کہا کہ حکیم بن حزام کے سوا کوئی بھی مولودِ کعبہ نہیں۔ تو بہت بعد میں علامہ شبلنجی رافضی شیعہ نے اپنی کتاب نورالابصار صفحہ نمبر ۱۳۵ پر لکھا کہ مولیٰ علی کے سوا کوئی دوسرا مولودِ کعبہ نہیں نہ پہلے نہ بعد میں۔ اُدھر عبدالرحمٰن صفوری کو جوش چڑھا تو نزہۃ المجالس صفحہ نمبر ۲۰۴ پر لکھا کہ وَاَمَّا حَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ فَوَلَدَتْهُ اُمُّهٗ فِی الْکَعْبَةِ اِتِّفَاقًا لَا قَصْدًا وَاِنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ بِجَوْفِ الْکَعْبَةِ شَرَّفَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَهِیَ فَضِیْلَةٌ خَصَّهُ اللّٰهُ بِهَا۔ ترجمہ: اور لیکن عمرو بن حزام پس جنم دیا اس کو اس کی والدہ نے کعبے میں اتفاقاً نہ کہ قصداً اور بیشک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنم دیا ان کو انکی والدہ نے کعبہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں اور یہ علی کی فضیلت ہے خاص کیا انکو اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت سے مگر اس خصوصی فضیلت دینے کی دلیل کوئی بھی نہیں۔ بس لغویات ہیں جیسے چاہو بولتے چلے جاؤ۔ مولوی آں باشد کہ چپ نہ شود۔

دلیل دوم

جس انداز میں جن شخصیتوں کے لئے یہ واقعہ مشہور کیا گیا ہے وہ دونوں عہد نبوی میں موجود ہیں۔ حکیم ابن حزام ساٹھ سال عمر میں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے پھر تا عمر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ ہی رہے مگر نہ آقا ﷺ نے کبھی حکیم ابن حزام کو مولودِ کعبہ کہا نہ کسی صحابی نے۔ احادیث کی اڑتیس قسم کی کتب میں سے کسی میں بھی ولادت فی الکعبہ کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مولیٰ علی کو کبھی کسی زبان نے مولودِ کعبہ نہ کہا۔ آقا ﷺ کی زبان اقدس نے نہ کبھی کسی صحابی نے نہ تابعی نے نہ تبع تابعی نے کسی کتاب حدیث نے نہ راوی نے نہ سند نے نہ محدث نے نہ شارح نے نہ فقہا نے نہ علما نے۔ آخر کیا وجہ کہ وہ علی جن کے بدن کو ایک دن ذرا سی مٹی لگ گئی تو تا قیامت لقب پڑ گیا ابوتراب۔ ذرہ بتوں سے نفرت دکھائے تو کرم اللہ وجہہ کی ابدی دعا ملجائے۔ بہادری کا جوہر چلائے تو اسد اللہ کہلائے، دشمن پر پلٹ کر حملہ کرے تو حیدر کرار کی شہرت پائے مگر ولادت کعبہ کی فضیلت پائے تو کسی بھی طرف سے مولودِ کعبہ کی آواز نہ آئے۔ تین صدی بعد۔ ایران کے ایک شہر نیشاپور سے محمد بن عبداللہ حاکم اپنی مستدرک سوم میں اس بناوٹ کی بنیاد ڈالتے ہیں یہ علاقہ چونکہ پہلے ہی شیعوں کا ہے اس لئے مولیٰ علی کا یہ لقب وہیں بنا اور وہیں مشہور ہوا۔ خیال رہے کہ ان دونوں واقعوں کی بناوٹ کو اس چیز نے سہارا دیا کہ حکیم ابن حزام کی والدہ حکیم ابن حزام کی ولادت کے بعد اپنے گندے کپڑے دھونے کے لئے حرم شریف میں آب زمزم کے کوئیں پر آئیں اور آب زمزم سے ان کو دھویا۔ دیکھنے والے نے سمجھا

شاید یہیں کعبے میں ولادت ہوئی جبکہ بچہ جو بعد میں حکیم ابن حزام کہلایا وہیں ایک نطع یعنی چمڑے کے ٹکڑے پر پڑا تھا۔ حالانکہ والدہ اس کو دیکھ بھال کیلئے اور کپڑوں کو دھونے کے لئے قریبی گھر سے لے کر آئی تھی۔ گھر میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے اور کفار کو آبِ زمزم کی کیا قدر ہو سکتی ہے جبکہ آج نجدیوں کو بھی نہیں ہے اور مولیٰ علی کی والدہ کو طواف کرتے ہوئے دردِ زہ شروع ہوا تھا۔ شیعوں نے اسی درد کی ابتدا کو پوری ولادت کا سہارا بنا کر مولودِ کعبہ کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ آپکی والدہ فوراً طواف چھوڑ کر گھر چلی گئیں تھیں جو کوہِ صفا کے قریب چند قدم پر تھا۔ اور مولیٰ علی کی ولادت نہایت باپردہ شریفانہ طریقے پر اپنے گھر میں ہی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی کسی تابعی کسی تبع تابعی، کسی محدث کسی مؤرخ کسی مُدبّر کسی مفکر کسی فقیہ عالم نے اس تذکرے کے ذکر کو اہمیت نہیں دی۔ یہاں تک کہ اسماء الرجال میں بھی مولیٰ علی کی جاء ولادت کا ذکر نہیں ہے یہ تو زمانوں بعد چند نوعمروں کی جذباتی بناوٹ ہے۔

دلیل سوم

محقق اعظم حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے سفر نامہ دوم کے صفحہ نمبر ۲۵۳ پر لکھتے ہیں پھر آج صبح سیٹھ احمد صاحب بیرسٹر کیساتھ اندرونِ مکہ معظمہ کی زیارات نصیب ہوئیں۔ بیت ارقم جوابؑ سعی میں داخل ہو چکا ہے صفا کے قریب جگہ ہے۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ جاءِ ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو باب الصفا سے کچھ فاصلے پر ہے یہاں اب لائبریری بنی ہوئی ہے۔ مکان حضرت خدیجہ یہاں حضور کا نکاح بی بی خدیجہ سے ہوا یہاں ہی حضرت فاطمہ زہرا کی ولادت ہوئی اب یہاں مدرسہ ہے جاءِ ولادت حضرت علی۔ اب یہاں ایک معلم کا مکان ہے۔ یہ تمام مقامات حرم شریف سے قریب ہی ہیں اس چشم دید دلیل سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ مولیٰ علی کی ولادت کعبے میں نہیں ہوئی بلکہ انکے آبائی گھر میں ہوئی۔ اس گھر کی ہزار ہا حاجیوں نے زیارت کی ہے۔ زیارت کراتے وقت اہل مکہ ہر زائر کو اس مکان کا یہی تعارف کراتے ہیں اس لئے تواتر روایات و دیدارت و زیارات سے تو یہ گھر مولد علی ثابت ہوا نہ کہ کعبہ اور مولیٰ علی مولودِ خانہ ثابت ہوئے نہ کہ مولودِ کعبہ دوم یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ گھر جو جاءِ ولادتِ مولیٰ علی بنی وہ حرم کعبہ کے بالکل قریب چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ ابتدائی درد میں بخوبی گھر آ سکتی تھیں اور ایسا ہی انہوں نے کیا اور یہی ایک باعزت مہذب باپردہ باشرم باوقار بلند خاندان عورت کا کام ہے۔

دلیل چہارم

آج بھی طواف کعبہ کرتے ہوئے ایسے بہت سے مشاہدے ہیں کہ حاجیہ عورت کو دردِ زہ شروع ہوا تو معلّم سے کہہ کر فوراً ایمبولینس منگائی گئی اور نظام قدرت نے اتنی مہلت عطا فرمائی کہ ہسپتال تک ولادت نہ ہوئی۔ جب ابتداء آفرینش سے یہ نظام قدرت قائم ہے تو لَاتَبۡدِیۡلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ کے مطابق ولادت مولیٰ علی میں قانون قدرت کے خلاف اتنی جلد بازی کیسے ہو سکتی ہے کہ والدہ محترمہ باعزت طریقے سے چند قدم چل کر اپنے قریبی گھر بھی نہ جا سکیں۔

دلیل پنجم

تاریخ مکہ صفحہ نمبر ۹ امام النجمہ مصنف ابو جبار میں ہے۔ وَعِنْدَ الصَّفَا سُکَّۃٌ فِیْھَا دَارُ اَرْاَقَمْ اَوَّلُ مَدْرِسَۃِ الْاِسْلَامِیَۃِ وَفِیْھَا اَیْضًا بَیْتُ اَبِیْ طَالِبِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَلِّبِ وَھُوَ مَوْلِدُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ ترجمہ: کوہِ صفا کے قریب ایک گلی ہے۔ جس میں دارارقم ہے اسلام کا پہلا مدرسہ اور اسی گلی میں حضرت ابو طالب ابن عبدالمطلب کا بھی گھر ہے اور وہی گھر حضرت مولیٰ علی کی جائے ولادت ہے۔ یہ جغرافیائی دلیل کتنا بڑا تاریخی ثبوت ہے۔ کیا یہ تمام ثبوت ان شیعوں اور شیعہ نواز محققین کی آنکھوں سے نہیں گزرے۔

دلیل ششم

مکی سپاہی اول عبدالرحیم راجپوت صاحب اور عزیز معظم کا بیان اور ہزاروں دور کے حاجیوں کا اس مقدس گھر کی زیارت کرنا کیا یہ چشم دید گواہیاں تواتر کے حد تک نہیں ہیں کیا مستدرک حاکم کے اکیلے ایک بناوٹی بیان کو بچانے کے لئے ان تمام تواریخ و مشاہدات و زیارات اور کتابت علی بیت ابو طالب اور کثیر حجاج کے بیانات کو جھٹلا دیا جا سکتا ہے۔ اتنے کثیر شہادتی بیانات پر تو شریعت کا بڑے سے بڑا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ علم اصول کا قانون ہے کہ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ ترجمہ: اکثریت سے کُلیت ثابت ہوتی ہے۔ اور اکثریت سے تو حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ اکثریت تو اللہ تعالیٰ کو بھی قبول و محبوب ہے۔

دلیل ہفتم

اندھی عقیدت کی دیوانگی کا تو کوئی علاج نہیں ورنہ اگر انسان میں ذرا سی بھی عقل ہو تو کعبہ معظم کی صدیوں پرانی کیفیت و تعمیری نقشہ دیکھ کر بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ بلا پروگرام اچانک واتفاقاً زچگی کی صورتحال میں کوئی عورت کعبے میں نہیں جا سکتی ولادت نبوی سے تین سو سال پہلے جب تولیتِ کعبہ قبیلہ قریش کے قبضے میں آئی تو بوجہ بارشی سیلابوں کے کعبے کا فرش پانچ فٹ اونچا کیا گیا جو آج تک قائم ہے اسی حساب سے کعبے کا دروازہ بھی فرشِ کعبہ کے برابر پانچ فٹ بلند کیا گیا۔ آج تک یہی نقشہ ہے۔ فتح مکہ کے دن زید بن حارث سیڑھی لے کر آئے تھے تب اس سیڑھی کے ذریعے چڑھ کر کعبے کے اندر گئے تھے اور غلاف کعبہ تو قبضہِ قریش سے بھی پہلے پہنایا جاتا تھا۔ ان وجوہ سے کعبے کے اندر کسی کی ولادت ہونا ناممکن ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ فاطمہ بنت اسد دردِ زہ کی تکلیف کے ہوتے ہوئے بغیر سیڑھی کعبے کے اندر کیسے پہنچیں۔ سوال دوم کون سیڑھی لایا۔ سوال سوم: جتنی دیر میں سیڑھی آئی اتنی دیر میں وہیں مطاف میں ہی ولادت کیوں نہ ہوگئی اور اگر ولادت میں وقفہ و دیری تھی تو اس وقفے میں اپنے قریبی گھر کیوں نہ چلی گئیں وہیں اکیلی لوگوں کے سامنے کیوں دردِ زہ سے کراہتی رہیں۔ سوال چہارم: اولاً تو ہر عورت کو اپنے ایام فراغت کا پتہ ہوتا ہے۔ فاطمہؓ بنت اسد ایسی نازک حالت میں گھر سے نکلیں ہی کیوں با اخلاق عورتیں تو احتیاطاً پانچ چھ دن پہلے گھر سے نکلنا بند کر دیتی ہیں۔ سوال

پنجم: بعض جہلا کہتے ہیں کہ جب دردِزہ (مخاض) شروع ہوا تو کعبے کی دیوار پھٹ گئی اور فاطمہ بنت اسد چلی گئیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ دیوار پھٹنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس زمانے میں سارا دن کعبے کا دروازہ کھلا رہتا تھا بعد مغرب بند ہوتا تھا اور عورتیں صرف دن میں طواف کر سکتی تھیں رات میں عورتوں کو کعبے میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ دیکھو تاریخ صلبری جلد دوم و دیگر کتب تاریخ۔ سوال ششم: اگر دیوار پھٹی تھی تو کس جانب پھٹی اور چونکہ کعبے پر غلاف پڑا ہوتا تھا تو محترمہ کو کیسے پتہ لگا کہ کعبے کی دیوار کہاں سے پھٹی ہے اور کتنی پھٹی کیا اتنی پھٹی تھی کہ اس میں ایک آدمی داخل ہو سکے یا کم اگر کم پھٹی تھی تو بیکار نیز پھر وہی سوال کہ کتنی اونچائی پر دیوار پھٹی تھی اگر نیچے پھٹی تھی تو بیکار کیونکہ فرشِ کعبہ تو بلند تھا اور ہے اور اگر اوپر سے پھٹی تو پھر چڑھنے کا مسئلہ اور حالت زچگی نازک۔ سوال ہفتم: کون سیڑھی لایا۔ پھر بعد میں دیوار کسنے بند کی۔ سیمنٹ سے یا مسالے سے یا گارے سے۔ سوال ہشتم: بوقت ولادت کراہنے شور مچانے کے علاوہ رحم سے کافی گندی اشیاء بھی نکلتی ہیں اس سے فرشِ کعبہ خراب ہوا ہوگا وہ کسنے صاف کیا۔ ولادت کے فوراً بعد کئی گھنٹے زچہ عورت چلنے کے قابل نہیں ہوتی تو کون ان محترمہ کو اٹھا کر گھر لایا۔ سوال نہم: کعبہ کھلا ہوا ہے دن کا وقت ہے۔ طواف ہو رہا ہے کچھ مشرکین دروازۂ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر اندر کے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں بتوں سے دعائیں مانگ رہے ہیں کچھ مشرکین باہر کے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ کچھ صفا مروہ پر رکھے ہوئے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ ان طوافیوں پجاریوں میں مقامی بھی ہیں مسافر بھی ہیں غرضیکہ ارد گرد اپنوں پرایوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ اب ذرا غور کرو کہ اتنی بھیڑ اور لوگوں کی موجودگی میں سب کے سامنے ولادت ہونا کیا کوئی غیرت مند انسان اس کو برداشت کر سکتا ہے۔ سوال دہم: کعبہ کی عمارت کو اس وقت بت خانہ بنایا ہوا ہے اس لئے کعبے کے قریب آ کر اس کی طرف سجدہ کرنا بھی حرام اسی وجہ سے اولاً بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھوائی گئیں اور اسی کو قبلہ اول بنانے میں یہی حکمت تھی۔ فاطمہ بنت اسد بھی اور انکے خاوند ابو طالب بھی حالت کفر میں تینوں کی حالت غیر اسلامی اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ تو ایسی ناپسندیدہ حالتوں میں مولیٰ علی کی ولادت ہونے میں کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ اس وقت عمارتِ کعبہ سے تو دیگر ذاتی گھر بہتر تھے کم از کم وہاں بت خانے تو نہ تھے۔ نیز کعبے کی عمارت میں اس وقت بعینہٖ تعمیر ابراہیمی کا تقدس بھی نہ تھا کئی تبدیلیوں کے علاوہ چار دیواریں بھی دیگر قبیلوں کی از سرِ نو تعمیر تھی۔ غرضکہ ظاہراً باطناً عقیدتاً کعبے کی چار دیواری میں اس وقت کوئی ایسی بات نہ تھی جس کو مولیٰ علی کے لئے فضیلت قرار دیا جائے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس وقت مولیٰ علی کا وجود ان تینوں چیزوں سے افضل تھا۔ اس کو کسی اور فضیلت کی ضرورت نہ تھی۔ یہ دس سوالات ہیں انکے جواب ان شیعوں اور سنی خطیبوں کے پاس کیا ہیں۔ بہر کیف جہلا حمقا تو ایسی باتیں بنا سکتے ہیں مگر اہل علم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ رہا وہ شعر جو خواجہ اجمیریؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ میں نے پہلے بھی سنا ہوا ہے مگر یہ ایک ہی شعر ہر ایک کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اس کے ساتھ کا کوئی دوسرا شعر کسی کو بالکل معلوم نہیں۔ اگر یہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ہی شعر ہے تو پھر اس ایک شعر سے کسی کے مولودِ کعبہ ہونے کا ثبوت یا دلیل لینا بالکل ہی حماقت ہے۔ اس ایک شعر میں تو ظاہر ظہور اس بات کی نفی فرمائی جا رہی ہے۔ یعنی شاعر فرما رہا ہے کہ وجہٖ

میں آج تک کسی بھی شخص کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی کہ انکی ولادت کعبے میں ہوئی ہو اور وفات کے وقت مسجد کے اندر شہادت ہوئی ہو۔ یہ دونوں سعادتیں کسی بھی ایک شخص میں جمع نہ ہوئیں نہ مولیٰ علی کو میسر نہ کسی دوسرے کو بلکہ مولیٰ علی کو تو مسجد کے اندر شہادت بھی نہ ملی۔ آپکی شہادت کوفے کی مسجد کے دروازے پر شروع ہو کر تین دن بعد گھر میں وفات کے لئے مکمل ہوئی۔ صحابہ کرام میں حضرت فاروق اعظم کو یہ شرف وسعادت ملی کی آپ کی شہادت بحالتِ نماز فجر محراب مسجد نبوی میں پہلی رکعت کی ادائیگی کے دوران ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ شیعہ لوگ اکثر ایسی ہی احمقانہ غلط باتیں بنا لیتے ہیں اور مشہور کردیتے مولیٰ علی کے گھڑے ہیں۔ حالانکہ مولیٰ علی کی شان میں تو آیت وروایت کثیرہ ہیں اور زمین بھری پڑی ہے تو کیا ضرورت ہے ایسی تو جھوٹی فضیلتیں گھڑنے کی۔ سنی بھی دیوانے ہوئے پھرتے ہیں ذرا عقل سے کام نہیں لیتے۔ بعض جاہلوں میں ولادت مولیٰ علی کا تذکرہ والہانہ اسطرح ہے کہ تیرہ رجب ۳۳ میلادی بوقت اشراق آپکی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد اپنی پانچ سہیلیوں کے ساتھ طواف کعبہ کر رہی تھیں کہ تیسرے چکر میں آپ کو دردِ مخاض شروع ہوا تو آپ طواف چھوڑ کر گھر تشریف لے آئیں اور گھر میں کچھ دیر بعد ولادت مولیٰ علی ہوئی۔

دلیل ہشتم

حضرت مریم کئی درجے حضرت فاطمہ بنت اسد سے افضل ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی درجے مولیٰ علی سے افضل لیکن ولادتِ مسیح کے وقت۔ بیت المقدس سے نکال کر دور بیت اللحم کے علاقے میں پہنچا دیا گیا۔ اگر عبادت گاہ میں ولادت ہونا جائز ہوتا یا نفاس والی عورت کا کسی بھی مسجد میں آنا جائز ہوتا تو حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مستحق کون ہوسکتا تھا جبکہ حضرت مریم تو پہلے ہی ہر وقت محراب بیت المقدس میں رہتی تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ولادت وہاں نہ ہونے دی بلکہ دور نکال دیا۔ یہی شرعی حکم بھی ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

فتویٰ نہم

زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی تملیک واجب ہے کسی وقف ادارے کی تعمیر وغیرہ پر لگانا ناجائز ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ آج سے دس سال قبل ۱۹۹۱ء میں ہم نے برطانیہ کی ایک مسجد کے لئے پاکستان سے ایک مولوی صاحب کو بطور ٹیچر بلایا پھر ان کو ہی مسجد کا امام وخطیب بنا لیا۔ پھر وہ خود ہی چیف امام بن کر اپنے آپکو چیف امام کہنے اور لکھنے لگے ہم کو ان کے چند کردار وکارنامے حسب ذیل شریعت کے خلاف نظر آئے اس لئے یہ شرعی فتویٰ درکار ہے۔ (۱) آج سے سات سال قبل ۱۹۹۵ء میں ہم نے مرکزی جامعہ مسجد کے ساتھ ایک دارالعلوم

بنانے کی تجویز بنائی اور دارالعلوم کیلئے ساٹھ ہزار پونڈ سے ایک بلڈنگ خریدی اس کا نام دارالعلوم نمبر دوم رکھا گیا۔ مقامی انتظامیہ نے پوری جامعہ مسجد بنائی خریداری بلڈنگ سے تعمیر وتزئین تک کبھی ایک پنس بھی زکوٰۃ یا فطرہ وغیرہ کا خرچ نہ کیا اسی طرح اب جبکہ دارالعلوم کے لئے بلڈنگ خریدی گئی تو بھی زکوٰۃ وصدقات کا ایک پنس بھی چندہ نہ کیا گیا نہ لیا گیا عوام مسلمانوں نے بطور عطیہ لاکھوں پونڈ چندہ دیا جس سے یہ سب دینی کام یعنی خرید وتعمیر وتزئین انجام پاتے رہے نہ ہی ان چیف امام سے پہلے کسی عالم دین امام وخطیب نے ان مسجدوں ومدرسوں کیلئے زکوٰۃ کے چندوں کا اعلان کیا۔ نہ کسی انتظامیہ کمیٹی نے ان امور تعمیرات کے لئے زکوٰۃ وصول کی لیکن جب ہمارے اس دارالعلوم کی تعمیر کا وقت آیا یعنی ۱۹۹۶ء میں تو انہی چیف امام صاحب نے ایک جلسہ منعقد کیا اور اس بھری محفل کی ایک گھنٹہ تقریر میں چیف امام نے بار بار اعلان کیا کہ مسلمانوں اپنی زکوٰۃ صدقات سے دل کھول کر تعمیر دارالعلوم کیلئے چندہ دو اور فرمایا کہ میں گارنٹی دیتا ہوں کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مساجد و مدارس کی تعمیر میں لگ سکتے ہیں اور گھنٹے بھر کی تقریر میں بار بار یہی کہتے رہے کہ تعمیر مدارس و مساجد میں زکوٰۃ وصدقات لگانا خرچ کرنا جائز ہے۔ نہ کوئی پابندی ہے نہ کوئی بندش۔ انتظامیہ کمیٹی نے انکے بتائے ہوئے اس مسئلے پر مکمل یقین اور ایمان رکھتے ہوئے مقامی مسلمانوں سے اپیل کی کہ ہر مسلمان کم از کم پانچ سو پونڈ سے تعمیر میں تعاون کرے۔ تب مسلمانوں نے تعمیر مدرسہ کیلئے خوب بھر پور تعاون سے چندہ دیا جن میں زکوٰۃ بھی تھی اور غیر زکوٰۃ عطیہ بھی مگر بجز چند لوگوں کے نہ لوگوں نے زکوٰۃ کا بتایا نہ اس نئے مسئلے وگارنٹی جواز کی بنا پر ہم نے ہی زکوٰۃ کی رقم علیحدہ رکھی بلکہ بلا تفریق تمام رقم تعمیر دارالعلوم پر خرچ کی گئی۔ ہمارے اندازے میں تعمیر دارالعلوم کے چند ماہ ہم کو زکوٰۃ کے پونڈ تقریباً تیس ہزار ملے۔ (۲) ان ہی چیف امام نے دیگر بیرونی مدارس کی خریداری کیلئے بھی بڑی دلیری کے ساتھ اپنی اسی مسجد کے اجتماع مسلمین سے زکوٰۃ وصدقات کی اپیل کی اور دوسری مساجد و مدارس کی خریداری وغیرہ کے لئے دیگر چندہ گیروں کو زکوٰۃ کے چندے دلواتے رہے اور اُس وقت اعلان چندہ میں کہتے رہے کہ زکوٰۃ کا مال تعمیر مدارس میں خرچ کرنا جائز ہے۔ (۳) کچھ عرصہ پہلے ہم نے ایک اور دوسرے خطیب صاحب کو پاکستان سے بلوایا۔ ان موجودہ خطیب صاحب نے ایک دن درس قرآن مجید کے دوران فرمایا کہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقم تعمیر مساجد یا مدارس میں لگانا خرچ کرنا قطعاً ناجائز ہے اور ان لوگوں کے وہ صدقات واجبہ اور زکوٰۃ وفطرہ ابھی تک ادا نہیں ہوئی جو اس دارالعلوم یا کسی بھی دارالعلوم کی تعمیر پر لگائے گئے یہ مسئلہ سن کر چیف امام نے بہت شور مچایا کہ نئے خطیب کا یہ مسئلہ غلط ہے اخبار میں بھی اپنے حق میں ایک بیان دے دیا۔ پھر لندن کے ایک مولوی صاحب سے چند ورقی ایک فتویٰ لکھوا کر لے آئے جو ۲۰۰۲-۰۱-۱۹ کو لکھا گیا اور چند دن بعد ہمیں ملا۔ ہمارے موجودہ امام وخطیب فرماتے ہیں کہ یہ فتویٰ درست نہیں۔ میں اس سے مطمئن نہیں۔ یہ غلط فتویٰ یا زرخرید ہے یا دباؤ میں آ کر لکھا گیا ہے۔ لیکن سابقہ چیف امام خوب شور مچا رہے ہیں کہ نئے مولوی امام نے مسئلہ بتا کر فتنہ برپا کر دیا۔ علماء حق کا وقار مجروح کیا اور عوام کو تشکیک میں مبتلا کیا۔ (۴) انڈیا سے ایک مولوی صاحب کو بلایا گیا جس نے اپنی انگلیوں میں دو انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ ہمارے نئے خطیب صاحب

نے ان کو حدیث پاک دکھا کر بتایا کہ مسلمان مرد کو بحکم حدیث پاک بیک وقت دو انگوٹھیاں پہننا منع ہے۔ ان مولوی صاحب نے چیف کو جا کر بتایا تو چیف امام بحکم حدیث پاک سے بے پرواہی کرتے ہوئے کہنے لگے کوئی بات نہیں تم الٹی سیدھی کر کے دونوں پہنے رہو۔ سابقہ امام مولوی مذکور نے انگوٹھی نہ اتاری۔ نئے خطیب فرماتے ہیں کہ سابقہ امام مذکور چیف نے سراسر حدیث پاک کی گستاخی کی ہے اور مولوی مذکور سے حکم عدولی کرائی ہے۔ (۵) اب کچھ عرصے سے ان خود ساختہ چیف امام صاحب نے اپنی مریدی شروع کر دی ہے اور دارالعلوم کو بھی وہ اپنا پیر خانہ بنانا چاہتے تھے اور دارالعلوم پر اپنا نام لکھوانا چاہتے تھے مگر ہم نے یہ نہ ہونے دیا۔ جس پر وہ بہت ناراض و مایوس ہوئے۔ اب انہوں نے ایک بلڈنگ خریدی ہے اپنے نام پر جس کے ایک حصے میں مع اہل وعیال اپنی ذاتی رہائش اور دوسرے حصے میں مدرسہ جامع الزہرہ نام کا بورڈ لگا کر مدرسے کی تعمیر کا ارادہ ہے۔ اس مدرسے میں پیر خانہ گیارہویں شریف پیری کی مجلسیں سجیں گی۔ اسی ذاتی گھر کے لئے بذریعہ اشتہار زکوٰۃ صدقات واجبہ، فطرہ وغیرہ مانگ رہے ہیں۔ جبکہ یہ چیف امام خود امیر بھی ہیں اور سید بھی ہو کر بھی زکوٰۃ لیتے پھرتے ہیں۔ غرضیکہ جب سے نئے خطیب آئے ہیں اور انہوں نے زکوٰۃ کا مسئلہ بتایا۔ سابقہ چیف اور ان کے مریدین بھی اس مسئلے سے اور نئے امام صاحب اور انتظامیہ کمیٹی سے سخت ناراض ہیں۔ اس لئے براہ کرم شرعی فتویٰ عطا فرمایا جائے کہ کیا پہلے خطیب چیف امام کا زکوٰۃ لینا اور اپنے ذاتی گھر پر لگانا جائز والا مسئلہ درست ہے یا نئے امام وخطیب کا بیان کردہ مسئلہ زکوٰۃ لگانا ناجائز والا درست ہے۔ اور کیا دولتمند سید کو اپنے ذاتی مکان پر زکوٰۃ وغیرہ کی رقم لگانا جائز ہے؟ اور یہ کہ فتنہ پروری وشرارت کا مرتکب کون ہو رہا ہے۔ پہلے خطیب چیف امام یا دوسرے خطیب نئے امام اور اگر چیف امام کی ساری باتیں غلط خلاف شریعت ہیں تو کیا آئندہ ایسے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھنی جائز ہیں یا ناجائز اور بتایا جائے کہ لندن سے آیا ہوا فتویٰ صحیح ہے یا غلط۔ کیا ایسا شخص جو غلط فتویٰ لے یا دے امامِ قوم کہلانے کا حقدار ہے یا نہیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ دستخط سائلان حاجی محمد بشیر، حاجی لعل دین، محمد سلطان، حاجی پنوں خان، قاری سید تنویر الحسن، نائب خطیب وامام مسجد ہذا۔ ۲۰۰۲-۰۲-۲۰ بروز بدھ، مطابق ۷ ذی الحج ۱۴۲۲ھ۔ ۱۴۲۲-۱۲-۷)

اس سال لوگوں نے پھر ہمیں زکوٰۃ دی تقریباً سولہ ہزار مگر ہم نے انہی لوگوں کو واپس کر دی کہ خود مستحقین کو پہنچا دو۔

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

صورۃ مسئولہ میں بحیثیت مفتی اسلام میں نے حتی المقدور تحقیق وتفتیش کی۔ سائلین مذکورین نے تمام ضروری تحریری بیانات، اخباری تراشے مدعیٰ علیہ کی تحریرات اور لندن سے منگوایا ہوا فتویٰ اور دیگر ضروری کاغذات میرے پاس مہیا کیں اور میں نے کئی بار سب تحریریں بغور پڑھیں۔ اِن تحریروں کی تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ نئے امام صاحب کا موقف درست ہے اور مدعیٰ علیہ چیف امام کا موقف قطعاً غلط ہے اور چیف صاحب کا کردار و کارنامہ گناہِ کبیرہ وظلم عظیم ہے۔ گناہ

اس لئے کہ قرآن مجید کے حکم حدیثِ مقدس کے مقصد فقہاء کرام کے ضابطے شارحین عظام ومفسرین بالا مقام کے فرمودات کے خلاف ہے اور عقل و قیاس کے مخالف ہے۔ ظلم اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلط نظریئے کے ذریعے زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا مال خلافِ شریعت اور غیر مصرف پر لگوایا خرچ کروایا اور قانونِ اسلامی اصول میں ہر وہ چیز جو اپنے مَصرف وموضوع لَہٗ سے ہٹا کر رکھی ولگائی جائے وہ ظلم ہے۔ پہلے امام چیف نے زکوٰۃ وصدقات غلط جگہ لگوا کر تین ظلم کیئے۔ پہلا اپنی جان پر دوم مالِ زکوٰۃ پر۔ سوم مستحقینِ زکوٰۃ غربا فقرا پر اور جو فتویٰ اپنی تائید میں حاصل کیا وہ بھی علمی، فکری، عقلی اعتبار سے امانتاً ودیانتاً غلط ہے۔ فتویٰ لکھنے والے نے ذرہ بھر علم و تدبر سے کام نہیں لیا۔ ایسی صاف غلطیاں اور توڑ موڑ کی گئی جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ فتویٰ یاد باؤ میں لکھا گیا ہے یا زرخریدی میں کیونکہ قانون شریعت کے مطابق کوئی بھی صدقہ فرضی ہو یا واجبی غربا کے لئے اسکی تملیک لازم ہے۔ کسی وقف یا غیر وقفِ ادارے یا مسجد یا مدرسے دار العلوم تعلیم و تربیت گاہ یا کسی رفاہِ عام جگہ گلی، سڑک یا قبرستان یا کسی ہسپتال، سکول وغیرہ کی خرید و تعمیر و تزئین کیلئے استعمال کرنا سخت ناجائز ہے منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ یہ مال صدقات آیت و روایت کے حکم سے فقرا کے لئے ہے۔ فقیری، غریبی، عمومی، دائمی ہو یا وقتی عارضی و خصوصی ہو، کلی ہو یا جزئی۔ اس متفقہ مسلک وشرعی قانون ابدیہ پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔ پہلی دلیل سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ ترجمہ: صدقات صرف فقیروں کی ملکیت کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے بھی اور ان لوگوں کی مقررہ تنخواہ کیلئے بھی جو زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے عاملین مقرر ہوں اور نو مسلم مولفۃ قلوب کیلئے بھی اور مکاتب غلاموں کو غلامیہ سے چھڑانے کے لئے بھی اور غریب مقروضوں کو قرض سے چھڑانے میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنے والوں کی ضروریات کیلئے امداد میں بھی اور سفر میں غریب ہو جانے والے مسافروں کو وطن واپس پہنچانے کی امداد میں بھی جو بحالتِ سفر غریب ہو جائیں۔ یہ زکوٰۃ صدقات اور انکے مصارف اور مستحقین۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ فرائض ہیں۔ اس آیت پاک سے پانچ باتیں ثابت ہوئیں۔ پہلی یہ کہ لفظ اِنَّمَا نے بتایا کہ زکوٰۃ وغیرہ صرف ان آٹھ قسم کے غریبوں کے لئے ہیں۔ یعنی ان مصارف کے علاوہ کسی بھی جگہ زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ خرچ نہیں کئے جا سکتے۔ دوم یہ کہ لفظ صدقات نے بتایا کہ صدقہ ایک قسم کا نہیں بہت سی اقسام ہیں تقریباً چار قسمیں (۱) سالانہ نصاب کی زکوٰۃ (۲) ماہِ رمضان میں فطرہ (۳) شرعی عملی جرم کا کفارہ مالی (۴) کسی مسلمان کی منت کا مال۔ سوم یہ کہ لِلْفُقَرَاءِ کے لام نے بتایا کہ مال زکوٰۃ وصدقہ ان آٹھ قسم کے غریبوں میں سے جس کو دینا چاہو تو مستقل و مکمل اس غریب کی ملکیت کر دو پھر وہ جیسے چاہے خرچ کرے کیونکہ لام ملکیت کا ہے۔ چہارم یہ کہ لفظ فقراء نے بتایا کہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے اصل حقدار اور مستحق صرف غریب لوگ ہی ہیں اگرچہ غریبی دائمی ہو جیسے فقرا و مساکین یا غریبی عارضی ہو جیسے عاملین زکوٰۃ اور مؤلفۃ قلوب نو مسلم اور مکاتب غلام یا قرضے میں پھنسے ہوئے غریب مقروض مسلمان یا جیسے مجاہد اور سفر حج میں غریب ہو

یا حاجی یا غریب طالب علم جیسے ان کی تکمیل بحالت سفر غریب ہو جانے والا کوئی مسافر مسلمان۔ یہ چھ قسم کے لوگ اگرچہ اصلی دائمی فقیر نہیں مگر اپنی وقتی عارضی مجبوری سے غریب ہی ہیں۔ ایسے ہی عاملین زکوٰۃ اپنے عمل کے دوران دوسری نوکری و مزدوری نہیں کر سکتے اس لئے ہر وقت زندگی کی گزر اوقات میں وہ محتاج تنخواہ ہیں لہٰذا غریب ہیں پس ان کی محتاجی اور وقتی غربت دور کرنے کے لئے بسر جاری رکھنے کی امداد میں زکوٰۃ فنڈ سے تنخواہ لینا دینا شرعاً جائز ہے۔ یہاں آیت میں پہلے چار مصارف کیلئے لام ملکیت ارشاد ہوا۔ جس نے بتایا کہ یہ چار قسم کے غربا مطلق غریب واصلی محتاج ہیں اس لئے انکو بلا قید و شرط کے مطلق مالک کر دیا جائیگا۔ یہ غربا لوگ مالِ زکوٰۃ وغیرہ کے مالک بن کر جہاں چاہیں اپنی ہر ضرورت میں خرچ کر سکتے ہیں بلکہ ہدیۃً بھی جسے چاہیں دے سکتے ہیں۔ پنجم یہ کہ تفسیر روح البیان و دیگر چند تفاسیر میں اسی آیت کے بیان میں فرمایا کہ وَفِی الرِّقَابِ میں فی ظرفیہ سببیہ ہے۔ كَمَا يُقَالُ عِنْدَ اَهْلِ الْعَرَبِ يُحْبَسُ فَلَانٌ فِی الْقَرْضِ اَیْ بِسَبَبِ الْقَرْضِ۔ ترجمہ: جیسے کہ اہل عرب کے محاورے واصلاح میں کہا جاتا ہے کہ فلاں قرض میں قید کیا گیا یعنی قرض کی وجہ سے قید کیا گیا۔ یہ محاورہ تو اردو زبان میں بھی رائج ہے۔ عام کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص چوری میں گرفتار ہوا یعنی چوری کرنے کی وجہ سے پکڑا گیا۔ وہی محاورہ یہاں مراد ہے اور آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ صدقات وزکوٰۃ کا مال مکاتب غلام کی غلامیت ختم کرنے اور غریب مقروض کو قرض سے بچانے کے لئے دیا جائے۔ ان چار میں حرفِ لام نہیں بلکہ حرفِ فی ہے جس نے بتایا کہ یہ دیگر چار قسم کے غریب لوگ مالِ زکوٰۃ کے مالک بن کر یہ مال اپنی دیگر ضروریات میں خرچ نہیں کر سکتے۔ بلکہ مکاتب صرف اپنی کتابت ختم کرنے میں اور غارمین یعنی مقروض لوگ صرف اپنا قرض اتارنے میں اور غریب مجاہد اپنا جنگی سامان خریدنے میں اور غریب طالب علم اپنی علمی ضروریات مہیّا کرنے میں مسافر غریب اپنے وطن واپس آنے میں اور حاجی غریب ہو جائے تو اپنی ضروریاتِ حج پوری کرنے اور کرایہ واپسی میں خرچ کر سکتا ہے۔ کسی دوسری ضرورت میں یا کسی کو ہدیہ تحفہ دینے میں لیا ہوا مالِ زکوٰۃ وصدقات خرچ نہیں کر سکتے۔ تفسیرِ خازن (لباب التنزیل) جلد دوم میں اسی آیت پاک کے تحت ہے کہ فی کے بعد لفظ نَفَقَةِ پوشیدہ ہے اور اس میں تین قسم کے عارضی غریب مراد ہیں۔ اولاً غریب مجاہد، دوم غریب طالب علم، سوم غریب ہو جانے والا حاجی مسافر لیکن امام محمدؒ کے نزدیک فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ میں غریب مجاہد اور غریب طالب علم مراد ہیں اور اِبْنِ سَبِیْل میں وقتی غریب ہو جانے والا حاجی اور وقتی غریب ہو جانے والا مسافر مراد ہے۔ یہاں آیت مقدّسہ میں دوبارہ فی ارشاد ہونا تاکید کے لئے ہے۔ بعض حمقا نے سمجھا یہ فی کا دوبارہ ہونا اہمیت بتانے کے لئے ہے مگر یہ بات غلط ہے۔ غرضکہ یہ آٹھوں مصرف صرف غربا کی غربت ہے اور ان سب میں مالِ زکوٰۃ وغیرہ کے لئے دینے کا جواز صرف انکا غریب ہونا ہے اگر اسمیں سے کوئی عارضی یا دائمی غریب نہ ہوگا یا نہ رہے گا تو اس کو مالِ زکوٰۃ وغیرہ نہ دینا جائز نہ لینا جائز۔ اگر کسی شخص نے بلا تحقیق و تفتیش زکوٰۃ یا فطرہ۔ مَنّت یا کفارہ کا صدقہ دے دیا تو ادا نہ ہوگا دوبارہ دینا پڑیں گے۔ زمانہ نبوی میں زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصرف تھے پھر زمانہ صحابہ میں اجماع صحابہ نے مولفۃ قلوب کا مصرف ختم فرما دیا کیونکہ اب تالیف قلوب کی ضرورت نہ رہی ہاں البتہ غریب

مسکین نو مسلم کی غربت دائمی دور کرنے کے لئے اب بھی مال زکوٰۃ لینا دینا جائز ہے یہ تالیف نہیں بلکہ تعاونِ اسلامی ہے۔ پھر اب مرورِ زمانہ سے مکاتبت بھی ختم ہوگئی لہٰذا وَفِی الرِّقَابِ کا مصرف بھی ختم ہوگیا۔ ایسے ہی اب رضا کارانہ لشکر سازی بھی نہ رہی بلکہ اب ہر ملک میں مستقل مضبوط تنخواہ دار حکومتی انتظام سے فوجیں بنادی گئیں ہیں۔ اب ہر فوجی کی تمام ضروریات ملکی حکومت پر ہوتی ہے اس لئے فی سبیل اللہ میں سے یہ مصرف بھی فی الحال تقریباً ختم ہی ہے۔ لہٰذا اگر اب کوئی شخص کہے کہ میں نے جہاد پر جانا ہے میں غریب ہوں سامانِ جنگ خریدنے کے لئے مجھے زکوٰۃ وغیرہ دو تو دینا جائز نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت پاک کا لفظ لفظ بتا رہا ہے کہ زکوٰۃ صرف غریب آدمی کو ہی دے سکتے ہیں اور ادائیگی زکوٰۃ یہ ہے کہ غریب مسلمان کو مکمل خود مختار مالک بنادیا جائے گھر بٹھا کر دعوت کھلا دینے سے بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

دلیل دوم

مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ فصل اول صفحہ نمبر ۱۵۵ پر ہے۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَعَثَ مَعَاذًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ اِنَّکَ تَاتِیْ قَوْمًا اَھْلَ کِتَابٍ۔ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (الخ) فَاَعْلِمْ ھُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُوْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ۔ (الخ) مُتَّفِقٌ عَلَیْہِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے کہ آقاء کائنات نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف روانہ فرماتے وقت فرمایا کہ اے معاذ تم قوم اہل کتاب کی طرف جارہے ہو۔ تو پہلے ان کو اس ایمان کی طرف دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر وہ قوم اس پر ایمان لانے میں فرماں برداری کریں تو پانچوقتہ فرضیہ نماز کی دعوت دینا اس کو بھی مان لیں تو انکو زکوٰۃ کی فرضیت بتانا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سالانہ زکوٰۃ فرض فرمائی ہے۔ یہ زکوٰۃ دولت مند مسلمانوں سے لے کر غریب فقیر مسلمانوں کو دیجاتی ہے۔ یہ حدیث مقدس بخاری و مسلم نے روایت کی اور مستدرک حاکم جلد سوم میں بھی یہ حدیث مقدس موجود ہے۔ اور سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۷۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ھِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ؕ۔ ترجمہ: اگر اے مسلمانوں تم اپنے صدقات ظاہر کر کے نکالو تو بھی ٹھیک ہے اور اگر چھپا کر نکالتے اور صرف فقیروں کو دیا کرو تو وہ یہ ادائیگی تمہارے لئے بہت ہی خیر ہے۔ حدیث دوم۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ۔ تیسری فصل صفحہ نمبر ۱۵۷ پر ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ (صِدِّیْقَہ) رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔ یَقُوْلُ مَاخَالَطَتِ الزَّکٰوۃُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَھْلَکَتْہُ۔ رَوَاہُ الشَّافِعِیُ وَالْبُخَارِیُ فِیْ تَارِیْخِہٖ وَالْحَمِیْدِیُ۔ وَقَالَ اَحْمَدُ فِیْ خَالَطَتْ تَفْسِیْرُہٗ اَنَّ الرَّجُلَ یَاخُذُ الزَّکٰوۃَ وَھُوَ مُوْسِرٌ اَوْغَنِیٌّ۔ وَاِنَّمَا ھِیَ لِلْفُقَرَاءِ۔ ترجمہ: روایت ہے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے فرمایا میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے ہیں جب کبھی بھی مال زکوٰۃ کسی کے مال میں مخلوط و شامل ہوگی تو اس کو ہلاک ہی کرے گی۔ (مالک کو یا مال کو) اس کو روایت فرمایا امام شافعیؒ نے بھی اور امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب التاریخ میں اور محدث حمیدیؒ نے بھی اور امام احمدؒ

نے خلافت کی تعمیر کرنے کو منع فرمایا کہ یعنی کوئی مسلمان صاحب نصاب امیر دولت مند ہو یا بہت غنی ہو پھر بھی اپنے لئے لوگوں سے زکوۃ مانگے۔ معلوم ہوا (از روئے حدیث وقرآن سے) مال زکوۃ صرف فقیروں کیلئے ہی ہے۔ یہی حکم دیگر صدقات واجبہ کا ہے۔ چنانچہ صدقۂ فطر کے بارے میں ہے۔ مشکوۃ شریف باب صدقۃ الفطر فصل ثانی صفحہ نمبر ۱۶۰ پر ہے۔ وَعَنْهُ (اَیْ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ) قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُھْرُ الصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَۃً لِلْمَسَاکِیْنِ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤد۔ ترجمہ: روایت ہے انہی یعنی عبداللہ ابن عباس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر فرض فرمایا۔ مسلمانوں کے روزوں کو لغویات اور بے ہودگیوں سے پاک وستھرا کرنے کے لئے اور مسکینوں غریبوں کی خوراک وطعام کے لئے۔ ان تمام آٹھوں روایتوں سے صاف اور واضح ثابت ہوا کہ مال زکوۃ وغیرہ تمام صدقات فرض واجبہ صرف فقیروں مسکینوں کے لئے ہی ہیں۔ کتنا ظالم ہے وہ شخص جو غریبوں مسکینوں سے چھین کر قرآن وحدیث کی سراسر مخالفت کر کے، دوسری جگہ مال زکوۃ خرچ کرے کرائے اور انتہائی ضد وجہالت سے بلا دلیل اپنی من مرضی کرے۔ کیا ایسے ظالم کو حساب قیامت وعذاب آخرت کا خوف نہیں ہے۔

دلیل سوم

احادیثِ مطہرات سے ثابت ہے کہ تبلیغ نبوی چار قسم کی ہی ہوتی رہی (۱) تبلیغ قولی (۲) تبلیغ عملی سنۃ موکدہ قریب الواجب (۳) تبلیغ عملی سنت غیر موکدہ لِلاِستِحبَاب (۴) تبلیغ عملی سنۃ غیر موکدہ للجواز یعنی سنت موکدہ وہ عمل شریف ہے جو واجب تو نہیں مگر وجوب کے قریب اور مثل واجب ہر مسلمان پر لازم ہے اور تارک گناہگار ہے لیکن سنت غیر موکدہ مستحبہ وہ عمل شریف ہے جو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ادا فرمایا کبھی چھوڑ دیا ایسا عمل نبوی ہر مسلمان پر ہر وقت بہتر ہے مگر تارک گناہگار نہیں سنۃ غیر موکدہ مستحبہ سے عمل کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور سنۃ غیر موکدہ للجواز۔ وہ عمل شریف جو نبی کریم ﷺ نے صرف ایک دفعہ ادا فرمایا یا کسی صحابی کو کرتے دیکھا یا کسی صحابی نے کسی تابعی کو کرتے دیکھا مگر منع نہ فرمایا۔ سکوت وخاموشی فرمائی۔ صرف یہی وہ عملی تبلیغ ہے جس سے تا قیامت اعمال امت کا جواز یا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ جس کام کو نبی کریم ﷺ نے یا صحابہ کرام نے زندگی بھر کسی بھی شکل میں ادا نہیں فرمایا حالانکہ ان چیزوں اور اس کام کا وجود اس زمانے میں موجود تھا۔ تو وہ امت مسلمہ کے لئے ہرگز ہرگز کسی بھی وقت کسی بھی شکل میں جائز نہیں۔ اس شرعی ضابطے کے تحت ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ کرام وزمانہ تابعین وتبع تابعین میں بلاد اسلامیہ کے اندر ہزاروں مسجدیں، مدارس، تعلیمی ادارے، تربیت وتبلیغ گاہیں تعمیر کئے گئے مگر کسی بھی مسجد یا مدرسے وغیرہ کی خرید وتعمیر وتزئین میں زکوۃ وفطرہ وغیرہ کا مال ذرہ برابر خرچ نہ کیا گیا۔ پوری تاریخ اسلام میں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ اگر یہ کام جائز ہوتا تو کم از کم ثبوت جواز کیلئے ایک دو مثال تو قائم ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ نمبر ۴۹۴ پر بحوالہ احادیث وتواریخ ہے کہ عہد فاروقی میں ایک ہزار تریسٹھ علاقہ فتح ہوئے جن میں فاروق اعظمؓ نے چار ہزار مسجدیں بنوائیں۔ ایک ہزار نو سو منبر بنوائے اور اتنے کثیر مسلمان ہوئے کہ چار ہزار کنیسے یعنی یہود ونصاریٰ کے گرجے ویران ہو

گئے۔ ان میں سے کوئی مسجد یا منبر زکوٰۃ فنڈ سے نہ بنایا گیا۔ آج چودھویں صدی کے بعد ایک شخص مدعیٰ علیہ اور اس کا تائیدی مفتی نکل پڑا۔ ایسے ہی غلط کار تائیدیوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ وَلَاتَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا۔ (سورۃ نساء آیت نمبر ۱۰۵) ترجمہ: اور اے مسلمان تو کبھی بھی کسی خیانت کرنے والے شخص کا تائیدی طرفدار اور وکیل صفائی نہ بننا۔ مسلمانوں سے زکوٰتیں وصول کر کے غلط جگہ یا اپنے مفاد میں خرچ کرنا یہ بھی بدترین اور بڑی خیانت ہے کیونکہ مسلمانوں کی زکوٰۃ برباد کرنا ہے اور عذاب الٰہی کو بلانا ہے۔ اس فرمان الٰہی کے تحت مدعیٰ علیہ چیف امام اور اس کا تائیدی مفتی دونوں برابر کے شرعی مجرم ہیں۔

دلیل چہارم

فتاویٰ درمختار شرح تنویر الابصار جلد اول صفحہ نمبر ۸۶ پر ہے۔ وَلَا يُصْرَفُ مَالُ الزَّكٰوةِ وَالْفِطْرِ لِلْاَوْقَافِ لِعَدَمِ التَّمْلِيْكِ وَهُوَ رُكْنٌ۔ اور اس کی شرح فتاویٰ رد المختار شامی اسی صفحہ نمبر ۸۶ پر ہے۔ وَكَذَا كُلُّ صَدَقَةٍ وَّاجِبَةٍ۔ ترجمہ: کسی بھی اوقاف میں مال زکوٰۃ وفطرہ خرچ نہ کیا جائے۔ اس طرح خرچ کرنا قطعاً ناجائز ہے اس لئے کہ اوقاف میں تملیک نہیں ہوسکتی حالانکہ شرعاً تملیک یعنی کسی غریب کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنادینا فرض رکنی ہے۔ فتاویٰ فتح القدیر جلد ہشتم صفحہ نمبر ۸۵ پر ہے۔ لَايُصْرَفُ اِلٰى مَجْنُوْنٍ وَّلَا صَبِيٍّ غَيْرِ مُرَاهِقٍ وَلَا يُصْرَفُ اِلٰى مَسْجِدٍ وَّلَا اِلٰى كَفْنٍ لِعَدَمِ صِحَّةِ التَّمْلِيْكِ وَلَا اِلَى السِّقَايَاتِ وَاِصْطِلَاحِ الطُّرُقَاتِ وَكُلِّ مَالَا تَمْلِيْكَ فِيْهِ۔ ترجمہ: زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا مال نہ مجنون پاگل کو دینا جائز نہ غیر مراہق نابالغ ناسمجھ بچے کو دنیا جائز نہ ہی کسی مسجد یا مدرسے میں لگانا خرچ کرنا جائز نہ کسی میت کے کفن دفن میں خرچ کیا جائے۔ یہ تمام اس لئے ناجائز ہیں کہ ان میں تملیک نہیں ہوتی لہٰذا تملیک صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان میں اموال زکوٰۃ وصدقات صَرف کرنا قطعاً ناجائز ہیں۔ اور نہ حوضوں تالابوں کوؤں نلکوں وغیرہ پانی کے سقائے بنانے پر مالِ زکوٰۃ خرچ کیا جائے نہ سڑکیں گلیاں بنانے اور درست کرنے پر خرچ کیا جائے اور ایسے ہی ہر اس شخص یا ہر اس جگہ مال زکوٰۃ خرچ کرنا حرام ہے۔ جس میں شرعی تملیک نہ پائی جائے مثلاً قبرستان، ہسپتال دارالعلوم، فتاویٰ شامی جلد پنجم صفحہ نمبر ۲۸۶ پر ہے۔ فَهٰذِهٖ كُلُّهَا سَبِيْلُهُ التَّصَدُّقُ عَلَى الْفَقِيْرِ۔ ترجمہ: ان تمام اموال صدقات کے خرچ کرنے وادا کرنے کا بس ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ فقیر کو صدقہ دیکر مالک بنا دیا جائے اور یہ کام لازم واجب ہے۔ فتاویٰ ہدایہ اولین صفحہ نمبر ۲۰۵ پر ہے۔ وَلَا يُبْتَنٰى بِهَا مَسْجِدٌ وَّلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ لِاِنْعِدَامِ التَّمْلِيْكِ وَهُوَ الرُّكْنُ۔ ترجمہ: اور نہ بنائی جائے ان زکوٰتی مالوں سے کوئی مسجد اور نہ کسی میت کو کفن دیا جائے تملیک نہ ہونیکی وجہ سے حالانکہ اموال صدقات میں تملیک کرنا فرض ورکن ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۱۸۸ پر ہے۔ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّبْتَنٰى بِالزَّكٰوةِ الْمَسْجِدُ وَكَذَا الْقَنَاطِيْرُ وَالسِّقَايَاتُ وَاِصْلَاحُ الطُّرُقَاتِ وَكَرْيُ الْاَنْهَارِ۔ ترجمہ: زکوٰۃ وغیرہ کے مالوں سے نہ مسجد بنائی جاسکتی ہے نہ کسی میت کا کفن دفن کیا جاسکتا ہے اور ایسے ہی پُل اور سقاوے یعنی حوض تالاب نہروں کا اجرا وغیرہ نہ بنائیں جائیں۔ اس لئے کہ ان تمام مذکورہ صورتوں میں کسی کی تملیک

[illegible] کا رکنِ فرض تملیک یعنی غریب کو مالک بنا دینا ہی ہے۔ ہم نے اس دلیل فقہی میں
[illegible] ہیں۔ محض اختصار کیلئے جگہ۔ فقہ ائمہ اربعہ کے تقریباً باون عدد کتب معتبرہ
[illegible] زکوٰۃ کے بارے میں تمام ائمہ و مشائخ فقہ متفقہ کا مسلک و موقف یہی
[illegible] ہے۔ تمام فقہا فرماتے ہیں کہ تملیکِ صدقات و زکوٰۃ رُکن ہے۔ قانونِ شریعت
[illegible] فرض کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شرط (۲) رکن۔ شرط خارجی فرض کو کہا جاتا ہے جس کا بدل بھی ممکن ہے جیسے وضو شرط
[illegible] ہے اس کا بدل تیمم بھی ہو سکتا ہے مگر رکن عبادت کا جز ہے جسکا بدل ناممکن ہے۔ اس قاعدہ کلیہ و ضابطۂ شرعیہ سے
[illegible] ہوا کہ زکوٰۃ میں تملیک [illegible] زکوٰۃ کا جز ہے اس کے بغیر زکوٰۃ قطعاً ادا ہو سکتی ہی نہیں۔ تو ان جہلاء زمانہ کا کتنا
[illegible] کا فساد و فتنہ ہے جو اسلام و قرآن کے عظیم رکن کو توڑ رہے ہیں محض
[illegible] ہوتے رہے جن سے باطل بادشاہوں نے ذاتی مفاد حاصل کئے۔ مستدرک
حاکم جلد اول صفحہ نمبر [illegible] پر ہے۔ عَنْ مُسْلِمِ ابْنِ يَسَارٍ (هُوَ اَبُوْ عُثْمَانَ) قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَة
يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّءْ اِتْيَانَهُ فِيْ جَهَنَّمَ وَمَنْ اَفْتٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهُ
عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ. هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔ ترجمہ: فرمایا آقا ﷺ نے جو شخص میری طرف ایسی
بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے اور جو شخص بے علمی و جہالت کا فتویٰ دے تو اس کا
گناہ فتویٰ لینے والے پر ہوگا یعنی جس کو فتویٰ دیا۔ کنز العمال اول صفحہ ۱۱۱ پر ہے، مَنْ اَفْتٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول صفحہ ۳۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الخ) اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا. فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ متفق علیہ

دلیل پنجم

عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ اوقاف میں مالِ زکوٰۃ و صدقات خرچ کرنا جائز نہ ہوں دو وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ کہ وقف دو قسم کا
ہوتا ہے۔ ایک وقف لِلّٰہِ جیسے مسجد و مدرسہ دوم وقف للناس جیسے شاہراہیں سڑکیں گلیاں پل وغیرہ۔ ان میں سے سب
میں زیادہ مقدس و مطہر مسجدیں ہیں۔ پھر اسلامی مدرسہ، دار العلوم وغیرہ۔ یہ تمام اوقاف مقامات مقدس ہیں جبکہ زکوٰۃ و
صدقات کا مال لوگوں کا میل کچیل ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ فصل اول صفحہ نمبر ۱۶۱ پر
ہے۔ وَعَنْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ ابْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ
وَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ ترجمہ: حضرت ابن ربیعہ نے فرمایا کہ فرمایا آقا ﷺ نے۔
بیشک یہ تمام فرضی واجبی صدقے لوگوں کے گندے میل ہیں۔ اور وہ گندے میل نہ محمد ﷺ کے لئے حلال و جائز نہ تا
قیامت نبی کریم کی آل کے لئے حلال و جائز۔ یہ فرمانِ مقدس۔ ذاتِ نبوی و آلِ نبوی کی شان تقدس بتانے کے لئے
ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مقدس شخصیات و مقدس مقامات پر میل کچیل کی گندگی لگانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے تو پھر

مساجد ومدارس جیسی مقدس تعمیری چیز میں گندگی لگانا کیا کوئی علم وعقل والا گوارہ کرے گا ہرگز نہیں ایسا ناجائز کام صرف وہی کرسکتا ہے جو علم وعقل سے خالی ہو۔ حدیث دوم مشکوٰۃ شریف باب صدقۃ الفطر فصل ثانی صفحہ نمبر ۱۶۰ پر ہے۔ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرُ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسٰكِيْنِ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤد۔ ترجمہ: اور انہیں (عبداللہؓ ابن عباسؓ) سے روایت ہے کہ فرض فرمایا نبی کریم ﷺ نے روزے دار مسلمانوں پر صدقہ فطر ماہ رمضان میں روزوں کو گناہوں قصوروں کے میل کچیل سے پاک وصاف کرنے کے لئے اور یہ صدقہ فطر صرف مسکینوں کے کھانے کے لئے واجب ہوا ہے۔ اس حدیث مقدس نے دو باتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ مال فطرہ بھی مثل زکوٰۃ اس پانی کی طرح ہے جو روزے داروں کے گناہوں کے میل کچیل کو اپنے میں لئے ہوئے ہے۔ کوئی شان مقدس والا ایسے گندے پانی کو اپنے اوپر استعمال نہیں کرسکتا تو بھلا مسجد ودینی تعلیم گاہ میں لگانا استعمال کرنا کوئی شخص کیسے جائز کہہ سکتا ہے۔ کوئی پاکیزہ ذہن والا اور طاہر القلب انسان ایسی میلی کچیلی چیز کو مقدس مقامات وشخصیات پر ہرگز خرچ نہیں کرسکتا نہ لگا سکتا ہے۔ ایسا جواز کا فتویٰ تو کوئی گندی ذہنیت کا ہی دے سکتا ہے۔ اس حدیث مقدس نے دوسری بات یہ بتائی کہ صدقہ فطر بھی مثل زکوٰۃ صرف مسکینوں کے لئے ہے۔ فرض کا لفظ بتا رہا ہے کہ خبردار تا قیامت کوئی بھی شخص غربا کا یہ حق نہ چھینے ورنہ ترک فرض کے جرم وظلم کا مرتکب ہوگا اور عذاب آخرت کا مستحق کیونکہ تارکِ فرض فاسق وفاجر ہوتا ہے دوسری وجہ یہ کہ علماء اصول فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس سے ہر ایک کو فائدہ پہنچے وہ چیز مثلِ امرا ہے دنیا میں ہر وقف کی یہی شان ہے کہ ہر شخص کو خاص ہو یا عام فائدہ حاصل ہے۔ خواہ وقف للہ ہو جیسے مسجدیں ودینی مدرسے یا وقف للناس ہو جیسے عام سڑکیں گلیاں یا حوض کوئیں تالاب وغیرہ۔ تو جسطرح امرا پر صدقات واجبہ خرچ نہیں کئے جاسکتے اسی طرح اوقاف پر بھی صدقات واجبہ لگانا خرچ کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اگر آج کوئی کہے کہ امیر آدمی کو زکوٰۃ لینی جائز ہے تو ایسا کہنے والا ظالم وجاہل ہے اسی طرح وہ شخص بھی اسلام میں ظالم وتخریب کار ہے جو یہ انوکھا ونرالا مسئلہ نکالے اور بتائے کہ مسجدوں ودار العلوم دینی تعلیم گاہوں میں زکوٰۃ لگانی جائز بتائے۔

دلیل ششم

بہار شریعت جلد دوم حصہ دسواں صفحہ نمبر ۳۸ پر ہے۔ باب الوقف میں کہ فقہاء کرام کے نزدیک چھ قسم کے الفاظ اصطلاحاً ورواجاً غربت پر دلالت کرتے ہیں۔ (۱) لفظ یتیم (۲) لفظ طالب علم (۳) لفظ بیوہ (۴) لفظ مسافر (۵) لفظ اپاہج معذور (۶) لفظ اندھا۔ لہٰذا یہ الفاظ جب مطلقاً باب الصدقات اور مصارف زکوٰۃ میں بولے جائیں تو وہاں غریب طالبعلم، غریب یتیم، غریب بیوہ، غریب مسافر، غریب اپاہج ومعذور، غریب اندھا ہی مراد ہوگا اگرچہ یہ لوگ امیر بھی ہوتے ہیں۔ یہی اصطلاح مذکورہ بالا آیت مصارف میں مراد ہے کہ فی سبیل اللہ کے حاجی لوگ، مجاہدین طلبہ اور ابن سبیل کے مسافرین اور مولفۃ القلوب کے نومسلم سب وقتی غریب ہی مراد ہیں۔ ان تمام مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ و صدقات کے اموال مقدس وامیر شخصیات پر خرچ کرنا بھی حرام وناجائز ہے اور مقدس وامیر مقامات پر خرچ کرنا لگانا

بھی حرام ہے جیسے غنی جیسے سادات بنی ہاشم اور امیر شخصیات جیسے دولتمند صاحب نصاب لوگ اور مقدس مقامات جیسے مسجد، مدرسے اور دینی ادارے اور عام مقامات جیسے شاہراہیں، گلی گلیاں، عام راستے سڑکیں یا امرا کے ذاتی مکانات کی تعمیر کے لئے زکوٰۃ و صدقات واجبہ دینا۔ مدعیٰ علیہ چیف نے اس مذکورہ مسئلے میں اپنی من مانی کرتے ہوئے پانچ گناہ کئے۔ پہلا گناہ یہ کہ اپنی ایک تحریر میں یہ بھی کے باوجود خلاف شریعت مسئلہ بیان کیا۔ دوسرا گناہ یہ کہ اموال زکوٰۃ و صدقات کو خلاف قرآنی نصوص ناجائز جگہ خرچ کر کے ظلم کئے۔ اپنی جان پر ظلم، مال زکوٰۃ پر ظلم، مستحقین زکوٰۃ پر ظلم، کیونکہ شرعی و لغوی اصطلاح میں ظلم یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر غلط رکھا جائے اور لگایا خرچ کیا جائے۔ چنانچہ تفسیر طبری جلد نہم صفحہ نمبر ۳۰ پر اور تفسیر کبیر رازی بارھویں جلد جز نمبر ۲۴ کے صفحہ نمبر ۵۱ پر اور تفسیر فتح القدیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۷۱ پر ہے۔ سورۃ فرقان آیت نمبر ۴ کی تفسیر میں۔ اِنَّ مَعْنَی الظُّلْمِ وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ فَقَدْ وَضَعُوا الشَّیْءَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ وَهٰذَا هُوَ الظُّلْمُ۔ ترجمہ: بیشک ظلم کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی چیز اسکی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری غلط جگہ اور ناجائز مقام پر رکھی یا لگائی جائے۔ پس بیشک ان لوگوں نے چیز کو غلط و غیر جگہ پر رکھا و لگایا اور اسی غلط کاری کو ظلم کہا جاتا ہے۔ یہی ظلم ہے۔ چیف امام کا تیسرا گناہ۔ دیگر شرعی مسائل میں بھی یہ شخص شریعت اسلامی کی توہین اور گستاخی کا مرتکب ہوا ہے مثلاً انگوٹھی وغیرہ کے حکم شرعی سے بے پرواہی و ضد برتتے ہوئے مجرم شرعی کو گناہ و شریعت کی مخالفت پر اکسایا اور دلیر کیا یہ ظلم عظیم ہے حالانکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ:۲) ترجمہ: اے ایمان والو ہمیشہ نیکوں کی نیکی متقیوں کے تقوے طہارت پاکیزگی کا تعاون اور حمایت سے ساتھ دیا کرو۔ بروں اور سرکشوں کے گناہوں کا ساتھ نہ دیا کرو کہ گناہ کی حمایت وطرفداری کرو لیکن جو شخص اس آیت پاک کے خلاف اُلٹا عمل کرے کہ بروں کا ساتھ دے اور حمایت کرے وہ خود بھی بروں کی مثل برا اور گناہگار مجرم شرعی ہوگا۔ چوتھا گناہ: ہمیں مصدقہ اطلاع وثبوت دیا گیا ہے کہ یہی مدعیٰ علیہ چیف امام اپنے ذاتی رہائشی گھر کے ایک حصے کو ذاتی جز وقتی سکول بنا کر اسکی تعمیر وتزئین کیلئے بذریعہ اشتہار عوام مسلمانوں سے زکوٰۃ وصدقات واجبہ طلب کر رہا ہے حالانکہ مدعیٰ علیہ امیر بھی ہے اور سید بھی۔ قانون شریعت کے مطابق دونوں اعتبار سے اس کو ذاتی مکان کیلئے زکوٰۃ وصدقات لینا بحکم احادیث قطعاً حرام ہے اور ایسا حرام کام کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔ چنانچہ فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ نمبر ۲۱۹ پر ہے۔ غنی کو صدقہ لینا حرام ہے۔ اگر امام غنی ہے اور صدقات وفطرہ لیتا ہے اور لینے پر ضد کرتا ہے تو وہ فاسق مُعلِن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور فتاوی شرح قدوری میں صفحہ ۲۰۳ پر ہے۔ اِنَّ الرَّجُلَ یَاخُذُ الزَّکٰوۃَ وَھُوَ مُوْسِرٌ اَوْ غَنِیٌّ فَھُوَ فَاسِقٌ وَاِنَّمَا ھِیَ لِلْفُقَرَاءِ۔ ترجمہ: بیشک ایک ایسا شخص زکوٰۃ لیتا ہے جو صاحب نصاب ہے یا بہت زیادہ مالدار ہے تو وہ شخص شرعاً فاسق فاجر ہے کیونکہ زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ صرف غریبوں فقیروں کے لئے ہیں۔ خود ساختہ چیف کا پانچواں گناہ مدعیان کی طرف سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہی مدعیٰ علیہ چیف اپنے اس ادارے کے علاوہ دیگر اداروں کے لئے بھی بلا جھجک پُر زور اعلان سے سراسر شریعت کی خلاف ورزی دیدہ ودانستہ ضد

بازی کرتے ہوئے عوام مسلمانوں سے زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ دینے کی اپیل کرتا رہا ہے اور مالِ زکوٰۃ وغیرہ جمع کر کے لوگوں سے وصول کر کے دیگر مدرسوں کی خرید وتعمیر وتزئین کے لئے دیتا رہا ہے۔ اور اس فعل ناجائز کے جواز کے لئے اپنی ذاتی گارنٹی دیتے ہوئے کہتا رہا ہے کہ اے مسلمانوں اپنی زکوٰتیں مجھے دو میں گارنٹی دیتا ہوں کہ مال زکوٰۃ مدرسوں کی خرید وتعمیر وتزئین میں لگانا جائز ہے۔ مدعیٰ علیہ چیف کا یہ دعویٰ گارنٹی بذاتِ خود گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ گارنٹی شریعت اسلام وحکم قرآن حدیث کے فرمان کی مخالفت پر دلیر ہونا ہے اور یہی دلیری اور بیباکی اللہ تعالیٰ سے بے خوفی فسق کبیرہ و ظلم عظیم ہے۔

دلیل ہفتم

ازل سے قدرتِ قدیم کا ایک نظام ہے کہ جب کسی وقت کوئی باطل اپنی سرکشی وخودسری کا شر وفتنہ فساد کسی بھی شکل و صورت میں اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عرصہ اس باطل کو من مانی وضد بازی کرنے کی ڈھیل ملتی ہے پھر قدرت غیبی سے کسی جانب حق نمودار ہوتا ہے اور اس حق سے ایسی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اس حق بیانی سے باطل کی عقل ماری جاتی ہے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ دماغ چکرا جاتا ہے بلکہ وہ باطل زمانے میں رسوا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ انبیاء آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ۔ ترجمہ: بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق وحقانیہ کو غلط کار باطل پر تو وہ حق اس باطل کا دماغ اڑا دیتا ہے۔ تب ہی فوراً وہ باطل ضدی اور اسکی تمام باطل حرکتیں مٹ کر ختم ہو جانیوالی ہوتی ہیں۔ صورتِ مسئولہ میں مدعیٰ علیہ مصنوعی چیف خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے ضدی اور باطل ہے اور اس کے تمام مذکورہ بالا کارنامے، کردار، حرکات وبیانات بھی باطل اس لئے قدرت الٰہی نے نظام ازلی کے تحت نئے خطیب کو حق بنا کر بھیجا جس نے حق مسئلہ بیان فرما کر بہت سوں کو جہنم سے بچا لیا۔ لہٰذا اب تائیدِ حق اور تعاونِ حقانیت یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ ہر طرح کی ضد وانانیت چھوڑ کر اس مشفقانہ قدرت کبریائی کو قبول کرتے ہوئے بلا جھجک علی الاعلان سب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کرے اور باطل پر ضد واکڑ نہ دکھائے اور اپنی سابقہ غیر شرعی غیر اسلامی خلاف قرآن وحدیث فقہ حرکات وبیانات واعلانات سے معافی بارگاہ طلب کرے اور اپنے غلط مسئلے کے بیان کرنے اور نادانی کی گارنٹی دینے پر ندامت کا اظہار کرے۔ ابھی ساری عمر توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ میں شرم نہ کرنی چاہیے۔ اس سمجھانے کے باوجود اگر پھر بھی توبہ وندامت پر آمادہ نہ ہو تو جب تک معافی بارگاہ نہ مانگے اس وقت تک اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ کوئی شخص اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ مذکورہ بالا کردار وحرکات کی وجہ سے یہ شخص شرعی فاسق ہے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ درمختار علی تنویر الابصار صفحہ نمبر ۷۲ پر اور فتاویٰ صغیری علیٰ منیہ صفحہ نمبر ۶۴ پر ہے وَيُكْرَهُ اِمَامَةُ عَبْدٍ وَّاَعْرَابِيٍّ وَفَاسِقٍ۔ ترجمہ: اور مکروہ ہے غلام اور گنوار و فاسق کی امامت۔ صغیری شرح منیہ کی عبارت اس طرح ہے۔ وَيُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْفَاسِقِ كَرَاهَةَ تَحْرِيْمٍ وَعِنْدَ مَالِكٍ لَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَحْمَدَ۔ ترجمہ: اور کراہۃ تحریمی سے مکروہ ہے فاسق فاجر گناہگار کو امام بنانا۔ امام

مالک اور امام احمد حنبل بھی فاسق کی امامت کو ناجائز کہتے ہیں اور فتاویٰ غنیۃ شرح منیہ صفحہ نمبر ۱۴۵ پر ہے۔ وَلَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقًا يَأْثِمُوْنَ۔ ترجمہ: اور اگر لوگوں نے کسی جماعت نماز میں فاسق فاجر شخص کو امام بنایا تو وہ سب لوگ گناہگار ہو گئے۔ ان تمام بیانات وتحریرات اور اخباری تراشیات کے ساتھ ہمارے پاس کسی شخص فرد واحد کی فتویٰ نما پانچ ورقی تحریر بھی ساکنین مستقیان کی جانب سے پہنچائی گئی۔ میں نے اس کو بھی کئی بار بغور پڑھا کہ شاید کوئی کام کی بات یا مضبوط دلیل لکھی ہو۔ مگر اس پانچ ورقی فتویٰ نما تحریر میں بجز حیرہ قسم کی علمی عقلی فکری چشم پوشیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی ہی چشم پوشیاں شرعاً صریحی غلطیاں ہوتی ہیں ایسی نادانیاں قیامت کی نشانیاں ہیں۔ چنانچہ مستدرک حاکم جلد سوم صفحہ نمبر ۵۴۷ پر ہے۔ عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى بِضْعٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً أَعْظَمُهَا فِتْنَةً عَلٰى أُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقِيْسُوْنَ الْأُمُوْرَ بِرَأْيِهِمْ فَيُحِلُّوْنَ الْحَرَامَ وَيُحَرِّمُوْنَ الْحَلَالَ۔ ترجمہ: حضرت عوف ابن مالکؓ سے روایت ہے وہ روایت فرماتے ہیں آقا ﷺ سے کہ فرمایا نبی کریم آقا ﷺ نے میری امت ستر اور کچھ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان فرقوں میں سب سے بڑا باعتبار فتنے کے میری امت پر۔ وہ فرقہ ہوگا جو شریعت کے احکام کو اپنی جاہلانہ عقل کی رائے سے قیاس کیا کریں گے۔ پس وہ لوگ حرام کو حلال کر لیا کریں گے اور حلال کو حرام کہہ دیا کریں گے۔ اس حدیث مقدس میں ایسے ہی کم علم لوگوں کی غلط فتویٰ نما تحریروں اور بناوٹی اسلامی کونسلوں کی طرف غیبی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مفتی تحریر کی پہلی غلطی۔ اس تحریر میں زیادہ تر مطلب پرستی پائی جاتی ہے کہ نہ حنفیت کی پرواہ نہ مالکیت، شافعیت، حنبلیت سے لگاؤ و تعلق بس جس کی عبارت سے مطلب نکلتا ہو خواہ اس عبارت والا کتنا ہی جاہل و گمراہ کیوں نہ ہو وہ شخص اس تحریر کے مفتی کے نزدیک محقق بھی ہے شیخ المشائخ بھی ہے لیکن جس کی عبارت وحق بیانی سے اس مفتی مولف کا اپنا مطلب نہ بنتا ہو وہ غلط بھی قابل ترک بھی اسی حرکت جاہلانہ کو مطلب پرستی کہتے ہیں۔ یہ حق پرستی نہیں بلکہ باطل نوازی ہے۔ اس فتویٰ نما پوری تحریر میں کہیں پتہ نہیں لگتا کہ یہ مفتی مولف حنفی ہے یا مالکی۔ شافعی، حنبلی ہے۔ تحریر کی دوسری غلطی۔ اس تحریر میں پہلا حوالہ تفسیر مدارک صفحہ نمبر ۵۰۲ کا ہے۔ اس عبارت میں حرف فی اور حرف لام سے بحث کی گئی ہے۔ اس کا اصل مسئلے سے کوئی تعلق نہیں اس لئے یہ لکھنا بیکار وفضول ہے نہ اس بات میں کسی کا اختلاف ہے۔ تیسری غلطی۔ اس فتویٰ نما تحریر کا دوسرا حوالہ فتاویٰ درالمختار جلد دوم صفحہ نمبر ۱۷۵ کی عبارت ہے۔ یہ بھی یہاں لکھنا بے مقصد ہے کیونکہ اس عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ کفار کے حکومتی علاقوں میں مسلمان لوگ خود کسی محقق مدقق متبحر عالم دین کو اپنا حاکم بنا لیں وہ عالم ربانی بلاد کفار اور ولاۃ کفر میں جمعہ وعیدین قائم کرے مگر مفتی مولف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عوام مسلم قوم اپنی بے علم و بے عقل صوابدید پر جس شخص کو چاہیں اپنا امام و قاضی و حاکم بنا لیں۔ اگرچہ وہ شخص بے علم اور بے عقل وفہم ہو قواعدِ اسلامیہ وضوابط شرعیہ سے اجہل و ناواقف ہو۔ اس طرح سے بے علم اور خود ساختہ مولویوں مفتیوں کے لئے راہ ہموار کی گئی ہے ایسے ہی زرخرید لوگوں کے مضامین سے بے علم ادارے و ناسمجھ دارالافتا اور من مانی کی گھریلو سی حنفی کونسلیں اور مسلم لاء کونسلیں بنتی چلی جاتی ہیں۔ جبکہ مفتی اسلام و

قاضی قضاۃ بننے کے لئے عام مولوی تو درکنار صرف مدرس و مصنف بن جانا بھی کافی نہیں بلکہ تفقہ فی الدین اور نصاب دارالافتا پڑھنا و پاس کر کے سند یافتہ ہونا اشد ضروری ہے۔ چہ جائیکہ بالکل ہی ان پڑھ جاہل ناسمجھ منبر و محراب پر قابض ہو کر دارالافتا جیسے عظیم ذمہ دارانہ اسلامی ادارے پر بندر بانٹ شروع کر دیں اور تو مرا قاضی بگو من ترا حاجی بگویم کا راگ الاپنا شروع ہو جائیں۔ حالانکہ فتاویٰ ردالمحتار کی عبارت کا ہرگز یہ مقصد نہیں جو اس مصنف نے سمجھا۔ چوتھی غلطی: اس فتویٰ نما تحریر کی۔ اگلی سطور میں صفحہ نمبر ۴ پر فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۶ اور فتاویٰ عبدالحی صفحہ نمبر ۱۶۷ اور احکام سلطانیہ جیسی مجہول کتاب صفحہ نمبر ۷۶ کا صرف نام اور صفحہ نمبر لکھا ہے کوئی عبارت نہیں لکھی۔ غالباً یہ سوکھی دھاک بٹھانا ہے جیسا کہ غریب العقل اور اوچھے لوگوں کا طرہ امتیاز ہے۔ پانچویں غلطی: اس مفتی تحریر کا تیسرا حوالہ۔ عمدۃ الرعایہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۰۹ کی یہ عبارت ہے۔ اَلْعَالِمَ الثِّقَةُ فِي بَلْدَةٍ لَاحَاكِمَ فِيْهِ قَائِمٌ مَقَامَهٗ۔ ترجمہ: جس شہر میں حکومت کی جانب سے کوئی مسلمان حاکم نہیں ہوتا تو وہاں کوئی بہت بڑا مستند عالم ہی حاکم کے قائم مقام ہوتا ہے۔ صاحب مضمون مفتی کی اس عبارت کا بھی اصل مسئلے سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ متنازعہ نہیں ہے۔ چھٹی غلطی: اس تحریر کا چوتھا حوالہ یہ لکھا ہے کہ کتاب سلطانیہ (یہ ایک غیر معروف کتاب ہے) وَنَفَذَتْ اَحْكَامُهٗ عَلَيْهِمْ ترجمہ: اور اس کے احکام ان پر نافذ ہونگے۔ یہ لکھنا بھی بیکار ہے کیونکہ اصل مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ساتویں غلطی: فتویٰ کا پانچواں حوالہ: مصنف لکھتا ہے کہ احکام سلطانیہ صفحہ نمبر ۲۷ میں ہے۔ فَاَمَّا اَمْوَالُ الصَّدَقَاتِ تَدْخُلُ فِيْ عُمُوْمِ وَلَايَةٍ فَيَقْبِضُهَا مِنْ اَهْلِهَا فَيَصْرِفُهَا فِيْ مُسْتَحِقِيْهَا۔ ترجمہ: پس لیکن صدقات کے اموال داخل ہیں اسکی حکمرانی میں وہ ان مالوں کو لے گا انکے اہل سے پھر ادا کرے گا۔ ان صدقات کے مستحقین میں صاحب مضمون نے حماقت و نادانی سے یہ عبارت لکھدی حالانکہ یہ عبارت خود مفتی مولف کے موقف و مسلک کے خلاف ہے اور مستفتی کے مقصد کے بھی یہ عبارت تو انکے مخالف ہے مگر ہمارے مسلک کے موافق ہے اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ و صدقات کے اموال صرف انکے مستحقین کو دیئے جائیں۔ فقط وہی غرباء انکا مصرف ہیں خبردار ادھر اُدھر ناجائز جگہ نہیں لگا سکتے۔ آٹھویں غلطی: اس فتویٰ نما کی تحریر کا چھٹا حوالہ۔ مولف لکھتا ہے احکام سلطانیہ: كَذَالِكَ حَوَائِجُهُمْ ترجمہ: اسی طرح انکی حاجتیں ہیں۔ یہ عبارت بھی بے معنیٰ بے مقصد ہے نہ مفتی کو فائدہ نہ مستفتی کو۔ نہ اس میں کسی کا اختلاف صرف قلم چلانے کاغذ بھرنے کا شوق۔ نویں غلطی: مذکورہ مولف کا اپنی تحریر میں ساتواں حوالہ۔ تفسیر صاوی علی جلالین جلد دوم صفحہ نمبر ۱۳۳ پر ہے۔ اِنَّ طَلَبَةَ الْعِلْمِ لَهُمُ الْاَخْذُ مِنَ الزَّكٰوةِ وَلَوْ كَانُوْا اَغْنِيَاءَ اِذَا انْقَطَعَ حَقُّهُمْ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ۔ ترجمہ: بیشک دینی مدرسوں کے طالبعلم لوگ جائز ہے انکو مال زکوٰۃ لینا اگرچہ وہ اپنے گھروں میں امیر ہوں۔ فقط اس صورت میں جب وہ گھر سے دور ہوں اور بیت المال سے انکی ضروریات علمی پوری نہ کی جاتی ہوں اور انکا حق ختم کر دیا گیا ہو۔ پوچھو ان عقلمندوں سے کہ یہ حوالہ یہاں کیوں لکھا گیا اس میں تو کوئی اختلاف نہیں اگر صاحب تحریر میں ذرا بھی ذوقِ تدبر شوقِ تفکر ہوتا تو یہ حوالہ نہ لکھتا نہ خود اپنے خلاف چلتا۔ یہ عبارت تو خود مفتی و مستفتی کے خلاف ہے بلکہ سوال گندم جواب جو کی مثل اندھے کی لاٹھی ہے

سید مرجانی صاحب رحمۃ اللہ کے مدرسے سوال تو یہ ہے کہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر وخرید میں اموالِ زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہیں یا ناجائز۔ اور جواب میں لکھا جا رہا ہے کہ طالب علم کو مال لینا جائز ہے۔ یَاللّٰعَجَب۔ اسی علیت عقلیت کے ناز پر عقلمند ان مدارس آ پکڑ لیا اور سی کوششیں ہماری لیکن ہمارے لئے میں دیکھ لیا برطانیہ کی ان کونسلوں مفتیوں کا حال کہ ابھی تک ایک ایسا حوالہ الٰہی و دلیل نہ لکھی جا سکی جس میں ثابت ہوتا کہ دارالعلوم یا مسجد وغیرہ کسی اوقاف کی تعمیر وخرید پر مال زکوٰۃ لگایا اور خرچ کیا جا سکتا ہے بلکہ اس تحریر کے الفاظ سے بھی ہمارا ہی مسلک و موقف ثابت ہو رہا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔ دسویں غلطی صاحب مضمون آگلی سطر میں تفسیر ضیاء القرآن کا حوالہ دیتا ہے۔ اور یقیناً غالباً یہ حوالہ دیکھتے اور لکھتے وقت خوشی سے خوب اچھلا کودا ہوگا مگر یہ خوشی بھی نادانی ہے اس لئے کہ کتاب ضیاء القرآن نہ فقہ کی کتاب ہے نہ اصول فقہ کی نہ ہی یہ عبارت مصنف کتاب ضیاء القرآن کا ذاتی عملی قلبی موقف نہ عقیدۂ مسلک۔ بلکہ کتاب ضیاء القرآن ایک تفسیر ہے اور محدثین کی طرح بعض مفسرین بھی ہر ہر لفظ و آیت میں مختلف اشخاص کے مختلف اقوال درج کر دیتے ہیں ان اقوال سے خود مصنف کتاب کا متفق ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اسی تفسیری روش و طریقے پر چلتے ہوئے صاحب کتاب ضیاء القرآن نے اس آیت کی تفسیر میں اٹھارہ اقوال نقل کئے جن میں نو اقوال درست اور فرمانِ الٰہی وارشاداتِ نبوی کے مطابق ہیں۔ اور نو اقوال غلط قرآن و حدیث وفقہ اسلامی کے خلاف ہیں لیکن یہاں یہ وضاحت نہیں ہے کہ خود صاحب کتاب مصنفِ ضیاء القرآن کا اپنا مسلک و موقف کیا ہے۔ بلکہ کثیر علماء کا مشاہدہ ہے کہ صاحبِ کتاب ضیاء القرآن علیہ الرحمۃ نے خود کبھی بھی مال زکوٰۃ تعمیر مدرسہ و مسجد پر خرچ نہ فرمایا اور جب کسی نے ان کے مدرسے کیلئے مال زکوٰۃ وفطرہ پیش کیا تو فوراً اس کو حیلہ شرعی سے تملیک غریب کر کے عطیہ و ہدیہ منجانب غریب بنوالیا تب اپنے مدرسے کی ضروریات پر خرچ فرمایا۔ اس عملی طریقے سے ثابت ہو گیا کہ یہ تفسیری اقوال حضرت پیر کرم شاہ صاحب کا اپنا موقف و مسلک نہیں نہ یہ انکا پسندیدہ۔ صرف مختلف اقوال کے ضمن میں تفسیری طریقہ پورا کرتے ہوئے یہ غلط قول بھی لکھ دیا کہ فلاں شخص یہ بھی کہتا ہے۔ مفتی مذکور کی گیارہویں غلطی۔ ہماری اس وضاحت کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ لندنی فتویٰ نما تحریر میں۔ حوالہ دیکھتے اور لکھتے وقت ذرہ بھر تفکر تفقہ، تدبر سے کام نہ لیا گیا بس بلا سوچے سمجھے کسی دباؤ یا طمع ذہنی میں آ کر محض مستفتی کو خوش کرنے کی بے جا کوشش کی گئی ہے۔ ایسے ہی حسب فرمائشی مفتی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ بارہویں غلطی: اس فتویٰ نما تحریر میں چار حماقتیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ آیت قرآنی کے حکم کبریا کی مخالفت دوم یہ کہ فرمان مصطفوی سے روگردانی، سوم یہ کہ فقہاء ائمۂ اربعہ کے مسلک سے منہ پھیرا، چہارم یہ کہ مشائخ فقہ کے اقوال کو بھی ترک کیا گیا۔ یہاں تک کہ خود اپنے پیش کردہ ضیاء القرآن کے حوالوں میں سے تمام اچھے وَ دُرست مطابق شریعت اقوال چھوڑ کر حق وحقانیت سے منہ موڑ کر صرف ذاتی مطلب پرستی اور باطل نوازی کرتے ہوئے مصر کے ایک گمراہ شخص پروفیسر الشیخ رشید رضا کی جاہلانہ تفسیر المنار کا ایک مردود قول پسند کر لیا۔ پوری دنیا میں صرف اسی ایک گمراہ شخص نے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ کے حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر ذاتی جہالت سے توڑ پھوڑ کر کے موڑ توڑ کرتے ہوئے۔ فی سبیل اللہ سے مدارس اور عام مصالح دین و دنیا مراد لیا

ہے۔ اور یہ کتنی سخت سراسر کفریہ حرکت ہے کہ آقاء کائنات حضور اقدس نبی اکرم ﷺ تو فی سبیل اللہ سے افراد مراد لیں مگر یہ مردود شیخ کہتا ہے کہ اِنَّ سَبِيْلَ اللّٰهِ هُنَا مَصَالِحُ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةُ الَّتِيْ بِهَا قِوَامُ اَمْرِ الدِّيْنِ وَالدَّوْلَةِ دُوْنَ الْاَفْرَادِ۔ ترجمہ: یہاں سبیل اللہ سے افراد مراد نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی دنیوی عام مصلحتیں مراد ہیں اور پھر اپنے اس کفریہ مردود قول کو محققین کی تحقیق کا نام دیتا ہے۔ پتہ نہیں وہ کون سے خبثاء محققین ہیں جو فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مقابل اپنی مردودیت وضلالت پھیلاتے پھر رہے ہیں۔ مصر میں ایسے گمراہ ومردود دین ڈاکٹر پروفیسر بہت پھرتے پھر رہے ہیں جو کبھی قربانی کو ضیاع، کبھی حج کو وقت بربادی، کبھی داڑھی مبارک کے خلاف، کبھی کثرتِ نماز وطویل سجود کے دشمن بنے پھرتے ہیں اور اب مصارف زکوٰۃ واحکام آیت ومنشاء فرمودات کی توڑ موڑ پر قلم کا زہریلہ خنجر چلا دیا اور مفتی مذکور کو باطل نوازی کا سہارا مل گیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ ایسے مردودوں کے اقوال حیثیتاً نقل ہی نہ کرنے چاہیے کیونکہ ان کی تشہیر بھی گناہ وفساد ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں شیخ رشید رضا کا یہ قول جاہلانہ مردود وخرافات ہے کیونکہ مصالح عامہ میں تملیک زکوٰۃ نہیں پائی جاتی جبکہ تملیک کرنا فرض ورکن ہے۔ احادیث مقدسات وفقہ مطہرات کے فرمودات میں فِيْ سَبِيْلِ سے غریب مجاہد کا راہ جہاد اور غریب ہوجانے والے حاجی کا سفر حج مراد ہے۔ اور فقہاء کرام کے فرامین میں دینی طالبعلم بھی بحالت غربت فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں داخل وشامل۔ چنانچہ ابوداؤد شریف جلد اول کتاب الحج صفحہ نمبر ۱۰۲ پر ہے۔ عَنْ اُمِّ مُعْقِلٍ. قَالَتْ لَمَّا حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوِدَاعِ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ فَجَعَلَهٗ اَبُوْ مَعْقِلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَصَابَنَا مَرَضٌ وَهَلَكَ اَبُوْ مُعْقِلٍ وَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَجِّهٖ جِئْتُهٗ فَقَالَ يَا اُمَّ مُعْقِلٍ مَامَنَعَكِ اَنْ تَخْرُجِيْ مَعَنَا. قَالَتْ لَقَدْ تَهَيَّئْنَا فَهَلَكَ اَبُوْ مُعْقِلٍ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ هُوَ الَّذِيْ نَحُجُّ عَلَيْهِ فَاَوْصٰى بِهٖ اَبُوْ مُعْقِلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا خَرَجْتِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الْحَجَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت ام معقل سے کہ جب آقاء کائنات نبی کریم ﷺ نے حج وداع کا ارادہ فرمایا تو اس وقت ہمارے پاس صرف ایک اونٹ تھا اس کو بھی ابو معقل نے فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ہم کو ایک بیماری پہنچی جس سے ابو معقل فوت ہو گئے اور اُدھر آقا ﷺ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ جب حضور اقدس ﷺ حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو میں زیارت کیلئے حاضر ہوئی آپ نے مجھے فرمایا اے ام معقل تم کو کس نے روکا کہ تم حج کے لئے ہمارے ساتھ نہ نکلیں۔ عرض کیا کہ ہم تو حج کیلئے بالکل تیار تھے مگر ابو معقل فوت ہو گئے اور ہمارا ایک ہی اونٹ تھا جس کو ابو معقل نے وفات کے وقت سبیل اللہ میں وقف کر دیا تھا۔ تب آقا ﷺ نے فرمایا کہ اسی وقف فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اونٹ پر کیوں نہ نکل پڑیں۔ راہِ حج بھی تو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہی ہے۔ اس حدیث مقدس نے آیہ قرآنی کے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی تفسیر و وضاحت فرما دی کہ آیت میں فی سبیل اللہ سے مراد راہ حج بھی سبیل اللہ ہی ہے۔ دوسری حدیث مقدس، بخاری شریف کتاب الجہاد جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۵ پر ہے۔ قَالَ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ. قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا. قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ ۔ قَالَ بِرُّالْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ

اَىُّ قَالَ الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے آقا ﷺ سے پوچھا کہ افضل عمل کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا وقتوں پر پابندی نماز۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کونسا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا والدین سے حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا۔ اس حدیث مقدس نے بتایا کہ مجاہد کا سفر جہاد بھی فی سبیل اللہ ہی ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک بھی سبیل اللہ سے مراد غریب مجاہد و غریب حاجی کا سفر جہاد و سفر حج ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان جلد دوم صفحہ نمبر ۴۵۴ پر اسی آیت مصارف کی تفسیر میں ہے کہ (فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اَىْ فُقَرَاءُ الْغُزَاةِ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ وَهُمُ الَّذِيْنَ عَجَزُوْا عَنِ اللُّحُوْقِ بِجَيْشِ الْاِسْلَامِ لِفَقْرِهِمْ اَىْ لِهَلَاكِ النَّفَقَةِ اَوِ الدَّابَّةِ اَوْ غَيْرِ هِمَا فَتَحِلُّ لَهُمُ الصَّدَقَةُ وَاِنْكَانُوْا كَا سِبِيْهِ اِذَا الْكَسْبُ يُقْعِدُهُمْ عَنِ الْجِهَادِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَسَبِيْلُ وَاِنْ عَمَّ كُلَّ طَاعَةٍ اِلَّا اَنَّهُ مَخْصُوْصٌ بِالْغَزْوِ اِذَا اُطْلِقَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ هُوَ الْحَجِيْجُ الْمُنْقَطِعُ بِهِمْ هٰكَذَا هِدَايَه اَوَّلِيْن صفحہ نمبر ۲۰۵۔ ترجمہ: آیت مصارف زکوٰۃ صدقات میں فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد امام یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف وہ غریب مجاہدین ہیں جو اپنی غریبی کی وجہ سے لشکر اسلام میں شامل ہونے سے رہ جائیں یعنی انکا خرچہ اور گھوڑا یا اس کے علاوہ جنگی سامان وغیرہ ہلاک ہوگیا ہو تو ان مجاہدین کو جہاد میں جانے کے لئے صدقہ زکوٰۃ لینا اور لیکر جنگی سامان خریدنا جائز و حلال ہے اگرچہ وہ لوگ وطن میں کاسبین ہوں یعنی کھانے کمانے والے ہنرمند وصحت مند کیونکہ دنیوی کام کاج محنت مزدوری تو جہاد فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے بٹھا کر روک رکھتی ہے اور سبیل اللہ اگرچہ ہر اطاعت کیلئے عام ہے مگر جب مطلق بلا اضافت یہ لفظ بولا جائے تو اس سے مراد صرف جہاد ہی ہوتا ہے۔ لیکن امام محمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک آیت میں فی سبیل اللہ سے مراد سفر حج میں غریب رہ جانے والا حاجی بھی مراد ہے۔ ایسا ہی ہدایہ اولین صفحہ نمبر ۲۰۵ پر ہے۔ تیسری حدیث مقدس مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ فصل ثانی صفحہ نمبر ۱۵۷ پر ہے۔ عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِىْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى بَيْتِهٖ۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِىْ وَ اَبُوْ دَاؤُدْ۔ ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دیانتداری سے زکوٰۃ وصدقات میں عاملیہ کا کام کرنے والا مال زکوٰۃ یا اجر ثواب لینے میں مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے گھر آنے تک۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ فی سبیل اللہ سے غریب مجاہد اور غریب ہو جانے والے حاجی وغیرہ افراد ہی مراد ہیں نہ کہ مصالح عامہ لہٰذا ثابت ہوا کہ رشید رضا کی تفسیر المنار والی بات غلط اور ذاتی بناوٹ ہے۔ کسی بھی مفسر محقق فقیہ نے ایسی بیہودہ اور خلاف قرآن و حدیث بات نہیں کی۔ مفتی مولف کو چاہیے تھا کہ آنکھیں بند کر کے ایسے بیہودہ و گمراہ شخص کے پیچھے نہ لگ جاتا بلکہ اَلطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ کا نمونہ ہی قائم فرماتا۔ اسی جگہ تفسیر روح البیان نے ایک حدیث قدسی نقل فرمائی۔ اَلْمَالُ مَالِىْ وَالْفُقَرَاءُ عِيَالِىْ وَمَنْ لَمْ يُنْفِقْ مَالِىْ عَلٰى عِيَالِىْ اُنْزِلُ عَلَيْهِ وَبَالِىْ وَلَا اُبَالِىْ۔ ترجمہ: ہر مال میرا ہی ہے اور فقرا میرے عیال یعنی میری پرورش میں ہیں اور جو شخص میرے مال کو میرے عیال (فقراء غربا) پر خرچ نہ کرے یعنی فقیروں

مسکینوں کو زکوٰۃ وغیرہ نہ دے تو میں ان پر اپنا عذاب وَبَال نازل کروں گا۔ پھر کون ہلاک و برباد اور ویران ہوتا ہے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اس حدیث قدسی سے بھی ثابت ہوا کہ زکوٰۃ وصدقات صرف غریبوں کا حق ہے۔ ان کو محروم رکھ کر ادھر اُدھر خرچ وصرف کر دینا باعث عذاب ہلاکت ہے۔ مدعیٰ علیہ چیف کو اور اس کے مذکورہ مفتی تحریر کر عذاب و بال سے ڈرنا چاہیے کیا ان لوگوں کو موت و قیامت وحساب قیامت یاد نہیں آتا جو اس طرح کے اندھے فتوے لکھ رہے ہیں۔
مفتی مذکور کی تیرھویں غلطی۔ اولاً تو مفتی مذکور کو اپنے مطلب کا مضبوط حوالہ وثبوت ہی کوئی نہیں ملا اس لئے اپنا غلط اور باطل نظریہ بچانے کیلئے اِدھر اُدھر بیہودہ اور لغو ہاتھ پاؤں مارتا ہے کہ کاش کسی طرف سے کوئی بات بنے۔ پھر بھی ترجموں میں زیادتی کمی کی توڑ پھوڑ والی خیانت کرتا ہے اور کبھی غلط حوالے۔ کبھی غلط ترجمہ۔ مثلاً ایک عبارت میں صرف طلبا کا ذکر ہے مگر یہ مولف اپنے ترجمے میں مبلغین کا نام بھی لکھ دیتا ہے اور پھر جب قرآن مجید حدیث پاک فقہ عظیم تفسیر وشرح وغیرہ سے کوئی دلیل وثبوت ہاتھ نہ آیا تو بجائے باطل سے ہٹنے تائید حق کرنے اور برّ وتقویٰ کے تعاون پر سرِ تسلیم خم وکمر بستہ ہونے کے انتہائی نادانی سے ایک تفسیری قول مردودہ کو اپنی دلیل بنا کر فتویٰ لکھ ڈالا۔ حالانکہ اصول فتویٰ کے مطابق فتویٰ ہمیشہ فقہی قول پر ہوتا ہے اور وہ بھی مستفتی یا مفتی کے تقلیدی فقہ میں مفتیٰ بہ قول پر۔ اس بیچارے مفتی تحریر کو پتہ ہی نہیں کہ اصول فتویٰ کیا ہیں ورنہ کبھی ایسی فحش اصولی غلطی نہ کرتا۔ ان غلطیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص نصاب فتویٰ نویسی پڑھ کر کامیاب سند یافتہ نہیں بلکہ خود ساختہ ہے۔ حدیث مقدس میں ایسے ہی فتویٰ بازوں کو قیامت کی نشانی فرمایا گیا ہے۔ جب اتنی سی تحریر میں اتنی غلطیاں ہوئیں تو بڑی ضخیم کتب کا کیا حال ہوا ہوگا۔ قانونِ شریعت کے مطابق شرعی فتویٰ اس کو کہا جاتا ہے جو قرآن وحدیث فقہ اور اصول فقہ اور مستفتی کے فقہی تقلیدی مسلک کے دلائل کے ساتھ ہو۔ اس ضابطے سے یہ تحریر فتویٰ نہیں ہوسکتی۔ صورت مسئولہ میں چونکہ خطیب سابق کے کہنے اور احمقانہ گارنٹی دینے کی وجہ سے انتظامیہ کمیٹی نے تقریباً تیس ہزار پونڈ زکوٰۃ کے مال سے دارالعلوم کی تعمیر پر خرچ کر دیئے ہیں اس لئے وہ زکوٰۃ ابھی تک ادا نہیں ہوئی۔ اب اس کے وبالِ دنیوی وعذابِ اخروی سے بچنے کے لئے انتظامیہ پر لازم ہے کہ تیس ہزار پونڈ کا حیلۂ شرعی کرا کر زکوٰۃ ادا کی جائے حیلہ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ تیس ہزار پونڈ یکمشت یا قسط وار ذاتی ملکیت سے جمع کئے جائیں اور ان پونڈوں کو ان مسلمانوں کی زکوٰۃ کا نام دیا جائے جنہوں نے اس سابقہ چیف کے کہنے پر اپنی زکوتیں انتظامیہ کمیٹی کے ذمہ دار اراکین کو دیں۔ پھر کسی غریب بالغ مسلمان غیر سید وغیر ہاشمی کو بلا کر اس کو پہلے حیلہ شرعی کا مسئلہ وطریقہ سمجھایا جائے پھر وہ رقم اسی طرح یکمشت یا قسطوں میں اس غریب کو بطور ملکیت دے دی جائے اور بتایا جائے کہ ہم یہ مال زکوٰۃ تجھے دیتے ہیں۔ وہ غریب آدمی بارادۂ تملیک اپنے ہاتھ میں لے کر قبضہ کرے پھر اسی وقت ہدیہ یا تحفہ بنا کر اور تحفہ کا لفظ بولکر دینے والے کو یہ کہہ کر واپس کرے کہ یہ میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہے جہاں چاہو خرچ کرو۔ اس طریقۂ شرعیہ سے انتظامیہ میں سے یہ غریب کو دینے والا شخص پھر ہدیہ کا ذاتی مالک بن جائے گا۔ اور پھر بطور انعام وامداد کم از کم ایک فی صد اسی وقت اسی غریب کو بالکل دے دیئے جائیں یعنی اگر ہزار کا حیلہ کرایا تو دس پندرہ پونڈ اس غریب

کو پھر واپس کئے جائیں۔ ہاں البتہ موجودہ فی السوال صورت میں اسبابِ کا خیال رکھا جائے کہ وہ غریب ہدیہ یا تحفہ بنا کر واپس کرے۔ حیلہ فقط یہ کہ واپس نہ کرے اگر حیلہ بنایا تو وہ رقم وقف فنڈ بن جائے گی اور واپس لینے والا نہ مالک بنے گا نہ اپنے لئے استعمال کرسکتا ہے لیکن واپس ہدیہ کی شکل میں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور مالک کو رقم واپس بھی مل جائیگی صرف ایک فی صد کم ہوگی۔ اس حیلۂ شرعی کا ذکر حدیث پاک میں بھی ہے اور تمام بڑی کتب فقہ میں بھی۔ کتب فقہ میں اس باب کا نام فقہی اصطلاح ہے کتاب الحیل ہوتا ہے۔ چنانچہ بہار شریعت جلد اول حصہ پنجم صفحہ نمبر ۱۴ اور صفحہ نمبر ۳۱ پر اس کا ذکر موجود ہے۔ اور مستدرک حاکم جلد اول نمبر ۱۸۴ پر ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحْدَثَ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیَاْخُذْ بِاَنْفِهٖ وَیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّاْ سَمِعْتُ عَلِیَّ ابْنَ عُمَرَ الدَّارَ قُطْنِیَّ الْحَافِظَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَابَکْرٍ شَافِعِیْ صَیْرَ فِیْ یَقُوْلُ کُلَّ مَنْ اَفْتٰی مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مِنَ الْحِیَلِ اِنَّمَا اَخَذَهٗ مِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔ ترجمہ: فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی تم میں سے نماز میں بے وضو ہو جائے تو اپنی ناک پکڑ کر صفوں سے نکل جائے اور وضو کرے۔ راوی کہتے ہیں میں نے سنا حافظ علی بن عمر دار قطنی سے انہوں نے سنا ابو بکر شافعی صیرفی سے کہ علماء امت اسی حدیث پاک سے حیلۂ شرعی کا جواز نکالتے ہیں۔ اور تلخیص حافظ ذہبی صفحہ نمبر ۱۸۴ پر ہے۔ وَمَنْ اَفْتٰی بِالْحِیَلِ یَحْتَجُّ بِهٖ۔ ترجمہ: حیلۂ شرعی کا ثبوت اسی دلیل شرعی سے لیا جاتا ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم صفحہ نمبر ۳۰۲ پر کتاب الحیل میں ہے۔ وَکُلُّ حِیْلَةٍ یَحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِیَتَخَلَّصَ بِهَا عَنْ حَرَامٍ اَوْلِیَتَوَ صَّلَ بِهَا اِلٰی حَلَالٍ فَهِیَ حَسَنَةٌ وَالْاَصْلُ فِیْ جَوَازِ هٰذَا النَّوْعِ اٰیَةُ وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ ترجمہ: اور ہر وہ حیلہ جو کوئی مسلمان اس لئے کرے کہ حرام سے بچ جائے یا اس حیلے کے ذریعے حلال تک پہنچ جائے تو وہ حیلہ شرعاً بہت حسن اور خوب اچھا ہے اور اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی اصل دلیل اور ثبوت سورۃ ۳۸ سورۃ ص کی یہ آیت نمبر ۴۴ ہے۔ جس میں حضرت ایوب علیہ السلام کو انکی قسم کے پورا ہونے اور کوڑوں سے بچنے کا حیلہ وطریقہ بتایا گیا کہ اے ایوب۔ وَخُذْبِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَاتَحْنَثْ۔ ترجمہ: اور پکڑ لو اپنے ہاتھ میں جھاڑو پس ایک بار ماردو۔ قسم ہو جائیگی۔ قسم توڑو مت یہ قرآن مجید سے حیلے کا ثبوت ہوا۔ حدیث پاک میں بھی حیلہ شرعی کے جائز ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف بَابُ مَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ فصل اول صفحہ نمبر ۱۶۱ پر ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ فِیْ بَرِیْرَةَ (الخ) وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْبُرْمَةُ تَفُوْرُ بِلَحْمٍ۔ فَقُرِّبَ خُبْزٌ وَّاُدْمٌ مِنْ اُدْمِ الْبَیْتِ۔ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً فِیْهَا لَحْمٌ قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنْ ذَالِکَ لَحْمٌ تَصَدِّقَ عَلٰی بَرِیْرَةَ وَاَنْتَ لَا تَاکُلُ الصَّدَقَةَ۔ قَالَ هُوَ عَلَیْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِیَّةٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت صدیقہؓ سے انہوں نے فرمایا حضرت بریرہؓ کے بارے میں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ بریرہ کے گھر میں تشریف لائے اور چولہے پر ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی یعنی ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ کے پاس روٹی اور کوئی دوسرا گھر کا سالن پیش کیا گیا تب فرمایا آقا ﷺ نے کیا میں نے چولہے

پر گوشت بھری ہانڈی نہیں دیکھی۔ گھر والوں نے عرض کیا ہاں لیکن وہ بریرہ کو صدقے کا گوشت دیا گیا ہے اور آپ تو صدقہ کھاتے ہی نہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا۔ وہ بریرہ کیلئے صدقہ ہے اور بریرہ کی جانب سے ہمارے لئے ہدیہ ہوگا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں یہ حدیث مقدس حیلۂ شرعی کا ثبوت ہے اور تا قیامت یہ قانون کلیہ محکم ہوگیا۔ اسی دلیل سے ہر وہ حیلہ شرعاً جائز ہوگیا جو کسی حرام کو ختم کرے اور حلال و جائز عمل حاصل ہو۔ سابقہ امام اور مذکور مفتی نے انتظامیہ کمیٹی سے یہ حرام و ناجائز کام کرایا۔ جس کا وبال ابھی تک باقی ہے اس لئے اس عملِ بد کو ختم کرنے اور ظاہر کرنے کے لئے یہ حیلۂ شرعی اشد ضروری ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

دسواں فتویٰ

برطانیہ میں رویتِ ہلال کمیٹی کا قیام ضروری ہے تا کہ شرعی اسلامی قوانین و ضابطوں کے مطابق مسلمانوں کی عیدیں روزے قربانیاں شرعی صحیح وقت پر ادا ہوا کریں اور سعودیہ کے باطل طریقوں سے مسلمانوں کو نجات ملے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ برطانیہ میں ہر سال مسلمانوں کی عیدیں قربانیوں اور ماہِ رمضان کے موقعہ پر عجیب پریشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور ہر سال تقریباً دو دو عیدیں اور دو دو دن یکم رمضان منایا جاتا ہے۔ اس طرح کچھ مسلمانوں کی قربانیاں بھی ضائع جاتی ہیں اور عید کے دوسرے دن نفلی روزے بھی رکھے جاتے ہیں۔ کئی سال سے اس طرح کی مصیبتیں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ غیر مسلم ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور ہماری نئی نسل انہی متفرقہ فرقے بازی کی بنا پر دین سے برگشتہ ہوتی جا رہی ہے۔ عیدین و رمضان و قربانی کا یہ تفرقہ اس بنا پر ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ برطانیہ میں چونکہ مطلع ابر آلود رہنے کی بنا پر چاند نظر نہیں آتا اس لئے ہم از خود چاند تسلیم کرنے میں سعودی عرب کی اِتِّبَاع میں ان کے اعلان کے مطابق رمضان و عیدین و قربانی کرتے ہیں کیونکہ وہ مرکزِ اسلام ہے۔ لہٰذا جس دن حج ہوگا ہم اس کے دوسرے دن عید الاضحیٰ منائیں گے۔ اس لئے کہ حج کے دوسرے دن عید و قربانی واجب ہے مگر دوسرے لوگوں کا کہنا ہے رمضان و عیدین کا تعلق کسی حکومت کی اتباع سے نہیں بلکہ چاند دیکھنے سے ہے اگر آنکھ سے دیکھنے کی حد تک چاند مطلع پر نہ ہو تو نہ رمضان کی ابتداء جائز نہ عیدین کی نہ قربانی جائز نہ حج جائز۔ سعودی اتباع کرنے والے پہلے دن روزہ و عیدین و قربانی کر لیتے ہیں جبکہ چاند کی اتباع کرنے والے دوسرے دن ابتداء کرتے ہیں مگر دو طرفہ مسلمانوں کو اس تفرقہ بازی سے بدمزگی بہت ہوتی ہے پہلے دن عیدین وغیرہ منانے والے دوسرے دن والوں کو الزام دیتے ہیں تم لوگوں نے اتحاد اسلامی کو توڑا، مرکزِ اسلامی سے منہ موڑا۔ دوسرا فریق پہلے گروہ کو الزام دیتا ہے کہ تم نے فرمانِ قرآنی کو توڑا اور حکمِ اسلامی سے منہ موڑا پہلا فریق کہتا ہے کہ اتحاد کرو اور ایک دن ہی عید مناؤ اسی میں وقار ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ باطل سے اتحاد جائز نہیں اگر اتحاد کرنا ہے تو حقانیت پر اتحاد کرو۔ لہٰذا ہماری گزارش ہے کہ فتوئے شرعی کی رو سے بتایا

جائے کہ ہم کیا طریقہ اختیار کریں جس کے ذریعے سے سب مسلمانوں کا کم از کم عیدین وغیرہ میں حکم اسلامی کے مطابق اتحاد پیدا ہو جائے اور عید ین وغیرہ ایک دن منایا جاسکے جو کہ رسول طریقہ شریعت اور قرآن وحدیث سے ہوگا ہم کوشش کریں گے کہ ہر فرقے کے مسلمانوں کو اس طریقے پر اتحاد کے لئے آمادہ کریں اور ہمیں یقین ہے کہ سب مسلمان اس شرعی فارمولے پر متحد و متفق ہو جائیں گے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت فرمائی جائے۔ نمبر ا لفظ ہلال کی شرعی اصطلاح اور فقہاء کرام کی تصریحات کیا ہیں کیا مطلق نئے چاند کی پیدائش کی خبر سے نئے ماہ کی ابتداء شرعاً ہو سکتی ہے۔ یہاں کی مرکزی جماعت المسلمین نے مطلق چاند کے لئے رویت بصری کی شرط نہیں رکھی کیا یہ بات شریعتِ مطہرہ سے مطابقت رکھتی ہے۔ نمبر ۲ موجودہ دور میں بذریعہ آلاتِ مواصلات چاند کی خبر و اطلاع شریعت پاک میں معتبر ہو سکتی ہے یا نہیں اور جو لوگ اس نئے طریقے کو رائج کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے کیا دیگر مسلمانوں کو ان لوگوں سے تعاون ان کی تائید و حمایت کرنی چاہئے یا نہیں۔ موجودہ دور میں برطانیہ وغیرہ یورپ ملکوں کے لئے اس مسئلے رویت ہلال کا حل کیا ہے۔ نمبر ۳ جو ائمہ وخطباءِ مساجد ایسے موقعوں پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ غلط عید و رمضان کا فیصلہ اراکین مسجد کمیٹی کا ہے۔ ہم مجبور ہیں کیا کریں۔ ایسا کہہ دینے سے ائمہ وخطبا عند اللہ بَرِیُ الذِمّہ ہو جائیں گے یا نہیں اور مطابق شریعت ائمہ وخطبا کا اس بارے میں کیا کردار ہونا چاہئے۔ نمبر ۴ جو علماء دانستہ شریعت کے خلاف فیصلہ کریں اور کہیں کہ ہم نے یہ فیصلہ اتحاد امت کی خاطر کیا ہے تو کیا ایسا غیر شرعی فیصلہ اور اتحاد امت کا بہانہ کرنا عند اللہ درست و منظور ہے یا نہیں شرعی گواہی کا طریقہ اور گواہ کے شرعاً معتبر ہونے کی علامت کیا ہیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ مورخہ قمری 4-1-1423 مورخہ شمسی 20-03-2002 دستخط سائلان۔ نمبر ا۔ راجہ محمد فاضل۔ نمبر ۲۔ ملک سردار علی نمبر۔ ۳ حاجی محمد یونس۔ نمبر ۴۔ ڈاکٹر بدر منیر مجددی۔ نمبر ۵۔ عبد الخالق۔

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

عیدین، رمضان، حج وقربانی بلکہ بارہ مہینے کا اسلامی نظام الاوقات تو آج سے صدیوں پہلے خود قرآن وحدیث نے ایسا آسان و عظیم فرما دیا کہ اگر سعودیہ کی ضد بازی ہٹ دھرمی و خلافِ اسلام طریقے پر توجہ نہ دی جائے تو کبھی بھی نہ دو عیدیں ہوں نہ ابتداء ماہِ رمضان و اختتام کی پریشانی ہو۔ یہ پریشانی صرف برطانیہ میں ہے کہ یہاں کے کچھ فرقہ پرست لوگوں نے اپنی آنکھیں احکامِ قرآن وحدیث سے بند کر کے سعودیہ کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر دیا ہے ورنہ جن ملکوں میں احکامِ قرآن وحدیث کو ہی مقدم واہم سمجھا جاتا ہے وہاں برسوں سے کبھی کوئی انتشار، پریشانی اور دو عیدین۔ دو بار کیم رمضان نہیں منائے گئے۔ اگر برطانیہ کے مسلمان بھی خدا کرے اس یقینِ صادق اور احکام کامل پر متفق ہو جائیں تو یکدم پریشانیاں ختم ہو جائیں۔ کسی نے کبھی نہ سنا کہ پاکستان، ہندوستان، ایران، مراکش وغیرہ میں دو عیدیں یا دو کیم

رمضان مناۓ ہیں۔ یہ مصیبت صرف برطانیہ میں ہر سال ظاہر ہوتی ہے اور اس کی وجہ صرف تقلید سعودیہ کا بُطلان ہے۔ باطل کی ہمیشہ سے یہ ضد رہی ہے کہ اپنا نظریہ وطریقہ ایک نقطہ وَ ذرہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا مگر چاہتے ہیں کہ اہلِ حق اپنا پورا حق چھوڑ کر باطل کے نقشِ قدم پر چل کر اتحاد کریں۔ بعض نادان بے علم لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ فاصلہء زمینی کی وجہ سے سعودیہ میں چاند ایک دن پہلے نظر آجاتا ہے اور پاکستان وغیرہ میں ایک دن بعد نظر آتا ہے۔ حالانکہ رفتارِ فلکیات کے نظام سے یہ بات ناممکن ہے کیونکہ آسمان پر چاند بھی ایک ہے اور سورج بھی ایک ہی ہے۔ سورج کی رفتار سے شمسی تاریخیں سال و ماہ بنتے ہیں اور چاند کی رفتار سے قمری تاریخیں سال و ماہ بنتے ہیں۔ سموات بھی وہی ہیں زمین بھی وہی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ شمسی مہینے اور ابتدائی و انتہائی تاریخیں پوری دنیا میں ایک ہی دن جنوری فروری کی یکم پاکستان میں بھی وہی دن سعودیہ میں بھی وہی دن اور سب سے دور ملک امریکہ میں بھی وہی دن حالانکہ امریکہ و پاکستان کا وقتی فاصلہ بارہ گھنٹے ہے لیکن چاند کی تاریخوں میں پورے چوبیس گھنٹے یعنی ایک تاریخ اور کبھی کبھی دو تاریخ کا فاصلہ ہو جائے جبکہ سعودیہ اور پاکستان میں صرف اڑھائی گھنٹے کا فاصلہ اور برطانیہ وسعودیہ و برطانیہ میں بھی صرف اڑھائی گھنٹے کا وقتی فاصلہ۔ اس فاصلے سے پوری چوبیس گھنٹے کی تاریخ کیسے بدل سکتی ہے۔ خیال رہے کہ پوری دنیا میں کہیں بھی پورے چوبیس گھنٹے کا وقتی فاصلہ قطعاً موجود نہیں۔ اسی لئے پوری تاریخ کا کہیں بھی فرق نہیں پڑ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں جنوری وغیرہ کی یکم ایک ہی دن ہوتی ہے۔ نہ کوئی اختلاف نہ پریشانی۔ صاف ظاہر ہے کہ قمری تاریخوں میں سعودیہ کی شرارت دیدہ و دانستہ مسلمانوں کی عبادات خراب کرنے کے لئے شیطانی ورغلاہٹ اور تلبیسِ ابلیس ہے۔ ابلیس نے ازل سے عہد کیا ہوا ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو انسان کو گمراہ کروں گا کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دور کر کے اپنا ساتھی بناتا رہوں گا۔ ادوارِ سابقہ میں تو نہ معلوم کن کن ذریعوں سے ابلیس نے گمراہی پھیلائی ہوگی۔ فی زمانہ تو حکومت سعودیہ کو اپنا ایک ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اب یہ برطانوی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ہوش وخرد سے کام لیں اور صرف سعودیہ کے پیچھے لگ کر اپنی عبادات خراب نہ کریں۔ اور اپنی عبادتیں خراب کر کے آخرت برباد نہ کریں۔ اب اللہ تعالیٰ لوگوں کو بچانے، گمراہوں کو سمجھانے کے لئے کوئی نبی رسول نہ بھیجے گا۔ اب تو ان ہی قوانین قرآن وفرامین احادیث کی روشنی کے ذریعے ہی فقہاء امت علماءِ ملّت مسلمانوں کو سمجھائیں گے۔ گمراہوں سے بچائیں گے جو قوانین وفرامین آج سے چودہ سو سال پہلے آقائے کائنات حضورِ اقدس نبی مکرم نورِ مجسم ﷺ کی زبان اقدس سے نافذ ہوئے تا قیامت وہ قوانین وفرامین اٹل ہیں۔ نہ ان کو سائنسی دور ختم کر سکے نہ محکمہ موسمیات کی عقلی خرافات مٹا سکیں نہ کسی کے نئے ذہنی علوم توڑ سکیں۔ قرآن وحدیث کے مقابل ومخالف یہ سب بجز شیطانیت کے کچھ نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید سورۃ یونس آیت نمبر ۶۴ میں ارشاد خالق کائنات ہے۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اور سورۃ احزاب آیت نمبر ۶۲ میں ارشاد ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ ترجمہ: اور اے مسلمان تو اللہ تعالیٰ کے طریقوں میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۴۳ میں ارشادِ ربانی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں کبھی ادھر ادھر ہونے کی پھیر نہ پائے گا۔ ان آیات پاک سے ثابت ہوا کہ دنیا والوں کے بڑے بڑے قانون قارہونے تجربے اور مشاہدے۔ مشینی و سائنسی و فلسفی منطقی کلیات و جزئیات میں تبدیلی، تحویل، گڑبڑ، غلطی خرابی ادھر ادھر پھیر ہوسکتی ہے ہونا ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کسی بھی قانون میں چھوٹا ہو یا بڑا تاریخی ہو یا تحریری، شمسی ہو یا قمری نظام الاوقات ہو یا نظام احکام ہو۔ موسمیات زمینی ہوں یا فلکیاتِ آسمانی ذرہ بھر تا قیامت نہ تبدیلی و تحویل ہے نہ کوئی جن فرشتہ انسان کرسکتا ہے۔ انہیں قوانین وفرامین میں رویتِ ہلال کا قانون نبوی ہے کہ صدیوں پہلے آقائے کل داتائے سبل ختم الرسل ﷺ نے فرمادیا۔ صُوْمُوْا لِرُؤيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤيَتِهٖ۔ (نسائی ومسند احمد ومشکوٰۃ کتاب الصیام ص ۱۷۴ فصل ثانی) اور ابوداؤد کتاب الصوم میں ہے۔ ثُمَّ صُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ۔ اور بخاری ومسلم کی کتاب الصوم میں ہے۔ وَاِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا۔ اور موطا امام مالک میں ہے۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ۔ اور مشکوٰۃ شریف باب رُؤيَةِ الْهِلَالِ فصل اول ص ۱۷۴ پر ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ (الخ) متفق علیہ۔ ان سب احادیث مقدسات کا ترجمہ وتشریح۔ فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ ارشاد فرمایا نبی کریم آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے کہ پہلی تاریخ یکم رمضان کا چاند آنکھوں سے دیکھ کر فرضی روزے رکھنا شروع کیا کرو اور آنکھوں سے چاند دیکھ کر ہی فرض روزے ختم کیا کرو۔ اور کبھی بھی کسی کے بھی کہنے ورغلانے بہکانے سے ماہِ رمضان کا پہلا چاند آنکھوں سے نظر آنے کی حالت سے پہلے رمضان سے قبل فرضی روزہ نہ رکھو۔ یعنی چاند اپنی رفتار سے جب آسمان پر اس جگہ آجائے جہاں سے انسانی آنکھ اسے دیکھ سکے تو سمجھ لو کہ مہینہ شروع۔ اور اے مسلمانو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تمہاری ماہانہ تاریخی عبادتوں کے لئے رفتارِ چاند کے اوقات کو بتایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ۔ ترجمہ: اور لوگ پوچھتے ہیں آپ سے ہلال کے بارے میں آپ فرما دیجئے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے وقتوں تاریخوں اور حج کے اوقات بتانے والا ہے۔ یہ ہے قرآن و حدیث کا بیان کردہ قانون جو تا قیامت جاری و نافذ ہے کبھی کسی زمانے میں کسی بھی علاقہ سے ختم نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی علاقہ سے بذورِ حکومت یا بذریعہ شرارت یا بطریقہ تقلیدِ باطل ختم کرنے کی کامیاب یا ناکام کوشش کرے تو وہ محض بطالت و ضلالت ہو گی اور عبادات کی ضیاع۔ فرمانِ حدیث میں صُوْمُوْا لِرُؤيَتِهٖ کا معنی ہے چاند اس جگہ آجائے جہاں انسانی آنکھ دیکھ سکے خواہ دوربین لگا کر یا ہوائی جہاز و بجلی کا پٹر میں بیٹھ کر بلندی پر جا کر یا اونچی بلڈنگ پر چڑھ کر۔ ان ذرائع میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ غرضیکہ قانونِ شرعی صرف رویتِ بصری ہے ہاں البتہ رویتِ بصری کو ثبوت شرعی بنانے کے لئے فقہاء کرام نے چار طرح تقسیم فرمائی ہے۔ نمبر 1 حکایتِ ہلال۔ یہ شریعت میں معتبر نہیں اور حکایت ہلال پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ برطانیہ میں سعودیہ سے حکایتِ ہلال ہی وصول ہوتی ہے۔ نمبر ۲ شہادت ہلال اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ

چاند دیکھنے کی گواہیاں شریعت کے معیار کے مطابق حاصل ہو جائیں ان کو سن کر لکھ کر علاقہ کا مفتی قاضی فیصلہ کر دے۔ شرعاً یہ معتبر ہے دوم یہ کہ گواہیاں بلحاظِ مطلع یا بلحاظِ شخصیت شرعاً معتبر نہ ہوں تو ایسی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا۔ نمبر ۳ خبرِ ہلال یہ بھی شرعی شرائط و قیود کے ساتھ ہی معتبر ہے ورنہ نہیں۔ نمبر ۴ خبرِ مستفیض قانونِ شریعت کے مطابق ایک خبرِ مستفیض پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے معتبر و قابلِ عمل ہے۔ پاکستان، ہندوستان ایران و ترکی اور جہاں جس ملک میں بھی رویتِ ہلال کمیٹی بنی ہوئی ہے اس فیصلے کی نشر کردہ ریڈیو خبر اصطلاح فقہ میں خبرِ مستفیض ہے دنیا کے جس حصے میں بھی یہ خبرِ مستفیض سنی جائے تو وہاں کے مسلمانوں پر اس خبرِ مستفیض کے مطابق عمل کرنا واجب و لازم ہے اور جب دنیا کے چار پانچ ملکوں سے خبرِ مستفیض ثبوتِ ہلال نشر ہو جائے تب تو اس کی مطابقت کرنا اور بھی زیادہ شدت سے واجب ہے۔ فتاویٰ شامی جلد دوم ص ۱۲۸ پر ہے۔ شَهِدُ وَاَنَّهٗ شَهِدَ عَنْدَ الْقَاضِیْ مِصْرَ كَذَا شَاهِدَانِ بِرُؤْيَةِ الْهَلَالِ فِیْ لَیْلَةِ كَذَا وَقَضَی الْقَاضِیْ بِهٖ وَوُجِدَ اِسْتِجْمَاعُ شَرَائِطِ الدَّعْوٰی قَضٰی اَیْ جَازَ لِهٰذَا الْقَاضِیْ اَنْ یَّحْكُمَ بِشَهَادَتِهِمَا لِاَنَّ قَضَاءَ الْقَاضِیْ حُجَّةٌ وَ قَدْ شَهِدُوْا بِهٖ۔ ترجمہ: چند لوگوں نے اپنے شہر کے مفتی قاضی کے پاس گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو گواہوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس فلاں قاضی نے گواہی لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے اور اس شہر کے قاضی کے نزدیک گواہ ہونے کے دعوے چاند کی شرعی شرطیں بھی پائی گئیں تو جائز ہے اس دوسرے شہر کے قاضی مفتی کے لئے یہ کہ حکم جاری کر دے ان دو گواہوں کی گواہی کی وجہ سے چاند ہو جانے کا اس لئے کہ اس شہر فلاں کے قاضی کا فیصلہ اس دوسرے شہر کے قاضی مفتی کے لئے شرعی دلیل ہے اور بیشک اس دوسرے شہر کے قاضی کے پاس اس فلاں قاضی کے فیصلے کی گواہی چند معتبر لوگ دے ہی چکے۔ اور فتاویٰ تنویرُ الابصار علیٰ درمختار علیٰ ردالمحتار شامی جلد دوم ص ۱۲۸ پر ہے۔ لَوِ اسْتَفَاضَ الْخَبَرُ فِی الْبَلْدَةِ الْاُخْرٰی لَزِمَهُمْ عَلَی الصَّحِیْحِ۔ ترجمہ: اور اگر ایک علاقے کی خبرِ مستفیض دوسرے شہر میں آئے تو اس دوسرے شہر والوں پر بھی اس فیصلے کے مطابق عمل کرنا لازم واجب ہے۔ صحیح مذہب کی بنا پر اور فتاویٰ شامی جلد دوم ص ۱۳۲ پر ہے۔ فَیَلْزِمُ اَهْلَ الشَّرْقِ بِرُؤْيَةِ اَهْلِ الْمغرب اِذَا ثَبَتَ عِنْدَهُمْ رُؤْيَةُ اُولٰئِكَ بِطَرِیْقٍ مُوْجِبٍ اَوْ یَشْهَدُ عَلٰی حُكْمِ الْقَاضِیْ اَوْ یَسْتَفِیْضُ الْخَبَرُ۔ ترجمہ: قانونِ شریعت کے حکم سے لازم واجب ہے ہزاروں میل دور مشرق والوں پر چاند کو تسلیم کرنا مغرب والوں کے چاند دیکھ لینے سے جبکہ ان مغرب میں چاند دیکھنے والوں کا دیکھنا شریعت کے موجب و معیار کے اعتبار پر ثابت ہو جائے یا علاقہ مغرب کے قاضی کے حکم پر گواہی حاصل ہو چکی ہو یا علاقہ مغرب کی خبرِ مستفیض پہنچے علاقہ مشرق میں ان تمام صورتوں میں دور دراز سے آنے والوں کو بھی چاند ماننا لازم ہے۔ آج فی زمانہ برطانیہ جیسے ابدی اکثر ابر آلود علاقوں کے لئے اسلام قرآن اور فرمان پر عمل کرنے میں یہ فقہی اصول و ضوابط ہی اختیار کرنا لازم ہے۔ سعودی حکومت کی اسلام قرآن فرمان اور فقہی ضوابط کے خلاف نہ معلوم یہ کیا ضد ہے اور برطانیہ کے بعض لوگ ان سعودیوں کی بے جا ہم نوائی میں تمہی من موہوم اسلام بنا لیتے ہیں اور کبھی قربانی کو حج سے جوڑ کر ناجائز غیر شرعی بہانہ بازی بناتے ہیں حالانکہ حج

عبادات کا تعلق شریعت کی [illegible] سے ہے کیا تعلق نہیں [illegible] اسلامی دور میں ابھی حج فرض بھی نہیں ہوا تھا کہ مدنی وغیرہ مسلمانوں پر قربانی واجب [illegible] کی [illegible] دیکھیں ایک دن پہلے یکم رمضان اور ایک دن پہلے عید منانا قطعاً عبادات کو [illegible] خراب کرنا ہے [illegible] کو توڑنا شرعی اتحاد نہیں باطل نوازی ہے۔ سائلین محترمین نے سوال کے آخر میں پانچ باتوں کی وضاحت طلب فرمائی ہے۔ پہلی یہ کہ لفظ ہلال کی شرعی اصطلاح وتصریحات فقہا کیا ہیں۔ جواب لغوی اعتبار سے ہلال کہتے ہی اس کو ہیں جو انسانی آنکھ سے نظر آسکے۔ اور فقہی تصریحات ثبوتِ ہلال میں اوپر بیان کر دی گئی ہیں۔ دوم یہ کہ کیا جدید آلات رصد گاہ کی اطلاع قطعاً معتبر ہے یا نہیں۔ جواب قطعاً معتبر نہیں اس لئے اس اطلاع پر شرعی حکم فیصلہ کر لینا شرعاً مردود و باطل ہے ایسے آلات کی توثیق وتائید کرنا گمراہی ہے اور گمراہوں کی تائید یا حمایت وتعاون بھی شرعاً گناہ و گمراہی ہے۔ اگر محکمۂ موسمیات کے آلات مواصلات چاند کے بارے میں کوئی اطلاع دیں بھی تو اس پر یقین کامل نہ کیا جائے بلکہ تاریخ مقررہ پر رویتِ بصری کا اہتمام کرنا واجب ہے۔ سوم یہ کہ ائمہ وعلماء خطبا کا غلط عیدین و رمضان کرنے کا فیصلہ لیکن مسجد کمیٹی کے سپرد کر کے خود کو مجبور و بری ذمہ کہہ دینا اور غلط عید وغلط تراویح پڑھانا غلط روزہ رکھوا دینا قربانیاں غلط کرا دینا کیا عند اللہ معتبر و قابل معافی ہوسکتا ہے۔ علماء کا کیا کردار ہونا چاہئے۔ جواب ائمہ خطباء وغیرہ کی عذر تراشی قطعاً غلط ہے بلکہ سب سے بڑے مجرم ہی وہ ائمہ ہیں جو غلط عیدیں وغیرہ کرا دیتے ہیں۔ عیدین کو نماز، روزہ وقربانی خالص دینی مسائل ہیں ان کو سنبھالنا اور تحفظ کرنا علماء کی ذاتی ذمہ داری ہے۔ ان عبادات کی حفاظت کے لئے ہے۔ منبر ومحراب ان کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی رکنِ کمیٹی اپنی من مرضی کرنی بھی چاہے تو جبراً اس کو روکا جائے کیونکہ یہ مداخلت فی الدین ہے۔ اراکین کمیٹی صرف تعمیراتی و امورِ انتظامی کے اہل ہیں ان کی ذمہ داریاں صرف دنیوی انتظامی امور تک محدود رہنی چاہئیں۔ دین سے ناواقف حضرات کو مداخلت فی الدین جائز نہیں ہے لیکن پھر بھی اراکینِ انجمن کمیٹی عیدین وغیرہ میں اپنی غیر شرعی حکمرانی ٹھونسنے پر بضد ہوں تو خطیب و امام کو جی حضوری چھوڑ کر حق گو بننا چاہئے اور عوام کے سامنے حق و باطل صحیح و غلط صاف صاف بیان کر دینا چاہئے۔ اس صاف گوئی سے ہی خطیب عند اللہ بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ چہارم یہ کہ جو علماء دانستہ شریعت کے خلاف فیصلہ کریں اور اتحاد امت کا بہانہ تراشیں تو کیا یہ بہانہ عند اللہ درست منظور ہے یا نہیں۔ جواب۔ ایسے لوگ علماءِ حق نہیں ہوتے اور یہ اتحاد اتحادِ امت نہیں ہے اتحاد باطل ہے۔ شریعت کے خلاف ہرگز ہرگز یہ درست ومنظور نہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۵ میں ارشادِ الٰہی ہے۔ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ ترجمہ: جو شخص اسلام کے خلاف کوئی راستہ دینی نکالے اور چاہے تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ پنجم یہ کہ شرعی گواہی کا طریقہ اور گواہ کے شرعاً معتبر ہونے کی علامات کیا ہیں۔ جواب۔ فقہاء کرام نے مطالعِ آسمانی کی دو قسمیں فرمائی ہیں اور دونوں کے لئے رویتِ ہلال کی شہادت کا نصاب علیحدہ ہے۔ نمبر ۱۔ مطلع صاف ہو۔ نصابِ شہادت کثیر افراد۔ نمبر ۲۔ مطلع ابر آلود تو نصابِ شہادت صرف دو فرد اور شریعت میں معتبر گواہ وہ شخص ہے جو عادل یعنی نیک نمازی متقی ہو اور دینیات سے محبت کرنے والا حساب قیامت سے

ڈرنے والا جھوٹ سے بچنے والا ہو۔ سوالِ مذکورہ میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ موجودہ دور میں یورپ برطانیہ وغیرہ ملکوں میں اس مسئلہ رویتِ ہلال کا حل کیا ہے۔ جواب۔ قانونِ شریعت کا احترام کرتے ہوئے اولاً یہ پختہ حتمی ارادہ کیا جائے کہ ہم قرآن وحدیث کے قانون وفرمان سے کسی بھی صورت کیسی بھی حالت کیفیت رکاوٹ ہو ایک انچ ایک منٹ ایک نقطہ ادھر ادھر نہ ہٹیں گے۔ اس ہی پرخلوص عزم وارادے کے ساتھ ملکِ برطانیہ میں ایک متحدہ رویۃ ہلال کمیٹی بنائی جائے جس میں گلاسگو سے لندن تک ہر فرقہ اسلامی کا معتبر عالمِ دین اس ہلال کمیٹی کا رکن بنے۔ صدر کمیٹی کا ہر سال کے لئے انتخاب کیا جائے۔ پھر اسی رویۃ ہلال کمیٹی کو ملکی حکومت کا قانونی تحفظ حاصل ہو۔ جیسے ہندوستان اور پاکستان وغیرہ ممالک میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر فرقے کا عالم دین بحیثیت قائدِ گروہ اپنی عوام وخواص کو اس کمیٹی کے اعلاناتِ رویت کا پابند بنائے اور سمجھائے پھر ان مضبوطیوں کے بعد ہر رویت کے موقع پر اراکین کمیٹی کے ساتھ نمبر وار مختلف شہروں میں یا متفقہ رائے سے ایک ہی معینہ شہر میں ہر سال رویۃ ہلال کا اجلاس قائم کیا جایا کرے اور مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بادلوں سے اوپر جا کر بذریعہ ہیوی دوربین سے چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے پھر بھی نظر نہ آئے تو مندرجہ بالا کسی بھی ایک ملک سے رابطہ کر کے وہاں کی خبرِ مستفیض کا پتہ لگا کر اس پر عمل کرنے کا اعلان بذریعہ ریڈیو کیا جائے۔ کمیٹی بنانے۔ تحفظ دلانے میں کچھ دشواریاں ضرور ہوں گی۔ اگر یہ دو مرحلے پورے ہو گئے تو باقی کام آسان ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

گیارھواں فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ تفسیر نعیمی جلد نمبر ۱۵ پارہ پندرھواں ص ۱۵۸ پر زیرِ عنوان تیسرا مسئلہ میں لکھا ہے کہ نطفہ یا حمل علقہ اور مضغہ (لوتھڑا) وغیرہ اولاد نہیں ہے اور نہ ہی بیجان حمل کو گرانا قتل ہے البتہ جب حمل میں مکمل جان پڑ جائے تب وہ اولاد ہے اور اس کو پیٹ سے مار کر نکلوانا قتل ہے۔ سوال یہ ہے کہ مرد کا جرثومہ اور عورت کا بیضہ کیا جاندار نہیں پھر ان کے ملاپ کے بعد انسانی آنکھ سے نہ دکھنے والا یہ وجود جب بڑھتے بڑھتے بقولِ مصنف لوتھڑا بن جاتا ہے تو کیا اس بڑھوتی کے عمل میں جان نہیں کیا بے جان وجود بڑھ سکتا ہے۔ نیز مکمل جان سے صاحب تفسیر کا مفہوم کیا ہے۔ سائنسی وطبی نقطۂ نظر سے صرف زندہ وجود ہی بڑھتا ہے اور قدرتی لحاظ سے صرف زندہ وجود ہی بڑھ سکتے ہے۔ امید یقین ہے کہ آپ وضاحت فرمائیں گے۔ شکریہ اللہ آپ کو جزاء خیر دے۔ اپنے سب ساتھیوں کو میری طرف سے السلام علیکم کہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین والسلام خیر اندیش۔ سائل حکیم افتخار احمد خان یوسف زائی رجسٹرڈ پریکٹیشنز احمد دار الشفا۔ تحصیل روڈ۔ جہلم مورخہ 20-05-2002

دستخط سائل۔ حکیم افتخار یوسف زئی

الجواب

بعون الملک الوھاب

سوال مذکورہ میں سائل محترم کی طرف سے جو سوالنامہ موصول ہوا اس میں دو باتیں قانون شریعت کے مطابق قابلِ وضاحت ہیں ایک وہ جو سائل محترم نے خود پوچھی ہے اور دوسری وہ جو اس سوالنامہ کے لیٹر پیڈ پر درج شدہ عنوانِ دکان سے ظاہر ہے کیونکہ سائل محترم نے اپنی دکانِ طب وحکمت کا نام رکھا ہے۔ دارالشفاء۔ قانونِ شریعت اور فرمودات قرآن وحدیث سے کوئی بھی انسان طبیب ہو یا ڈاکٹر حکیم ہو معالج نہ وہ شافعِ امراض ہوسکتا ہے نہ اس کی دکان وہسپتال دارالشفا ہوسکتی ہے۔ دارالشفا صرف بارگاہِ الٰہی ہے۔ دنیا میں اطباء حکماء اور ان کی طبی ڈاکٹری دوائی خانوں کو دارالدوا تو کہہ سکتے ہیں مگر دارالشفا کہنا یا لکھنا یا سمجھنا اور عقیدہ بنانا شرکیہ گناہ عظیم ہے۔ پرانی عربی لغت میں وکتب فقہ میں ہسپتال کو بیت العلاج یا دارالتشخیص کہا گیا ہے۔ اور میڈیکل سٹور یا پنساری کی دکان کو برازیہ اور پنساری کو بزاز یا مطب اور طبی کہتے ہیں۔ فارسی میں مارستان کہتے ہیں اور دوائی خانہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں کسی دوائی خانے کو یا ڈاکٹر وحکیم طبیب کے چھوٹے بڑے ادارے کو شفا خانہ یا دارالشفا کہنا شرعی لحاظ سے قطعاً غلط جھوٹ اور شرکیہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حکمت طبابت، ڈاکٹری تشخیص امراض اور علم الادویہ تو عطا فرمایا ہے مگر کسی بندے کو شافی الامراض نہیں بنایا۔ اس لئے شفاء امراض صرف اور صرف رب تعالیٰ کے قبضہء قدرت میں ہے اس لئے اسی ذات باری تعالیٰ کی بارگاہِ مقدس دارالشفا کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ چنانچہ سورۃ شعراء کی آیت نمبر ۸۱ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک بت پرستوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی معبودیت پر جو چار دلائل پیش فرمائے ان میں سے ایک یہ دلیل بیان فرمائی کہ۔ اِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ۔ ترجمہ: جب بھی کبھی میں بیمار ہوتا ہوں تو رب تعالیٰ ہی میرا معبود مجھ کو شفا عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شفا کی عطا کو معبودیت کی صفت خصوصی فرمایا۔ اس لئے شفا کو کسی بھی طرف نسبت کرنا یا عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ کے سوا شرک ظاہر ہوا۔ دوا اور دوائیوں کے بیچنے بنانے والے سب غیر اللہ ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار کوئی بھی دوائی کھانے لگے تو دوائی ہاتھ میں رکھ کر تین مرتبہ یہ دعائیہ الفاظ عرض کرے۔ اَللّٰھُمَّ یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ ھٰذَا دَوَائِیْ وَ فِیْ اِسْمِکَ شِفَائِیْ وَبِاِذْنِکَ شِفَائِیْ۔ ترجمہ: یا اللہ بیماروں کو شفا بخشنے والے یہ میرے داہنے ہاتھ میں میری دوائی ہے لیکن میری شفا تیرے نام اقدس میں ہے اور میری اس دوا سے شفا ملنا تیری اجازت سے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بیمار اپنے منہ میں دوائی ڈالتا ہے تو دوائی رب تعالیٰ سے اجازت مانگتی ہے کہ میں اس کو فائدہ دوں یا نہ دوں۔ اس عرضِ دوا پر رب تعالیٰ اس دوا میں شفا عطا فرماتا ہے تب مریض کو دوا کے ذریعے شفا ملتی ہے۔ اگر منع فرما دیتا ہے تو دوا شفا کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ اس لئے بحکم قانونِ شریعت مطہرہ آپ فوراً بلاحیل وحجت دارالشفا کا لفظ ختم کر کے دارالدوا لکھیں اور یہی سب کو سمجھائیں۔ آپ کے اصل اور پوچھے

ہوئے سوال کا جواب اس طرح ہے۔

کہ قرآن و حدیث کے فرمودات کے مطابق مخلوقات کائنات میں سے بجز انسان جنات ملائکہ زمین و آسمان کی کسی چیز میں روح نہیں ہے۔ البتہ حیات و موت ہر چیز میں ہے کیونکہ حیات چار قسم کی ہیں۔ ایک حیاتِ روحانی جسم و روح کے ملنے سے یہ حیات انسان اور جنات و ملائکہ کو عطا فرمائی گئی۔ دوم۔ حیاتِ نمائی۔ یہ تمام نباتات کو عطا فرمائی گئی۔ اس حیات کی وجہ سے نباتات بڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں۔ سوم حیاتِ قابلیت یہ زراعتی قابل کاشت زمین کو عطا فرمائی گئی۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۶۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ ترجمہ: اور نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد۔ حیات چہارم۔ نطق شعوری ہے۔ یہ ہر جمادات نباتات کو عطا فرمائی گئی۔ حدیث مقدس ہے کہ کچھ پتھر آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات فصل ثانی ص ۵۴۰ پر ہے عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَّ لَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ ترجمہ: روایت ہے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا انہوں نے ایک بار آقا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں میں ساتھ تھا تو نکلے ہم مکہ کے بعض علاقوں میں تو راستے میں کوئی ایسا پہاڑ اور درخت نہ آیا جس نے یہ نہ کہا ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ یعنی ہر پہاڑ اور ہر درخت با آواز بلند نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہتا تھا۔ اس حدیث مقدس کو ترمذی شریف نے روایت فرمایا۔ اور بخاری شریف کی وہ حدیث تو مشہورِ زمانہ ہے جس میں ستونِ حنانہ کے رونے کا ذکر ہے فراقِ نبوی کی وجہ سے۔ یہ سب کون سی زندگی ہے۔ یہی نطقِ شعوری کی زندگی ہے۔ اس حیات میں روح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حیات کی چار قسموں کی طرح موت کی بھی چار قسمیں۔ پہلی حیات کی موت روح کا نکلنا۔ حیاتِ دوم کی موت نباتات کی جڑ ختم ہونا۔ حیات سوم کی موت زمین کا بنجر ہو جانا۔ حیاتِ چہارم کی موت ذکرِ الٰہی وسجدہ بریائی سلام مصطفائی کا ترک کر دینا۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نطفے کے جراثیم جرثوموں میں نہ روح ہے نہ وہ جاندار ہیں بلکہ ان کی زندگی مثلِ نباتات ہے۔ صرف نشوونما والی۔ اسی چیز کو ظاہر کرنے کے لئے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔ ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا تم (خاوند) آؤ اپنی کھیتیوں کے پاس جس وقت چاہو جیسے چاہو اس کی تفسیر میں علامہ زرقانی نے فرمایا۔ رَحْمُ اُمٍّ مِثْلُ الْاَرْضِ وَالرَّجُلُ مَزَارِعٌ وَّ حَارِثٌ وَالنُّطْفَةُ صَوْلَبٌ وَّ بَذْرٌ وَنَمَآءُ النُّطْفَةِ مِثْلُ نَمَاءِ النَّبَاتَاتِ فِي بَطْنِ الْاَرْضِ لَارُوْحَ فِي النُّطْفَةِ وَهِيَ مِثْلُ الْجَمَادِ قَبْلَ الْوَطْيِ وَالْحِرَاثِيْمُ وَالْجَرْثُوْمَةُ كُلُّهَا بَذْرُ النَّسْلِ فَلِهٰذَا نَشْوُهٗ فِي الرَّحِمِ خَاصًّا كَالصَّوْلَبِ فِي الْاَرْضِ لَا لِخَارِجٍ۔ (عجائب المخلوقات علامہ دمیری بحوالہ زرقانی جلد اول) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیوی اپنے خاوند کی کھیتی ہے۔ یعنی والدہ ماں کا رحم زمین کی مثل ہے اور خاوند مزارع

اور کسان کی طرح بیج بونا اور نطفہ بیج ہے اور نطفہ کا رحم میں بڑھنا نشوونما پانا ایسا ہی ہے جیسے نباتات زمین میں بڑھتے نشوونما پاتے ہیں۔ نطفہ میں روح نہیں ہوتی اور نطفہ روح سے پہلے جمادات کی طرح ہے (اس میں بڑھنے کی قوت و استعداد و ہمت نہیں ہوتی) اور نطفے کے اندر جراثیم و جرثومے تمام کے تمام نسلی بیج ہیں۔ پس اس لئے خاص طور پہ یہ بیج نسلی رحمِ مادر میں جا کر ہی ان کا بڑھنا اور نشوونما پانا شروع ہوتا ہے جیسے کہ ہر بیج صرف زمین میں جا کر ہی بڑھتا نشوونما پاتا اور جڑیں نکالتا ہے نہ کہ زمین سے باہر۔ لیکن اگر بیج یا نطفہ میں روح ہوتی تو رحم اور زمین کے بغیر بھی بڑھتا رہتا جیسے کہ ہر ذی روح مولود ہو کر بڑھتا ہے۔ اس وضاحت سے واضح فرق معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کا بڑھنا اس میں روح ہونے کی ہی وجہ سے نہیں ہوتا بغیر روح والے اجسام بھی بڑھتے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پھل پھول، سبزیات، نباتات کے بیج اور ذی روح (روح والے) اجسام بھی بڑھتے بڑھتے ہوتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ بیج کا بڑھنا مخصوص جگہ، زمین سے پابند ہے۔ زمین سے باہر کسی برتن یا تھیلے میں برسوں پڑے رہیں ہرگز بڑھ نہیں سکتے لیکن روح والے جاندار اجسام اپنی نشوونما بڑھنے بڑا ہونے میں کسی کے پابند نہیں۔ اس قاعدہ کلیہ و ضابطہ ابدیہ سے ثابت ہوا کہ نطفہ اور نطفے کے جراثیم و جرثومے ذی روح نہیں بلکہ مثلِ نباتات شجرات بے جان ہیں۔ مرد کا جرثومہ ہو یا عورت کا بیضہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نطفہ رحم سے باہر برسوں صُلبِ والد میں پڑا رہتا ہے مگر بڑھتا نہیں۔ ایسے ہی اگر نطفے کو بذریعہ احتلام وغیرہ صُلبِ والد سے نکال کر زمین پر یا کسی ٹیسٹ ٹیوب شیشی میں بحفاظت رکھ دیا جائے تب بھی کئی سال پڑا رہنے کے باوجود ذرہ بھر نہیں بڑھتا۔ اگر ذی روح ہوتا تو ہر جگہ رہ کر مثلِ جاندار بڑھتا نشوونما بھی پاتا۔ رہا یہ سوال کہ جب خوردبین کے ذریعے نطفے کو دیکھا جائے تو اس میں جراثیم چلتے حرکت کرتے نظر آتے ہیں تو اس حرکت اور۔ روش کو بھی وجودِ روح پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا اس لئے کہ آج کے دور میں مشینی آلات کے ذریعے نباتات کا بڑھنا۔ غنچوں شگوفوں کا تیزی سے نکلنا پھولوں کا یکدم کھلنا پانی کے پودوں کا شیشے کے برتن میں اگا کر جڑوں کا تیزی سے آگے سرکنا دیکھا جا سکتا تو یہ ان کا بڑھنا سرکنا نظر آنا ان پودوں کے جاندار اور ذی روح ہونے کی نشانی و علامت نہیں بلکہ یہ سرسراہٹ وجودی و جماداتی ہے جیسے کہ کھڑے پانی کی سرسراہٹ و خفیف حرکت یا جیسے بند کواڑوں دراڑوں میں سے آتی ہوئی سورج کی کرن میں ذرّے اڑتے تیرتے چلتے نظر آتے ہیں تو کوئی بھی ذی عقل ان کو جاندار ذرے نہیں کہتا۔ ان ذروں کو عربی میں هَبَاءً مَّنْثُورًا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جراثیم و جرثومے کی خوردبینی سرا سرہٹ حرکت دیکھ کر ذی روح نہیں کہا جا سکتا اگر کوئی سائنسدان یا طبیب حکیم یہ کہے کہ روح کے بغیر بے جان وجود بڑھ سکتا ہی نہیں تو وہ سائنس دان وطبیب حکیم جاہل و بے عقل نا تجربے کار ہے اور ایسے جہلا کی بات پر اندھی عقیدت رکھنے والا شخص گمراہ ہے۔ قرآن و حدیث کے مخالف خیال رہے کہ نطفہ حیوانی (انسانی ہو یا جانوری) میں خالق تعالیٰ نے دو امانتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ پہلی امانتِ بدنی جسمانی اس سے شکل وصورت و اعضاء خارجی باطنی کا ڈھانچہ (هَيُولَا) مراد ہے۔ دوم امانتِ روحانی۔ اس سے روح کا جسم میں داخل و مقیم ہونا مراد ہے۔ اشرف المخلوقات (مرد و عورت) کی پہلی امانت کا نام آدمیت ہے اور دوسری امانت کا انسانیت ہے۔ چنانچہ حدیثِ

مقدس میں اس تخلیقی تقسیم کا اس طرح ذکر فرمایا گیا۔ مشکوٰۃ شریف بابُ الایمان بِالقدر۔ فصل اول بحوالہ بخاری و مسلم ص ۲۰ پر ہے۔ وَ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خلق اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ۔ (الخ) متفق علیہ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ نے یہ بات فرمائی اور وہ ہی کائنات میں سب سے بڑے سچے ہیں اور سچے بنائے گئے ہیں کہ بیشک تم میں سے ہر ایک آدمی کی پیدائش والدہ کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ بنا کر جمع کی جاتی ہے پھر وہ نطفہ علقہ یعنی لوتھڑا بن جاتا ہے اتنے ہی دن تک یعنی چالیس دن تک پھر وہ علقہ لوتھڑا مضغہ یعنی مضبوط گوشت ہڈی والا بن جاتا ہے۔ اتنے ہی دن تک یعنی چالیس دن تک پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے چار کلمات دے کر تو وہ فرشتہ مضغہ کے جسم پر وہ چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ نمبر ۱ اس بندے کے اعمال۔ نمبر ۲ اس کے لئے اس کی مدتِ زندگی۔ نمبر ۳ اس آدمی کا پوری زندگی والا رزق۔ نمبر ۴ یہ آدمی جہنمی ہے یا جنتی پھر اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مسلم بخاری) یہ وہی روحِ انسانی ہے جس سے عالم ارواح میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا عہد لیا گیا تھا اسی نفخ روح کا نام مکمل جان پڑنا ہے اس سے پہلے نطفہ علقہ مضغہ جراثیم سب بے جان۔ اس حدیث مقدس سے ثابت ہوا کہ نطفہ علقہ مضغہ میں جان نہیں ہوتی حالانکہ ان کی نشو ونما ہے کہ نطفہ بڑا ہو کر علقہ بنا اور علقہ بڑا ہو کر مضغہ بنا۔ اس حدیث مبارک کی شرح میں ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات جلد اول میں فرماتے ہیں۔ نمبر ۳ قَوْلُهٗ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ وَيَظْهَرُ التَّصْوِيْرُ فِيْ هٰذِهِ الْاَرْبَعِيْنَ۔ ترجمہ: فرمانِ حدیث مبارک میں مضغہ کا چالیس دن تک بنا رہنا اس لئے ہے کہ ان چالیس دنوں میں مضغہ پوری آدمیت کی تصویر بن کر مکمل ہو جاتا ہے یعنی ان دنوں میں شکل وصورت ہاتھ پاؤں پیٹ پیٹھ گردن کندھے اور اندرونی اعضاء بن کر جسمِ آدمی مکمل ہو جاتا ہے مگر ابھی تک یہ جسم ڈھانچہ بے جان و بے روح ہے حالانکہ دن رات بڑھ رہا ہے۔ ثُمَّ يُنْفَخُ پھر اس تکمیلِ آدمیت کے بعد اس بے جان جسم میں روح پھونکی جاتی ہے تب جسم و روح کے ملاپ سے جاندار ہو کر انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ اسی تکمیل انسانیت کا نام اولاد ہونا ہے غرضکہ مضغہ کی تصویری عضوی تکمیل کا نام آدمیت ہے اور جسم و روح کے ملاپ کا نام انسانیت ہے۔ اور انسانیت ہی بیٹا بیٹی پیدا ہونا ہے۔ اسی کو اولاد کہتے ہیں۔ بے جان نطفہ، علقہ، مضغہ نہ کسی کا بیٹا نہ بیٹی اگر چہ بڑھ بڑھ کر بڑے ہو جائیں۔ حدیثِ پاک میں آدمیت کے بیجوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب القدر فصل ثانی بحوالہ موطا مالک و ترمذی و ابو داؤد ص ۲۱ پر ہے۔ عَنْ مُسْلِمِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ سُئِلَ عُمَرُ ابْنَ الْخَطَّابِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَتِ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الخ) سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۷۲۔ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَالُ عَنْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهٗ۔ (الخ) رَوَاهُ مَالِكٌ

وَالتِّرْمِذِیْ وَاَبُوْ دَاوٗد ترجمہ: روایت ہے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (الخ) کی تفسیر کیا ہے۔ جواباً فرمایا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے اس کی تفسیر خود آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی زبانِ اقدس سے سنی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ سے پوچھی گئی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا آدم کو (علیہ السلام) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا داہنا دستِ قدرت پھیران کی پیٹھ پر تو ان کی پیٹھ سے ان کی ساری ذریت نکالی۔ (الخ) اس حدیث مبارکہ کو روایت فرمایا مؤطا امام مالک اور محدث امام ترمذی اور محدث امام ابوداؤد نے۔ شارحین فرماتے ہیں کہ ذریت وہی نسلی بیج تھے جو نطفہ و انسانیت کے لئے پشت آدم میں محفوظ رکھے گئے تھے۔ اور حضرت آدم کی تقریباً چار ہزار نسبی وصہری اولاد میں تا قیامت آدمیوں کے لئے ہر مذکر کی ظہر وصلب اور مونث کی صدر و ترائب میں تقسیم ہوتے چلے آرہے ہیں اور یہ تقسیمی سلسلہ قیامت میں بند ہوگا۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ (نوٹ) نطفے کی مزید تحقیق کے لئے ہمارے فتاویٰ العطایا الاحمدیہ جلدِ سوم ملاحظہ فرمائیں۔

بارہواں فتویٰ

پاکستانی بینکاری سے متعلق جمع شدہ پونجی پر زکوۃ اور نفع کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فوج سے پنشن آیا۔ زید کو مروجہ قانون کے مطابق پنشن کا نصف حصہ ہر ماہ ملتا ہے اور باقی نصف حصہ مقرر کردہ عمر کے مطابق یکمشت اکٹھا دیا گیا۔ زید نے یکمشت وصول شدہ پنشن میں کچھ اپنی ضرورت پر خرچ کر ڈالے اور بقیہ وصول شدہ پنشن حکومت کے پاس یعنی (آرمی ویلفیئر سکیم) میں رکھ دیئے۔ حکومت کا یہ فوجی ادارہ اس سکیم سے جو کاروبار کرتی ہے، وہ آرمی کی فلاح ضروریات وغیرہ پر خرچ کر کے آرمی کی بہتری میں اضافہ کرتی ہے۔ اور زید کو اس کے عوض ہر ماہ مقرر کردہ انعام یا منافع دیتی ہے۔ اس طرح کے انعام کے عوض انعام کے جواز میں جناب حکیم الامت مفتی احمد یار خانؒ صاحب نے فتاویٰ نعیمیہ فتویٰ نمبر ۳۰ صفحہ نمبر ۴۶ پر فتویٰ ارشاد فرمایا ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کی حکومت کے پاس موجود رقم پر زکوۃ فرض ہوگی یا نہیں۔

جواب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ دستخط سائل۔

از غلام محی الدین کوٹلہ ارب علی خان۔ ضلع گجرات (پاکستان)

۲۹ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ مطابق۔ ۲۰۰۱-۹-۱۸

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

آپ کے اس سوال میں ایک چیز کی وضاحت نہیں کی گئی اس لئے یہ جواب اگر مگر سے دیا جا رہا ہے۔ قانونِ شریعت کے مطابق اگر آپ کی تمام وہ رقم جو آپ نے خود یا حکومت نے ہی از خود آرمی ویلفیئر سکیم میں مثل بینک اماناً جمع کرائی ہے اور ہر وقت آپ وہ رقم جو آپ نے جمع کرائی آپ کے قبضے میں ہے کہ جس وقت چاہو نکلوا سکتے ہو۔ حالانکہ بینک بھی سودی نفع دیتا ہے تب تو آپ پر ہر سال اس جمع شدہ تمام رقم کی زکوٰۃ دینی فرض ہے۔ اور جتنے سال اس سے پہلے زکوٰۃ آپ نے نہیں دی وہ تمام زکوٰۃ یہ فتویٰ دیکھتے ہی دینی پڑے گی۔ اور آئندہ بھی ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہے لیکن اگر آپ کو اپنی اس رقم پر جو ویلفیئر سکیم میں جمع کرائی ہوئی ہے پورا قبضہ حاصل نہیں اور جب آپ چاہو نہیں نکلوا سکتے جیسا کہ تجارت بیع مضاربت میں ہوتا ہے کہ بیع مضاربت کے لئے اپنا روپیہ دوسرے شخص کو دے دیا جاتا ہے اور وہ دوسرا شخص تجارت کرتا ہے۔ اس رقم پر بھی مال والے کا قبضہ نہیں رہتا نہ وہ مال والا جس وقت چاہے واپس لے سکتا ہے۔ تب ایسی صورت میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ شریعت میں سالانہ زکوٰۃ صرف اس صورت میں فرض ہوتی ہے جب روپیہ مکمل طریقے سے مال والے کے قبضے میں ہو جب چاہے نکلوا لے۔ مال جمع کرنے کی تیسری صورت قرضہ دینا ہے۔ قرضے میں بھی مال والا اپنے دیئے ہوئے مال پر پورا قبضہ نہیں رکھتا۔ اس لئے کسی کو دیئے ہوئے قرضے پر زکوٰۃ ہر سال فرض نہیں لیکن قرض میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب قرض واپس ملے گا تو جتنا واپس ہوا اگر وہ نصابِ زکوٰۃ کے برابر ہے تو گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ بھی دینی پڑے گی۔ اس طرح روپیہ جمع کرانے کی تین صورتیں ہو گئیں۔ نمبر ۱ امانۃً جمع کرایا جیسے کہ بینک میں اسے جب چاہو نکلوا سکتے ہو۔ اس میں شرعی حکم یہ ہے کہ زکوٰۃ ہر سال فرض بینک کا نفع سود ہے لہٰذا لینا حرام ہے۔ نمبر ۲ تجارۃً جمع کرایا۔ جیسے بیع مضاربت کے لئے کسی شخص یا ادارے کو اپنا روپیہ دیا۔ اس میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ مال دینے والے پر ہر سال یا روپیہ واپس ملتے وقت سابقہ برسوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہے مگر نفع لینا جائز و حلال وطیب ہے یہ نفع سود نہیں بنتا۔ جمع کرانے کی تیسری صورت یہ ہے کہ قرضاً کسی کو روپیہ دیا جیسے کسی ذاتی ضرورت مند کو بطور ادھار دیا۔ اس میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ جب تک قرض واپس نہ ملے سالانہ زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے مگر جب وہ قرضے کی رقم واپس ملے گی تو نصاب زکوٰۃ پر گذشتہ برسوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی اور ہر قرض پر نفع لینا حرام ہے کیونکہ یہ سود ہے اور سود حرام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آرمی ویلفیئر سکیم میں روپیہ جمع کرانا امانۃً ہے یا قرضاً ہے یا تجارۃً ہے۔ اگر اماناً ہے تو زکوٰۃ ہر سال فرض نفع لینا حرام۔ اگر قرضاً ہے تو زکوٰۃ اس وقت گذشتہ برسوں کی بھی دینا پڑے گی جب قرضہ وصول ہو گا بشرطیکہ قرضہ نصاب برابر ہو۔ اور نفع لینا حرام اگر تجارتاً جمع کرایا ہے تو مال والے پر اس جمع کردہ مال کی زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور نفع لینا جائز ہے۔ آج کل پاکستان میں جو بینکاری ہو رہی ہے وہ اماناً ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ بھی۔ سیونگ اکاؤنٹ

بھی۔ جیسا کہ معلوم ہو گیا اکاؤنٹ ہوا۔ یعنی مال جمع کرانے والا نمبر ا اکاؤنٹ میں سے جب چاہے اپنی پوری رقم نکلوا سکتا ہے۔ اس لئے جیکہ میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ ہر سال فرض ہے مگر نفع لینا حرام ہے۔ اگر پاکستانی بینکاری امانۃ کی بجائے تجارۃ شروع ہو جائے تو نفع لینا بھی جائز بینک والوں پر دینا بھی جائز اور نفع معین کرنا بھی جائز۔ کیونکہ دنیا میں ہزاروں قسم کی ایسی تجارتیں ہیں جن میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً کتب فروشی وغیرہ اور جس تجارت میں نقصان نہ ہوتا ہو وہاں نفع مقرر کرنا جائز ہے۔ اور نقصان عام طور پر ہوتا۔ جیسے کرنسی و غذائی اشیاء جیسی ضروریاتِ زندگی کے اترتے چڑھتے بھاؤ کی وجہ سے ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا اثر نہیں وہاں قیمتیں مقرر لہٰذا نفع بھی مقرر۔ نقصان کا دخل نہیں۔ برطانوی بینکوں میں بھی اس قسم کی نہ نکلوا سکنے والی پابندیوں کی تجارتی اکاؤنٹ کھولے جاتے ہیں۔ اس لئے برطانوی ہوسائی بینکوں میں تین قسم کے اکاؤنٹ ہوتے ہیں۔ نمبر ا کرنٹ اکاؤنٹ۔ اس میں نفع بالکل نہیں ملتا یا بہت ہی کم۔ نمبر ۲ سیونگ اکاؤنٹ اس میں تھوڑا نفع ملتا ہے مگر ان دونوں اکاؤنٹ سے مال والا جب چاہے اپنا سارا مال نکلوا سکتا ہے۔ نمبر ۳ فکسڈ گولڈ اکاؤنٹ۔ یہ تجارتی اکاؤنٹ ہے اس میں نفع بھی زیادہ ملتا ہے لیکن اس اکاؤنٹ میں جمع کرانے والا بینک والوں کی معینہ مدت گزرنے سے پہلے اپنی رقم کچھ بھی نہیں نکلوا سکتا۔ ہاں البتہ ہفتانہ یا ماہانہ یا سالانہ ضروریاتِ زندگی کے لئے نفع کی رقم سے لے سکتا ہے۔ ایسا بہت ہوتا ہے بلکہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنا مال جمع کرا کر صرف نفع سال بسال لیتے رہتے ہیں۔ اگر پاکستانی بینک بھی سود خواری کی حرمت و لعنت سے بچنا چاہتے ہیں تو تیسری قسم کا تجارتی اکاؤنٹ جاری کریں جس میں پابندی ہو کہ اکاؤنٹ سے اپنی رقم نہیں نکلوا سکتا۔ نیز سالانہ زکوٰۃ بھی رقم والے پر صرف کرنٹ و سیونگ والے مال کی فرض ہوگی۔

تیرہواں فتویٰ

درود شریف پڑھنے اور لکھنے کا فرق اور ضابطہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ ہم نے اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات اور کتب مطبوعات میں دیکھا ہے کہ کہیں پر نبی کریم ﷺ کے نام پاک کے ساتھ درود شریف لکھا ہوتا ہے اور کئی جگہ نہیں لکھا ہوتا۔ اس کی کیا وجہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر جگہ لکھا ہوتا۔ ایسے ہی حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطبوعہ کتب میں بھی کہیں لکھا ہے کہیں نہیں۔ خود آپ کی تصنیفات مطبوعہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے مثلاً ایک جگہ لکھا ہے فرمایا نبی کریم حضور اقدس ﷺ نے یہاں درود شریف لکھا ہے۔ دوسری جگہ لکھا ہے جب عشق رسول ہو تب ہی اعمال مقبول ہوتے ہیں۔ یہاں درود شریف نہیں لکھا۔ لکھنا چاہئے تھا۔ اسی طرح ایک جگہ مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب کفار سے فرما دو۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا چاہئے تھا کہ اس

طرح ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب ﷺ کفار سے فرمادو۔ ایسے ہی آپ کی تفسیر پارہ نمبر ۱۲ میں لکھا ہے۔ تفسیر سورۃ یوسف چاہئے تھا کہ لکھا جاتا تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام۔ اعلیٰ حضرت کی کتاب فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں ایک جگہ لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ نبی کریم حضور اقدس ﷺ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ یہاں تو درود شریف لکھا ہوا ہے مگر چند سطور آگے لکھا ہے۔ کفارِ مکہ نے کہا اے مسلمانو تمہارے نبی نے یہ کہا۔ تمہارے نبی نے وہ کہا۔ ان تمام جگہ درود نہیں لکھا۔ آپ کے ایک فتوے میں لکھا ہے کہ ابوجہل نے ایک بار بارگاہِ رسالت میں آ کر کہا۔ اے محمد از وجودِ تو حیاتم زار زار از حیاتِ تو وجودم پاش پاش۔ اس عبارت میں کہیں بھی درود شریف نہیں لکھا۔ میرے ایک پڑھے لکھے مولوی دوست نے کہا کہ اس عبارت کو مسلمان کے قلم سے اس طرح لکھنا چاہئے تھا کہ ابوجہل نے ایک بار بارگاہِ رسالت ﷺ میں آ کر کہا۔ اے محمد ﷺ ۔ اسی طرح آپ نے اپنی ایک تفسیر نعیمی میں حاشیے پر ہر صفحے میں لکھا۔ سورۃ ابرہیم۔ سورۃ ابراہیم۔ چاہئے تھا کہ لکھا جاتا۔ سورۃ ابراہیم علیہ السلام چند دیگر دیو بندی تفاسیر میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں لفظ ابراہیم لکھا ہے وہاں آپ نے علیہ السلام بھی لکھا ہے مگر حاشیے میں سورۃ ابراہیم علیہ السلام کیوں نہیں لکھا۔ اس فرق کی کیا وجہ۔ کیا سہواً ہے یا عمداً ہے یا کاتب کی غلطی ہے آپ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ عزیزِ مصر نے کہا۔ اے یوسف در گزر کرو۔ چاہئے تھا کہ لکھا جاتا۔ اے یوسف علیہ السلام درگزر کرو۔ ترمذی شریف میں ایک جگہ لکھا ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا چاہئے تھا کہ لکھا جاتا۔ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم۔ غرضکہ کہیں درود شریف لکھا ہوتا ہے کہیں نہیں لکھا ہوتا۔ اس کی کیا وجہ۔ یہ سوال اعتراضاً نہیں کر رہا ہوں صرف اپنی معلومات اور اطمینانِ قلبی کے لئے عرض کر رہا ہوں میری ناقص عقل اس فرق کو نہیں سمجھ سکی۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔ دستخط سائل۔ مقبول احمد روہتکی محلّہ۔ مقام شہر جھانسی انڈیا ہندوستان۔ براہِ کرم جواب جلدی اور تسلی بخش عطا فرمایا جائے۔ آج مورخہ ۹۰-۱۲-۱۹

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّاب

اسلام کی لاکھوں خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کا ہر حکم وقانون ظاہری باطنی ہزاروں حکمتوں مصلحتوں اصول وضوابط وروابط سے مُزَیَّن ہوتا یہ کوئی بھی حکم عمومی ہو یا خصوصی بے ضابطہ و بلا وجہ و بے قاعدگی یا بے ضابطگی کا نہیں ہے۔ حکم قولی ہو یا عملی۔ کلام ہو یا سلام۔ حمد کبریائی ہو یا نعتِ مصطفائی ہو۔ درود شریف ہو یا تسبیح وتہلیل۔ ہر حکم کے لئے قرآن وحدیث نے کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ ان طریقوں پر چلنا ہر مومن مسلمان کے لئے لازم وضروری اور ان اصول کی پابندی کرنا ہی شانِ مومن وفراست مسلم ہے ان کی خلاف ورزی فساقت کے علاوہ حماقت بھی ہے اور بجائے قابل ثواب ہونے کے باعثِ عتاب ہے۔ اصول وضوابط کی یہ خصوصی خوبی سواء دین اسلام کے کسی بھی مخلوقی دین میں

ممکن ہے۔ ایسی اصول کو اپنانے کا نام عبادات الہیہ و اعمال صالحہ ہے ان سے ہٹ کر نہ افراط جائز نہ تفریط نہ کمی کی جا سکتی ہے نہ زیادتی۔ انسان اپنی احتیاط عقیدت میں اگر کچھ زیادتی کی کی ہے ضابطگی دکھائے بھی تو وہ عبادت کے اعمال نہ ہوں گے حماقت کے وبال ہوں گے۔ یہی کیفیت حمد و صلوٰۃ اور ملاقاتی سلام کی ہے۔ دیکھو بوقتِ ملاقات السلام علیکم کہنا سنت موکدہ لازمہ ہے جس کا ثواب زیادہ ثواب ہے اور جواباً وعلیکم السلام کہنا فرض ہے۔ مگر شریعتِ اسلام نے اس حکم سلام و جواب کو بھی کھلے بندوں نہیں چھوڑا بلکہ بہت سے ضابطے اور پابندیاں مقرر فرمائیں کہ کہاں فرض کہاں واجب کہاں مستحب۔ کہاں ممنوع۔ کس کس کو جواب کس کو نہیں۔ کتنی بار سلام کرنا ضروری۔ کس حد تک منع۔ کب جائز کب ناجائز کب سلام کرنا عبادت کب حماقت ہے۔ ہر مومن مسلمان کو سلام کی یہ سب نوعیتیں باہتمام یاد کرنا یاد رکھنا واجب ہے۔ اسی یاد دہانی کے لئے فقہاء کرام نے سلام و جواب سلام کی تقریباً تیس قسمیں بیان فرمائیں نمبر ۱ سلام ملاقات نمبر ۲ سلام اطلاع نمبر ۳ سلام اذن نمبر ۴ سلام دیدار نمبر ۵ سلام وداع نمبر ۶ سلام حاضری نمبر ۷ سلام سرِ راہ نمبر ۸ سلام فی الحیات نمبر ۹ سلام بعد الممات نمبر ۱۰ سلام فرض نمبر ۱۱ سلام واجب نمبر ۱۲ سلام سنت موکدہ نمبر ۱۳ سلام سنت غیر موکدہ نمبر ۱۴ سلام مستحب نمبر ۱۵ سلام مکروہ تحریمی نمبر ۱۶ مکروہ تنزیہی نمبر ۱۷ سلام ممنوع نمبر ۱۸ سلام حرام نمبر ۱۹ سلام حماقت نمبر ۲۰ سلام نفرت نمبر ۲۱ سلام کراھیت نمبر ۲۲ سلام محرومی نمبر ۲۳ سلام تحیۃ نمبر ۲۴ سلام استقبالی نمبر ۲۵ سلام قولی نمبر ۲۶ سلام مکتوبی نمبر ۲۷ سلام منقولی نمبر ۲۸ سلام استہزاء نمبر ۲۹ سلام فضولی نمبر ۳۰ سلام قبولی۔ اب اگر کوئی شخص سلام کرنے کو عبادت سمجھتے ہوئے سلام کرنے کی بھرمار کر دے کہ آتے جاتے ہر کمرے سے نکلتے۔ السلام علیکم۔ السلام علیکم۔ ہر بات کے شروع پر مخاطب کو سلام کرے تو وہ شریعت میں فاسق گناہ گار۔ یا احمق دیوانہ شمار ہوگا۔ پاکستان میں ایک نئے عاشقِ مدینہ صوفی صاحب کا ایک مکتوبہ مطبوعہ سلام نظر سے گذرا۔ جس میں انہوں نے مدینہ منورہ کی نسبت ایک منظوم سلام ترتیب دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ بھنڈیوں۔ تریوں۔ سبزیوں کو سلام۔ مکھیوں مچھروں مکڑیوں کو سلام۔ وغیرہ وغیرہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ۔ یہ وہ حماقت و پاگل پن ہے جس سے توہینِ سلام و گستاخی شعائرِ اسلام ظاہر ہے ان ہی صوفی صاحب کو پیر بننے کا شوق چڑھا اور اپنے مریدوں کے گروہ کو مدینہ منورہ کی نسبت سے لفظِ مدینہ کا تکیہ کلام دیا۔ اولاً تو مدینہ منورہ کو صرف مدینہ کہنا ہی شہرِ مقدس کی بے ادبی و توہین ہے۔ اس بے ادبی سے تو اب سعودی نجدی بھی بچنے لگے ہیں۔ ثانیاً مگر ان صوفی صاحب نے ضدی بن کر باوجود تحریراً سمجھانے کے اسی لفظ کو بطور تکیہ کلام جاری رکھا ہوا ہے ہر مرید ہر بچہ جوان بوڑھا۔ بطور اجازت و بطور اطلاع۔ آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے۔ ہاتھ اٹھا کر کہتے ہیں۔ مدینہ۔ مدرسے کے چھوٹے بڑے طالب علم کو حکم ہے کہ ہر رخصت و اجازت لینے پر ضرورت و حاجت کا نام لینے کی ضرورت نہیں صرف کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر کہہ دو مدینہ۔ تو استاد سر کے اشارے سے اجازت دیتا ہے کئی لوگوں نے مجھ کو بتایا کہ ہر کوئی شاگرد اگر استنجہ یا پیشاب کی بھی اجازت طلب کرتا ہے تو کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے۔ مدینہ۔ استاد یہ سن کر اجازت دیتا ہے (استغفر اللہ۔ استغفر اللہ) اسی قسم کی کم عقلیوں کو بعض لوگ عاشقانہ عقیدت سمجھتے ہیں۔ سوال میں سائلِ محترم نے بھی درود

شریف لکھنے نہ لکھنے پر جو سوال تحریر فرمایا ہے وہ بھی اسی بنا پر ہے کہ سائلِ محترم کو درود شریف یعنی صلوٰۃ وسلام کے پڑھنے اور لکھنے کا شرعی حکمی فرق بھی معلوم نہیں اور درود شریف پڑھنے اور لکھنے کے آداب و مدارج کا بھی علم نہیں ہے۔ واضح رہے کہ سلام کہنے کی طرح درود شریف پڑھنے کی بھی بہت سی شرعی حکمی صورتیں ہیں کچھ جائز کچھ ممنوع۔ یہی صورتیں حمد الٰہی کہنے کی بھی ہیں۔ بعض موقعوں پر حمد الٰہی کہنا بھی منع شرعی ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا اسمِ مقدس زبان سے بول کر یا کان سے سن کر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ نے اسی پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن اسمِ مقدس لکھ کر درود شریف لکھنے کا زمانۂ نبوت اور زمانۂ صحابہ میں اس تحریری درود شریف لکھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ نہ دورِ حاضرانہ خطابانہ کا۔ یعنی صلی اللہ علیک وسلم لکھنے کا نہ درودِ غائبانہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا کسی بھی صحابی سے یہ لکھنا ثابت نہیں۔ تمام صحابہ کرام ہر وقت صرف زبان سے صلوٰۃ وسلام حاضرانہ و غائبانہ پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف ادا نہ کرنے کی وعید میں جتنی بھی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں وہ صرف قولاً ولساناً نہ پڑھنے پر وارد ہوئی ہیں نہ کہ قلم سے لکھنے پر۔ نمبر ا چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلِ ثانی ص ۸۶ پر ہے۔ وَعَنْهُ (ای عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ) قَالَ. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رُغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرُغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَهٗ وَرُغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ ترجمہ۔ اور انہی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ۔ ارشاد فرمایا نبی کریم آقا حضور ﷺ نے کہ خاک میں رگڑی جائے اس شخص کی ناک جن کے پاس میرا نام لیا جائے (قولاً یا قلماً) پھر وہ شخص درود شریف نہ پڑھے مجھ پر۔ اور خاک میں رگڑی جائے ناک اس شخص کی جس کی تندرستی میں ماہ رمضان اس پر آئے اور گذر جائے اس سے پہلے کہ اس شخص کو بخشا جائے۔ اور خاک میں رگڑی جائے ناک اس نوجوان تندرست شخص کی جس کی زندگی تندرستی میں اس کے دونوں والدین یا ان میں ایک بڑھاپا پائے تو وہ والدین اس بیٹے کو جنتی نہ بنا ڈالیں۔ (اپنی خدمت گزاری سے) نمبر ۲ اور ریاض الصّٰلِحِیْن ص ۳۹۰ پر ہے۔ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ تیسری حدیث شریف۔ کتاب نیل الاوطار جلد دوم ص ۳۲۶ پر ہے۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ بِلَفْظِ شَقِیٌّ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ ترجمہ۔ روایت ہے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ۔ ارشاد فرمایا آقا حضور اقدس ﷺ نے۔ بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ امام طبرانی کے الفاظ حدیث بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہیں کہ۔ ارشاد فرمایا آقائے کائنات ﷺ نے کہ شقی یعنی بد بخت ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ پھر بھی مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ ان جیسی تمام وعدہ و وعید کی احادیث میں درود شریف زبانی پڑھنے کا ہی ذکر ہے۔ صرف درود شریف لکھنے یا نہ لکھنے کا کسی روایت میں کوئی ذکر نہیں نہ لکھنے کے ثواب کا ذکر ہے نہ نا لکھنے کی وعید کا ذکر۔ ہاں البتہ زمانۂ تحریر

احادیث مع درود شریف روایت کیں جبکہ محدثین کا زمانہ آیا تب محدثین کرام نے صرف یاد دہانی کے لئے ہر روایت میں اسم مقدس کے ساتھ بعد میں درود شریف لکھنا شروع فرمایا۔ فقہاء عظام نے اس کتابتِ درود شریف کو مستحب فرمایا ہے نہ کہ واجب یا فرض لیکن ساتھ ہی حکم فرمایا کہ جو شخص بھی اسم مقدس کے ساتھ قلم سے درود شریف لکھے وہ اس وقت زبان سے بھی پڑھے کیونکہ اصل ثواب تو زبان سے پڑھنے پر ہے۔ ایسے ہی جو مسلمان کسی جگہ تحریر وغیرہ میں اسم مقدس لکھا ہوئے دیکھے وہاں درود شریف کے الفاظ لکھے ہوں یا نہ لکھے ہوں تحریر پڑھنے والا زبان سے درود شریف ایک بار ضرور پڑھے۔ صرف آنکھوں سے پڑھ لینا کافی نہیں۔ یہ تھے درود شریف پڑھنے کے آداب فقہاء عظام کے نزدیک سلام کرنے کے احکام کی طرح درود شریف پڑھنے اور لکھنے کے احکامِ شرعیہ بھی مختلف ہیں۔ نمبر ۱ کبھی فرض نمبر ۲ کبھی واجب نمبر ۳ کبھی مستحب نمبر ۴ کبھی مکروہ نمبر ۵ کبھی ممنوع وغیرہ وغیرہ۔ یہ اختلافی احکام متکلم اور مخاطب مقرر کی طرزِ بیانی اور محررِ مصنف کی طرزِ تحریر کے اعتبار سے ہے۔ یہ طرزِ بیانی و تحریری مجموعی حساب سے تین قسم کی ہے نمبر ۱ یہ کہ نامِ اقدس سے ذاتِ مقدس ہی مراد ہو نہ کہ اضافت یا نسبت تو حکم یہ ہے کہ درود شریف پڑھا اور لکھا جائے۔ نمبر ۲ نام اقدس سے ذات اقدس مراد نہ ہو بلکہ مضاف یا منسوب مراد و مقصود ہو تو حکم شرعی یہ ہے کہ ہرگز درود شریف نہ لکھا جائے۔ نمبر ۳ متکلم یا مصنف کسی کا کلام نقل کر رہا ہے۔ تب اگر صاحبِ کلام نے کبھی اپنے اس منقولی کلام میں درودِ شریف ادا کیا تھا تب تو ناقل بھی درود شریف قولاً یا قلماً نقل کر دے۔ ورنہ اپنے پاس سے درود شریف نہ کہے۔ نہ لکھے تا کہ نقل مطابق اصل ہو۔ کذب کی ملاوٹ نہ ہو اور یہ طرزِ بیانیاں انفرادی حساب سے تقریباً چھ قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ نامِ اقدس کو بطریقۂ فاعل بولا یا لکھا تو شرعی حکم یہ ہے کہ درود شریف بولا اور لکھا جائے۔ دوم یہ کہ نامِ اقدس کو بطریقۂ مفعول بولا یا لکھا جائے تو حکم شرعی یہ ہے کہ درود شریف بولا یا لکھا جائے۔ دونوں کی مثال جیسے کہ نمبر ۱ نبی کریم نے فرمایا۔ نمبر ۲ نبی کریم کو بلایا۔ یا نبی کریم سے عرض کیا۔ یا نبی کریم سے روایت ہے ان تمام جگہ درود شریف لکھا جائے گا۔ سوم یہ کہ نامِ اقدس کو مضاف الیہ بنا کر بولا یا لکھا جائے تب حکم شرعی یہ ہے کہ درود شریف نہ بولا جائے نہ لکھا جائے اگر لکھے گا تو لکھنے والا گناہ گار ہو گا۔ اس لئے کہ اضافت کی صورت میں نامِ اقدس اور ذاتِ مقدس مقصود نہیں ہوتی بلکہ مقصد و مراد مضاف ہوتا ہے تو اس طرزِ بیانی و تحریری سے درود شریف کی نسبت بھی مضاف کی جانب ہو گئی جو قطعاً گناہ ہے مثلاً کسی شخص کا نام غلام رسول ہو تو لفظِ رسول کی وجہ سے صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے کہہ دیا تو کہنے والا احمق و گناہگار ہو گا۔ یہی حکم لفظ عشق نبی و محبت رسول و عبدالرسول غلام نبی وغیرہ اسماء کا ہے کہ ان لفظوں کے ساتھ درود شریف بولنے یا لکھنے کا تاثر یہ ہو گا کہ اس شخص پر درود شریف پڑھا جا رہا ہے جس کا یہ نام ہے۔ یا اس لفظِ عشق و محبت پر درود شریف پڑھا جا رہا ہے جو مضاف مرکب اضافی ہے نہ کہ ذاتِ مقدس پر۔ اس لئے درود شریف منع ہے۔ یہی حکم اسماء باری تعالیٰ کا ہے کہ اسماءِ طیبات کے ساتھ لفظ تعالیٰ یا جلَّ جَلَالُہٗ لکھنا ضروری ہے مثلاً اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ۔ یا اللہ جلَّ جَلَالُہٗ وغیرہ۔ مگر جب اسماءِ طیبات کو مضاف الیہ بنایا جائے تو لفظ تعالیٰ اور لفظ جلَّ جَلَالُہٗ بولنا یا لکھنا گناہ ہے مثلاً رسول اللہ۔ حبیب اللہ۔ محبوب الٰہی وغیرہ

کے ساتھ تعالیٰ گناہ ہے۔ چہارم یہ کہ اسماء انبیاء میں سے کسی اسم پاک کو کسی عام شخصیت یا کسی دوسری چیز کا نام رکھ دیا۔ تو وہاں بھی علیہ السلام بولنا یا لکھنا گناہ ہے۔ مثلاً کسی مولوی صاحب یا چوہدری صاحب کا نام موسیٰ یا ابراہیم وغیرہ ہو تو ان کا نام بولتے یا لکھتے وقت ساتھ میں علیہ السلام لکھنا سخت گناہ ہے۔ ایسے ہی جب کسی سورۃ قرآنی کا نام سورۃ ابراہیم۔ یا سورۃ یوسف وغیرہ ہو تو وہاں بھی علیہ السلام لکھنا جہالت اور کاتب کی حماقت و بے علمی ہے۔ پنجم یہ کہ متکلم کلام یا مصنف کی تحریر کلام ہو نہ کہ اصل کلام یعنی متکلم و مصنف کہے کہ فلاں نے یہ کہا۔ یا یہ لکھا۔ تو فقہاء فرماتے ہیں کہ چونکہ ناقل امانتدار ہوتا ہے اور بوقت نقل ذرا سی بھی کمی زیادتی خیانت و بد دیانتی بن سکتی ہے جس سے نقل مشکوک ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ناقل پر واجب ہے کہ کلامِ غیر کی نقل نہایت احتیاط سے من و عن بالکل ویسے ہی کرے جیسی کہ سنی یا پڑھی ہو۔ ایک نقطے کی بھی کمی زیادتی نہ ہونی چاہیے ورنہ دعا سے دغا یا دغا سے دعا بن کر خاصی پریشانی بن جاتی۔ کلامِ غیر کی نقل میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں نمبر ا اللہ تعالیٰ کے کلام کی نقل کرنا مثلاً کوئی شخص کہے یا لکھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی۔ اب یہاں درود شریف لکھنا منع ہے۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ کذب بیانی ہوگی اور نقل مطابق اصل نہ رہے گی۔ دوم یہ کہ بندوں کا درود شریف بولنا یا لکھنا دعاء درود ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو دعا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعا کی نسبت کرنا بھی جہالت و گناہ ہے۔ دعا سے دلوایا جاتا ہے جبکہ رب تعالیٰ دلواتا نہیں بلکہ خود دیتا ہے۔ اس لئے بندہ رب تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے نہ کہ رب۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ نے فرمایا اے محبوب ﷺ منع ہے۔ نقل کلام کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کے کلام کی نقل کرنا۔ وہاں بھی کسی اسمِ اقدس کے ساتھ درود شریف بولنا یا لکھنا منع ہے کیونکہ نقلِ کلامی کی وجہ سے وہ درود شریف کلامِ غیر مسلم سے منسلک ہو جائے گا۔ حالانکہ غیر مسلم نہ درود شریف پڑھتے ہیں نہ پڑھا ہوگا۔ تو یہ کذب بیانی بن کر نقل کو مشکوک کر دے گا۔ نقلِ کلام کی تیسری صورت یہ کہ کسی مسلمان کے کلام کی ہی نقل کی جائے اور اس مسلمان نے اپنے اصل کلام میں اسم اقدس کے ساتھ درود شریف نہ بولا نہ لکھا۔ تو اب ناقل کو بھی اپنی طرف سے درود شریف نہ بولنا۔ نہ لکھنا چاہیے۔ تا کہ نقل میں زیادتی کمی کا ارتکاب نہ آئے اور نقل مطابق اصل ہی رہے۔ ہاں البتہ تیمناً و تبرکاً۔ کچھ فاصلے سے نقل ختم کرنے کے بعد اس انداز میں درود شریف بول اور لکھ سکتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ درود شریف منقول نہیں بلکہ ناقل کی اپنی جانب سے مقولی یا مکتوبی ہے۔ ششم یہ کہ کسی اسم اقدس کو یاء نسبتی سے بولا یا لکھا جائے۔ تب بھی بحکمِ شرعی درود شریف لکھنا یا بولنا منع ہے یاء نسبت کی وجہ سے کیونکہ نسبت کی صورت میں بھی ذاتِ مقدس مراد و مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہاں نسبتِ نبوت مراد ہوتی ہے۔ مثلاً لفظ یوسفی۔ ابراہیمی۔ موسوی۔ عیسوی وغیرہ۔ یہاں اس طرح لکھنا منع ہے درودِ ابراہیمی علیہ السلام۔ دینِ موسوی علیہ السلام یا مسجدِ نبوی۔ سیرت محمدی نظامِ مصطفوی کے ساتھ درود شریف لکھنا یا بولنا منع۔ یہ ہیں وہ احکام درود شریف کہ ہر مسلمان کو ان کا یاد رکھنا اور کار بند ہونا واجب ہے۔ اس کی خلاف ورزی وجہ جہالت و باعثِ حماقت وخجالت وموجب عتاب ہے سائلِ محترم نے سوالِ مذکورہ میں اپنی جن الجھنوں کا استفتاء و استفسار فرمایا ہے وہ اپنی مصنفات میں اپنی اپنی جگہ بالکل درست ہے اور مطابقِ احکامِ شریعت

ہیں۔ [illegible] جاتی ہیں۔ نمبر ۱ فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔ سوال یہاں درود شریف لکھا ہے۔ جواب۔ اس لئے کہ یہاں اسمِ اقدس کا ذکر [illegible] اور مقصود ذاتِ اقدس ہے اس لئے درود شریف ضروری مستحب ہے۔ نمبر ۲ [illegible] سوال یہاں درود شریف نہیں لکھا۔ جواب۔ اس لئے کہ یہاں اسمِ اقدس کو مضاف الیہ [illegible] ذاتِ مقدس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس لئے یہاں درود شریف لکھنا شرعاً منع ہے۔ نمبر ۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب کفار سے فرما دیجئے۔ سوال۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا۔ جواب۔ اس لئے کہ کلامِ الٰہی کی نقل ہے اور اصل کلامِ ربانی میں درود شریف نہیں ہے اور بندے کا درود شریف دعا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے خطاب میں لکھنا شرعاً گناہ ہے۔ نمبر ۴ تفسیر سورۃ یوسف۔ سوال۔ یہاں لفظ علیہ السلام کیوں نہیں لکھا۔ اس طرح لکھنا چاہئے تھا۔ تفسیر سورۃ یوسف علیہ السلام۔ جواب۔ یہاں لفظ یوسف سے اسم نبوی مراد نہیں بلکہ یہ سورۃ کا نام ہے اور سورۃ قرآنی پر درود یا سلام پڑھنا جائز نہیں۔ ورنہ پھر ہر سورت کے ساتھ درود یا سلام لکھنا پڑے گا۔ نمبر ۵ یہود و نصاریٰ نبی کریم ﷺ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ سوال۔ یہاں درود شریف لکھا ہے۔ جواب۔ اس لئے کہ یہ اصل کلام ہے اور لفظ نبی کریم سے ذاتِ مقدس ہی مراد و مقصود ہے اس لئے درود شریف لکھنا۔ عین مستحب لازمی ہے۔ نمبر ۶ کفارِ مکہ نے کہا اے مسلمانو۔ تمہارے نبی نے یہ کہا وہ کہا۔ سوال۔ یہاں کسی جگہ بھی درود شریف نہیں لکھا۔ جواب۔ اس لئے کہ یہ کفار کے کلام کی نقل ہے اور کفار نے واقعی اپنے اس کلام کے وقت کبھی بھی درود شریف نہ پڑھا تھا۔ اور اگر کتاب میں اپنی طرف سے لکھ دیا جاتا تو یہ ملاوٹ کذبیانہ ہوتی جو خیانت و گناہ ہے۔ نمبر ۷ ابوجہل نے ایک بار بارگاہِ رسالت میں آ کر کہا۔ سوال۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا۔ اس طرح لکھنا چاہئے تھا۔ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔ جواب۔ اس لئے نہیں لکھا کہ اس طرح لکھنا گناہ ہے کیونکہ لفظ رسالت سے نسبت نبوت مراد ہے نہ کہ ذاتِ مقدس۔ نمبر ۸ ابوجہل نے کہا اے محمد۔ سوال۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا۔ اس طرح لکھنا چاہئے تھا۔ ابوجہل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جواب۔ یہاں درود شریف شرعاً ناجائز ہے کیونکہ یہ کلامِ کافر کی نقل ہے جو مطابقِ اصل ہونا لازم ہے۔ درود شریف لکھ دینے سے کاذبانہ ملاوٹ ہوتی کیونکہ ابوجہل نے واقعتاً درود شریف نہ پڑھا تھا۔ نمبر ۹ تفسیرِ نعیمی میں ایک جگہ بعض صفحات کے ہر حاشیے پر لکھا ہے۔ سورۃ ابراہیم سورۃ ابراہیم۔ سوال۔ چاہئے تھا کہ لکھا جاتا۔ سورۃ ابراہیم علیہ السلام۔ چند دیگر دیوبندی تفاسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ جواب۔ لفظِ سورۃ ابراہیم کے ساتھ علیہ السلام لکھنا شرعاً قطعاً منع ہے کیونکہ یہ مرکب توصیفی ایک سورۃِ قرآنی کا نام ہے یہاں لفظِ ابراہیم سے ذاتِ نبوی مراد نہیں رہا۔ چند دیوبندی تفاسیر کا علیہ السلام لکھ دینا یہ ان کی جہالت وحماقت اور شرعی آداب وضوابط سے ناواقفی ہے۔ نمبر ۱۰ اس کے علاوہ آپ نے اپنی تفسیر میں جہاں کہیں بھی لفظِ ابراہیم لکھا ہے وہاں علیہ السلام ضرور لکھا ہے۔ سوال۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے۔ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی ابراہیم علیہ السلام نے وغیرہ وغیرہ۔ مگر سورۃ ابراہیم کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھا اس فرق کی کیا وجہ۔ جواب۔ وجہ ظاہر ہے کہ فرمایا میں ذاتِ مقدس مراد ہے اور سورۃ ابراہیم میں ذاتِ ابراہیمی مراد نہیں۔ نمبر

۱۱۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ عزیز مصر نے کہا۔ اے یوسف در گزر کرو۔ سوال۔ اس طرح لکھنا چاہئے تھا۔ عزیز مصر نے کہا اے یوسف علیہ السلام۔ در گزر کرو۔ جواب یہاں بھی علیہ السلام لکھنا شرعاً منع ہے کیونکہ یہ نقل کلام ہے اور نقل مطابق اصل ہونا واجب ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت عزیز مصر نے علیہ السلام نہ کہا تھا۔ نقل میں زیادتی کی خیانت و بددیانتی ہے اور جھوٹ بھی۔ نمبر ۱۲ ترمذی شریف میں ایک جگہ لکھا ہے۔ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔ سوال۔ یہاں بھی درود شریف نہیں لکھا۔ اس طرح لکھنا چاہئے تھا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔ جواب۔ صاحبِ ترمذی کو ضوابطِ شرعی معلوم تھے اور ان کی یہ روایت حدیث مبارک نقلِ کلام ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اس لئے امام ترمذی نے اپنی طرف سے درود شریف نہ لکھا تا کہ نقل مطابق اصل رہے حضرت عبداللہ بن مسعود کے کلامِ اصل میں ان کو درود شریف نہ ملا اس لئے نقل میں زیادتی نہ فرمائی۔ نیز یا رسول اللہ کہنے کے حاضرانہ کلام کے بعد غائبانہ درود شریف تو ویسے بھی جائز نہیں ہوتا غرضکہ قانونِ شرعی میں صرف ذاتِ مقدس پر درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ نبوت کی اضافت۔ نسبیۃ۔ اسمیت۔ نقلیت پر درود پڑھنا شرعاً ممنوع ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

چودھواں فتویٰ

غلط کتابیں لکھنے والے مصنف کی دوسری غلط کتاب حسب ونسب جلد اول میں بے شمار علمی فکری، مسلکی نحوی اور عقیدۂ اہل سنت کے خلاف سخت غلطیاں حوالے اکثر غلط واقعات جھوٹے استدلال، لغو عربی عبارات کے غلط ترجمے، غلط مسائل جو قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی کتابوں سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔ آمین

چشتیہ ٹرسٹ یو۔ کے۔ ایک ایسی مذہبی انجمن ہے جس کو سلسلہ چشتیہ کے متوسلین مخلصین کے علاوہ دیگر سلاسل روحانیہ کے بزرگوں اور مقتدر علماء کا تعاون حاصل ہے۔ اس کے قیام کا مقصد اولیائے کاملین کے مشن اور نصب العین کو زندہ رکھنا۔ اور اہل ایمان کو ان کی ممتاز حیاتہائے مقدسہ سے روشناس کرانا۔ موجودہ وقت میں ایک صورتحال وباء کی طرح پھیل گئی ہے۔ اہل ایمان جو اسلاف کی محبت کو اپنے ایمانوں کا آج تک جزو سمجھتے رہے وہ ہماری غلط ترجمانی کے باعث دلوں سے احترام کی دولت کھو رہے ہیں۔ آج وقت کی اشد ضرورت ہے کہ اہل اللہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں مخلوقِ خدا کو جن طریقوں اور جن شفاف عملی زندگیوں سے راہ راست دکھایا انہیں اجاگر کیا جائے۔ بالخصوص یورپ میں اس کام کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہاں کی نئی پود تو باپ کو بھی انٹرویو کے بعد باپ تسلیم کرتی ہے۔ یہاں کا بچہ باپ سے کہہ دیتا ہے ابا جب تو خود مسجد میں نہیں جاتا تو مجھے کیوں بھیجتا ہے؟ اگر قرآن مجید کی واضح آیات مقدسہ کے مقابلہ میں بغیر کسی تاویل وتوجیہہ کے کہہ دیا جائے کہ اس میں سفیان ثوری کا یہ قول ہے فلاں بزرگ کی یہ رائے ہے فلاں کا یہ موقف ہے تو ایسے مفتیوں سے قرآن وسنت کا براہ راست مطالعہ کرنے والے نالاں کیوں نہ ہوں گے۔ دوسری طرف یہ پڑھے لکھے

کی خیانت ہے کہ کسی محدث یا بزرگ کا قول ایسے ادھورا پیش کیا جائے جو اسکی مراد قطعاً نہ ہو اور قطعو برید اور خود ساختہ مفہوم سے وہ قرآن وسنت سے واضح طور پر متصادم ہو جائے جس سے ہر ولی کامل اور علمائے ربانی کا دامن پاک ہے۔ وہ فراست کے لبادہ میں حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ جوں جوں وقت گذر رہا ہے خوش اعتقادی بھی ساتھ ساتھ دم توڑ رہی ہے۔ اور نظام خانقاہی کی ساکھ غیر نمائندہ جانشینوں کے باعث مسلسل دھچکوں کے نرغے میں ہے۔ جسے بچانا متصلب سنیوں کے فرائض میں سے ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ٹرسٹ کو مستند اور جید علماء کی سرپرستی حاصل ہے۔ ہمارے بعض علماء نے کتاب مذکور کے مصنف کو ان کے موقف کے بعد کمزور پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی اور اصلاحی جذبہ کے ساتھ کچھ نکات کی وضاحت چاہی تو جواباً غیر مہذبانہ گمنام خطوط ملے۔ حالانکہ مقصود صرف اتنا تھا کہ علم کی روشنی میں مطمئن کریں یا رجوع کریں۔ بہر حال ہماری انجمن کا مقصود الجھنا نہیں اہلِ ایمان کے عقیدۂ حقہ کا تحفظ اور اصلاح ہے۔ اور یہ رسالہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ادارہ معاونین علماء کا شکر گذار ہے۔

منجانب: چشتیہ ٹرسٹ یو۔ کے۔

حسب ونسب یا سلب وغصب

الاغلال البقیه فی اعناق اهل التقیه۔

رافضیوں کا اس صدی کا سب سے بڑا تقیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کے چند شہروں اور سرزمین برطانیہ میں رافضیوں نے سنی بن کر برسوں تک سنیوں کو دھوکہ دیا اور انہیں پیچھے لگائے رکھا اور درپردہ رفض وتبرائیت کو پروان چڑھایا اور پھر علانیہ جی بھر کر پرچار کیا۔ اس طبقہ کی تازہ ترین تصنیف "حسب ونسب" کے مجموعہ خرافات اور اکاذیب کے پلندہ نے ان کا مصنوعی خول اتار دیا جس سے ان کا اصل مکروہ عقیدہ اور ان کے اصل فریبی چہرے سامنے آئے۔ اور متصلب علمائے اہل السنۃ والجماعت ان کی اس فریب کاری پر ششدر رہ گئے اور سنیت کے نام پر سنیت کا جنازہ نکالنے والوں کی جسارت اور ناپاک کوشش پر انگشت بدنداں ہو گئے۔

حسب ونسب، جس کے مصنف مولوی غلام رسول آف لندن ہیں، قرآن وحدیث کی مخالفت، امہات المومنین کی ہتک، بنات الرسول سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم سے بغض اور قرآن حکیم کی تحریفِ معنوی، بے ربط ڈانواں ڈول اور مذبذب و بیمار ذہن کی گمراہ کن عبارات پر مشتمل ایک کباڑ خانے کا نام ہے۔ یہاں تک کہ ابولہب کا احترام اور سورہ تبت یدا سے نفرت، (معاذ اللہ)

بدنصیبی یہ ہے کہ یہ شخص اپنے نام کے ساتھ "مفتی" بطور سابقہ خوب اہتمام سے لکھتا ہے اور خود کو سنی ظاہر کرتا ہے مگر آنے والی جوابی تحریر وتجزیہ سے قارئین کو علم ہو جائے گا کہ یہ شخص نہ تو مفتی ہے اور نہ سنی۔ بلکہ حقیقتاً یہ شخص علم میں بہت ہی غریب اور حد درجے کا سفید پوش ہے۔ نا معلوم اس سے یہ حرکت کس ظالم نے کرائی؟ چونکہ کتاب مذکور ایک شخص ملقب

بمفتی کی تحریر ہے اس کے پڑھنے سے سادہ کم علم لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ اس لئے سنیوں کو خبردار کرنے کی غرض سے یہ چند صفحات تحریر میں لائے گئے کہ یہ کتاب کسی سنی کی تحریر نہیں ہوسکتی بلکہ یہ "برانڈ" رافضیت کا چربہ ہے اور اس میں مندرجہ بعض عقاید کا اہل سنۃ و جماعت سے دور کا تعلق بھی نہیں اور یہ ایک ایسی تحریر ہے جو موت کے بعد منصف کی گردن پر.........موجب عذاب الٰہی جاری ہے۔ الّا یہ کہ وہ تائب ہوکر اس کی تحریراً تردید کرے۔ یہ شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ محبت ہے اور سیدہ فاطمہ کے سوا حضور کی باقی تین بیٹیاں سیدات نہیں نہ ان کی اولاد سید ہیں۔ شرم کرو تم نے دنیا میں کس کو خوش کیا اور آخرت میں کس کو رنجیدہ کیا۔ قیامت کے دن بنات رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ اَللّٰھُمَّ اِھْدِھِمْ اِلٰی صِرَاتِکَ الْمُسْتَقِیْم۔ آمین ادارہ ۹۲۔۱۔۴

دستخط اراکین چشتیہ ٹرسٹ۔ حاجی محمد یونس وغیرہ

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَھَّاب

غلط عبارات حسب ونسب جلد اول اور ان کے مدلل ومختصر جوابات

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ

(۱) صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے کہ اگر سیدہ کا نکاح غیر سید لڑکے سے ہو تو اختلاطِ خون ہے اور یہ گناہ اور توہین اہل بیت ہے۔

جواب: یہ مصنف کا اپنا بناوٹی مسئلہ ہے ورنہ اگر سید لڑکا غیر سیدہ سے نکاح کرے تو بھی اختلاطِ خون ہے حالانکہ اس کو جائز لکھا ہے۔

(۲) صفحہ ۳۲ پر ہی ہے کہ امام سیوطی کے حوالے سے صرف اولادِ فاطمہ کو ہی نسبتِ رسول پاک ﷺ حاصل ہے دوسری صاحبزادیوں اور اولاد کو یہ نسبت حاصل نہیں۔

جواب: مصنف کی بے علمی یا خیانت ہے کہ امام سیوطی نے " اَوْلَادِ بِنَاتِہٖ" جمع کا لفظ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ تمام بیٹیوں اور ان کی اولاد کو نسبتِ رسول پاک حاصل ہے اور ہر بیٹی کی اولاد سید ہے۔ مگر یہاں عربی عبارت صحیح لکھ کر بھی ترجمہ میں غلطی کی جارہی ہے۔

(۳) صفحہ ۳۱ پر لکھا ہے کہ امام شافعی نے اپنے اشعار میں فرمایا کہ اگر محبت اہل بیت کا نام رافضی شیعہ ہونا ہے تو مجھ کو شیعہ رافضی ہی سمجھ لو۔

جواب: بالکل غلط اور جھوٹے شعر ہیں۔ امام شافعی نے اپنی کسی کتاب میں یہ شعر نہیں لکھے بلکہ آپ نے اپنی کتاب "مسالک اہل السنۃ" میں لکھا ہے کہ محبت اہل بیت اصلاً اہل السنّت کے پاس ہے۔ رافضی تو دشمن اور گستاخ اہل بیت ہیں بلکہ رافضی ہی قاتلین امام ہیں۔ دیکھئے: "خطبہ سیدہ زینب" مطبوعہ ایران۔ بنام عاشورہ چہ چیز است

(۴) صفحہ ۳۵ پر ہے کہ غیر کفو میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور یہ بھی لکھا ہے کہ کفو کا معنٰی ہے زوجین (خاوند بیوی) کا ہم مثل ہونا۔

جواب: اسی کتاب کے صفحہ ۴۵ پر ہے کہ کسی مصلحت کے تحت غیر کفو میں نکاح جائز ہوتا ہے۔ سچ کہا سعدی علیہ الرحمۃ نے کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ص ۱۷۷ پر لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی مثل نہیں۔ یعنی آپ کا کوئی کفو نہیں حالانکہ کفو کی یہ تعریف غلط ہے کیونکہ کفو ہم قوم کو کہتے ہیں نہ کہ ہم مثل کو۔ دیکھو خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ وغیرہما نبی پاک کی ہم قوم ہیں اس لئے ہم کفو ہیں مگر ہم مثل نہیں، مصنف کو چاہیے کہ ابھی دینی علم کسی مدرسے میں پڑھے۔

(۵) صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ عجمی غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ کیونکہ عجمیوں کے نسب ضائع ہو چکے ہیں۔ ان کے نسب بھی ضائع اس لئے عجمیوں میں کفو کی قید نہیں ہے۔

جواب: بالکل غلط ہے سب قوموں کے نسب ضائع نہیں ہوئے بلکہ بے شمار قبیلوں اور قوموں کے شجرے نسبی بالکل محفوظ ہیں نیز پھر عجمی سیدہ کا نکاح غیر کفو میں جائز ہونا چاہیے کیونکہ وہ بھی عجمیوں میں شامل ہے۔

(۶) صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے ہر عورت کا نکاح اس کا ولی ہی کر سکتا ہے۔

جواب: مگر صفحہ ۷۷ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بالغہ عورت باکرہ یا ثیبہ کے نکاح میں ولی کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ تضاد بیانی ہے۔

(۷) صفحہ ۴۵ اور ۴۶ پر ہے۔ فاروق اعظم نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کی میں نے دو چیزیں باقی رکھی ہیں ایک یہ کہ میں کسی مسلمان سے رشتہ کروں مجھے اس میں عار نہیں دوسری یہ کہ کسی مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرلوں مجھے اس میں عار نہیں یہ آپ کا ذاتی ارادہ ہے، الخ

جواب: مصنف علم نحو اور عربی زبان سے بالکل ناواقف لگتا ہے، عربی عبارت لکھ کر ترجمہ غلط لکھا ہے، عربی عبارت یہ ہے "لَسْتُ اُبَالِیْ اَیَّ الْمُسْلِمِیْنَ اَنْکَحْتُ وَبِاَیِّهِنَّ اَنْکَحْتُ" صحیح ترجمہ یہ ہے کہ میں کچھ مضائقہ نہیں جانتا کہ کسی بھی مسلمان کا نکاح کسی بھی عورت سے کردوں مصنف نے خیانت کرتے ہوئے یہ غلط بیانی کی دونوں جگہ "اَنْکَحْتُ" کا ترجمہ ایسا کیا جس سے پتہ لگتا ہے کہ فاروق اعظم اپنے رشتے اور نکاح کی بات کر رہے ہیں اور پھر صحابہ کرام کی بات کو ذاتی رائے وارادہ کہہ کر تردید کر دینا یہ ہی گستاخی صحابہ ہے، یہ رافضیت کی کھلی علامت ہے۔

(۸) صفحہ ۴۹ پر ہے کہ غیر کفو میں نکاح ناجائز ہونے کی وجہ انسان کی تذلیل وتوہین ہے ص ۸۳ پر ہے وجہ ضرر والی ہے ص ۴۷ پر ہے قرابتِ رسول ہے ص ۹۲ پر ہے ناجائز ہونے کی وجہ صرف غیر کفو ہونا ہے۔

جواب: مصنف کا دماغ گھوم گیا ہے۔ اس کو سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ کس کو وجہ حرمت بناؤں۔ یہی خود ساختہ دین بنانے اور حماقت وکم علمی کی نشانی ہے۔

(۹) صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے ''علی علیہ السلام'' اسی طرح اور بھی چند صفحات پر پنجتن پاک کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا ہے۔

جواب: یہ طریقہ غالی اور تبرائی شیعوں کا ہے۔ اہل السنہ علماء کرام ''انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام'' کے علاوہ کسی اور نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنے یا لکھنے کو ناجائز فرماتے ہیں درپردہ، ثابت ہو رہا ہے کہ مصنف سخت ترین شیعہ رافضی ہے۔

(۱۰) صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے کہ ''وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا'' پ ۱۹ سورہ فرقان آیت ۵۴ یہ آیت نبی کریم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نازل ہوئی کیونکہ صرف علی ہی کو نبی کریم ﷺ سے نسبی اور صہری (سسرالی) تعلق حاصل ہے۔

جواب: یہ بھی شیعوں اور رافضیوں والی بات ہے۔ کہ ہر بات کھینچ تان کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ علمی اور نحوی اعتبار سے بھی یہ قول جاہلا ہے۔ نہ کسی علم والے نے یہ بات لکھی ہے اگر مصنف میں ذرا سی علمی قابلیت ہوتی تو ایسی لغو بات نہ لکھی ہوتی۔ یہ آیت تو تمام نسلِ بشری کے لئے ہے، اگر یہ آیت صرف نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوتی تو بشرا جنس واحد لفظ نہ ہوتا بلکہ تثنیہ اور بشرین ہوتا نیز جب نسب وصہر میں حضرت علی کی خصوصیت ہے تو پھر من الماء اور بشرا میں بھی مولیٰ علی خاص ہوئے اور وہی صرف پانی (نطفے) سے پیدا ہوئے نیز نسب اور صھر تو قیامت تک ہر کفو میں ہوگا۔ اور پھر بالکل یہی نسب اور صہر میں نبی کریم ﷺ سے تعلق عثمان غنی کو بھی حاصل ہے بلکہ چاروں خلفاء کو دو نے بیٹی دے کر، دو نے بیٹی لے کر یہ تعلق حاصل کیا۔

(۱۱) صفحہ ۶۲ پر ہے کہ ذریت یعنی نبی کریم ﷺ کی اولاد صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلب میں ہے ذریت کا ترجمہ ہے اولاد

جواب: بالکل غلط ذریت کے معنیٰ اولاد نہیں بلکہ نسل ہے اولاد صرف بیٹا بیٹی کو کہتے ہیں۔ اس میں پوتا پوتی نواسہ نواسی بالکل شامل نہیں نبی کریم ﷺ کی اولاد حضرت علی کی صلب میں نہیں بلکہ نبی پاک کے تین بیٹے چار بیٹیاں آپ کی صلب سے ہوئیں اور ان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی فضیلت اور درجہ حسنین کریمین سے زیادہ ہے۔ حدیث سے ثابت کیا جائے کہ ذریت کا معنیٰ اولاد ہے۔ ادھر ادھر منہ نہ مارو۔

(۱۲) صفحہ ۶۳ پر ہے مصنف نے ایک شیعہ کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ علی کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے''

جواب: یہ سراسر جھوٹی اور من گھڑت عبارت ہے۔ مصنف نے تو یہ کفریہ عبارت چند لفظوں میں بنا کر لکھ ڈالی اور ''مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ'' کے مطابق اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیا مگر یہ نہ سوچا کہ بات کہاں تک جا پہنچی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کرام اور کل کائنات میں سب سے زیادہ اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت فرماتا ہے اور اللہ کی محبت افضلیت کی نشانی ہے۔ اب اگر نبی کریم ﷺ سے بھی زیادہ محبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ہوئی تو پھر لازم آیا کہ حضرت علی کا درجہ اور فضیلت تمام کائنات تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ خود نبی کریم ﷺ سے بھی زیادہ ہو اور نیز "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ" الخ والی حدیث کا انکار ہوگا۔ یہی کفریہ عقیدہ رافضی تبرائی شیعوں کا ہے۔ مصنف اور شیعوں میں کیا فرق رہا!

(۱۳) صفحہ ۶۳ پر ہی لکھا ہے کہ قیامت کے دن کسی کا نسب کام نہ دے گا بجز نبی کریم ﷺ کے نسب کے۔

جواب: یہ غلط ہے دیگر احادیث کے خلاف ہے احادیث میں ہے کہ عالم، حافظ، قاری، شہید، عابد زاہد اپنی کئی کئی پشتوں کو بخشوائیں گے بلکہ کچا بچہ بھی اپنے والدین کی شفاعت کرے گا۔ حدیث پاک سے مصنف نے غلط استدلال کیا ہے وہاں صرف انقطاع نسب کا ذکر ہے اور مصنف کا دماغ یہ فرق سمجھنے سے قاصر ہے۔

(۱۴) صفحہ ۶۴ پر ہے اگر سیدزادی کا نکاح غیر سید سے ہو تو سیدزادی اصل نسب سے کٹ جائے گی۔

جواب: غلط اور خود ساختہ مسئلہ ہے کسی کتاب اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں۔ سیدزادی تا قیامت سیدہ ہی رہے گی۔

(۱۵) صفحہ ۶۵ پر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا مانگی یا اللہ یہ حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین میرے اہل بیت ہیں، اے اللہ ان سے رجس دور کر دے اور انہیں پاکیزہ بنا دے۔

جواب: سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا اسی مصنف نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۵ پر لکھا ہے کہ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ کی ہر صفت قدیمی ہے اس لئے معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو پاک کرنے کا ازل میں ارادہ فرمایا تھا لہٰذا یہ اہل بیت ازل میں ہی پاک ہو چکے ہیں۔ لیکن اب یہاں لکھا ہے کہ نبی کریم نے دعا مانگی کہ یا اللہ اب پاک کر دے کیا نبی کریم ﷺ کو صفت الٰہی کے قدیم ہونے کا پتہ نہیں تھا؟ پھر یہ تحصیل حاصل کیوں مانگی جا رہی ہے تحصیل حاصل تو محال ہے۔ مصنف کو کتابیں لکھنے کا شوق ہے علم پڑھنے کا شوق نہیں۔

(۱۶) نیز مصنف صفحہ ۱۶۵ پر کہتا ہے کہ اہل بیت صرف یہی چار۔ حضرات علی، فاطمہ، حسن و حسین ہیں۔ تو پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں کیوں کہا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں جبکہ قرآن پاک میں اہل بیت ہی کے پاک کرنے کا ذکر ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو یاد دہانی کرائی جا رہی ہے۔ کیا اس کے بھول جانے کا امکان ہے؟ معاذ اللہ! ثابت ہوا کہ مصنف کی سب باتیں لغو ہیں۔ اصل اسلامی ایمانی مسئلہ یہ ہے کہ حقیقی اہل بیت ازواج پاک ہیں ان چار کو تو اب داخل کیا جا رہا ہے۔ نیز صفتِ الٰہیہ دو قسم کی ہیں۔ (۱) صفت بالقوہ صرف یہ قدیمی ہے (۲) صفت بالفعل یہ صفت حادث ہے مگر مصنف ان علمی باتوں سے جاہل و اجہل ہے۔

(۱۷) صفحہ ۶۸ پر لکھتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! حسنین کریمین کے باپ جیسا باپ اور نانے جیسا نانا تو لاتا کہ تجھ کو مقدم کروں۔

جواب: یہ بھی بالکل جھوٹا اور بناوٹی واقعہ ہے۔ مصنف کی رافضیانہ کذب بیانی ہے کسی تاریخ میں ایسا نہیں لکھا۔ نیز مسلکِ اہل السنّت میں فاروق اعظم کا درجہ اور فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہے۔ غرض کہ مصنف کا

سارا دین ہی ان جھوٹوں پر معلق ہے۔
(۱۸) صفحہ ۴۲ پر لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کی اولاد (سیدوں) کا کفو صرف سید ہے ہاشمی، قریشی، عباسی، مطلبی بھی سیدوں کے کفو نہیں اور صفحہ ۹۴ پر لکھا ہے کہ غیر کفو میں نکاح حرام اور زنا ہے۔
جواب: تو پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کا نکاح غیر کفو میں کیوں کیا؟ بقول مصنف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نسبی سید نہیں تو پھر فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مولیٰ علی (غیر کفو) سے کیوں کیا؟ کیا یہ سب نکاح نعوذ باللہ غلط تھے۔ نیز پھر حسنین کریمین نے اپنی بیٹیوں کے نکاح غیر کفو میں کیوں کیے؟ نیز حسن وحسین اور ان کی بیٹیوں کی اولاد مصنف کے نزدیک کیسی ہے؟ اور تا قیامت سادات کیسی اولاد ہے؟ مصنف صاحب اس کا علمی، تاریخی بحوالہ مدلل جواب دیں۔ خدا مصنف کو ہدایت دے اس نے تو سارے سادات کو ہی ناجائز کر دیا۔ کیا یہی محبت اہل بیت ہے؟ کسی نے سچ فرمایا بے وقوف دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔ یہی گستاخی اہل بیت ہے۔
(۱۹) صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ اگر لڑکی سیدہ ہے اور لڑکا غیر سید ہے تو نکاح ہی نہیں ہوگا کیونکہ غیر سید کسی سیدزادی کا کفو ہی نہیں ہے۔
جواب: یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ صرف سید ہونا کفو نہیں بلکہ نبی پاک کی قرابت داری ہونا کفو ہے۔ لہٰذا ہاشمی، قریشی، عباسی، مطلبی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ یہی مسئلہ تمام کتب فقہاء میں لکھا ہے۔ مصنف ان کتب سے جاہل ہے۔
(۲۰) صفحہ ۷۶۔۷۷ پر ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے انسان اور ولی کی تذلیل وتوہین ہے۔ اس لئے نکاح حرام کیا گیا۔
جواب: یہ قانونِ شریعت تمام مسلمانوں کے لئے ہے نہ کہ فقط سیدوں کے لئے۔ نیز بامر مجبوری ہر خاندان (سید، غیر سید) غیر کفو میں نکاح کر سکتا ہے۔ قرآن وحدیث، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے تمام کتب فقہ میں اس کے دلائل اور ثبوت موجود ہیں اور پھر جب کسی سخت مجبوری کے تحت والی وارث بھی راضی ہو تو تذلیل ولی اور توہین انسانیت کیوں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں رشتہ ازواج اور خاوند بیوی کو رب تعالیٰ نے احسان ومودت ورحمت فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ نے کسی بھی نکاح کو کہیں بھی ذلت اور توہین نہ فرمایا۔ مصنف کی یہ تمام کھینچا تانی فضولیات و لغو ہیں۔
(۲۱) صفحہ ۸۰ پر ہے کہ سید شہاب الدین بھی لکھتے ہیں کہ ہمارے سادات علوی حسنی حسینی کا یہ قدیم دستور رہا ہے اور اب بھی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے نکاح صحیح نسب میں کرتے ہیں۔
جواب: اس عبارت سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ طریقہ کوئی شرعی پابندی یا شرعی گرفت والا مسئلہ نہیں بلکہ ان کا اپنا رواجی دستور ہے ایسا رواج تو زمانوں سے ہر قوم قبیلے نے اپنایا ہوا ہے۔ خواہ اونچا خاندان ہو یا نیچا اور پھر جن سید اور غیر

سید لوگوں نے یہ رواج بنایا ہوا ہے وہ غیرت مند لوگ اپنے بیٹوں کا بھی نکاح باہر غیر کفو میں نہیں کرتے نہ ہونے دیتے ہیں۔ کفو کا یہ دستور بلکہ شرعی ضابطہ بھی لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے یکساں رکھا گیا ہے۔ مصنف کا یہ کتنا ظالمانہ مسئلہ ہے کہ لڑکا تو کھلا آزاد ہے جہاں چاہے کسی بھی نیچی غیر قوم سے نکاح کرتا پھرے بیوی بنا کر خاندان میں لائے مگر بیچاری لڑکی پر ظالمانہ پابندی کہ اگر سید اور کفو لڑکا نہ ملے یا لڑکی کو پسند نہ کرے تو لڑکی ساری عمر کنواری بیٹھی رہے۔ شریعت اسلامیہ ایسے ظلم کی پابندی نہیں لگاتی۔ یہ صرف مصنف کی کور نظری ہے یہ اندھا قانون حفاظت نسل نہیں بلکہ بیٹی کی بد دعائیں لینا ہیں اسی بے جا یک طرفہ ظلم کی وجہ سے اکثر لڑکیاں باغی ہو کر غیر کفو میں شادیاں کر لیتی ہیں اور احمق والی وارث سر پیٹتے رہ جاتے ہیں۔

(۲۲) صفحہ ۸۱ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ حسب نسب والی لڑکیوں کی شادی صرف کفو میں کرنے کی ہی اجازت دوں۔

جواب: اسی عبارت کو اگر مصنف عقل سے سوچتا تو یہ اتنی لمبی غلط کتاب نہ لکھتا۔ فاروق اعظم کے اس قول کہ ”میں چاہتا ہوں“ اور یہ قول کہ ”اجازت دوں“ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شریعت نے کوئی پابندی یا سختی نہ فرمائی بلکہ صرف بہتر یہ ہے کہ میں کفو سے باہر نکاح کی اجازت نہ دوں اگر یہ مسئلہ اور سختی قرآن کریم یا فرمانِ رسول سے ثابت ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اجازت کو اس میں شامل اور ذکر نہ فرماتے۔

(۲۳) صفحہ ۸۳ پر ہے غیر کفو میں نکاح حرام ہونے کی وجہ صرف ضرر (نقصان) ولی ہے۔

جواب: لہٰذا بات واضح ہوگئی کہ اگر نکاح غیر کفو میں ولی کا نقصان نہ ہوتا ہو تو نکاح جائز ہوا۔

(۲۴) صفحہ ۹۴ پر ہے کہ سیدہ کا غیر کفو میں نکاح نہیں بلکہ زنا ہے کیونکہ حسن بن زیاد نے اپنے ایک قول سے غیر کفو میں نکاح کو مطلقاً عدم جواز کا فتویٰ دیا۔

جواب: حسن بن زیاد کی روایت صرف سادات کے لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی ہر قوم کے لئے ہے۔ لیکن مصنف کھینچ تان کر کے صرف سادات کی لڑکیوں پر یہ پابندی لگاتا ہے۔ یہ اس کا ظلم بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر اور حسنین کریمین کے اپنے خاندانی عمل پر اعتراض بھی۔

(۲۵) صفحہ ۱۰۰ پر ہے کہ غیر کفو میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

جواب: لیکن اسی مصنف نے اسی کتاب کے صفحہ ۹۴ پر مطلقاً غیر کفو میں نکاح کو حرام و زنا لکھا ہے۔ ہر کم عقل انسان اسی طرح تضاد بیانیاں کرتا ہے۔

(۲۶) صفحہ ۱۳۴ پر ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت مولیٰ علی کا نکاح حضرت عمر سے نہیں ہوا۔ یہ من گھڑت روایت شیعوں کی ہے بلکہ حضرت علی نے اپنے بھتیجے عون بن جعفر سے منگنی کی تھی۔

جواب: حضرت ام کلثوم کا نکاح فاروق اعظم سے ثابت ہے صرف شیعہ اس کے منکر ہیں۔ رہا اس نکاح کی تاریخ

میں اختلاف ہونا اور مختلف اقوال ہونا تو صرف یہ بات حقیقت کے انکار کی وجہ نہیں ہوسکتی ایسی مخالفتیں اور مورخین کے مختلف اقوال تو اسلام کے بے شمار واقعات میں کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف و تاریخ ولادت میں بھی مختلف اقوال ہیں نیز جس مقصد کے لئے مصنف نے انکار کرتے ہوئے اتنا لمبا تانا بانا بنادیا وہ مقصد تو پھر بھی حاصل نہ ہوا کیونکہ جس طرح فاروق اعظم سے نکاح حرام تھا بقول مصنف اسی طرح جعفر کے بیٹے سے بھی نکاح حرام تھا کیونکہ نہ فاروق اعظم کفو نہ جعفر اور نہ ان کا بیٹا کفو، وہ بھی سید نہیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں نکاح کرنے کا ارادہ کیوں کیا؟ منگنی کیوں کی؟ یہ ارادہ بھی حرام ہونا چاہیے۔

(۲۷) صفحہ ۱۴۱ پر لکھا ہے ضرورت کے تحت غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔

جواب: اب آئے نا راہِ راست پر! بس بات صاف ہوگئی کہ جس ضرورت کے تحت اس وقت غیر کفو میں جائز تھا اب بھی اسی طرح ضرورت کے تحت جائز ہے۔ اب یہ کہنا غلط ہوگا کہ مطلقاً ہر حالت میں سید زادی کا نکاح غیر سید سے حرام ہے۔ مصنف کو اپنی پہلی بات سے توبہ کرنی چاہیے۔

(۲۸) صفحہ ۱۴۳ پر ہے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ غیر کفو کے نکاح کے بارے میں غیر مقبول ہے کیونکہ تفردات سے ہے یعنی انفرادی ہے۔

جواب: غلط ہے اعلیٰ حضرت نے کثیر دلائل کے ساتھ یہ مسئلہ لکھا ہے اور تمام فقہائے امت بھی ایسا ہی لکھتے ہیں اور پھر آپ کی تو ساری کتاب ہی تفردات سے بھری پڑی ہے کوئی سچا حوالہ نہیں۔ حوالے غلط، واقعات جھوٹے، استدلال کمزور یہ کتاب کیا ہے جھوٹوں کا پلندہ ہے۔

(۲۹) صفحہ ۱۵۹ پر ہے سادات کا ادب ضروری ہے۔

جواب: لیکن ادب کا طریقہ جداگانہ ہے اگر سید زادہ شاگرد ہو اور نالائق ہو یا شریر یا بدمعاش، چور ڈاکو بن جائے تو شریعت اور ملکی قانون مکمل طور پر اس پر جاری کئے جائیں گے۔ سرزنش۔ سزا حدود و تعزیرا اور تمام اصلاحی تدابیر ضرور جاری کئے جائیں گے بے مہار نہ چھوڑا جائے گا۔ صرف سید ہونے کی وجہ سے آزاد اور آوارہ نہ چھوڑا جائے گا۔ ہر سزا میں ارادہ اصلاح کا ہوگا نہ کہ ذلت کا۔

(۳۰) صفحہ ۱۶۵ پر ہے "یُرِیْدُ اللّٰہُ" کا معنیٰ ہے کہ اہل بیت کی تطہیر ہو چکی ہے ازل قدیم میں ہی۔ اور اس آیت میں اللہ نے "تطھیرا" مصدر فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت تمام پاکیزگیوں کے مصدر اور منبع ہیں کہ جتنے پاک ہونے والے ہیں وہ سب اہل بیت ہی کی وجہ سے پاک ہوں گے۔

جواب: ان دونوں باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مصنف صرف بے علم اور نحو، صرف، منطق فلسفہ کے قواعد علمیہ سے ناواقف ہی نہیں، قرآن کریم کی دیگر آیات کا بھی علم نہیں رکھتے کیا اسی جہالت کا نام محبت اہل بیت ہے۔ معلوم نہیں کہاں سے کوئی گرا پڑا قلم ہاتھ آ گیا کہ ملاں صاحب اہلِ قلم بن بیٹھے۔ قرآن مجید پارہ چھ سورہ مائدہ کی آیت ۶ میں بھی رب

تعالیٰ نے تمام تا قیامت مسلمانوں کے لئے ارشاد فرمایا وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ یہاں بھی "یُرِیْدُ" صفت باری تعالیٰ ہے جو قدیم ہے تو پتا چلا کہ تمام مسلمان بھی ازل میں پاک ہو چکے ہیں نیز ص ۹۵ پر نبی کریم ﷺ کی دعا درج ہے۔ جس میں آپ عرض کر رہے ہیں کہ یہ اہل بیت ہیں انہیں پاک فرمادے۔ نیز نحوی قواعد میں جب جملہ کے اندر مصدر آ جائے تو وہ مفعول مطلق ہوتا ہے اور صرف تاکید کے لئے ہوتا ہے مصدر و منبع بننے کے لئے نہیں۔

(۳۱) صفحہ ۹۵ پر یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد حضرت علی فاطمہ حسن و حسین ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (از روضۃ الصادی)

جواب: بالکل غلط روضۃ الصادی والا کاذب، شیعہ اور قرآن کریم سے جاہل ہے۔ رب تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا کہ "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ" اور اس کے بعد پورے رکوع میں جمع مونث غائب کے صیغے مذکور ہوئے۔ اب کوئی بہت ہی بدعقل و بدنصیب ہوگا جو یہاں حضرت علی و فاطمہ و حسنین مراد لے۔ کیا یہ حضرات "نِسَاءَ النَّبِیِّ" کے مصداق ہو سکتے ہیں؟ (توبہ! نعوذ باللہ) قرآن مجید میں کہیں بھی اہل بیت سے یہ چار حضرات مراد نہیں اور مراد لینا بھی بدترین گستاخی ہے۔ اصل اہل بیت ازواج پاک ہی ہیں یہ چار حضرات تو حدیث چادر کی وجہ سے بالتبع شامل کئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی پرورش میں تھے۔ مگر مصنف کی کم عقلی کا کیا کیا جائے کہ ہر لغو بات کو اپنا دین بناتے چلے جا رہے ہیں نیز مصنف کی کذب بیانی ہے کہ چادر کا واقعہ دو دفعہ ہوا بلکہ چادر میں لینے کا واقعہ ایک ہی دفعہ ہوا ہے۔

(۳۲) صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ بدعقیدہ سید بھی قابلِ تعظیم ہے۔

جواب: بالکل غلط۔ قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے۔ بدعقیدہ انسان نسل سے کٹ جاتا ہے اور اہل ہی نہیں رہتا۔ اگر کوئی سید بدعقیدہ ہو گیا تو وہ سید ہی نہ رہا۔ کیونکہ بدعقیدگی کفر ہے اور کافر سید نہیں رہ سکتا۔ کافر کو سید کہنے اور سمجھنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ تعظیم صرف مومن کی ہوتی ہے۔ دیکھو نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بدعقیدہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ"

(۳۳) صفحہ ۱۳۹ پر ایک سوال ہے کہ اگر سیدزادی کا نکاح صرف سید سے ہی ہو سکتا ہے تو پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک صاحبزادی سیدہ زینب کا نکاح حضرت ابو العاص سے اور سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے کیوں کیا؟ یہ دونوں مرد سید نہیں تھے۔ حقیقتاً اس کا جواب مصنف کے پاس نہیں ہے اس لئے گھبرائے اور لرزتے سے لگ رہے ہیں مگر مثل مشہور ہے کہ "ملاں آں باشد کہ چپ نشود" بولنا ضروری ہے۔ خواہ عقل اور دین بھی جاتا رہے۔ روتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم تو صرف سادات کے نسب اور کفو کی بات کر رہے ہیں۔ (ہم کو دائیں بائیں سے مت چھیڑو ورنہ ہمارا پردہ اتر جائے گا) آگے کہتے ہیں کہ یہ تینوں صاحبزادیاں سید ہی نہیں۔ معاذ اللہ!

جواب: ہم پوچھتے ہیں کہ کیا نبی کریم ﷺ سید ہیں یا نہیں اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو سید کی اولاد بھی سید ہی ہوگی۔ مصنف نے خود ص ۵۸ پر یہ بات مانی ہے اس قانون سے چاروں صاحبزادیاں ۱۔ زینب ۲۔ رقیہ ۳۔ ام کلثوم ۴۔ فاطمہ

اور نبی کریم ﷺ کے تینوں صاحبزادے ۱۔ قاسم ۲۔ طیب و طاہر ۳۔ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہم اجمعین اصلی نسلی خود بخود سید ہوئے۔ کیونکہ کسی والد کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ میرا بیٹا میری قوم و نسل سے ہے۔ بیٹا اور بیٹی ہونا ہی ہم قومیت و ہم نسلی ہے۔ جب یہ بات تسلیم ہے تو سوال برقرار ہے کہ نبی کریم نے اپنی تینوں نہیں بلکہ چاروں کا نکاح غیر کفو میں کیوں کیا؟ مصنف مذکور کے قانون سے تو حضرت علی بھی سید نہیں اور اگر مصنف یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ تو سید ہیں مگر آپ کی سب اولاد سید نہیں تو قاعدہ بنے گا کہ سید کی اولاد سید نہیں پھر حسنین کی اولاد بھی سید نہ ہوگی اور تا قیامت کوئی سید کہلانے کا حق دار نہیں رہے گا۔ لیکن اگر مصنف اپنی دیوانگی میں کہہ دے کہ نبی کریم سید نہیں جیسا کہ ان کا گستاخ قلم کئی جگہ اس طرح کی گستاخیاں کر چکا ہے تب ہم اس کفریہ عقیدہ والے سے پوچھیں گے کہ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس طرح سید ہوئے؟ ہمیں یقین ہے کہ مصنف اور اس کے کسی بھی تائید یے کے پاس دنیا بھر میں تا قیامت اس کا جواب نہیں ہے۔ لہٰذا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

(۳۴) صفحہ ۱۷۱ پر ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ کے سادات حسینیہ سے ان کے اظہار رفض کے باعث کدورت رکھتا تھا نبی کریم ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے کیا نافرمان بیٹا باپ کی طرف ہی منسوب نہیں رہتا؟ میں نے عرض کیا کہ منسوب رہتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ میرا ایک نافرمان بیٹا ہے۔ الخ

جواب: یہ واقعہ جھوٹا ہونے کے علاوہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اس میں سات کذب بیانیاں ہیں۔ ۱۔ پہلی یہ کہ یہ واقعہ کسی بھی کتاب میں نہیں ہے۔ ۲۔ یہ کہ کسی شیعہ نے اپنے تحفظ کے لئے گھڑ لیا ہے۔ اور اس مصنف نے اندھا بن کر مان لیا۔ ۳۔ ایسی جھوٹی خوابیں بنانے کا عام رواج بن گیا ہے۔ ۴۔ یہ کہ مدینہ منورہ میں کبھی بھی شیعہ نہیں رہے نہ حسنی نہ حسینی۔ یہ سب ایرانی پیداوار ہیں اگر کسی زمانے میں ہوں گے تو پوشیدہ رہتے ہوں گے۔ ۵۔ رافضی شیعہ صرف اہل السنّت سے تعصب نہیں کرتے بلکہ قرآن مجید اور اللہ رسول کے ہی مخالف ہیں۔ قرآن مجید کو مخلوط اور علی رب کا نعرہ لگاتے اور نبی کریم ﷺ سے افضل مانتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام پر بھول کر غلط جگہ وحی لانے کا کفریہ اتہام لگاتے ہیں۔ ۶۔ یہ کہ اس واقعہ میں لفظی غلطیاں بھی ہیں کہ پہلے سادات حسینیہ جمعہ کا لفظ پھر آگے لکھا ہے کہ ”یہ میرا ایک نافرمان بیٹا ہے یہاں واحد بولا گیا ہے۔ لفظ ”یہ“ اسم اشارہ قریبی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیٹا خواب میں کہیں قریب ہی تھا اس طرح کی لفظی ہیرا پھیری شان نبوت کے خلاف ہے۔ ۷۔ رافضیوں کی نافرمانی بیٹے باپ کی مثال نہیں بلکہ نبی کی نافرمانی ہے۔ عام باپ کی نافرمانی عام بیٹا کرے اس کو تو باپ بیٹے کی مخالفت کہہ کر درگذر کر دیا جا سکتا ہے مگر یہاں باپ عام شخص نہیں بلکہ اللہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ایسے باپ کی نافرمانی تو دین و ایمان تباہ کر کے رکھ دیتی ہے ایسی نافرمانی تو خود والد بھی معاف نہیں کر سکتا اور ایسے باپ کی نافرمانی کرنے والا بیٹا باپ کی طرف منسوب نہیں رہتا۔ ایسا ہی ایک نافرمان بیٹا اولاد نوح علیہ السلام میں بھی تھا۔ قرآن مجید نے قیامت تک اس قسم کے نافرمان بد عقیدہ بیٹوں کے لئے ایک اٹل قانون بنا دیا کہ ”اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ“ اے نبی! یہ بیٹا اب تمہارا اہل و آل نہ رہا۔

اب یہ بیٹا باپ کی طرف منسوب نہیں رہ سکتا۔ مصنف کی آنکھیں ان واضح آیتوں سے بھی بند ہی ہیں اور اپنی یہ کورچشمی کتاب لکھ کر بڑا شاداں و فرحاں نظر آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب اول تا آخر ہر ہر سطر میں غلط لغو بے سروپا اور جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ مصنف کو نہ علم نحو آتا ہے نہ علم صرف، نہ منطق، نہ فلسفہ کے قواعد نہ شرعی ضابطوں سے واقف نہ عام خاص سے واقف۔ قرآن مجید کی سمجھ تو پاس سے بھی نہیں گذری۔ ہر ہر مسئلہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ اپنی اس تحریر کے آخر میں مصنف کا محاسبہ اور گرفت کرتے ہوئے کچھ سوالات کے جوابات طلب کریں اور پھر اکابر علماء کے سامنے پیش کر کے اس کتاب اور مصنف کے بارے میں شرعی فتویٰ طلب کریں مگر کتاب کی بچگانہ عبارتیں عامیانہ باتیں قواعد علیہ کے خلاف کمزور دلیلیں دیکھ کر یہ ارادہ ترک کر دیا کہ جب کتاب ایسی اوٹ پٹانگ ہے کہ عام طالب علم بھی جس کی لغزشیں بھانپ لے اس کے محاسبے اور جواب طلبی میں وقت ہی ضائع کرنا ہے اور جواب بھلا دے بھی کیا سکتا ہے؟ سارا زور تو کتاب میں ہی ختم ہو گیا ہے۔ ایسے ایسے اہل قلم بھی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ خدشہ صرف ان سنیوں کی طرف سے ہے جو ایسی نقصان دہ کتابوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں صرف ان سنیوں کا مسلک و ایمان بچانے کے لئے ہی یہ تحریر لکھی گئی ہے۔

والله اعلم بالصواب وما علينا الا البلاغ

نوٹ: کتاب ہذا میں ابھی اور بھی غلطیاں ہیں جن کو بوجہ طوالت ترک کر دیا ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو دوسری قسط میں شائع کر دی جائیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے اپنے خود ساختہ کفو کے مسئلہ کو بچانے اور نبھانے کے لئے مندرجہ ذیل تقریباً دس گستاخیوں کا ارتکاب کیا اور ان کا ناجائز سہارا لیا۔

۱۔ نبی کریم ﷺ (معاذ اللہ) سید نہیں ہیں۔ ۲۔ اسی لئے ان کی پہلی تین صاجزادیاں بھی سید نہیں ہیں۔ ۳۔ اللہ کے دربار میں مولا علی کی محبت یعنی درجہ وفضیلت نبی کریم ﷺ سے بھی زیادہ ہے۔ ۴۔ کفو کے علاوہ سیدہ کا نکاح حرام اور زنا ہے۔ ۵۔ سیدہ زینب رقیہ، ام کلثوم کا نکاح غیر کفو میں ہوا۔ ۶۔ مولا علی بھی اصلی نسلی سید نہیں ہیں۔ ۷۔ سادات اور سیدزادیوں کا کفو ہاشمی، قریشی، مطلبی، عباسی، علوی نہیں ہے۔ سید کا نکاح صرف سید سے جائز ہے وہی کفو ہے بس۔ ۸۔ سید صرف حسنین اور ان کی اولاد ہے۔ ۹۔ اہل بیت صرف چار تن علی فاطمہ حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ ۱۰۔ حسنین کے باپ (مولیٰ علی) جیسا کوئی صحابی نہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ وفضیلت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی زیادہ ہے۔ یہ ہیں مصنفِ حسب ونسب کے چند رافضیانہ عقیدے۔ جن سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ان عقیدوں کے باوجود مصنف پھر بھی خود کو سنیوں کے سامنے سنی ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی عقیدہ رافضیوں کا پھر بھی سنی کا سنی۔ کھانا سنیوں کا اور گانا غیروں کا۔

اصل اسلامی شرعی اور فقہی مسئلہ

یہ تو تھے مصنف کے بغیر دلیل اور بغیر حوالہ باطل عقائد و نظریات جو اسلامی قرآنی نظریات کے بالکل خلاف ہیں۔ اسلام کے نظریات اور عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔ ان کے حوالے اور دلائل علمائے اہل السنّت سے پوچھے جا سکتے ہیں۔

۱۔ آقائے کائنات ﷺ اصل سید و منبع سیادت ہیں۔

۲۔ اس لئے آپ کی سب صلبی اولاد چار صاحبزادیاں تین صاحبزادے حقیقی نسلی خود بخود سید ہیں۔ ۳۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زبانِ نبوت نے خصوصی طور پر سید بنایا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اگر یہ خصوصی فرمان جاری نہ ہوتا تو حسنین نسلی سید نہ ہوتے۔ آپ کا نسلی سید ہونا دو فرمانوں کی وجہ سے ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا "اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ"

۲۔ آپ نے حسنین کے بارے میں فرمایا یہ میری ذریت اور عترت ہیں۔ ذریت عترت اور اولاد میں چھ طرح کا فرق ہوتا ہے۔ ذریت اولاد نہیں ہوتی۔ حسنین کریمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں اور نبی علیہم السلام کی ذریت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سب کائنات سے زیادہ اپنے محبوب نبی کریم سے محبت ہے مولیٰ علی سے محبت فاروق اعظم اور عثمان غنی کے بعد ہے۔ کفو کے اندر نکاح کرنا ہر مرد اور عورت کے لئے ضروری اور مستحب ہے خواہ کسی قوم کا، فرد ہوتا کہ ہر قوم اور قبیلہ درست رہے اور پہچان باقی رہے اور حکمت الٰہیہ "لِتَعَارَفُوْا" باقی رہے۔ یہ حکم صرف سیدوں کے لئے نہیں اور صرف لڑکیوں کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان عورت و مرد ہر ایک اس استحبابی پابندی میں شامل ہے۔ لیکن چونکہ عورت کوتاہ اندیش ہے اس لئے شریعت نے ولی وارث کی اجازت کی پابندی عائد کی ہے۔ بالغ عاقل لڑکے کے لئے نہیں۔ غیر کفو میں نکاح کرنا حرام یا زنا نہیں بلکہ مکروہ ہے یعنی شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ اگر کوئی عورت یا غیر عاقل لڑکا غیر کفو میں نکاح کر لیتا ہے تو وہ نکاح عاقل بالغ ولی کی اجازت پر معلق اور موقوف رہے گا جب ولی اجازت دے دے تو وہی نکاح درست ہو جائے گا۔ دوبارہ نکاح نہ کرنا پڑے گا اگر اجازت نہ دے تو ولی وارث تنسیخ کا دعویٰ کر کے مفتی اسلام یا عدالت سے فسخ کرا سکتا ہے۔ خاوند اگر طلاق نہ دے تو فسخ کے شرعی و عدالتی فیصلے سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ عدت خلوت صحیحہ گذار کر لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ معلق و موقوف نکاح کے دوران صحبت کرنا زنا نہیں بلکہ وطی بالشبہ ہے اس میں اولاد حلالی اور پاک و جائز ہوتی ہے۔ یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ سید ہو یا غیر سید...... سید حسنی و حسینی کا کفو ہاشمی، قریشی، مطلبی عباسی، علوی بھی ہیں۔ اور کسی بھی اونچے باعزت شریف نیک متقی عالم دین اہل عقل مرد بھی سیدزادی کا کفو ہو سکتا ہے۔ لیکن بدعقیدہ، گمراہ، کافر، دہریہ سید بھی سیدہ متقیہ کا کفو نہیں ہے.......... اہل بیت اطہار نبی کریم ﷺ حقیقی اور اصلی ازواج پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف ازواج کو اہل بیت فرمایا۔ ہاں البتہ گھریلو پرورش کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے مولیٰ علی، فاطمہ زہرا، حسنین کریمین کو بھی اہل بیت میں شامل کرنے کی دعا اور بارگاہ رب العزۃ میں درخواست پیش کی جو قبول ہوئی.......... حضرت سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ زہرا اور حسنین

کریمین کا نکاح، آپ کی صاحبزادیوں کے نکاح سب کفو میں ہوئے اور جائز اور طاہر ہوئے۔ مصنف "حسب ونسب" کا یہاں گھبرانا ان کی اپنی پہلے کم عقلی کی باتیں کر جانے کی وجہ سے ہے............ اگر اہل علم، اہل عقل نیک شریف والی وارث اپنی رضا اور رغبت سے کسی خاندانی تنگی و مجبوری کے باعث اپنی حقیقی سگی بیٹی سیدہ کا نکاح کسی اچھے باعزت غیر کفو میں کردے تو شرعاً نکاح درست و جائز ہے.......... حضرات صحابہ میں سب سے زیادہ فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھر باقی صحابہ کرام "رضوان اللہ عنہم"

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

بلا تاخیر توبہ کیجئے اگر سچے حقیقی اہل سنت ہو

قرآن وسنت کے احکام واضح ہیں۔ عقد در کفو اور عقد در غیر کفو میں حلت حرمت میں کوئی اشتباہ نہیں۔ جائز امور بھی واضح ہیں اور ناجائز بھی واضح۔ صدیوں کی بحث وتمحیص اور فتاویٰ کے باوجود معاشرہ میں ایک قدرتی نظام رائج ہے۔ ہر قبیلہ کی عموماً یہی کوشش ہوتی ہے کہ رشتے برادری اور کفو میں ہی ہوتے رہیں اور اکثر اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے اور اسے ایک خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ اور کفو کے اندر رشتوں کی حکمت اور کامیابی ایک ایسی حقیقت ہے کہ کتابیں کھنگالنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور نہ ہی رشتوں کے لین دین میں امور کفو کا مطالعہ یا چھان بین کی جاتی ہے۔ بلکہ اکثریت کو فقہاء کے بیان کردہ امور کفو کا علم ہی نہیں ہوتا۔ سادات کے علمی گھرانے بھی فتاویٰ میں گنجائش کے باوجود رشتوں کے لین دین میں کفو کا خیال رکھتے ہیں رشتے باہر نہیں۔ تم إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ۔ مگر مفتی مصنف صاحب! آپ نے سرکار دو جہاں ﷺ کی بناتِ ثلاثہ کو سیادت سے نکال کر کس کفو کی بنیاد رکھی اور آخرت کا کون سا ذخیرہ بنایا؟ سادات کی کفو سے علویوں، ہاشمیوں، عباسیوں اور قریشیوں کو نکالتے نکالتے تین سیدزادوں حضور اقدس کے گوشہائے جگر کو بھی نکال دیا۔ یہ تو وہابیوں کی نظیر ہے۔ غیر اللہ کے سوال سے روکتے روکتے اللہ کے حضور بھی مانگنے سے روک دیا۔ نماز جنازہ کے بعد اللہ سے کوئی دعا نہ کرو۔ نماز کے بعد کلمہ توحید افضل الذکر مت پڑھو۔ کہیں حماقت کے باعث آپ سے بھی تو دین رخصت نہیں ہو رہا ہے کہ اہل بیت کی تعریف کرتے کرتے اہل بیت کا انکار کر دیا۔ جو اصل بلافصل سیدزادیاں ہیں کاش یہ کتاب کوئی سید یا سید کی کفو کا کوئی شخص لکھتا جو کم از کم خونِ رسول کے احترام کا خیال رکھتا اور ہم نسب ہونے کی غیرت کھاتا مگر کتاب اس نے لکھی جس کا فتویٰ ہے کہ جو سید نہیں ہے وہ سید کے مقابلے میں خسیس ہے۔ اور مفتی غلام اپنے فتویٰ کی روشنی میں خود اسی زمرہ کے فرد ہیں ان سے خیر کی کیا توقع؟ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی سید کہلانے والے کا بھی یہی نظریہ ہو کہ بنات ثلاثہ سیدات نہیں تو اس کی سیادت بھی مکمل طور پر مشکوک ہے۔ اور اس کے آباء میں یقیناً کوئی غیر سید بھی گذرا ہوگا۔ ایسے گمراہ کن نظریات وعقائد اور تحریروں کی سوائے گمراہوں کے کون تائید کر سکتا ہے۔ ملا صاحب! توبہ کر کے اہل بیت کی شان میں ایک اور کتاب اس سے پہلے پہلے لکھئے کہ فرشتہ آپ کو آپ کے ٹھکانے تک

پہنچادے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

حسب ونسب جلد سوم کی غلطیوں کا جواب الجواب

سوال نمبر ا: جناب حضرت صاحب یہ ایک کتاب ابھی حال ہی چھپی ہے اس کا نام ہے حسب ونسب جلد سوم و چہارم اس کے ص ۲۱۱ پر ایک پمفلٹ کے اعتراضات میں چند اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ پمفلٹ چشتیہ ٹرسٹ کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ مصنف نے اس کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے کسی ندیم سپارک ہل برمنگھم یو کے کو سائل بنا کر سوال قائم کیا ہے سائل لکھتا ہے کہ جناب مفتی صاحب ایک چند ورقی رسالہ بنام سلب ونصب پڑھا لکھنے والے نے اپنا نام ونسب ظاہر نہیں کیا۔ شاید اس کا اپنا نہ کوئی نام ہے اور نہ ہی نسب۔ اس نے آپ کی کتاب حسب ونسب پر چند لغو اور بے ہودہ قسم کے اعتراض کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص علمی دولت سے بے بہرہ ہے اور یہ اعتراض آپ کی خدمت میں ارسال ہیں امید ہے آپ ان کے تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔ العارض ندیم۔ برمنگھم۔ مصنف کتاب کا یہ وہ کھلا جھوٹ اور تقیہ بازی ہے جو اس خود ساختہ سوال کی سطر سطر سے ظاہر ہے وہ اس طرح ہے کہ یہ مصنف سوال قائم کرتا ہے کسی ندیم کے نام سے۔ حالانکہ چشتیہ ٹرسٹ کا وہ پمفلٹ میں نے خود اس مصنف کتاب کے ہاتھ میں پکڑایا تھا۔ پھر کئی بار کہا تھا کہ مجھ کو اس کے جوابات سمجھائیں مگر ہر بار مصنف صاحب ٹال گئے۔ اب دو سال بعد اپنی اس کتاب کی جلد سوم میں جواب دے رہے ہیں وہ بھی ہر اعتراض کا جواب نہیں صرف چند کا دیا ہے۔ فرمایا جائے کہ اس میں خود ساختگی کو کذب بیانی کہا جائے یا رافضی تقیہ بازی۔

جواب: اس سوال میں تین باتیں قابلِ گرفت ہیں پہلی یہ کہ مصنف کا نام نہ ہونے کی وجہ سے اتنا بڑا جذباتی گمان کہ شاید اس کا اپنا نہ کوئی نام ہے اور نہ کوئی نسب دنیا میں بہت سی مطبوعہ کتب ہیں جن پر نام نہیں لکھا ہوتا۔ پھر نسب تو خود مصنف کی کتب میں بھی اس کا نہیں لکھا تو کیا یہ کہنا مناسب ہے کہ اس مصنف کا کوئی نسب نہیں ہے۔ نیز علم الصرف کی ابتدائی کتاب میزان الصرف پر مصنف کا نام نہیں لکھا۔ آج تک کوئی نہیں جانتا کہ میزان الصرف کا مصنف کون ہے ایسے ہی علم النحو کی مشہور کتاب کافیہ۔ برسوں تک اس کے مصنف کا نام لوگ نہ جان سکے۔ اب چند برس پہلے کسی نے لکھا ہے کافیہ کا مصنف ابن حاجب ہیں۔ مصنف کے خود ساختہ سوال کی اس بدگمانی کا اس کے سوا کیا جواب ہوسکتا ہے کہ حال پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ جذباتِ مخالفانہ میں بہہ کر اتنی جلدی کوئی فیصلہ مناسب نہیں۔ دوم یہ کہ سائل ان اعتراض کو لغو اور بے ہودہ کہتے ہوئے یہ اندازہ بھی لگا لیتا ہے کہ معترض علمی دولت سے بے بہرہ ہے۔ تو پھر اس سائل کو تسلی بخش جوابات کی ضرورت کیا تھی۔ اس دوغلے پن سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ خود یہ تحریر بنانے والا بے عقل ہے۔ سوم یہ کہ سائل کا نام۔ معاذ اللہ محمد ندیم رکھا ہے حالانکہ لفظ ندیم ندمٌ سے مشتق ہے اسم صفت مشبہ ہے ندامت سے اس کا ترجمہ ہے کسی جرم پر سخت شرمندہ ہونے والا۔ المنجد عربی میں اس کے سات معنیٰ بیان کئے گئے ہیں۔ نادم، ندیم، ندام، نادمون، ندم، ندامۃ، ندما، ان تمام لفظوں کا معنیٰ ہے خجل، خجالت، حزن، تاسف، تحسر، اسی طرح لغات المعجم ص ۱۷۸ پر

ہے کہ نادم و ندیم بمعنی شرمندہ مجرم، مَا يُحْمَلُ عَلَى النَّدَامَةِ وَالْخَجَالَةِ بعض لغات نے لکھا ہے کہ ندامت بمعنی شرمندگی جرم پر، اور ندیم بمعنی شرمندہ، اور ندیم مصاحب و ہمنشین مع الشرب والقمر یعنی ندیم کا معنیٰ ہے شرابیوں اور جواریوں کا ساتھی وہم نشین، یعنی بروں اور مجرموں کا ساتھی، قرآن مجید میں لفظ نادمین پانچ جگہ اور لفظ ندامت دو جگہ ارشاد ہوا، ان سب جگہ یہ لفظ کفار اور کفر کی حالت کے لئے ہی بولا گیا ہے، چنانچہ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳۱ نمبر (۲) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۲۵ نمبر (۳) سورۃ المومنون آیت نمبر ۴۰ نمبر (۴) سورۃ الشعراء آیت نمبر ۵۲ نمبر (۵) سورۃ الحجرات آیت نمبر ۶ اور لفظ ندامت نمبر (۱) سورۃ یونس آیت نمبر ۵۴ نمبر (۲) سورۃ سبا آیت نمبر ۳۳۔ غرضکہ یہ لفظ ہر جگہ برے معنیٰ کے لئے ہی بولا گیا ہے۔ یہ مصنف مذکور عالم دین ہونے کا دعویدار ہے اور اس کو اس لفظی گستاخی کا بھی پتہ نہیں۔ معاذ اللہ لفظ محمد کے ساتھ ندیم لکھتے ہوئے اس کا قلم نہیں کانپا۔ عرب و عجم کے عوام و خواص میں کسی نے یہ نام نہیں رکھا۔ اب اس دور کے بعض جاہل پنجابیوں نے یہ منحوس لفظ کا نام رکھ لیا تو کم از کم مدعیان علم کو تو اس گستاخی سے بچنا بچانا چاہیے۔ اب اندازہ لگایا جائے کہ جب ایک سوال بنانے میں اتنی علمی کمزوریاں ہیں تو معترض کے جوابات کا کیا حشر ہوگا۔ مصنف مذکور نے چشتیہ ٹرسٹ کے اعتراضات کو تو گھر بیٹھے بستر پر لیٹے لیٹے لغو اور بے ہودہ کہہ دیا۔ اور معترض کے بے نام و نسب کی بد گمانی کے ساتھ علم سے بے بہرہ کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ سب اعتراض نہایت عالمانہ اور مسلکِ اہلسنت کے بالکل مطابق ہیں۔ مصنف مذکور نے جو ان میں سے چند کا جواب دیا ہے وہ نہایت کمزور اور غلط ہے۔ بعض جگہ تو مصنف اپنی کم علمی میں وہ اعتراض سمجھ ہی نہ سکا اور لایعنی جواب جڑ دیا۔ اگر مصنف سنی ہوتا اور سنیت کی نگاہ سے ان اعتراضات کو دیکھتا اور تحقیق علمی میں کچھ عار محسوس نہ کرتا تو بجائے لغو کہنے کے اعترافِ غلطی کرتا۔ بہر حال سائل کے کہنے پر میں جواب الجواب غلطیوں کی نشان دہی کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ شاید اصلاح ہو جائے یا اپنی غلطیوں کو درست ہی ثابت کر دیں اگرچہ اس کا مجھے یقین نہیں کیونکہ آج سے چند سال پیشتر جب میں نے مصنف مذکور کے فتاویٰ برطانیہ کی کثیر علمی غلطیاں نکالی تھیں اور تحریراً برادرانہ محبت میں مخفی اطلاع دی تھی تب بھی بجائے اعتراف یا علمی جواب دینے کے مغلظات سے بھرپور جواب مجھے بھیجا تھا۔ اور جب میں نے جواب الجواب میں مزید علمی غلطیوں کے ساتھ سابقہ غلطیوں سے آگاہ کرتے ہوئے علمی جواب یا اعتراف کا مطالبہ کیا تو اس کا جواب آج تک وصول نہ ہوا، پھر اس کے بعد ان کی کتاب حسب و نسب دوم میں سیدزادی کے نکاح اور فاروق اعظم کے نکاح اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ بننے اور اہل بیت کو علیہ السلام کہنے کے ناجائز ہونے کا مسئلہ لکھ کر ان کو بھیجا اور جواب مانگا تو بھی آج تک ان مسائل و دلائل کا جواب بھی مجھے وصول نہ ہوا حالانکہ میری وہ تمام تحریریں ابھی تک ان کے پاس موجود ہیں واپس بھی نہ کیں۔ اس بنا پر اب بھی مجھے ان کی طرف سے جواب یا اعتراف کی یقینی امید نہیں مگر میں اتمام حجت کے لئے اب بھی یہی اصلاح چاہتے ہوئے جواب یا اعتراف کا منتظر رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ سائل صاحب یہ تحریر مصنف مذکور تک ضرور پہنچائیں گے۔ لہٰذا آپ سائل مذکور مصنف مذکور کا ایک ایک جواب پڑھ کر مجھے سنائیں اور میری طرف سے جواب الجواب لکھتے جائیں پھر فوٹو

کاپی کرا کر اصل اپنے پاس اور ایک کاپی مجھے دیں اور ایک کاپی اس تمام تحریر کی من وعن ان کو دستی پہنچائیں۔ ہم اس تحریر کی اشاعت سے پہلے تقریباً چھ ماہ انتظار کے بعد اس کو شائع کریں گے۔ اس سے پہلے بغرض اصلاح مخفی رکھیں گے۔

سوال نمبر ۲: چشتیہ ٹرسٹ پمفلٹ کے ص ۴ پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ حسب ونسب نمبر ا کے ص ۳۲ پر لکھا ہے کہ اگر سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہو تو اختلاطِ خون ہے۔ چشتیہ معترض جواباً اعتراض کرتا ہے کہ یہ اختلاطِ خون تو تب بھی ہے جب سید لڑکا غیر سید لڑکی سے کرے گا مگر اس نکاح کو جائز لکھا۔ مصنف نے جلد سوم میں اس کا بالکل جواب نہ دیا۔ نیز مصنف مذکور ان تمام اعتراضات کو غیر شائستہ زبان بھی لکھ رہا ہے۔ فرمایا جائے اس جوابی اعتراضات میں کیا غیر شائستہ زبان ہے۔

جواب: جاہل وکم علم لوگوں کا یہ عام اور مشہور طریقہ ہے کہ جس اعتراض کا جواب سمجھ وعقل میں نہ آئے بن نہ پڑے تو اس کو لغو و بے ہودہ اور غیر شائستہ کہہ دیا جان چھڑانے اور بچانے کا یہ بہت آسان طریقہ ہے۔

سوال نمبر ۳: اعتراض نمبر دو حسب ونسب جلد سوم کے ص ۲۱۲ پر لکھتا ہے۔ حضور کی تین بیٹیاں سیدہ زینب۔ سیدہ رقیہ۔ سیدہ ام کلثوم کی کوئی اولاد نہیں۔ لیکن اگلے ص ۲۱۳ پر لکھتا ہے حضور ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں تمام صاحبزادے بچپن میں فوت ہوگئے اور حضرت زینب کا ایک لڑکا ہوا جس کا نام علی تھا وہ فوت ہوگیا اور ایک لڑکی امامہ تھی۔ اس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا ان کے ہاں ایک لڑکا محمد اوسط پیدا ہوا یہ بھی فوت ہوگیا۔ حضرت رقیہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ ہے یہ چھ سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ مصنف کہتا ہے جب یہ فوت ہوگئے تو سید کیسے ہوئے۔ یہ ص ۲۱۲ پر انکارِ اولاد اور ص ۲۱۳ پر اقرار کرنا کیا یہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد والا مظاہرہ نہیں ہے۔ اس جواب کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔ جہالت کی کوئی انتہا ہوتی ہے معترض تو مجسمہ جہالت ہے (فرمایا جائے کیا یہ شریفانہ زبان ہے) نیز اس مصنف کی رفضیت کہ خاتون جنت کو سلام اللہ علیہا لکھتا ہے اور دوسرے صاحبزادے یا صاحبزادی مقدسہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عنہا تک لکھنے کے لئے قلم نہ پھوٹا۔ اور ص ۲۱۴ پر لکھتا ہے کہ لہٰذا سید صرف وہ ہوئے جو کہ خاتونِ جنت کے صاحبزادے یا آگے ان کی اولاد ہے۔ آگے مصنف علامہ سیوطی کی عبارت میں رافضیانہ توڑ موڑ کرتا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے وہ نہیں بلکہ وہ ہے جس طرح عام رافضیوں اور مرزائیوں کی عادت ہے۔

جواب: مصنف نے معترض کے اس مضبوط اعتراض کو سمجھا ہی نہیں ہے اور نہایت کمزور بے سمجھی کا اوٹ پٹانگ جواب دے مارا معترض کا کہنا یہ ہے کہ حضرت سیدہ زینب اور ان کا بیٹا علی زینبی اور ان کی بیٹی سیدہ امامہ اور حضرت سیدہ امامہ کا بیٹا محمد اوسط اور سیدہ رقیہ اور ان کا بیٹا حضرت عبد اللہ بن عثمان اور سیدہ ام کلثوم اور تین صاحبزادے یہ دس افراد اولادِ نبی سید ہیں یا نہیں۔ اور اگر ان کی نسل چلتی اور زندہ رہتی تو کیا سید ہوتی۔ کیا زندہ رہنا اور نسل چلنا سید ہونے کی نشانی ہے۔ مصنف کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت زینب رقیہ، ام کلثوم کی نسل نہ چلی۔ اور ان بناتِ النبی

کی اولاد زندہ رہی اگرچہ تین بنات سیدات ہوئیں نہ علی زینبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ عبداللہ بن عثمان۔ نیز مصنف مذکور علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں اپنا ذہنی اختراع پیدا کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ علامہ سیوطی کی عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہاں نسبتِ رسولی اولاد ونسلی ہونے کے لحاظ سے ہے نہ کہ بیٹا بیٹی ہونے کی وجہ سے۔

میں کہتا ہوں عجیب احتقانہ اختراع وافتراء کی وگوہ پھیلر ہے۔ ارے خدا کے بندے اولاد اور نسل ہی تو بیٹا بیٹی ہوتی ہے اور بیٹا بیٹی ہی تو نسل واولاد ہوتی ہے۔ مزید حماقت یہ کہ زندگی اور نسل چلنے کو سید ہونے کا اس مصنف مذکور نے معیار بنایا ہے۔ اس کے اس خود ساختہ معیار و نشان سے تو امام علی اصغر عباس علمدار، علی اکبر بھی سید نہ ہوئے بلکہ اگر تا دیر زندہ رہنا معیار سیادت ہو تو امام حسن بھی جلدی فوت ہو گئے اور امام حسین بھی پس بقولِ مصنف فوت ہوتے ہی ان کی سیادت ختم اور جب سیادت ختم نسبت رسولی بھی ختم مصنف کے واہیات استنباط و معیار سے تو تا قیامت جس سید کی نسل نہ چلے یا فوت ہو جائے تو مرتے ہی سیادت ختم نسبتِ رسولی ختم۔ یہ تھا اس مصنف مذکور کا اختراعی و افترائی جواب مگر اہل سنت کا عقیدہ و مسلک یہ ہے کہ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ خود سید اور آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں اصلاً نسلاً خود بخود قانوناً سید ہیں یعنی اصلی سید۔ کیونکہ نسل نبوی صرف یہ سات افراد ہیں۔ اولاد ہی نسل ہوتی ہے عموماً بھی قانوناً بھی مگر اولاد کی اولاد مثلاً پوتا پوتی کو نسل و اولاد نہیں کہا جاتا۔ بلکہ نسلِ ذریت کہا جاتا ہے۔ اسی بنا پر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے پوتے کو ولد خود نہیں کہہ سکتا اگر کہے یا لکھے گا تو حرام و گناہ ہوگا۔ مثلاً خالد کا بیٹا ہے عامر اور پوتا ہے زید۔ تو زید کو زید ولد خالد لکھنا اور کہنا حرام ہے۔ بلکہ زید بن عامر ہی کہا اور لکھا جائے گا۔ ایسے ہی جب عرف میں لفظ ابن کی اضافت ولدیت کے معنیٰ میں ہوگی تو بھی زید بن خالد کہنا حرام ہے۔ زید بن عامر ہی کہا اور لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ ولد اور ابن بمعنیٰ ولد صرف اولاد کو ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور اولاد صرف بیٹا بیٹی ہے نہ کہ پوتا پوتی۔ پوتا پوتی کو ذریت کہا جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِيْ صُلْبِهٖ وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ هٰذَا۔ یعنی صُلْبِ عَلِی آقا ﷺ نے اَوْلَادِ كُلِّ نَبِيٍّ یا اَوْلَادِیْ نہ فرمایا۔ اس حدیث مقدس کی بنا پر فاطمہ زہرہ اور مولیٰ علی کی مشترکہ اولاد نبی کریم ﷺ کی صرف ذریت ہے نہ کہ اولاد حسن و حسین اور ان کی ہمشیرگان اولاد صرف فاطمہ زہرہ اور مولیٰ علی کی ہی ہیں۔ اس لئے حسن ولد محمد رسول اللہ ﷺ اور حسین ولد محمد رسول اللہ ﷺ یا حسن بن رسول اللہ ﷺ یا حسین بن محمد مصطفیٰ ﷺ کہنا و لکھنا حرام گناہ و گستاخی عظیم ہے۔ حسن بن علی و حسین بن علی ہی کہا جائے گا۔ حضرت امام حسین و حسین کا ذریت محمدی ہونا بھی قانونی و عمومی نہیں بلکہ اس حدیث مقدس کی وجہ سے ہوئی ورنہ اصل اولاد بیٹا بیٹی اور اصل ذریت پوتا پوتی ہوتے ہیں۔ نواسہ نواسی نہ اولاد نہ ذریت۔ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصی اختیاری صفت ہے کہ آپ کے نواسے نواسیاں ہی آپ کی ذریت بنا دی گئیں۔ یہی حال بیٹی کی عمومی اولاد کا ہے کہ اگر کوئی نانا اپنے نواسے یا نواسی کو گود لے کر متبنیٰ بنا لے تب بھی نواسے نواسی کو ولدِ خود یا ابنِ خود اور بنتِ خود نہ کہہ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے۔ خیال رہے کہ عرفِ عام میں لفظ ابن پانچ طرح مستعمل ہے۔ نمبر(۱) ولد کے معنیٰ میں

نمبر (۲) مربوب کے معنیٰ میں یعنی جو شخص کسی شخص کی پرورش میں ہو اور عمر میں چھوٹا ہو تو اس کو ابن کہا جا سکتا ہے نمبر (۳) شاگرد مرید خادم و غلام وغیرہ کو شفقتاً ابن کہنا جائز ہے نمبر (۴) ہر چھوٹے رشتے دار مثلاً بھانجہ، بھتیجا، یا ہر چھوٹے بچے کو ابن کہنا جائز، ابن بمعنیٰ ذریت جیسے بنی اسرائیل بنی آدمی وغیرہ، آقائے کائنات حضورِ اقدس ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا کہ، اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ میرا یہ ابن سید ہے، وہاں مربوبیت و رشتے داری کا عرف عام استعمال ہی مراد ہے نہ کہ اولادیت یا ذریت اس طرح دن رات عام استعمال ہے غرضکہ نبی کریم آقائے کائنات حضورِ اقدس ﷺ کی اولاد صرف سات افراد ہیں۔ چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے۔ اور یہی اصل سید ہیں قانوناً بھی رواجاً بھی۔ اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ جیسے کہ پٹھان کا بیٹا خود بخود اصلی پٹھان ہے باپ کہے یا نہ کہے۔ ایسے ہی نبی کریم ﷺ ذکر فرمائیں یہ نہ فرمائیں سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ اور سید ابراہیم، سید قاسم، سیب طیب عبد اللہ طاہر۔ بس یہ ہی اصلی قانونی نسلی اولادی سید ہیں یہاں تو اظہار اور بیان کی بھی ضرورت نہیں لیکن امام حسن و حسین اور ان کی بہنیں نبی کریم ﷺ کے خصوصی شان و اختیار سے سید بنائے گئے اگر وہ فرمانِ نبوی نہ ہوتا کہ جَعَلَ اللّٰہُ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ ھٰذَا تو یقیناً امام حسن و حسین ہرگز سید نہ ہوتے۔ یہی حکم شرعی اہل بیت میں ہے کہ اصل اہل بیت بحکم قرآنی صرف بیوی ہے بلاواسطہ۔ اور اولاد کا اہل بیت ہونا بالواسطہ اور دوسرے نمبر پر ہے۔ لیکن داماد کا اہل بیت ہونا یہ خصوصی اختیار سے بناتا ہے۔ یہ تیسرے نمبر پر ہے ایسے ہی ذریت کو اہل بیت کہنا خصوصی شان مختاری ہے۔ اگر کوئی مردود العقل شخص یہ بات نہیں مانتا تو یہ اس کی ابلیسیت ہے یہ سب قوانینِ شرعی عام مشہور و بدیہی آسان و مروج ہیں۔ مصنف مذکور صاحب نہ جانے کس جنگل میں پھر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ صحابہ سے آج تک کبھی کسی نے امام حسن و حسین کو حسن ابن محمد یا حسین ابن محمد نہ کہا نہ لکھا۔ ہمیشہ آج تک حسن ابن علی و حسین ابن علی ہی کہا و لکھا جاتا ہے۔ خود مصنف بھی یہ گستاخانہ جرات نہیں دکھا سکتا۔ نہ کوئی ثبوت دے سکتا ہے۔ اور باوجودیکہ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ ھٰذَا والا ارشاد موجود ہے پھر بھی کبھی کسی نے امام حسن و حسین کو پوتہ رسول نہ لکھا نہ کہا۔ نواسہء رسول ہی مروج و مشہور ہے اس لئے کہ امام حسن و حسین قانونی ذریت نہیں بلکہ اعزازی و اختیار خصوصی سے ذریت بنے اگر مصنف مذکور صاحب اب بھی اپنے متعصبانہ موقف پر قائم رہیں تو جواباً ہر چیز کا کتب احادیث مشہورہ سے ثبوت پیش کریں۔ خلاصہ مسلک اہلسنت یہ کہ مندرجہ سات افراد سے اصلی تا ابد نسبتِ رسولی قائم جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ بوجہ اولادیت و بیٹا بیٹی کے سیدات صاحبزادیوں کی اولاد نہ ذریتِ رسول نہ ساداتِ رسول ہاں البتہ رشتہ نواسیت سے نسبتِ رسولی ان سے بھی تا ابد قائم ہے اور امام حسن و حسین سے بوجہ ذریت نسبتِ رسولی اس طرح نسبت رسول پانچ قسم کی ہوئی نمبر (۱) نسبتِ رسولی اولادیت (۲) نسبتِ رسولی نواسیت (۳) نسبتِ رسولی ذریتہ اور (۴) ہر مومن سے نسبتِ رسولی حسبیت اور (۵) ہر داماد و سسر و ساس و زوجات سے نسبتِ رسولی صھریت۔ نسل چلنے کو بنیادِ اولادیت اور بیٹی بیٹا ہونے کی بنیاد بنانا تو بالکل احمقانہ قول ہے جس کا موجد و بانی صرف یہی مصنف ہے یا اس کے سلف بولیں۔

سوال نمبر ۲۰: معترض چشتیہ نے مصنف پر اعتراض کیا کہ ذریت کا معنی نسل ہے نہ کہ اولاد۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ذریت بمعنی اولاد ہے معترض کا مطالبہ ہے کہ حدیثِ پاک سے ثبوت دو کہ ذریت بمعنیٰ اولاد ہے۔ اگر ذریت اور اولاد ایک چیز ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس طرح ارشاد فرماتے جَعَلَ اَوْلَادِیْ فِیْ صُلبِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ مصنف اس اعتراض کا جواب جلد سوم کے ص ۲۱۵ پر دیتے ہیں مگر حدیث سے اولادی یا ذریت بمعنیٰ اولادی کا کوئی ثبوت نہیں صرف چند مصنفین کی کتب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذریت بمعنیٰ اولاد ہے ان میں مشہور عربی کتب صواعق محرقہ اور جامع صغیر ہے باقی کتب کچھ کتب شیعہ ہیں کچھ غیر مشہور۔ مذکور مصنف لکھتا ہے کہ سب محدثین مترجمین مفسرین ذریت کا معنی اولاد کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی جہاں کہیں قرآن مجید میں لفظ ذریت آیا ہے اس کا ترجمہ اولاد کیا ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ کتب عقائد میں ہے کہ حضرت قاسم، حضرت عبد اللہ حضرت ابراہیم سے امام حسن و حسین کا درجہ بڑا ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ دوسری صاجزادیوں سے افضل ہیں بلکہ آپ دنیا و آخرت میں تمام عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔ مگر یہ مصنف اس جگہ اپنے ان عقیدوں پر کسی کتاب کا حوالہ یا احادیث سے ثبوت نہیں دیتا۔ صرف اتنا لکھا ہے جیسے کہ پہلے گذرا۔ حالانکہ اس نے اسی جلد نمبر ۳ کے ص ۱۶۱ پر یہ عقیدہ لکھا ہے مگر وہاں بھی معتبر حدیث یا مشہور حدیث پاک کا حوالہ نہ دیا صرف ایک روایت بیان کر کے اتنا لکھا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ فاطمہ زہرہ کا درجہ سب سے برتر و افضل ہے۔

جواب: معترض کا اعتراض بہت مضبوط اور مطالبہ بہت درست ہے۔ مصنف مذکور یا اس کی سلف و خلف برادری یا کوئی بھی شخص تا قیامت نہ صحیح جواب دے سکتا ہے نہ مطالبہ پورا کر سکتا ہے۔ مصنف کے جواب سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بچے کے ہاتھ میں قلم پکڑا دیا گیا ہے ایسے کمزور اور پھسپھسے جوابات سے تو وقت ضائع کرنا اور ورق کالے کرنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ خیال رہے کہ تمام اہلِ لغت ذریۃ کا معنی نسل و خاندان اور اولاد کا معنی حقیقی بیٹا بیٹی جو والد کے نطفے اور والدہ کے پیٹ سے مولود ہو۔ کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ ذریۃ انتیس آیٰت میں اور لفظ ولد پینتیس اور لفظ اولاد تیئیس آیات میں ارشاد ہوا ہے۔ مگر ہر جگہ ہی ذریۃ بمعنیٰ جدی پشتی نسل یعنی اولاد کی اولاد۔ اور ولد سے مراد حقیقی بیٹا اور اولاد کا معنیٰ حقیقی سگے بیٹے بیٹیاں ہیں کم سے کم علم رکھنے والا جب معمولی عقلی تفکر سے ان آیات کا مطالعہ کرے تو بخوبی اس لغوی فرق کو جان جاتا ہے اس لئے کہ لفظ ذریۃ ذروٌ سے مشتق ہے جس کا ترجمہ ہے بکھرنا۔ اور بکھرتی وہ چیز ہے جو کثیر ہو۔ اسی وجہ سے اولاد کی اولاد در اولاد کو ذریۃ کہا گیا کہ وہی کثرت میں ہوتی ہے اور ملکوں و علاقوں اور نسلوں خاندانوں میں بکھرتی ہے ایک دو بیٹا بیٹی کیا بکھرے گی اور اس کو لغتاً ذریت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

ایسے ہی لفظ اولاد جمع ہے ولد کی اور ولد مشتق ہے ولد سے جس کا لغوی ترجمہ ہے نطفہ اور رحم مادر سے مولود ہونا۔ جنم لینا۔ اسی بنا پر اصطلاحاً و رواجاً و شرعاً صرف پیٹ کی مولودہ اور نطفے کی جنمی کو ہی ولد اور اولاد کہا جا سکتا ہے نہ کہ پوتے پوتی کو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی دادا کا بیٹا اس کے سگے بیٹے کی بیوی کے پیٹ سے جنم لے۔ ایسا تو کہنا بھی گالی

ہے۔ مصنف مذکور کا پتہ نہیں کیوں دماغ چل گیا ہے کہ اتنی سی آسان بات بھی سمجھ نہیں آ رہی۔ مصنف نے معترض کا جواب دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ذریت کا معنیٰ اولاد ہے دس کتابوں کا حوالہ دیا مگر سب کتب نے مصنف کی تکذیب کی کسی نے تصدیق نہ کی سب نے اسی حدیثِ مقدس کو نقل فرمایا کہ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيِّ فِيْ صُلْبِهِ وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبِ۔ نہ تو کسی کتاب نے ذریت کا معنیٰ اولاد کیا اور نہ کسی سند سے ذریۃ کی بجائے متن حدیث میں اَوْلَادِ كُلِّ نَبِيِّ یا اَوْلَادِی فِیْ صُلْبِ عَلِیٍّ لکھا۔ نہ کوئی اس طرح ان لفظوں کی روایت ثابت کر سکتا ہے نہ صواعق محرقہ نہ جامع صغیر نے نیز مصنف نے لکھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی ہر جگہ ذریت کا ترجمہ اولاد کرتے ہیں۔ یہ بھی مصنف کی کذب بیانی ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت نے ذریت کا ترجمہ کبھی نسل کیا ہے اور کبھی بچے کیا ہے اور کبھی اولاد اور ذریت بمعنیٰ اولاد بھی اعلیٰ حضرت کے نزدیک ترجمہ نہیں بلکہ تفسیری مفہوم ہے۔ وہ بھی یہ سمجھانے کے لئے کہ لفظ اولاد اور لفظ ذریت میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر اولاد ذریت بلکہ ذریت کی چابی ہے مگر ہر ذریت اولاد نہیں۔ اعلیٰ حضرت کے اس تفسیری مفہومی ترجمہ سے بات بالکل ثابت ہوگئی کہ آقا ﷺ کی چار صاحبزادیاں تین صاحبزادے اولادِ حقیقی بھی ذریت بھی نسل بھی خاندان بھی اس لئے ان کو چار طرح نسبتِ رسول کی سعادت حاصل لیکن امام حسن و حسین کو صرف ایک سعادتِ ذریت رسول ہونے کی حاصل اسی ایک وجہ سے نسبتِ رسولی حاصل اس نسبت کی یہ خصوصی شان ہے کہ تا قیامت جاری۔ یہ شانِ حقیقی اولاد کو نہ ملی اور اولادِ بنات نہ اولادِ نبی نہ ذریت نبی نہ نسلِ نبی۔ وہاں صرف نواسیت سے نسبت رسولی ہے۔ بات صاف ہوگئی کہ امام حسن و حسین اولادِ نبی نہیں اولادِ علی ہیں۔ مگر ذریۃ نبی ہیں۔ ذریۃ علی نہیں لہٰذا فاطمہ زہرہ بنتِ نبی قائم مقام ابن نبی اور امام حسن و حسین نواسۂ رسول قائم مقام پوتۂ رسول۔ اسی چار اور ایک کی نسبت رسولی کی بنا پر اولادِ نبی افضل ہوئی امام حسن و حسین سے ظاہر ہے کہ چار نسبتیں ایک نسبت سے زیادہ ہیں مگر مصنف اور اس کے سلف و خلف اکابر افضلیت اور فضیلتوں کی ایسی بندر بانٹ کر رہے ہیں گویا افضلیت و فضیلت ان کے گھر کی شیرینیاں ہیں یہاں تو مصنف اپنے گھریلو خود ساختہ عقائد سے بستر پر لیٹے لیٹے فضیلتوں کی بے ثبوتی بے دلیلی بے حوالہ بوچھاڑ کر رہا ہے اور اسی جلد نمبر ۳ کے ص ۴۰۶ پر لکھتا ہے کہ شریک حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتا تھا گویا کہ فضیلتوں کا کوٹہ اور فضیلت دینے کا ٹھیکہ اسی شریک کے پاس ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، مگر اہل سنت نہ ان گھریلو رافضیانہ فضیلتی تقسیم کو مانتے ہیں نہ ان خود ساختہ گھریلو عقائد کو۔ مسلکِ اہلسنت نہایت صاف واضح اور مضبوط و مدلل ہے کہ فضیلت و افضلیت دینا صرف اللہ رسول کا کام ہے اللہ رسول کے سوا کوئی شخص بھی کسی کو فضیلت نہ دے سکتا ہے نہ چھین سکتا۔ آیٰت و احادیث سے جن کی فضیلت واضح ہے بس وہی افضل ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ بجز انبیاء کرام علیہم السلام کوئی بھی شخص اپنے والدین مسلمان سے افضل نہیں ہو سکتا اگرچہ صحابی ہو یا تابعی تبع تابع عالم یا غوث و قطب۔ افضلیت کے متعلق قرآن و حدیث سے جو دلائل حاصل ہوتے ہیں اس کی مختصر تفصیلی فہرست اس طرح ہے کہ عورتوں میں حضرت مریم پھر حضرت خدیجہ کبریٰ پھر

عائشہ صدیقہ پھر ازواج مطہرات پھر تین صاحبزادیاں پھر فاطمہ زہرہ پھر تین صاحبزادے۔ پھر امام حسن پھر امام حسین پھر اولاد و بنات علی پھر ابابکر کی اولاد پھر تا قیامت سادات اور مردوں میں تمام خلق سے افضل بعد الانبیاء صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولی علی پھر باقی صحابہ پھر تابعی پھر تبع تابعی پھر سادات تا قیامت پھر اولیا پھر علماء ان کے دلائل کتب فقہ و عقائد میں لکھے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مصنف مذکور اپنی اسی کتاب نمبر ۳ کے ص ۱۶۱ پر ذخائر عقبی ایک گمنام کتاب کے ص ۴۲ کے حوالے سے ایک موضوع روایت نقل کر کے ذہنی اندازہ لگاتا ہے کہ فاطمہ زہرہ تمام صدیقوں سے افضل و برتر ہے مگر یہ روایت اس لئے بھی غلط ہے کہ اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس طرح کہنا جائز نہیں کیونکہ سلام کہنا دعا ہے اور اللہ تعالیٰ دعا دینے سے پاک ہے حدیث پاک میں ایسا نہیں کہا جا سکتا ثابت ہوا کہ یہ روایت بناوٹی ہے۔

سوال نمبر ۵: معترض نے کہا کہ کفو کا کتب فقہ میں سب مسلمانوں کے لئے حکم ہے نہ کہ صرف عرب اور سادات کے لئے جواب میں مصنف نے تین باتیں کیں، نمبر (۱) کہ عجمیوں نے اپنا اپنا نسب ضائع کر دیا ہے اور یہ عجمیوں کے نسبی شجرے اصلی نہیں ہیں بلکہ بناوٹی ہیں اور عربوں کے صحیح ہیں۔ دوم یہ کہ ایک بلا حوالہ و ثبوت روایت بیان کی لکھتا ہے کہ حضور نے خود ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان پھر انسان کے دو فرقے کئے عرب اور عجم اور مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا (الخ)۔ نیز عجم نے اپنا نسب ضائع کر دیا۔ کے لئے مصنف نے چار حوالے پیش کئے نمبر (۱) شرح وقایہ جلد دوم ص نمبر ۲۶ اور نمبر (۲) زیلعی شرح کنز جلد دوم ص نمبر ۱۲۹ اور نمبر (۳) بحر الرائق جلد سوم ص نمبر ۱۴۰ (۴) طحطاوی ص ۴۲۔ سوم یہ کہ ہم کفو ہونا عجمیوں کے لئے نہیں ہے صرف عربوں کے لئے ہے کیونکہ عربوں کے نسب صحیح ہیں۔ معترض کا یہ اعتراض بھی درست ہے مگر مصنف مذکور کا جواب بہت کمزور ہے اور تینوں باتیں غلط ہیں۔ مصنف کا یہ کہنا کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے اور جو نسبی شجرے ہیں وہ اصلی نہیں ہیں مصنف مذکور کی یہ بات اتنی احمقانہ ہے کہ ہر شخص اس کی تکذیب کرتا ہے۔ مصنف مذکور کا یہ کہنا کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر دیئے قطعاً غلط اور احمقانہ بات ہے اور چار حوالے بھی غلط معلوم ہوتے ہیں کیونکہ میں نے شرح وقایہ میں یہ حوالہ نہ پایا۔ اگر درست بھی ہو تو یہ کتابوں کے مصنف اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے ساری دنیا کے عجمیوں کے شجرات نسبی کو کس طرح جان سکتے ہیں اور مصنف کا ایسی لایعنی باتوں پر یقین کر لینا احمقانہ مطلب پرستی کے سوا اور کچھ نہیں شیعہ رافضیوں کی ایسی مطلب پرستی مشہور زمانہ ہے پٹھانوں کا شجرہ محفوظ ہے۔ بنی اسرائیل کا محفوظ ہے۔ شیخ برادری کے نسبی شجرے محفوظ ہیں۔ اسی طرح مغلوں کے شجرے محفوظ ہیں یوسف زئی پٹھانوں کا شجرہ حضرت بنیامین ابن یعقوب علیہ السلام تک خود میرے پاس موجود ہے کیونکہ میں خود یوسف زئی پٹھان وطناً گردیزی ہوں۔ اگر عجمی قوم اور قبائل کے نسبی شجرات محفوظ نہیں ہیں تو قومی قبائلی نام کس طرح زندہ رہ سکتا ہے اور کوئی شخص اپنے آپ کو مغل یا پٹھان یا شیخ یا راجہ یا اسرائیلی یا ٹوانہ یا جنجوعہ وغیرہ کس طرح کہہ سکتا ہے بلکہ عجمی سیدوں کے شجرے ضائع اور مشکوک ہیں۔ اس کی

دلیل یہ کہ عجم کا ہر سید گھرانہ اپنے خاندان و برادری کے علاوہ ہر دوسرے سید گھرانے کو جھوٹا سید کہتا پھر رہا ہے۔ بخاری ترمذی کو اور ترمذی بخاری کو عراقی سید، ایرانی سید کو اور ایرانی عراقی کو یعنی علی پوری سید مودی پوری سید کو جھوٹا سید سمجھتا ہے اور مودی پوری علی پوری کچھوچھوی سید مراد آبادی سید کو اور مراد آبادی کچھوچھوی سید کو بناوٹی سید کہتا پھر رہا ہے مگر کوئی بھی عجمی سید بجز چند افراد کے اپنے پر یہ بناوٹ کا الزام دور کرنے کی کوشش و ہمت نہیں کرتا۔ بخلاف دیگر عجمی قوم و قبائل کے کہ نہ ان میں یہ الزام تراشیاں ہیں نہ افراتفری جس سے ثابت ہوا کہ عجمی سیدوں کے شجرے محفوظ نہیں رہے اور مصنف کا اپنی زبان سے یہ کہنا کہ عجمی شجرے اصلی نہیں بناوٹی ہیں یہ کذب بیانی کے علاوہ نسلی گستاخی بھی ہے۔ مصنف کے پاس اصلی اور بناوٹی کے پرکھنے کی کونسی کسوٹی ہے۔ مصنف صرف اپنے شجرے کو بناوٹی کہہ سکتا ہے دوسروں کے شجرات کو نہیں کہہ سکتا۔ بستروں میں دبک کر ایسی باتیں لکھ ڈالنا درست نہیں ہیں۔ مصنف نے عرب کی فضیلت میں ایک بے حوالہ روایت کو حدیث کا درجہ دے کر بیان کیا ہے وہ روایت درایتاً غلط ہے قرآن مجید کی سورۃ حجرات آیت نمبر ۱۳ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے خلاف ہے نیز ایک مشہور حدیث ہے کہ اسلام میں گورے کو کالے پر، امیر کو غریب پر عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ مصنف کی پیش کردہ روایت اس حدیث مشہورہ کے خلاف ہے۔ مصنف کی پیش کردہ روایت میں مطلقاً ہر عرب کو ہر عجم پر فضیلت دی گئی ہے حالانکہ دیگر احادیثِ مشہورہ میں نجد کی برائی فرمائی گئی جبکہ نجد بھی عرب ہی ہے اور بعض عجمی علاقوں کی تعریف فرمائی مثلاً ہند سے ایمانی کی خوشبو اور فارس سے علم کے خزانوں کا ذکر ہے۔ اور ان احادیث کی روشنی میں شارحین فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اترا ہے حجاز میں پڑھا گیا مصر میں اور سمجھا گیا عجم میں۔ بعض نے لکھا ہند میں مصنف کو چاہیے کہ ایسی جاہلانہ کاذبانہ باتوں سے توبہ کرے اپنی عاقبت خراب نہ کرے۔ اس جواب میں مصنف کی تیسری بات بھی غلط ہے لکھتا ہے کہ ہم کفو ہونا عجمیوں کے لئے نہیں ہے صرف عربوں کے لئے ہے کیونکہ صرف عربوں کے نسب صحیح ہیں مصنف کی یہ بات بھی قرآن مجید آیات اور احادیث پاک کے فرمودات اور فقہاء کے ارشادات کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث وفقہ سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان عورت کے لئے کفو لازم ہے نمبر (۱) سورۃ نور کی ابتدائی آیات کفایت کا ہی حکمی وجوبی اشارہ فرما رہی ہیں نمبر (۲) ابن ماجہ شریف ص ۱۴۲ پر ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَیَّرُوْا لِنُطْفِکُمْ وَانْکِحُوا الْاَکْفَاءَ وَاَنْکِحُوْا اِلَیْھِمْ۔ ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ اپنے نطفوں کو اچھا بناؤ اور نکاح کرو کفو میں اور نکاح کی پیشکش بھی ان کفو کی طرف ہی کرو۔ نمبر (۳) فتاویٰ عقود الدرایہ جلد دوم میں ص ۲۰۲ پر ہے اَلْکِفَاءَۃُ لَازِمَۃٌ لِکُلِّ امْرَاَۃٍ مُسْلِمَۃٍ وَالْکِفَاءَۃُ فِیْ سِتَّۃِ اَشْیَاءٍ فِی الدِّیْنِ وَالنَّسَبِ وَالْحِرْفَۃِ وَالْحُرِّیَّۃِ وَالدِّیَانَتِ وَالْمَالِ عَرَبِیَّۃً کَانَتْ اَوْ عَجَمِیَّۃً۔ ترجمہ: ہر مسلمان عورت کے لئے کفو میں نکاح ہونا لازمی ہے عربیہ ہو یا عجمیہ ہو اور کفو میں چھ چیزوں کو برابر ہونا یا خاوند میں برتر ہونا ہے۔ اسلامی دین ہونا۔ خاندانی نسب میں۔ نمبر (۳) خاندانی کاروبار میں۔ نمبر (۴) آزاد

ہونے میں خلاصیت نہ ہو۔ نمبر(۵) خاندانی شرافت وقار میں۔ نمبر(۶) مال و دولت میں۔ نمبر ۴ فتاویٰ میں قاضی خان جلد اول ص ۳۳۵ پر ہے وَاِنْ لَمْ یَکُنْ کُفُوًا لَا یَجُوْزُ النِّکَاحُ اَصْلًا۔ ترجمہ: کسی مسلمان عورت کا بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح جائز نہیں قطعاً نمبر ۵ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۹۲ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ اِنَّ النِّکَاحَ لَا یَنْعَقِدُ بِغَیْرِ الْکِفَایَةِ۔ ترجمہ: امام اعظم سے مروی ہے کہ بغیر کفو نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا نمبر ۶ فتاویٰ شامی جلد دوم ص ۳۲۰ پر ہے فَتُعْتَبَرُ فِی الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ دِیَانَةٌ اَیْ فَلَیْسَتْ فَاسِقٌ کُفُوَ الصَّالِحَةِ اَوْ فَاسِقَةٍ بِنْتِ صَالِحٍ مُعْلِنًا کَانَ اَوْ لَا۔ ترجمہ: عرب وعجم کی مسلمان عورتوں کے لئے کفو کی دیانت وتقویٰ معتبر مانا گیا ہے۔ لہٰذا فاسق مرد صالحہ عورت کا کفو نہیں بن سکتا ایسے ہی نیک متقی باپ کی غیر نیک بیٹی کا کفو بھی فاسق مرد نہیں ہو سکتا۔ مُعْلِنْ یعنی فاسق ظاہری ہو یا پوشیدہ۔ اسی فتاویٰ میں ہے تُعْتَبَرُ الْکِفَایَةُ لِلُزُوْمِ النِّکَاحِ عَلٰی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ۔ اور فتاویٰ درمختار میں ہے یُفْتٰی فِیْ غَیْرِ الْکُفُوِ بِعَدَمِ جَوَازِهٖ۔ ترجمہ: لزوم نکاح کے لئے کفو ہونا واجبی معتبر ہے ظاہر روایت کے فرمان سے دُرِّمختار میں ہے۔ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ ہر مسلمان عورت کا غیر کفو میں نکاح نا جائز ہے۔ ایسے صاف اور واضح فرمودات کے ہوتے ہوئے مصنف کی لغو باتیں بیان کرنی قرآن وحدیث کی مخالفت کے علاوہ یہ ثابت کر رہی ہیں مصنف قرآن وحدیث سے بالکل ناواقف و بے تعلق ہے۔

سوال نمبر۶: معترض نے مصنف پر اعتراض کیا کہ انبیاء کرام اور ملائکہ معصومین کے علاوہ کسی بھی شخص کے لئے علیہ السلام یا سلام اللہ کے الفاظ بولنے شرعاً نا جائز ہیں یہی مسلکِ اہلسنت ہے مگر مصنف یا تو خود شیعہ رافضی ہے یا شیعہ نواز ہے مصنف مذکور اپنی اسی کتاب جلد سوم کے ص ۲۱۷ پر جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ معترض غلط کہتا ہے۔ ائمہ اہلبیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام اہل سنت کا طریقہ ہے۔ شیعہ کا نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر۔ علامہ نظام الدین شاشی حنفی۔ ابن حجر مکی۔ علامہ ابراہیم قندوزی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہم تمام لکھتے ہیں کہ اہل بیت کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز ہے۔ معترض چونکہ ناصبی اور خارجی ہے اس لئے انکار کر رہا ہے۔ اس کا جواب کیا ہے نیز بتایا جائے کہ رافضی خارجی اور ناصبی وشیعہ کون لوگ ہیں۔

جواب: یہ جواب بھی مصنف کی کذبیات اور کم فہمی کا ثبوت ہے مصنف نے اس جواب میں تین جھوٹ بولے اولاً یہ کہ علیہ السلام لکھنا اہل سنت کا طریقہ ہے۔ دوم یہ کہ شیعہ کا نہیں۔ سوم یہ کہ علامہ فلاں فلاں اور محدث دہلوی وغیرہم نے علیہ السلام لکھنا جائز لکھا ہے۔ یہ تینوں باتیں قطعاً جھوٹ ہیں نہ یہ جواز اہل سنت سے ثابت نہ ان بزرگوں نے جائز لکھا چونکہ مصنف مذکور ان عبارتوں کو اپنی آنکھوں پر بندھی پٹی کے باعث سمجھ ہی نہ سکا اس لئے کبھی اوٹ پٹانگ اور کبھی توڑ موڑ کرتا ہے۔ آج سے کئی ماہ پیشتر ہم نے مصنف کے فتاویٰ کا مکمل تردیدی جواب کئی صفحات پر کثیر دلائل کے ساتھ لکھ کر مصنف کو دستی پہنچایا تھا اور جواب الجواب یا رجوع کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر آج تک مصنف جواب الجواب نہ دے سکا۔ مختصراً یہ کہ جن پانچ بزرگوں کا یہ نام لیتا ہے ان میں سے کسی نے بھی علیہ السلام کے جواز کو بیان نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف

لکھتے ہیں کہ غیر نبی پر سلام بھیجنا جائز ہے بشرطیکہ دعائیہ ہو۔ تحیہ نہ ہو اور نہ ہی تفضیلیت کے طریقے پر ہو۔ مصنف یہاں توڑ موڑ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تحیہ اور تفضیلیت کی نیت سے نہ ہو۔ یعنی علیہ السلام ہو مگر تحیۃ و تفضیلیت کی نیت نہ کرو۔ یہ توڑ پھوڑ اور نیت کا شوشہ مصنف کی اپنی طرف سے ہے ہم نے اس کا بھی جواب دیا تھا کہ اسلام میں صرف نیت کوئی چیز نہیں بلکہ اسلام ہر عبادت میں عملی طریقے کی تعلیم اور عملی نمونے کا ہی حکم دیتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت ظاہر پر ہے نہ کہ مافی الضمیر پر نیت باطنی چیز ہے عمل ظاہری چیز اگر نیتوں پر ہی کفایت کرنا کافی ہوتا تو مصنف قسم کے لوگ عبادات کا حلیہ بگاڑ دیتے۔ اسی عملی طریقے کے مطابق ان مذکورہ بالا بزرگوں نے سلام بھیجنے کے چھ لفظ مقرر فرمائے۔ نمبر (۱) السلام علیکم نمبر (۲) سلام علیکم نمبر (۳) اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (۴) سلام علی فلاں نمبر (۵) سلام اللہ علی فلاں نمبر (۶) علیہ السلام ان لفظوں میں شرعاً حکماً فرق ہے۔ پہلے چار الفاظ سے سلام بھیجنا دو قسم کا ہے پہلا لفظ ہر مسلمان کے لئے ہر ملاقات میں جائز۔ دوسرا سلام ہر مسلمان کو بعد وفات تیسرا لفظ۔ ہر مسلم اور غیر مسلم کو بھی عمومی دعاء ہدایت کے ساتھ مثلاً اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کے لفظوں سے غیر مسلم کو سلام جائز ہے۔ چوتھا لفظ مسلمان علماء اولیاء اور صحابہ و اہل بیت پر سلام بھیجنے کے لئے جیسے کہ علامہ نظام الدین شاشی حنفی نے اپنے خطبے میں لکھا۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَحْبَابِہٖ پانچواں اور چھٹا لفظ صرف حضرات معصومین کے لئے وقف ہے اور کائنات مخلوق میں معصوم صرف انبیاء کرام اور ملائکہ ہیں۔ کوئی اہل بیت کوئی صحابی عام ولی فقیر بچہ جوان بوڑھا معصوم نہیں ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ کہ سلام بھیجنے کے پہلے چار لفظ دعائیہ ہیں اور دوسرے دو لفظ۔ تحیۃ و تفضیلیۃ والے خبریہ ہیں۔ پہلے چار کا ترجمہ ہے تم پر یا فلاں پر میری طرف سے سلام ہو۔ لیکن دوسرے دو لفظوں کا معنیٰ ہے کہ فلاں پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ علیہ السلام کا بھی معنیٰ یہ ہے کہ اس پر سلامتی ہے۔ اور شرعی مسئلہ ہے کہ ہر شخص اپنا سلام تو کہہ سکتا ہے مگر کسی کا سلام بلا اس کی اجازت نہیں کہہ سکتا مثلاً بغیر زید کی اجازت میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی طرف سے تم کو سلام ہو یا ہے اگر بلا اجازت کہے گا تو کذب بیانی ہوگی۔ ایسے ہی سلام اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کی سلامتی علیہ السلام کا معنیٰ یہ ہے کہ اس پر سلامتی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تو ہم کو اجازت نہیں دی تو ہم اپنی طرف سے یہ جھوٹ کس طرح بول سکتے ہیں۔ ہاں البتہ معصومین کی معصومیت نے ہمیں بتایا کہ معصومین کی ہر چیز محفوظ اور سلامتی والی ہے۔ اور یہ حفاظت و سلامتی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اس لئے صرف معصومین کو سلام اللہ بھی کہہ سکتے ہیں علیہ السلام بھی۔ دیگر غیر معصومین کے لئے ایسا کہنا جائز نہیں بلکہ کذب بیانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اہلسنت ائمہ اہلبیت کے لئے علیہ السلام و سلام اللہ کہنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ مصنف نے کہا کہ شیعہ کا طریقہ نہیں ہے۔ یہ بھی مصنف کا جھوٹ ہے ہم نے حوالوں سے ثابت کر کے پہلے فتوے میں لکھا کہ یہ صرف شیعوں کا طریقہ ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ خارجی ناصبی رافضی۔ شیعہ کسے کہتے ہیں اس کا تفصیلی جواب تو بہت دراز ہے یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ خارجی ناصبی ایک نام ہے اور شیعہ و رافضی ایک نام ہے جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گستاخی کریں وہ شیعہ و رافضی ہیں اور جو لوگ یزید پلید بے دین ظالم و فاسق کی تعریف و ثنا

کریں معنازی [illegible] لیا۔

سوال نمبر ۷: معترض نے مصنف پر اعتراض کیا۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (الخ) کی مصنف نے غلط تفسیر کی جواب میں مصنف بغیر کسی کتاب و عبارت کے اپنی تائید میں تین بزرگوں کے نام لیتا ہے۔ نمبر (۱) علامہ قرطبی نمبر (۲) علامہ اسماعیل حقی نمبر (۳) امام ابن جریر لکھتا ہے انہوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہی اتری ہے۔

جواب: یہ بات بھی مصنف کی محض فرضی معلوم ہوتی ہے اسی لئے نہ کتاب کا نام نہ عبارت کا نشان۔ کچھ بھی نہیں۔ نیز اگر ان مصنفین نے تائیداً یہی لکھا ہے تب بھی غلط ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان بزرگوں نے کسی پاگل جاہل کا قول نقل کر کے تردید کی ہوگی مصنف نے سیاق وسباق سے آنکھیں بند کر کے اپنے لئے سہارا بنا لیا۔ حالانکہ یہ قول عقلاً نقلاً درایتاً روایتاً ہر طرح غلط ہے مقصد اور خواہ مخواہ کی کھینچا تانی ہے جو مصنف آیت تطہیر کے سیاق وسباق کو توڑ سکتا ہے وہ یہاں خوف خدا کب کرے گا۔ لہٰذا یہ ان بزرگوں پر اتہام ہے۔

سوال نمبر ۸: مصنف اپنی اسی کتاب جلد سوم کے ص ۲۱۸ پر معترض کے اس اعتراض کا جواب دیتا ہے کہ بقول معترض مصنف نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھ سے بھی زیادہ محبت ہے۔ اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ ہم نے حسب ونسب میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں لکھا جس کا حوالہ نہ ذکر کیا ہو۔ آگے لکھا ہے کہ علامہ احمد علی شبلی مصری اپنی کتاب السیدہ زینب میں لکھتے ہیں کہ وَاللّٰهِ لِلّٰهِ اَشَدُّ حُبًّا لَهُ مِنِّي۔ آگے لکھتے ہیں کہ صواعق محرقہ ص ۱۵۴ پر بھی یہ حدیث ہے اور اب بدحواسی کے عالم میں الٹ پھیر کر کے اس عربی عبارت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بہرصورت حدیث کا یہ معنیٰ ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ جو میری محبت علی سے ہے اس میری محبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت علی سے زیادہ ہے۔ وہ معنیٰ نہیں ہے جو معترض نے کم علمی سے سمجھا۔ مصنف مذکور کی وہ مطلبی بناوٹ جو اب یہاں جلد سوم میں لکھی ہے وہ جلد اول میں نہیں ہے وہاں ص ۶۳ پر لکھتا ہے کہ خدا ان کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔ از رشفة الصادی ص ۷۰ لیکن یہاں جلد سوم میں لکھتا ہے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس تضاد بیانی سے ظاہر ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

جواب: مصنف مذکور نے اس جواب میں نہایت بدحواسی اور معذرت خواہانہ رویہ اپنایا اور محبت علی والی حدیث کا معنیٰ پیش کردہ عربی عبارت کے خلاف ہے کیونکہ اَشَدُّ حُبًّا لَهُ مِنِّي کا ترجمہ ہے۔ زیادہ شدید محبت ہے اس کے لئے مجھ سے مصنف نے جلد اول میں یہی ترجمہ کیا ہے۔ معترض نے اسی پر گرفت کی اور گرفت شرعاً درست ہے۔ مصنف کا اب جان بچاتے ہوئے پینترہ بدلنا اور کہنا کہ یہ معنیٰ نہیں بلکہ یہ معنیٰ ہے غلط ہے کیونکہ اگر روایت کا وہ معنیٰ ہوتا جو اب مصنف بیان کر رہا ہے تو عربی الفاظ اس طرح ہوتے۔ وَاللّٰهِ لِلّٰهِ اَشَدُّ حُبًّا لَهُ مِنْ حُبِّي۔ کیا مصنف کو عربی کا اتنا بھی علم نہیں ہے۔ نیز صواعق محرقہ میں مجھے یہ روایت نہیں ملی نہ ص ۱۵۴ پر نہ سیاق وسباق میں اور کتاب سیدہ زینب کا مصنف شبلی

مصری مجہول انسان ہے نمعلوم شیعہ ہے یا غیر شیعہ۔ اور کتاب رشفۃ الصاوی کا مصنف تو غالی تبرائی شیعہ ہے مصنف مذکور کا ان کتابوں کے حوالے دینا خود مصنف کو مشکوک کر رہا ہے۔ نیز مصنف کا یہ کہنا کہ میں نے کوئی بات ایسی نہ لکھی جس کا حوالہ نہ دیا ہو۔ یہ ایسا ہی متکبرانہ جملہ ہے جیسا کہ ایک مناظرے کے دوران ایک مغرور شاہ نے کہا تھا کہ میں ہر بات کتاب کی زبان سے کرتا ہوں تو فوراً اس کو جواب دیا گیا تھا کہ آپ تو کتاب کی زبان بولتے ہیں مگر کتاب آپ کی زبان نہیں بولتی نہ آپ کی تائید کرتی ہے۔ اسی طرح مصنف کا حال ہے کہ کوئی کتاب کوئی حوالہ بھی مصنف کا ساتھ نہیں دیتا۔ ہر جاہل مغرور کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے کفریات بک دیئے اور گرفت کی گئی تو کہنے لگے کہ یہ مطلب نہیں تھا وہ مطلب تھا میرا مافی الضمیر یہ نہیں تھا بلکہ یہ تھا۔ چرا کارے کند عاقل۔ کہ باز آید پشیمانی۔

سوال نمبر ۹: مصنف مذکور اسی کتاب نمبر ۳ کے ص ۲۱۹ پر لکھتا ہے کہ معترض الا سببی و نسبی والی حدیث کو درست نہیں کہتا۔ اور اس کے مقابل عالم۔ حافظ قاری شہید کی شفاعت کا دعویدار ہے۔ آگے مصنف اس غلط انداز میں پیش کردہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کا بھی نسب نفع نہ دے گا۔ بجز نبی کریم ﷺ کے نسب کے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ ان کے نسب فائدہ نہیں دیں گے معترض کا قاری۔ حافظ شہید کے بارے میں کہنا کہ وہ بھی قیامت میں شفاعت کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے فضل اعمال کے لحاظ سے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ اپنے نسب کے لحاظ سے شفاعت نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کو نسب فائدہ دے گا۔ فرمایا جائے کیا یہ جواب درست ہے۔

جواب: بالکل کمزور اور غلط جواب ہے۔ معترض کا اعتراض بھی غلط انداز میں پیش کرتا ہے معترض کا اعتراض و موقف درست ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم حافظ قاری شہید وغیرہم نیک متقی مسلمان اپنے گناہگار اہل نسب کی شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت سے ان کے قربتداروں نسب والوں کو ان کے یہ نسب قیامت میں فائدہ دیں گے یہاں تک کہ کچا بچہ بھی اپنے والدین گنہگار کی شفاعت کرے گا جو قبول ہوگی۔ مشکوۃ شریف ص ۲۹۴ پر باب الشفاعت فصل دوم میں بروایت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ میری امت میں سے کوئی شخص اپنے کنبے کو بخشوالے گا اور کوئی اپنے پورے قبیلے کو اور کوئی اپنے عصبات قرابت داروں کو کوئی صرف ایک شخص کی شفاعت کرے گا حتی کہ وہ سب رشتے دار جنت میں داخل ہوں جائیں گے۔ رواہ الترمذی۔ سوال یہ نہیں کہ وہ عالم قاری شہید کس سبب سے شفاعت کا حق پائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ کس کی شفاعت کریں گے اور اس عالم و قاری و حافظ و شہید کی شفاعۃ ان کے نسب کے کام آئی یا نہ آئی۔ اگر آئی تو نسب منقطع کب ہوا۔ اگر حافظ قاری شہید صرف فضل اعمال سے شفاعت کریں گے اور نسب کا دخل نہ ہو تو چاہئے کہ اغیار کی شفاعت کریں نہ کہ صرف اہل نسب کی نیز معترض اس حدیث اِلَّا حَسْبِیْ وَ سَبَبِیْ کا منکر نہیں۔ نہ روح المعانی کی عبارت ناصبیت اس پر طاری و جاری ہوتی ہے بلکہ معترض کو مصنف کی کم علمی واضح ہوگئی ہے بقول معترض مصنف کو اس حدیثِ مقدس کی سمجھ ہی نہ آئی اور بے سمجھی سے اپنے لفظوں میں

صرف نسبی۔ نسبی کی رٹ لگا رہا ہے۔ اِلَّا سَبَبِیْ کے لفظوں پر غور ہی نہیں کرتا حالانکہ ہر روایت و ہر سند میں اِلَّا سَبَبِیْ کے لفظ پہلے ہیں نسبی کے بعد میں۔ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ بارگاہ نبوت میں سبب مقدم ہے نہ کہ نسب یعنی نسب نبوی جب کام آئے گا جب سبب نبوی پہلے قائم ہو۔ اگر سبب قائم نہیں رہا تو نبوی نسبیت کام نہ دے گی اور منقطع ہو جائے گی۔ مصنف بچارے کو پتہ ہی نہیں کہ سببیت کیا چیز ہے۔ تَفَقُّهُ فِى الدِّيْنِ ہوتا تو پتہ ہوتا۔ حدیث مقدس میں ارشاد ہے كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ۔ ترجمہ: قیامت میں ہر دین کا رشتہ اور نسب کا رشتہ ٹوٹ جائے گا مگر میرے دین اسلام کا رشتہ اور میرے نسب کا رشتہ نہ ٹوٹے گا۔ یعنی دنیا میں ہزاروں دین ہزاروں نسب ہیں۔ قیامت میں کوئی دین کسی دین والے کو کام نہ دے گا مگر میرا دین جو از آدم علیہ السلام تا قیامِ قیامت ہے دین والے مومن سے بروز قیامت منقطع نہ ہوگا۔ ایسے ہی غیر مسلموں کے نسب بھی منقطع مگر میرے مومن رشتے داروں کا نسب بھی منقطع نہ ہوگا۔ غرضکہ مقصدِ حدیث پاک یہ بیان کرنا ہے کہ اگر کسی کا سببی یعنی دینی تعلق میرے ساتھ قائم ہے اور وہ میرا نسبی بھی ہے تو اس کو قیامت میں دوہرا فائدہ۔ دینی بھی، نسبی بھی اور اگر کسی کا میرے ساتھ صرف سببی تعلق ہے تو اس کو قیامت میں ایک فائدہ۔ لیکن اگر کسی کا میرے ساتھ سببی دینی تعلق قائم نہیں رہتا اور مرتے وقت صرف نسبی تعلق ہی سے مر گیا تو قیامت میں وہ تعلق منقطع ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی تمام روایت میں لفظ سببی پہلے ہے نسبی بعد میں اور ایسی کوئی بھی حدیث نہیں ہے جس میں اِلَّا سَبَبِیْ کا لفظ نہ ہو صرف نسبی ہو۔ خیال رہے کہ عربی میں حسب کا معنیٰ بھی دینی تعلق ہے اور سبب کا معنیٰ بھی۔ لیکن نسب کا معنیٰ نسلی تعلق اور صہری کا معنیٰ سسرالی تعلق۔ دنیوی تمام تعلق کی بقا کے لئے مرتے وقت سببی و دینی تعلق لازم ہے۔ مصنف مذکور کو سبب و حسب کا معنیٰ نہیں آتا اس لئے ایسی باتیں کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰: ص ۲۲۱ پر لکھا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے بیٹے عبد اللہ حسین کے نانا جیسا نانا باپ جیسا باپ لا۔ یہ روایت صحیح ہے اور معترض کا اعتراض و انکار غلط ہے۔ اور حوالے میں ریاض النضرۃ پیش کرتا ہے اور اس سے ثابت کرتا ہے کہ مولیٰ علی کا درجہ عمر فاروق سے زیادہ ہے۔

جواب: یہ حوالہ معتبر نہیں ریاض النصر کوئی معتبر کتاب نہیں نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے مصنف نہ معلوم ایسی مجہول و غیر معروف کتابیں کہاں سے اٹھا کر لے آیا۔ مہر منیر بھی مستند نہیں نہ وہاں کسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور یہ روایت احادیث مشہورہ کی مخالفت کرتی ہے۔ فاروق اعظم کا مرتبہ آیات و روایات کی روشنی میں مولیٰ علی سے افضل و برتر ہے یہی مسلک اہلسنت ہے۔ مصنف کا مسلک مسلکِ اہلسنت کے خلاف ہے اور نیز یہ انکسارِ فاروقی ہو سکتا ہے نہ کہ افضلیت۔

سوال نمبر ۱۱: ص ۲۲۲ پر مصنف نے لکھا کہ سادات کا کفو صرف سادات ہیں دیگر ہاشمی قریشی سادات کے کفو نہیں ہیں۔ معترض نے جب گرفت کی تو بجز ادھر ادھر کے کوئی مقبول و معقول بات نہیں کی۔

جواب: مصنف کی تمام لا یعنیاں صرف اس ایک بات سے ٹکڑے ہو جاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی سیدات صاحبزادیوں کا قریشی ہاشمیوں سے نکاح کیوں کیا گیا۔ مولیٰ علی بھی سید نہیں تو یہ خاتونِ جنت کے کفو کیوں بنائے

گئے۔ اس کا مصنف کے پاس تا قیامت کوئی مدلل با حوالہ جواب نہیں۔ مصنف کے ذہنی اندازے جس میں وہ ماہر ہے وہ احمقانہ ہوتے ہیں اس لئے وہ قابل قبول نہیں۔

سوال نمبر ۱۲: ص ۲۲۴ پر جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ نکاح کا معنیٰ رقیت اور غلامی ہے نکاح سے مرد مالک اور عورت اس کی کنیز ولونڈی۔ اس کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام اور لفظ تمام فقہاء استعمال کرتا ہے۔ نہ عبارت کتاب کا نام نہ صفحہ نمبر۔ عجیب مجہول قسم کا انسان ہے مجہول باتیں ہی کرتا ہے۔

جواب: قطعاً غلط نہ کسی نے یہ کہا ہے نہ کوئی ایسی غلط بات کہہ سکتا ہے۔ یہ بات قرآن مجید کی صریحی آیات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۷) اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کا مرتبہ برابر ہے۔ حدیث وقرآن وفقہ سے ثبوت دیا جائے۔ نیز بیوی کو لونڈی سمجھنا ہندو ذہنیت ہے لیکن حدیث مقدس میں ہے۔ اَلرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِهٖ وَ هُوَ مَسْئُوْلٌ اَلْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰی بَيْتِ زَوْجِهَا وَ هِيَ مَسْئُوْلَةٌ (باب۔ قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا از بخاری شریف کتاب النکاح) ترجمہ: خاوند اپنے اہل پر حاکم ہے۔ اور وہ پوچھا جائے گا۔ بیوی بھی اپنے خاوند کے گھر پر حاکم ہے اور وہ پوچھی جائے گی۔ کیا مصنف بھی ہندو ذہنیت رکھتا ہے اور کیا اس کو یہ آیت وحدیث نظر نہیں آئی یا اندھا قلم چلانے کا شوق ہے۔

سوال نمبر ۱۳: مصنف اسی جلد نمبر ۳ کے ص ۲۲۷ پر معترض کے اس اعتراض کا جواب دیتا ہے کہ فاروق اعظم کا نکاح ام کلثوم بنت مولیٰ علی سے ہوا۔ مصنف بھی اس کا منکر ہے اور مصنف کی تمام شیعہ برادری بھی اس کی منکر ہے اور اس کے انکار میں عجیب اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔

جواب: ہم نے ایک طویل فتوے میں تقریباً چھبیس حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ مولیٰ علی شیر خدا نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح فاروق اعظم سے کیا۔ یہ فتویٰ مصنف کو بھی بھیجا گیا اور اس کی مقامی ملکی برادری کو بھی مگر آج تک کوئی بھی اس فتوے کی کسی بات کا جواب نہ دے سکا بلکہ اس فتوے نے ن سب کی کمر توڑ دی ہے۔ معترض چشتیہ نے ان مصنف صاحب کی اس کفو کے مسئلے میں ایسی مضبوط گرفت کی ہے کہ بیچارے مصنف کو نہ بھاگنے کا راستہ مل رہا ہے نہ جواب کا یارہ نہ بات بنانے کا چارہ یہی وجہ ہے بوکھلا کر کنکھنا بنا ہوا ہے۔ معترض تو اتنے مہذبانہ انداز میں مفتی صاحب مفتی صاحب کہہ کر اعتراض کر رہا ہے۔ باادب طریقے سے جس کا خود مصنف کو اپنی اس تحریر میں اعتراف ہے مگر جواب دیتے ہوئے مصنف نے ایسا کرخت غیر شائستہ لہجہ اختیار کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کبھی معترض کو جاہل کاذب جھوٹا کہتا ہے کبھی ناصبی خارجی مکار کہتا ہے۔ مصنف مذکور کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ صراط مستقیم کیا ہے اور معترض کو ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب ہم مسلمان صراط مستقیم پر ہیں تو پھر ہر نماز میں ہم صراط مستقیم پر ہدایت ملنے کی دعا کیوں مانگتے ہیں کیا یہ تحصیل حاصل نہیں؟ جواب۔ اگر مصنف اس کو تحصیل حاصل سمجھتا ہے تو یہ بھی اس پر واجب ہے کہ اس دعا مانگنے کا جواز پیش کرے کیونکہ وہ بھی یہ دعا ہر نماز میں مانگتا ہے اور اگر اس کا جواب مصنف کو نہیں آتا تو ہم سے پوچھے۔ صحیح

جواب یہ ہے کہ صراط مستقیم کا معنی ہے قرب الہی۔ اور صراط پر چلنا فعل دراز ہے جس میں ہر قدم پر دعاء ہمت و توفیق کی ضرورت ہے کیونکہ ہر اگلا قدم ابھی حاصل نہیں۔ اِهْدِنَا میں پچھلے قدم کی دعا نہیں بلکہ اگلے قدم کی دعا ہے۔ پچھلا قدم حاصل ہو چکا اس کی دعا منع و محال کیونکہ تحصیل حاصل اور اگلا قدم ابھی حاصل نہیں ہوا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ میں بندہ اسکی ہی دعا مانگ رہا ہے لہذا تحصیل حاصل کی دعا نہیں ہے لیکن کسی کی تطہیر فعل دراز نہیں۔ لہٰذا جب ازل میں تطہیر ہوگئی تو اب دعا مانگنا تحصیل حاصل ہوا جو غلط بھی ہے محال بھی۔ نیز مصنف کا یہ کہنا بھی غلط و جہالت ہے کہ حضور پاک دعا میں تطہیر اہلبیت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ بیچارے کو خبر اور دعا کا فرق بھی معلوم نہیں۔ ارے مصنف صاحب کاش تم کچھ پڑھے لکھے ہوتے تو ایسی جھک نہ مارتے۔ خیال رہے کہ موجود کا اظہار ہوتا ہے اور اظہار کے لئے خبر ہوتی ہے۔ اگر ان چار کی تطہیر ازل میں ہو چکی تھی تو اظہار کے لئے زبان اقدس خبر دیتی نہ کہ دعا کیونکہ غیر موجود کے لئے دعا ہوتی ہے اور دعا سے اظہار نہیں ہوتا بلکہ طلب ہوتی ہے۔ اب پتہ لگایا اب بھی مجہول ہی رہے۔ ثابت ہو گیا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم کی دعا۔ اور تطہیر چارتن کی دعا میں فرق ہے۔ دعاء تطہیر کو دعا اھدنا پر قیاس کرنا بھی جہالت ہے اور ص ۲۲۱ پر مصنف کا یہ کہنا کہ ازواج مطہرات کو حقیقی اہل بیت کہنا خارجیوں ناصبیوں کا عقیدہ ہے۔ مصنف کی یہ الزام تراشی قرآنِ مجید کی گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں حقیقی اہل بیت صرف ازواج مطہرات کو فرمایا۔ مگر مصنف اس کا منکر ہے تو گویا قرآنِ مجید کا منکر ہے اور اس قرآنی فرمان کو خارجی ناصبی عقیدہ بنا کر خارجیوں کو سچا و مطابقِ قرآن ثابت کرنا چاہتا ہے اور خود کو مخالفِ قرآن ثابت کر رہا ہے اس طرح خود ہی اپنی حماقت سے جال میں پھنس رہا ہے۔ قرآن مجید میں سواء ازواج مطہرات کے کسی کو بھی اہل بیت نہیں کہا گیا۔ اگر مصنف کہتا ہے کہ حقیقی اہل بیت ازواج مطہرات نہیں بلکہ پنجتن پاک یعنی علی، فاطمہ، حسن و حسین ہی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو مصنف کو چاہیے کہ قرآن مجید سے ثابت کرے منکر قرآن نہ بنے۔

سوال نمبر ۱۴: ص ۲۲۹ و ص ۲۳۰ پر۔ معترض کا اعتراض لکھتا ہے کہ معترض نے اعتراض کیا ہے۔ تطہیراً مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق صرف تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ تطہیراً مصدر منبع ہے۔ یہ مصنف کی علم نحو سے نسیان یا ناواقفیت یا عدم رجحان ہے۔ ورنہ ایسی علمی نحوی غلطی نہ کرتا۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مصنف علامہ عبد الغفور نحوی محشی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ مصدر مفعول مطلق جب تاکید کے لئے ہو تو اس کا فائدہ کبھی دفع توہم سہو کے لئے ہوتا ہے اور کبھی دفع توہم مجاز کے لئے اور تطہیر کی تاکید دفع توہم مجاز کے لئے ہے یعنی مجازی تطہیر نہیں بلکہ حقیقی تطہیر ہے۔ اور حقیقی تطہیر یہ ہے کہ طاہر بھی ہوں۔ مطہر بھی۔ یعنی پاک بھی ہوں۔ پاک کرنے والے بھی ہوں لہٰذا منبع و مصدر ہوئے کیونکہ جو پاک کرنے والا ہو وہ پاکیزگی کا منبع ہوتا ہے۔ نیز مصنف اسی کتاب کی جلد نمبر ۳ ص ۲۳۱ پر معترض کا اعتراض اور اپنا جواب نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ معترض کہتا ہے کہ آیت تطہیر سے مراد صرف ازواج مطہرات ہیں نہ کہ مولیٰ علی، فاطمہ الزہرہ و امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان کے لئے تطہیر کی دعا حدیث

چادر مقدس سے ثابت ہے اور آیت میں تطہیر کی دعا نہیں بلکہ خبر مستقبل ہے۔ بہر حال خبر ازلی کہنا اور تطہیر کو خبر ماضی ازلی ماننا غلط ہے مصنف اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اہل بیت میں پنجتن پاک اور ازواجِ مطہرات مراد ہیں لیکن آیت تطہیر کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیت تطہیر پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایتوں سے بیان کیا کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد پنجتن ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ (معاذ الله معاذ الله من هذا القول الكفرية) اور حضرت علی، فاطمۃ الزہرہ، امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اسی طرح امام سیوطی نے درمنثور میں بیس روایات بحوالہ الشرف المؤبد ص ۹۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر نے سولہ روایات بیان کی ہیں از ص ۴۸۳ تا ص ۴۸۵ بد حواسی میں جلد کا نام نہیں لکھا۔ کل اکیاون روایتوں سے ثابت ہے کہ آیت تطہیر پنجتن یعنی آل عباء کے بارے میں اتری ہے اور ابن جریر نے ایک روایت درمنثور میں تین روایات۔ ابن کثیر میں دو روایتیں کل چھ روایتیں جن میں تین روایتیں عکرمہ سے مروی ہیں وہ روایتیں کہتی ہیں کہ آیت تطہیر میں ازواجِ پاک مراد ہیں۔ آگے یہ مصنف لکھتا ہے کہ یہ چھ روایتیں بھی مضبوط نہیں ہیں محل اعتراض ہیں۔ مصنف کہتا ہے کہ اس کثرتِ رواۃ وقلت رواۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عکرمہ کی منقولہ روایات مضبوط نہیں ہیں محل اعتراض ہیں یعنی کہ غلط ہیں۔ گویا کہ ان روایات کو غلط کہنا مصنف کا ذہنی اختراع وافتراع ہے لیکن مصنف نے ان اکیاون روایات کی نہ سند کا ذکر کیا نہ متن روایات کا نہ راوی کا نہ نسبت حدیث کا کہ یہ کس کا فرمان ہے کہ آیت تطہیر سے پنجتن پاک مراد ہیں نہ کہ ازواجِ مطہرات۔

جواب: مصنف مذکور نے مفعول مطلق کو منبع بنا کر اور علامہ عبد الغفور کا حوالہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مصنف نحوی باریکیوں سے غافل ہے۔ خیال رہے کہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اصلاً صرف تاکید کے لئے ہی ہے۔ شرح جامی کافیہ وغیرہ کتب نحو میں لِلتَّاكِيدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ تاکید کی تین قسمیں ہیں، نمبر (۱) تاکیدِ وجود شی نمبر (۲) تاکید عددی نمبر (۳) تاکیدِ نوعی یہی وجہ ہے کہ علماءِ نحو نے مفعول مطلق کی مثال دیتے ہوئے فرمایا نَحْوُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجَلْسَةً وَجِلْسَةً۔ ترجمہ: مفعول مطلق کی مثال جیسے کے بیٹھا میں یقینی بیٹھنا۔ بیٹھا میں ایک قسم کا بیٹھنا۔ بیٹھا میں ایک بار بیٹھنا۔ عام طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ مقصد مفعول مطلق صرف وجود شئی کی تاکید ہے خواہ وضاحتاً ہو یا عدداً یا نوعاً۔ عبد الغفور اور مصنف کے علاوہ کسی نے تَوَهُّمِ سہو یا تَوَهُّمِ مجاز کا ذکر نہ کیا۔ اور یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ مفعول مطلق نہ سہو کو دفع کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ مجاز کو بلکہ سابقہ عامل فعل کی فعلیت کے وجود کو یقینی بنانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مجاز کو حقیقی ثابت کرنے کے لئے لہٰذا اگر فعل میں مجاز کا ذکر ہے تو مفعول مطلق مجاز کی تاکید کرے گا۔ اگر حقیقت کا ذکر ہے تو حقیقت کی تاکید کرے گا۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اَكَلْتُ اَكْلًا شَجَرَۃً۔ تو یہاں مجازی معنیٰ مراد ہیں اور اگلے مفعول مطلق نے مجاز کی ہی تاکید کی۔ یعنی اس کا کہنا کہ میں نے درخت کھا لیا۔ درخت کھانے کے مجازی معنیٰ ہی مراد ہوں گے یعنی اس کی قیمت کھا گیا یا غصب کر گیا۔ دن رات کہا جاتا ہے کہ فلاں بندہ میری زمین کھا

کیا ضمیر اسے کیا گیا۔ ان تمام جگہ مجازی معنی ہی مراد ہیں اور ان میں مفعول مطلق مجازی معنیٰ کی ہی تاکید کرے گا۔ مجاز کو حقیقت نہ بنائے گا۔ اسی طرح آیت تطہیر میں بھی حقیقت مجاز کا وہم نہیں ہے بلکہ تطہیرا نے اس کثرت فعل کے وجود کی تاکید کر کے یقینی بنایا جس کا ذکر یُطَهِّرَكُمْ سے فرمایا۔ قانونِ نحوی کے مطابق جب کسی مصدر کو باب تفعیل میں لایا جائے تو کثرت فعل یا شدت فعل پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قاعدے قانون سے آیت تطہیر اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ ترجمہ: یہی ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ دور کرے تم سے گندگی کو اے اہل بیت اور خوب پاک کر دے تم کو خوب پاک کرنا۔ مصنف کا حقیقت مجاز کی تقسیم کرنا اور پھر مفعول مطلق سے حقیقی طہارت مراد لے کر منبع بنانا۔ اور منبع کو مطہر قرار دینا یہ سب کچھ اس کی ذہنی اختراع و افتراء ہے۔ حدیث و قرآن میں تطہیر کی ایسی کوئی تقسیم مذکور نہیں اگر مصنف سچا ہے تو اپنی اس تقسیم کو حدیث و قرآن سے با معتبر حوالہ ثابت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ثابت نہ کر سکے گا۔ نیز مصنف کا یہ کہنا کہ پنجتن پاک طاہر بھی ہیں اور مطہر بھی تو اگر مطہر سے تزکیہ روح قلب مراد لیتا ہے تو وہ صرف نبی کریم ﷺ ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ وَیُزَكِّیْهِمْ کی آیت بتا رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی بھی پاک نہیں کر سکتا نہ صحابہ نہ مولیٰ علی نہ حسن و حسین نہ اہل بیت اور اگر طہارت سے مراد ہدایت ہے تو تمام صحابہ کرام بھی ہدایت کے منبع ہیں بفرمانِ نبوی۔ اَلصَّحَابِیُّ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ اور اگلی سطور میں مصنف کا یہ کہنا کہ آیت تطہیر میں نبی کریم کو پاک کرنا شامل ہے (معاذ اللہ) یہ مصنف نے کفر بکا ہے اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ آیت تطہیر سے پہلے نبی کریم بھی پاک نہیں تھے معاذ اللہ۔ اہل سنت کے نزدیک ایسا کہنا بھی کفر ہے سمجھنا بھی کفر عقیدہ بنانا بھی کفر۔ خیال رہے کہ آقا ﷺ نہ آیت تطہیر میں شامل نہ چادرِ تطہیر کی دعا میں شامل جو شامل مانے وہ گمراہ و گستاخ کافر ہے۔ اگلی سطور میں مصنف نے جو لکھا ہے کہ آیت تطہیر کو سیاق و سباق سے کاٹ کر ابن جریر وغیرہ نے تقریباً اکیاون روایتوں سے ثابت کیا ہے کہ ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ صرف پنجتن پاک و آل عبا مراد ہے۔ ایسا کہنا و لکھنا عقیدہ بنا۔ کفر یہ گمراہی ہے، چنانچہ علامہ نجم الدین یافعی اپنی کتاب عیون التعبیر فی اصول التفسیر میں ص ۱۱۱ پر فرماتے ہیں۔ اَلتَّفْسِیْرُ بِالرَّائِ عَلٰی سِتَّةِ اَقْسَامٍ وَکُلُّهُمْ حَرَامٌ لِاَنَّهَا تَحْرِیْفُ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالتَّحْرِیْفُ کُفْرٌ فَمِنْهَا خِلَافُ السِّبَاقِ وَالسِّیَاقِ وَمِنْهَا خِلَافُ الرِّوَایَةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَمِنْهَا خِلَافُ الْاِجْمَاعِ وَ مِنْهَا خِلَافُ الدِّرَایَةِ وَمِنْهَا خِلَافُ الْحَقِیْقَةِ وَمِنْهَا خِلَافُ الْفِقْهِ۔ ترجمہ: تفسیر بالرائے چھ قسم کی ہے اور سب ہی حرام ہیں کیونکہ تفسیر بالرائے کلام اللہ کی تحریف ہے اور تحریفِ کلامِ الٰہی کفر ہے۔ تفسیر بالرائے کی ایک قسم آیات کے سیاق و سباق کی مخالفت کرنا اور نمبر (۲) اور ایک قسم یہ کہ حدیث مشہورہ کے خلاف تفسیر کرنا اور نمبر (۳) اور ایک قسم یہ کہ اجماعِ امت کے خلاف تفسیر کرنا نمبر (۴) اور ایک قسم یہ کہ درایت کے خلاف تفسیر کرنا نمبر (۵) اور ایک قسم یہ کہ واقعاتی حقیقت کے خلاف تفسیر کرنا نمبر (۶) اور ایک قسم یہ کہ فقہاء عظام کے فقہی ضابطوں کے خلاف تفسیر کرنا۔ اس دلیل سے واضح ہوا کہ آیت کے سیاق و سباق کو توڑ کر کوئی تفسیر اور معنیٰ بیان کرنا تحریف ہے اور کلام اللہ کی تحریف کفر ہے

تو کیا مصنف مذکور اپنی جہالت رفضیانہ سے ابن جریر امام سیوطی اور حافظ ابن کثیر کی تکفیر ثابت کرنا چاہتا ہے اور من گھڑی جھوٹی روایتوں کو مان کر اپنی بھی تکفیر کرنا چاہتا ہے۔ خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے حقیقی تفسیر یہی ہے کہ آیت تطہیر میں صرف ازواج مطہرات مراد ہیں نہ کہ فاطمۃ الزہرہ یا مولیٰ علی یا امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو شامل و داخل ماننا بھی کذب بیانی ہے چہ جائیکہ مستقل صرف ان چار کو ہی ماننا یہ مزید کفریہ جہالت ہے۔ ان چار مقدسات کی تطہیر دعاء چادر سے ہوئی اور تطہیر کا معنیٰ حفاظت من الکفر وضلالت ہے۔

سوال نمبر ۱۵: ص ۲۳۲ پر معترض کا اعتراض نقل کرتا ہے کہ معترض کہتا ہے بدعقیدہ سید قابل تعظیم نہیں ہے اس کا جواب لکھتے ہوئے مصنف مذکور شیخ محمد صبان مصری کی کتاب اسعاف الراغبین کے ص ۱۳۶ کے حوالے سے مدینہ منورہ کے ایک رافضی شیعہ کے متعلق ایک خواب کو دلیل ایمانی بناتے ہوئے لکھتا ہے کہ بدعقیدہ سید کی بھی تعظیم واجب ہے اور ص ۲۳۳ پر مہر منیر ص ۱۱ کے حوالے سے ثابت کرتا ہے کہ کافر سید بھی قابل تعظیم ہے آگے لکھتا ہے کہ چشتیہ ٹرسٹ والوں کا مہر منیر کتاب کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

جواب: بدعقیدہ اور کافر کو کافر نہ سمجھنا بھی کفر ہے اور کافر دشمن الٰہی وَعَدُوُّ اللّٰہِ ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم و توقیر کرنا بھی کفر ہے اگرچہ والدین کافر ہوں صرف کافر والدین کی خدمت گزاری ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کی اجازت ہے۔ توقیر و تعظیم ان کی بھی حرام ہے۔ اس مصنف مذکور نے یہ بات لکھ کر کہ بدعقیدہ اور کافر سید کی بھی ہر مسلمان پر تعظیم واجب ہے۔ چار گمراہیاں اور جہالتیں پھیلائیں پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی تکذیب کی جو سراسر کفر ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔ اور چادرِ تطہیر میں نبی کریم ﷺ نے اہل بیت کی تطہیر کے لئے دعا مانگی جو یقیناً قبول ہوئی۔ دوم یہ کہ مصنف نے سید کو بدعقیدہ و کافر کہہ کر دعا نبوی پر بے اعتمادی کا شبہ کیا کیونکہ سید میں تب ہی کفر و بدعقیدگی کی پلیدی آسکتی ہے جب یا تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدۂ تطہیر پورا نہ فرمائے یا نبی کی دعا قبول نہ ہو۔ سوم یہ کہ مصنف نے سادات کو کافر و بدعقیدہ مانا حالانکہ مسلکِ اہل سنت یہ ہے کہ آیت تطہیر کی خبر یُرِیْدُ اللّٰہِ میں اور حدیث تطہیر کی دعاء تطہیر میں رجس کفر و بدعقیدگی دور کرنا ہی مراد ہے چنانچہ فتاویٰ بحر العلوم کتاب النکاح باب نمبر ۳ ص ۳۰۲ پر ہے وَ مَعْنَی التَّطْهِيْرِ طَهَارَةٌ عَنِ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَمَفَادُهٗ لَا يَكْفُرُ السَّادَاتُ نَسَبًا صَحِيْحًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ: آیت تطہیر اور چادرِ تطہیر میں تطہیر سے مراد کفر شرک سے پاک کر دینا ہے۔ جس سے یہ فائدہ و مسلک حاصل ہوا کہ تا قیامت کوئی صحیح النسب سید کافر مشرک یا بدعقیدہ ہو سکتا ہی نہیں۔ ورنہ اللہ رسول کی خبر و دعا پر حرف طعن آئے گا۔ بدعقیدہ سید دراصل بناوٹی سید ہے۔ چہارم یہ کہ مصنف مذکور نے یہ احمقانہ عقیدہ بنا کر اپنے خیال میں محبت اہل بیت و سادات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن درحقیقت یہ کھلی دشمنی ہے کہ پاکیزہ سادات کو کفر کی گندگی میں ملوث مان لیا۔ اس لئے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ بے وقوف دوست سے عقل مند دشمن بہتر ہے اور تعجب ہے اس کی ڈھٹائی پر کہ نہ گستاخی قرآن مجید کا خوف نہ اللہ کا ڈر نہ جہنم کا دھڑکا نہ شرم نبی اپنی کتاب جلد دوم میں لکھتا ہے

کہ ہمارے سلف صالحین نے ابولہب کافر کا احترام کرتے ہوئے تَبَّتْ يَدَا والی سورۃ پڑھنا چھوڑ دی تھی۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ وہ سلف صالحین نہ یاسلف شیاطین فاسقین جو ایک سخت ترین کافر کے احترام میں قرآن مجید کے کافر و گستاخ بن گئے اور مصنف ایسے مرتدوں کو اپنا سلف صالحین لکھ کر خود بھی مرتد ہوا چاہیے کہ مرنے سے پہلے جلدی توبہ کر لے۔ مجھے بتا تو سہی اس نے کیا بات کی ہے بحر حضباعدہ کم عقلی کا اندازہ لگاؤ کہ کتاب مہر منیر ص ۱۱ کا حوالہ پیش کرتا ہے حالانکہ اسی کتاب مہر منیر کے اسی ص ۱۱ پر پیش کردہ تحریری عبارت سے دو سطر اوپر با حوالہ کتاب زرقانی اور کتاب مدارج النبوت صاف لفظوں میں اہل سنت کا وہی مسلک لکھا ہے جو ابھی مندرجہ بالا سطور میں فتاویٰ بحر العلوم کے حوالے سے ہم پیش کر چکے ہیں مگر مصنف نے اپنی ساری کتابوں میں اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا اور اس اگلی عبارت کو سینہ محبت و عقیدت سے لگاتا ہے جس کو مہر منیر والے نے ایسے ہی بلا ثبوت وحوالہ اپنے خیال یعنی اندازہ میں لکھ ڈالا۔ میں کہتا ہوں کو جو شخص بچے سادات میں بد عقیدگی اور کفر مانے وہ منکر قرآن و حدیث ہے۔ نیز مہر منیر ص ۱۲ پر صاف لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ مَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِيْ بِالْبَلَاغِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔ ترجمہ: میرے رب نے میرے اہل بیت میں مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو سید بھی جب تک توحید ورسالت کو وتبلیغ وعقائد کو مانتا اقرار کرتا رہے گا یعنی اسی ایمان پر مرے گا اسے عذاب نہیں فرمائے گا۔ صاف ثابت ہوا کہ جو سید کافر یا بدعقیدہ ہو کر مرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور اس سے نسبتِ رسولی ختم ہو جائے گی۔ کیا مصنف مہر منیر کی اس با حوالہ بات کو نہیں مانتا۔ صرف اپنے مطلب کی باتیں ہی مانتا ہے۔ اسی کو مطلب پرستی کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۶: پھر آگے مصنف اسی جلد نمبر ۳ کے اسی ص ۲۳۶ پر لکھتا ہے کہ اور خود امام شافعی اپنے دیوانِ شافعی ص ۵۶ میں فرماتے ہیں۔

مصنف مذکور اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۳۵ پر چشتیہ ٹرسٹ کے معترض کا یہ اعتراض نقل کرتا ہے کہ یہ شعر جو امام شافعی کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ اِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ۔ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّيْ رَافِضٌ۔ اس کا ترجمہ مصنف لکھتا ہے۔ اگر آل محمد ﷺ سے محبت کرنا رفض ہے تو ثقلان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ معترض کہتا ہے کہ یہ شعر اور اس کی نسبت جھوٹ ہے یہ شعر امام شافعی کی کسی کتاب میں نہیں ہے مصنف اور صواعق محرقہ جھوٹے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مصنف اس کا جواب اسی کتاب کے ص ۲۳۶ پر لکھتا ہے کہ چشتیہ ٹرسٹ کا معترض بہت جھوٹا مکار ہے کیونکہ امام شافعی کا یہ شعر کتاب نور الابصار ص ۲۰۰ پر اور کتاب السیدہ زینب ص ۲۱ پر اور کتاب صواعق محرقہ ص ۱۳۱ پر اور کتاب مہر منیر ص ۲۰ پر لکھا ہے۔ اور خود امام شافعی اپنے دیوان کے صفحہ ۵۶ پر فرماتے ہیں۔

قَالُوْا تَرَفَّضْتَ قُلْتُ كَلَّا ۔۔۔ مَا الرِّفْضُ دِيْنِيْ وَلَا اِعْتِقَادِيْ

لٰكِنْ تَوَلَّيْتُ غَيْرَ شَكٍّ ۔۔۔ خَيْرَ اِمَامٍ وَّ خَيْرَ هَادِيْ

اِنْ كَانَ حُبُّ الْوَلِيِّ رِفْضًا ۔۔۔ فَاِنَّ رِفْضِيْ اِلَى خَيْرِ الْعِبَادِ

اور دیوانِ شافعی ص ۸۹ پر ہے۔

اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلِيًّا فَاِنَّنَا رَوَافِضُ بِالتَّفْضِيْلِ عِنْدَ ذَوِی الْجَهْلِ

اور دیوانِ شافعی ص ۱۱۷ پر ہے۔

اِذَا فِیْ مَجْلِسٍ نَذْكُرُ عَلِيًّا وَسِبْطَيْهِ وَفَاطِمَةَ الزَّكِيَّةْ
يُقَالُ تَجَاوَزُ وَ يَا قَوْم هٰذَا فَهٰذَا مِنْ حَدِيْثِ الرَّافِضِيَّةْ
بَرِئْتُ اِلَى الْمُهَيْمِنِ مِنْ اُنَاسٍ يَرَوْنَ الرِّفْضَ حُبُّ الْفَاطِمِيَّةْ

مصنف مذکور ص ۲۳۷ پر ان سات اشعار کا ترجمہ لکھتا ہے کہ خارجیوں نے مجھے کہا کہ تو بوجہ محبت اہل بیت رسول کے رافضی شیعہ ہو گیا۔ تو میں نے کہا کہ نہ میرا دین اور نہ میرا اعتقاد رفض ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ میں جو تمام سے بہترین ہادی و امام ہے اس سے محبت کرتا ہوں اگر ان کی محبت رفض ہے تو میں رافضی ہوں۔

جواب: چشتیہ معترض کا اعتراض مضبوط اور درست ہے مصنف کی آنکھوں پر تعصب اور جہالت و جلد بازی کی پٹی ہے اس لئے وہ اعتراض کو سمجھ ہی نہ سکا اور جو جواب دیا اس کی سطر سطر سے کذب و خیانت ٹپک رہی ہے۔ مصنف نے ترجمہ کرتے ہوئے خیانت کی ہے۔ معترض کا مطالبہ ہے کہ اوپر والا پہلا شعر امام شافعی کی کسی کتاب میں نہیں ہے صواعق محرقہ وغیرہ کا لکھ دینا کوئی نسبتِ صداقت کی دلیل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے ان اشعار کو لکھ کر امام شافعی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا جس سے ثابت ہوا کہ نسبتِ شافعی جھوٹی ہے نیز اب مصنف کے اس جواب سے مزید ثابت ہو گیا کہ معترض کی گرفت والا پہلا شعر واقعی امام شافعی کا نہیں اور معترض سچا ہے مصنف جھوٹا ہے اور جھوٹی عبارتوں پر یقین رکھنے والا ہے کیونکہ باقی سات اشعار کو دیوانِ شافعی سے با حوالہ صفحات نقل کر رہا ہے اور یہ کہ دیوانِ شافعی مصنف کے پاس موجود ہے جس کو دیکھ کر پڑھ کر یہ سات اشعار نقل کر رہا ہے اگر یہ پہلا شعر بھی امام شافعی کا ہوتا تو یقیناً ان کے دیوان میں ہوتا اور اگر دیوان میں ہوتا تو مصنف اچھل کود کر سب سے پہلے صفحہ کے ساتھ دیوان کا حوالہ دیتا۔ مگر مصنف ایسا نہ کر سکا۔ دیگر سات اشعار تو دیوانِ شافعی کے حوالے سے لکھے مگر یہ شعر نہ لکھا۔ ثابت ہوا کہ یہ شعر دیوانِ شافعی میں کہیں کسی بھی صفحے پر نہیں۔ لہٰذا معترض کی گرفت صحیح اور اعتراض درست ہے۔ یہ صواعق محرقہ والا شعر لفظاً معناً بھی غلط بلکہ جہالت ہے۔ بخلاف دیوانِ شافعی کے سات اشعار کے وہ بالکل درست اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہیں ان سات اشعار میں رافضی ہونے سے نفرت اور بیزاری ثابت کرتے ہوئے رافضیت کو محبت اہل بیت کے خلاف سمجھا گیا اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رافضیت میں محبت اہل بیت بالکل موجود ہی نہیں اصل محبت تو شافعی اور اہل سنت کے پاس ہے مگر مصنف نے اشعار صحیح لکھ کر بھی ترجمہ کرنے میں خیانت اور بد دیانتی کی ہے اور یہ خیانت مصنف کی عادت ہے اپنی کتب میں بہت جگہ اس طرح ترجموں میں خیانت کرتا ہے مثلاً اپنی اسی جلد سوم کے ص ۱۶۴ پر صہری کا ترجمہ کرتا ہے ... مولی علی کو مراد لیتے ہوئے صرف شیعہ نوازی کی گئی ہے۔ حالانکہ صہری کا صحیح ترجمہ ہے

سسرالی رشتے۔ اس میں بیوی ساس سسر داماد سالہ سالی سب شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کو نکالنے کے لئے مصنف نے ترجمہ بدل کر خیانت کی ہے اور یہاں ان اشعار میں مصنف نے دو جگہ خیانت کی پہلی خیانت دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے کا ترجمہ کرتے ہوئے وہاں ہے۔ خَيْرُ إِمَامٍ وَ خَيْرُ هَادٍ۔ جس کا اصل ترجمہ ہے اچھا امام اور اچھا ہادی مگر مصنف ترجمہ کرتا ہے تمام بہترین ہادی و امام ہے۔ یہ ترجمہ امام شافعی کے شعر کا نہیں بلکہ تفضیلی روافض کے عقیدے باطلہ کی ترجمانی ہے مجھے اس خیانت پر تعجب نہیں۔ اس لئے کہ جو مصنف کلام الٰہی میں خیانت و تحریف کرنے سے نہیں ڈرتا وہ شافعی اشعار میں کیا ڈرے گا۔ مصنف کی دوسری خیانت تیسرے شعر کے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ کرتے ہوئے کی ہے۔ مصرعہ ہے فَإِنَّ رِفْضِيْ إِلَىٰ خَيْرِ الْعِبَادِ۔ اصل اور صحیح لغوی ترجمہ یہ ہے پس بے شک میری ترک صحبت اور ہر ایک سے کنارہ کشی بہتر عباد کی طرف ہے یعنی بندوں میں اچھے کی طرف۔ رفض کا لغوی معنیٰ ترک صحبت و کنارہ کشی۔ وہی لفظ رفض سے امام شافعی کی مراد ہے مگر مصنف جان بوجھ کر ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اگر ان کی محبت رفض ہے تو میں رافضی ہوں۔ خیال رہے کہ لفظ رفض ہمیشہ اپنے لغوی معنیٰ میں مستعمل ہے مگر لفظ رافضی عرف عام کے اعتبار سے شیعہ فرقے کا نام رکھا گیا ہے لہٰذا رفض کا ترجمہ رافضی کرنا غلط ہے۔ بہرکیف مصنف کی ہر بات ہی غلط ہے۔ میں نے ان کی کتب کو مختصر اور سرسری طور پڑھ کر تین چیزوں کا اندازہ لگایا ہے پہلی یہ کہ ان کے اکثر عقیدے ذہنی اندازوں۔ عقلی تخمینوں دماغی اختراع قلبی افتراء پر ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوا اس سے وہ ظاہر ہوا کی بنیادوں گھروندوں پر قائم ہے۔ دوم یہ کہ جہاں بات نہ بنے وہاں توڑ موڑ کی خیانت کر لی۔ سوم یہ کہ ہر بات ہر کتاب ہر حوالے میں مطلب پرستی پیش پیش ہے اگر مطلب کی بات ہے تو گمنام کتاب اور جاہل مصنف بھی علامہ زمان ہے لیکن اگر مطلب کی بات نہ ملے تو نہ آیت کی پرواہ نہ روایت کا احترام۔ نہ فقہ وفقہاء کا تقدس۔ آخر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اس تحریر کا جواب دینے کا شوق و ہمت ہے تو لمبے چوڑے صفحات کالے کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف مندرجہ ذیل چھ چیزوں کا ثبوت قرآن و حدیث معتبر و مشہور کتب فقہ سے پیش کر دے ورنہ رجوع کرے۔ ورنہ خاموشی بہتر۔ نمبر (۱) اولاد نبی فی صلب علی کو ثابت کیا جائے۔ نمبر (۲) حدیث سے ثابت کیا جائے کہ ذریت بمعنی اولاد ہے۔ صاف لفظوں میں نمبر (۳) صاف لفظوں میں ثابت کیا جائے کہ فاطمہ زہرہ تمام عورتوں سے افضل ہیں نمبر (۴) بیوی کا لونڈی ہو جانا قرآن و حدیث وفقہ کی مشہور صاف عبارات سے ثابت کیا جائے نمبر (۵) قرآن مجید سے ثابت کیا جائے کہ حقیقی اہل بیت مولیٰ علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ نمبر (۶) تطہیر کی حقیقی مجازی تقسیم اور تطہیر بمعنی مطہر بنانا۔ قرآن و حدیث فقہ و لغت سے ثابت کیا جائے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

کتبہ اقتدار احمد خان مقام رہائش۔ لندن۔ لیٹن۔ ۱۰۔۱۔۲۰۰۱

فتاوی العطایہ الاحمدیہ

مصنف مذکور نے جانتے بوجھتے دیوانِ شافعی کے اشعار کا غلط ترجمہ کیا محض اپنی شیعہ برادری کو خوش کرنے کے لئے مگر ہم

ان اشعار کا صحیح ترجمہ مندرہ ذیل سطور میں پیش کرتے ہیں۔

شعر نمبر (۱) قَالُوْا تَرَفَّضْتُ (الخ) ترجمہ: دشمنوں مخالفوں نے (محبت اہل بیت سے جل بھن کر) کہا کہ تو اے شافعی رافضی شیعہ ہو گیا ہے میں نے جواباً کہا خبردار ہرگز نہیں۔ نہ رافضیت (جیسی بری چیز) میرا دین ہے نہ میرا اعتقاد شعر نمبر (۲) لٰکِنْ تَوَلَّیْتُ (الخ) ترجمہ: لیکن بیشک یقیناً محبت قلبی کی ہے میں نے اچھے امام اور اچھے ہادی سے۔ شعر نمبر (۳) اِنْ کَانَ حُبُّ الْوَلِیِّ ترجمہ: اگر سردار اولیاء ولی کامل مولیٰ علی ولی اللہ سے محبت کرنا رفض ہے تو بیشک میرا رفض شیعیت نہیں نہ رافضیت ہے بلکہ خیر العباد شخصیت کی طرف جھکاؤ و کنارہ کشی ہے۔ یہ ترجمہ لفظ الٰہی نے سمجھایا۔ شعر نمبر ۴ اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا (الخ) ترجمہ: جب کبھی ہم نے فضیلت بیان کی اور ثنا خوانی کی مولیٰ علی کی تو بیشک اس محض فضیلت و ثنا خوانی بیان کرنے کی وجہ سے ہم اہل سنت رافضی تصور کئے گئے جاہلوں کے نزدیک۔ شعر نمبر (۵) اِذَا فِیْ مَجْلِسٍ (الخ) ترجمہ: جب بھی کسی محفل و اجتماع میں ہم مولیٰ علی اور امام حسن و حسین اور خاتون جنت فاطمۃ الزہرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ شعر نمبر (۶) یُقَالُ تَجَاوَزُوْا (الخ) ترجمہ: تو کہا جاتا ہے کہ اے اس قوم والو تم حد سے بڑھ رہے ہو۔ پس یہ ثنا خوانی اور تذکرہ رافضیوں جیسی باتوں میں سے ہے۔ شعر نمبر (۷) بَرِئْتُ اِلَی الْمُهَیْمِنِ (الخ) ترجمہ: میں تو خبیث رافضیوں سے بیزار ہوں اور ایسے تمام بدعقیدہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ مہیمن کی طرف۔ یہ خارجی بد بخت دشمن مولیٰ علی اس اہل سنت والی محبت فاطمہ کو بھی رافضیت سمجھتے ہیں۔ یہ ہے صحیح ترجمہ۔ پورے عربی اشعار اسی مضمون میں ص ۷ ۳ پر ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفضیلی شیعہ روافض کی بدحواسی

تمام تفضیلی روافض کہتے ہیں کہ اہلبیت کو خصوصی طور پر علیہ السلام کہنا جائز ہے۔ علماء اہلسنت ان سے پوچھتے ہیں کہ اہلبیت کون ہیں اور اہلبیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ اگر تمہارے نزدیک قرآنی اہلبیت مراد ہیں تو وہ ازواج مطہرات ہیں مگر تم کسی زوجہ پاک کو علیہا السلام نہیں کہتے۔ اور اگر حدیثی اہلبیت مراد ہیں تو وہ صرف چار حضرات ہیں۔ ۱۔ مولیٰ علی۔ ۲۔ فاطمۃ الزہراء۔ ۳۔ امام حسن۔ ۴۔ امام حسین مگر تم علی اکبر علی اصغر۔ امام زین العابدین۔ امام باقر امام جعفر صادق وغیرہ کو بھی علیہ السلام کہتے ہو حالانکہ یہ نہ قرآنی اہلبیت نہ حدیثی اور اگر تم اہلبیت سے تمام سادات مراد لیتے ہو تا قیامت تو پھر تم ہر سید کو علیہ السلام کیوں نہیں کہتے۔ یعنی محمود شاہ علیہ السلام۔ گلزار شاہ علیہ السلام وغیرہ کہا کرو۔ ہم نے یہ سوال کئی تفضیلی رافضی مولوی شیعوں سے کیا مگر سب بدحواس ہو کر لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ لَابُرْهَانَ لَهٗ

کتبہ ــــــــــــــــــــ

فتویٰ پندرہواں

بانی ادارہ منہاج القرآن کے بارے میں چند سوالات اور ان کے شرعی مدلل جوابات

اسلامی شریعت میں فوٹو حرام ہے۔ جو جائز قرار دے وہ گمراہ ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ پاکستان کے ایک مشہور خطیب جو اپنے آپ کو سنی بریلوی قادری کہتے ہیں اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے ادارے منہاج القرآن کے نام سے جاری کئے ہیں۔ مگر ان کے بہت اقوال، اعمال، نظریات سنی مسلمانوں کے خلاف بلکہ مسلک احناف اور اہلسنت مسلمانوں کو نقصان دہ ہیں اور سخت پریشانی کا باعث ہیں۔ ا۔ خطیب مذکور پروفیسر طاہر القادری خود تو پاکستان میں رہ کر اپنی عیدیں قربانی اور ماہ رمضان کی ابتدا و اختتام بالکل صحیح طریقہ اسلامی کے مطابق چاند دیکھ کر رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے فیصلہ شرعیہ کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ اس فیصلے کے خلاف نہ جانے کس کے خوف سے ذرا آواز نہیں نکالتے۔ مگر بیرون ملک اپنے اداروں اور اپنے ماننے والوں کو گمراہ کر کے ہر سال ایک دن یا کبھی دو دن پہلے عیدیں قربانیاں اور فرضی روزے رکھواتے ہیں۔ اس طرح بہت سے مسلمانوں کی عیدیں، قربانیاں اور فرضی روزے غلط ہو جاتے ہیں۔ اور یہ گمراہی و تخریب کاری صرف حصول چندہ کیلئے پھیلائی جاتی ہے تاکہ پہلے عید کرنے سے عوام کالانعام ان کی ادارہ مساجد میں کثرت سے جمع ہو جائیں اس غلط کاری میں ان کو نہ اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا ہے نہ رسول اللہ ﷺ کا۔ دیگر مسلمان بھی ان کی اس بین الاقوامی تخریب کاری میں پھنس جاتے ہیں۔ اگر دیگر سنی مسجدوں والے مجبوراً ایسا کام نہ کریں تو ان مسجدوں کے عوام مقتدی بھی عید منانے کی خوشی میں اپنی مسجدیں چھوڑ کر ان کی مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیتے ہیں اسی طرح رمضان کے مہینے میں ایک دو روزے چھوڑ کر عید منا لیتے ہیں۔ اس لئے سنی مسجدوں والے بھی مجبور ہو جاتے ہیں غلط عید منانے پر ہمارے پاس چونکہ شرعی فتویٰ یا کوئی اور دلیل نہیں ہوتی اس لئے ہم مسلمان عوام کو نہ صحیح انداز میں سنت اور شرعی طریقہ سمجھا سکتے ہیں اور نہ منہاج والوں کی غلط کاری ذہن نشین کرا سکتے ہیں۔ کئی برسوں سے پروفیسر کی یہ گمراہی ہم پر پھیلتی ہوئی مسلط ہے اور سنیت قادریت کی آڑ میں پھیلتی جاری ہے۔ ۲۔ پروفیسر طاہر القادری خود اپنی بھی اور اپنے اداروں میں مقرر کردہ اماموں کی بھی داڑھیاں چار انگل لبی شرعی اسلامی حد سے کم رکھتے، رکھواتے ہیں اور یہ سب بقول فقہاء کرام فاسق معلن بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے بہت سے متقی مسلمانوں نے ان کے اماموں اور خود پروفیسر کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ ہمیں اس کے متعلق بھی شرعی فتویٰ عطا فرمایا جائے تاکہ ہم ان اماموں اور پروفیسر کا محاسبہ کریں اور عوام مسلمانوں کو ان گمراہوں سے بچا سکیں۔

۳۔ طاہر القادری یہ بھی کہتے ہیں کہ عورتوں کو چہرے کا پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف سر پر بالوں کا ڈھک لینا کافی ہے۔ لہٰذا عورتیں چہرہ کھول کر سرخی پاؤڈر لگا کر سر عام بازاروں میں پھر سکتی ہیں اور نامحرموں کو اپنا چہرہ دکھا سکتی ہیں۔

یہاں تک کہ ان کی محفلوں میں عورتیں بے پردہ ہی چہرہ کھلے آتی جاتی ہیں۔ اسی طرح اخباروں میں بھی بے پردہ عورتوں کے ساتھ ان کی علانیہ فوٹو تصویریں موجود ہیں۔ چنانچہ جنگ لندن بارہ فروری ۲۰۰۲ء انتیس ذیقعد ۱۴۲۲ھ بروز منگل صفحہ ۴۔ میں فوٹو موجود ہے جس میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ ہیں۔ ان عورتوں کے تو بال بھی کھلے ہیں اور پروفیسر داد عیش دے رہے ہیں۔ ہمیں تو یہ شخص عیاش لگتے ہیں۔ ۴۔ خود کو اس دور کا بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہیں اور ایسی جھوٹی خوابیں بناتے ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے۔ خوابوں کی کیسٹیں شائع کرائی گئی ہیں ہم نے بھی سنی ہیں اور آپ کی خدمت میں بھی ارسال ہیں۔ نیز ۱۹۹۰۔۹۔۳۰ کے حوالے سے بمطابق ۹ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ نوائے وقت لاہور اور ماہنامہ تکبیر میں ایک خواب طاہر القادری صاحب نے شائع کرایا تھا کہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم اگر پاکستان میں میرے میزبان بن جاؤ تو میں پاکستان کچھ دنوں کیلئے رک سکتا ہوں۔ اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر طاہر القادری اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے پاکستان میں مجھے اپنا مستقل میزبان مقرر کرلیا ہے پروفیسر مذکور ایسی خوابیں چھاپ کر اپنی فضیلت ظاہر کرنا چاہتے ہیں اسی خواب میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرنے اور واپسی کے ٹکٹ کے انتظام کرنے کا بھی مطالبہ فرمایا۔ اس خواب اور طاہر القادری کے اخباری بیان پر علماء کرام نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں سے طاہر القادری کی تین گستاخیاں شان نبوت میں ظاہر ہوتی ہیں اولاً یہ کہ طاہر القادری سے مدد طلب کرنا۔ دوم ایک اونیٰ ترین امتی طاہر القادری کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کی محتاجی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے اور توہین کرنے والوں کی جو سزا ہے طاہر القادری اسی سزا کا مستحق ہے۔ مورخہ اٹھائیس ستمبر ۱۹۸۷ء کے جنگ اخبار لاہور، کراچی میں یہ خبر چھپی ہے کہ طاہر القادری نے بے پردہ عورتوں میں بیٹھ کر خطاب کیا سوال یہ ہے کہ اس طرح بے پردہ چہرہ اور فیشن کھلے ہو کر عورتوں میں آنا خطاب کرنا، سوال جواب کرنا شرعاً جائز ہے اس سے پہلے کیا کسی اسلامی محفل میں اس طرح کا ثبوت ملتا ہے۔ مجالس نبویہ سے لے کر ماضی قریب کے اکابر علماء و مشائخ کی محافل تک اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا طاہر القادری کو اس طرح غیر شرعی محفلیں سجانا داد تحسین حاصل کرنا جائز ہے کیا کوئی نظام مصطفوی لانے کا دعویدار ایسی غیر شرعی حرکتیں کرنے والا نامحرموں کی محفلیں لگانے والا اپنے دعوئے نظام مصطفوی لانے میں مخلص ہو سکتا ہے؟ بلکہ ایسا گھناؤنا شخص تو اپنے قول وعمل سے دین کو خراب کر رہا ہے۔ جس سے نئی نسل میں شریعت کی مخالفت پیدا ہو رہی ہے گویا کہ ان کی ولایت کا دارومدار صرف خوابوں پر ہے۔ ظاہری کرامت تو درکنار عمل شرعی کردار بھی خلاف شریعت واضح ہے۔

۵۔ اسلام میں فوٹو بنانا، بنوانا حرام قطعی ہے مگر طاہر القادری فوٹو تصویر بنانے، بنوانے کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے اداروں اور ان کے ماننے والوں کے گھروں اور عبادت خانوں میں پروفیسر کے بڑے بڑے فوٹو لگے ہوئے ہیں۔ انہی فوٹوؤں میں ان کی نمازیں ہو رہی ہیں (معاذ اللہ) غرضیکہ ہر گھر ہر ادارہ مندر اور بت خانہ بنا ہوا ہے۔ ۶۔ کسی باطل فرقے کو غلط نہیں کہتے۔ سب کو صحیح کہتے ہیں اور سب کے پیچھے نماز پڑھ لینے کو جائز کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں بلکہ خود بھی اور

ان کے حواری بھی بڑی خوش دلی سے باطل ولادین اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ فرمایا جائے کہ جس شخص کے مندرجہ ذیل کردار ہوں کیا وہ اہل سنت کا مذہبی لیڈر وراہنما بننے کا حق رکھتا ہے اور اس کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز شرعاً جائز ہے۔ اگر پڑھی ہوئی ہو تو کیا ہو جائے گی یا دوبارہ دہرانی پڑے گی۔ ۱۔ وہ شرعی پردے کے خلاف ہے بے پردہ چہرہ کھلی عورتوں میں جلسے کرتا ہو۔ ۲۔ مسلمانوں کے روزے، عیدیں قربانیاں برباد کرتا ہو۔ ۳۔ فوٹو تصویر بنوانے و بنانے کو جائز قرار دیتا ہو۔ ۴۔ تارک سنت ہو داڑھی کترواتا ہو بلکہ جبراً اپنے معتقدین کی داڑھیاں چھوٹی کرنے کا حکم دیتا ہو۔ ۵۔ جھوٹی خوابیں بیان کرتا ہو۔ ۶۔ اس کی وجہ سے امت مسلمہ کو بجائے فائدے کے سخت ترین دینی نقصان ہو رہا ہو۔ جس کی وجہ سے گمراہی اور خلاف شریعت بے راہ روی پھیلتی جا رہی ہو براہ کرم ایسے شخص کے بارے میں ہمیں مدلل تحقیق اور جلد از جلد فتویٰ و شرعی حتمی فیصلہ عطا فرمایا جائے ہم نے یہ استفتا۔ بریلی شریف ملتان، لاہور اور گجرات بھیجا ہے۔ جب بھی جہاں سے شرعی فتویٰ و فیصلہ حاصل ہوگا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر شائع کریں گے۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

دستخط سائلین۔ صوفی حاجی محمد نواز قادری رضوی سٹوک ہوم سویڈن۔ ۲۔ غلام جیلانی سویڈن۔ ۳۔ امتیاز علی سویڈن۔ ۴۔ وغیرہم۔ ۵۔ محمد ارشد کوپن ہیگن ڈنمارک، ۶۔ صاحبزادہ محبوب الٰہی ڈنمارک کوپن ہیگن۔ ۷۔ حاجی محمد عارف کوپن ہیگن ڈنمارک۔ ۸۔ حاجی احسان احمد، کوپن ہیگن ڈنمارک۔ ۹۔ سلیم محمود کوپن ہیگن ڈنمارک۔ ۱۰۔ حاجی عبدالمالک قادری نوشاہی پیرس فرانس۔ ۱۱۔ حاجی محمد اشرف قادری نعیمی بریلوی پیرس فرانس۔ ۱۲۔ محمد شفیق پیرس فرانس۔ ۱۳۔ قاضی محمد اسلام پیرس فرانس۔ ۱۴۔ آفتاب احمد سیالکوٹی پیرس فرانس۔ ۱۵۔ محمد امین پیرس فرانس۔ ۱۶۔ جو کچھ اوپر لکھا ہے اگر ایسے ہی ہے تو واقعی بہت غلط نظریات ہیں۔ دستخط بقلم شیخ غلام حسین۔ پیرس فرانس۔ ۱۷۔ رزاق محمد بریڈ فورڈ برطانیہ انگلینڈ۔ ۱۸۔ قربان حسین بریڈ فورڈ انگلینڈ برطانیہ۔ ۱۹۔ طارق محمود، بریڈ فورڈ انگلینڈ برطانیہ۔ ۲۰۔ ریاض احمد بریڈ فورڈ۔ انگلینڈ برطانیہ۔ (نوٹ) جو شخص ہر باطل فرقے کو صحیح سمجھے ان کے پیچھے نمازیں پڑھے۔ پھر خود کو سنی اور بریلوی بھی کہے۔ تو کیا ایسے شخص کو جھوٹا سنی سمجھا جائے یا سچی سنی۔

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

یہ استفتا میرے پاس دنیا کے پانچ مختلف ملکوں سے مختلف کم وبیش عبارتوں میں پہنچے۔ یعنی سویڈن، ڈنمارک، ناروے، فرانس، برطانیہ انگلینڈ سے جن پر متعدد حضرات کے بقلم خود دستخط ہیں جو تقریباً بیس عدد بنتے ہیں جیسا کہ مندرجہ سوال کی عبارت سے ظاہر ہے چونکہ ہر علاقہ کا سوال ایک ہی شخصیت کے بارے میں ہے۔ اس لئے ہم نے سب سوالات کو اپنی عبارت میں من وعن ایک جگہ جمع کر دیا بعد میں ہم کو آخری استفتا ۲۰۰۲۔۴۔۹ کو وصول ہوا۔ سائلین حضرات نے

مذکورہ فی السوال شخصیت کے بارے میں صرف فتوی ہی نہیں مانگا تھا بلکہ شرعی فیصلہ طلب کیا ہے اس بنا پر۔ مرسل الیہ عالم دین قاضی اسلام اور شرعی عدالت کے جج وجسٹس کی ذمہ داری پر ہوا اور وہ ادارہ شرعی عدالت واسلامی کورٹ کے درجے وذمے داری پر متصور ہوگا۔ سائلین مدعیان اور مذکورہ شخصیت مدعی علیہ۔ اس وجہ سے عدالت اسلامی اور شرعی جج کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے میں نے بذریعہ تحریر مندرجہ ذیل عبارت کا خط لکھ کر مدعی علیہ کو روانہ کیا تا کہ مدعی علیہ کا موقف و دلائل معلوم ہو سکے۔

محترم عزیزم پروفیسر طاہر القادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چند دن پیشتر متعدد علاقوں سے میرے پاس یہ چند استفتا آئے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں شرعی فتوی فیصلہ جاری کروں چونکہ اس میں آپ کو مدعی علیہ بنایا گیا اس لئے اصول فتوی کے مطابق آپ کو اطلاع دینی اور آپ کا موقف ونظریہ سننا ضروری ہے اس لئے آپ کی سہولت کیلئے ان تمام استفتائت کا مضمون میں نے اپنے قلم سے اسی صفحہ پر مندرجہ بالا سطور میں یکجا کر دیا ہے اور مزید اصل مسودات کی فوٹو سٹیٹ بھی ساتھ ہی منسلک کر دیئے گئے ہیں تا کہ آپ کو ان کے مطالعے میں سہولت رہے لہٰذا آپ کو ایک ماہ کا وقت دیا جاتا ہے آپ کی بے پناہ مصروفیت کی بنا پر جس دن آپ کو یہ ملے اس سے ایک ماہ بعد تک آپ کی طرف سے آپ کا موقف معلوم ہونا چاہئے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے موقف اور نظریات کی روشنی میں اس کا شرعی فیصلہ جاری کیا جائے تا کہ عدالت شرعی کے دار الافتا سے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور آپ کی دل شکنی بھی نہ ہو۔ مجھے امید ہے کہ آپ پہلی فرصت میں جواب سے نواز کر شرعی فتوے میں آسانی پیدا فرمائیں گے اور مجھے آپ کے دلائل و براہین جاننے میں آسانی کا شرف حاصل ہوگا۔ فقط والسلام مع الاکرام۔ مفتی دارلافتاء مدرسہ غوثیہ نعیمیہ اقتدار احمد خان قادری۔ ۲۰۰۱-۱۰-۲۹

میرے اس جواب طلبی خط کا جواب پروفیسر صاحب کی طرف سے۔ تقریباً ڈھائی ماہ بعد ۲۰۰۲-۱-۱۸ بروز جمعہ وصول ہوا جس میں انہوں نے مندرجہ ذیل چیزوں کی وضاحت اقراری فرمائی مگر کسی موقف کی کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔ ۱۔ میرا مسلک سنی بریلوی ہے۔ ۲۔ قادری صاحب اور ان کے ادارے متعین ائمہ اور زیر تعلیم طلبا کی داڑھیاں حد شرعی سے کم نہیں۔ جب چاہیں ناپ لیں۔ البتہ ہم قبضہ داڑھی کو سنت مؤکدہ مانتے ہیں اور بس ان کے اس اور بس کا مطلب ہم نے یہ لیا کہ ہم اس پر عامل نہ ہیں نہ ہونا چاہتے ہیں۔ ان کی اس تحریری بس کا یہ مطلب ہم نے اس لئے نکالا کہ ان کی داڑھیاں قبضہ یعنی چار انگل ظاہراً نظر نہیں آتیں بلکہ دو انگل سے بھی کم ہیں۔ نیز اپنی ان دو انگلی داڑھیوں کو حد شرعی کے مطابق کہنے کا مطلب یہ ہے ان کے نزدیک قبضہ چار انگلی داڑھی جس کو سنت موکدہ بھی مان رہے ہیں نہ حد شرعی ہے نہ واجب العمل ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک ان کا یہ ذاتی عمل تو حد شرعی ہوگیا کہ سنت موکدہ یعنی عمل نبوی حد شرعی نہیں ہے (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ)۔ مجھے بتا تو صحیح اور گمراہی کیا ہے۔ آگے اسی ضمن میں لکھا ہے کہ قادری صاحب اور ان کے متعین اماموں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے مگر اس خود ساختہ جواز پر کوئی شرعی دلیل نہیں دی۔ ایسا دعویٰ بلا دلیل تو ہر باطل و

جاہل انسان بھی کہتا اور کرسکتا ہے۔ ۳۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ چہرہ کسی کے نزدیک پردے میں شامل نہیں۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی کسی کتاب میں اسے پردے میں کسی نے شامل کیا ہے تو بتا دیں چہرہ، دونوں ہاتھ دونوں پاؤں ستر میں شامل نہیں۔ آپ کی تحقیق دین سے مختلف ہو تو اس کا حوالہ بتائیں۔ کیا عجیب منطق ہے کہ خود کوئی حوالہ نہ لکھا الٹا ہم سے حوالہ مانگتے ہیں۔ پہلے ہمارا مطالبہ پورا کرو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ۴۔ ہم قادری پروفیسر رویت ہلال کے شرعی قاعدے کے مطابق ہی رمضان وعیدین وغیرہ کا تعین کرتے ہیں اس پر بھی کسی شرعی قاعدے کی وضاحت نہ کی گئی نہ معلوم اللہ شرعی سے کیا مراد ہے۔ داڑھی والی حد شرعی ذاتی یا اسلامی شرعی نہ ہی اپنے اس ایک ورقی خط میں خود اپنے ان روزوں عیدوں کا جواب دیا جو پاکستان میں رہ کر پاکستانی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلوں کے مطابق اپنے شرعی قاعدے چھوڑ کر بلا چون و چرا عام مسلمانوں کی طرح اور بیرون ملک اپنے منہاجی عقیدت مندوں حکم یافتہ لوگوں کے خلاف منا لیتے ہیں۔ پاکستان میں وہ اپنا شرعی قاعدہ کیوں نہیں چلاتے۔ ۵۔ لکھتے ہیں کہ ہم سنی مسلمان ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ ایک سنی عالم تھے۔ اہلسنت کیلئے ان کی بیش خدمات کے پیش نظر ہر راسخ العقیدہ مسلمان ان سے عقیدت رکھتا ہے۔ اور بس سنی مسلمانوں کو بریلوی بریلوی کے نام سے شہرت دینا دراصل مخالفین کا وطیرہ ہے تاکہ وہ عرب وعجم کے ناواقف علما اور عوام کو یہ باور کرائیں کہ یہ کوئی نیا فرقہ ہے اس کا بانی فلاں تھا اور اس کی اتنی عمر ہے یہاں تو پروفیسر صاحب نے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم مقتداء اہلسنت امام المسلمین کو صرف مولانا اور ایک سنی عالم کہہ کر ایک گلی محلے کی مسجد کے عام امام مسجد و مولوی سمجھے کا تاثر دیا ہے اس سے زیادہ تو مخالفین بھی اعلیٰ حضرت کا احترام کر لیتے ہیں۔ مگر پروفیسر صاحب اپنے نام کے ساتھ علامہ، محترم، ڈاکٹر، پروفیسر، قادری قائد جیسے ڈھیروں القاب لکھتے اور لکھواتے ہیں۔ اور لقب بریلوی کو مخالفین کا وطیرہ کہہ دینا اور پھر کوئی ثبوت یا حوالہ پیش نہ کرنا اہل علم و ذمہ دار حضرات کو ہرگز جائز نہیں ہے ایسی بے سروپا باتیں کرنا، غیر ذمے دار عوامی سطح کے لوگوں کا کام ہے عقلا کو زیب نہیں دیتا۔

نہ گفتہ ندارد کسے با تو کار   ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

ایسی بے دلیل باتوں کا اگر دروازہ کھل گیا تو پھر کسی کی خیر نہیں۔ قادری علیحدہ فرقہ بن جائے گا جیلانی علیحدہ منہاجی علیحدہ اور چشتی نقشبندی۔ طاہری۔ سب نئے فرقے متصور ہوں گے اور ان کے منسوب الیہ ان فرقوں کے بانی لیکن یہی صاحب خود آگے لکھتے ہیں کہ ہاں اگر بریلویت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس۔ رسول پاک ﷺ کو سرکار کی تمام نعوت وصفات کو مرکز دین وایمان ماننا محبت وادب رسالت مآب کا پرچار کرنا۔ گستاخی وگستاخوں کا قلع قمع کرنا تو الحمد للہ ہم سے بڑا کوئی بریلوی نہیں۔ کیوں صاحب یہ کیا تحریری دورنگی چال ہے کہ ادھر تو بریلوی لقب کو مخالفین کی شہرت سازی و بناوٹی وطیرہ کہا جا رہا ہے اور ادھر خود سب سے بڑے بریلوی بن رہے ہو اور اس فقرے کی ابتدا میں ہاں اگر بریلویت کی اگری مگری قید لگا کر پروفیسر صاحب نے عوام کی نظر میں بریلویت کو مشکوک کرنے کی ناپاک وناجائز کوشش کی ہے۔ لفظ اگر شک کیلئے استعمال کیا جاتا ہے کیا پروفیسر صاحب بریلویت سے عقیدۃً مشکوک ہیں یا لفظ اگر کا استعمال نہیں

جانتے۔ ۶۔ پروفیسر صاحب نے جواز تصویر بھی دلیل نہ لکھی۔ صرف اتنا لکھ کر جان چھڑائی۔ فوٹو تصویر پر ہمارا موقف واضح ہے۔ ہم نے کبھی کسی سے کوئی بات چھپائی نہیں۔ اس سلسلے میں رسالہ تصویر کی شرعی حیثیت کا مطالعہ درست رہے گا۔ والسلام مع الاکرام۔

اس دو صفحی ایک ورقی خط کی درمیانی زیادہ سطور میں اپنی اور اپنے ادارے کی نمائشی خوبیوں کے پل باندھے گئے ہیں جن سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ قابل اعتراض تو ان کے ذاتی عملی یہ مندرجہ بالا چند کردار و اقوال ہیں جس سے قوم بگڑ رہی ہے۔ کیا یہ مثل مشہور نہیں کہ ایک بھری بالٹی دودھ کو ایک قطرہ گندگی کا پلید کر دیتا ہے دودھ کی کثرت کو نہیں دیکھا جاتا۔ گندگی کے قطرے کی حرکت کو دیکھا جاتا ہے شریعت کے خلاف آپ کی ایک حرکت بھی آپ کی درسی و تصنیفی۔ عمل وسجدہ سجودی قیامی صیامی اچھائیوں کو ایک منٹ میں اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ بنا سکتی ہے۔ یہ تھا جانب پروفیسر صاحب کا ایک خط ہمارے پہلے اطلاعی خط کے جواب میں پھر اس کے جواب الجواب میں ہم نے مورخہ ۲۰۔۱۔۲۰۰۲ کو ایک خط لکھا جس کا مختصر مضمون وخلاصہ حسب ذیل ہے میں نے قادری پروفیسر صاحب کو جو پہلا خط لکھا اس میں صرف سات باتوں میں پروفیسر صاحب کا موقف اور دلائل پوچھے تھے مگر پروفیسر صاحب کی طرف سے جو جوابی خط ہم کو ملا اس میں صرف تین باتوں میں اپنا موقف بیان کیا دلیل اس کی بھی کوئی نہیں۔ باقی چار باتوں میں نہ اپنا موقف بیان کر سکے نہ کوئی دلیل دے سکے نہ ہی سائلین معترضین کے لگائے ہوئے اعتراضات کا جواب دے سکے۔ میں نے دوسرے خط میں پھر وہی سات باتیں لکھ کر کہا زیادہ لمبی تفصیلی تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف مختصراً ان میں سے ہر بات کا اپنا موقف جواز یا عدم جواز اور موقف پر ایک ایک دلیل کم از کم تحریر فرمائیں اور ان کی ایک دوسطری تحریر پر نظر ثانی کیلئے توجہ دلائی وہ یہ کہ اگر بریلویت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ و تسبیح و تقدیس اور نبی کریم ﷺ کی نعت خوانی کو مرکز ایمان ماننا ادب و احترام کا پرچار کرنا۔ گستاخی و گستاخوں کا قلع قمع کرنا تو الحمد للہ ہم سے بڑا کوئی بریلوی نہیں۔ آپ کی اس دوسطری عبارت میں غرور کی جھلک پائی جا رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرنے میں نبی کریم ﷺ کی نعت خوانی و ادب ومحبت میں از صحابہ تا ایں زماں ہم سے بڑا کوئی نہیں۔ یعنی کوئی بھی ایسی اور اتنی تقدیس کبریائی وغیرہ نہ کر سکا جتنی پروفیسر اور ان کے لواحقین کر رہے ہیں۔ کیا یہ مغروریت کی حد نہیں ہے؟ اور کیا اس کو درست کہا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ آپ پروفیسر صاحب مندرجہ باتوں پر اپنا موقف بیان فرمائیں اور ہر موقف پر حدیث و قرآن و فقہ حنفی سے کم از کم ایک دلیل بھی تحریر فرمائیں۔ ۱۔ داڑھی کی شرعی حد کیا ہے۔ ۲۔ سنت مؤکدہ کا تارک فاسق ہے یا نہیں اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ نیز فاسق معلن وغیر معلن میں کیا فرق ہے۔ ۳۔ آپ کا یہ انوکھا موقف ہے کہ عورت کا چہرہ عام پردے میں داخل نہیں اس کے دلائل لکھئے۔ ۴۔ فوٹو، تصویر کو آپ جائز مانتے ہیں لہٰذا اس جواز کے دلائل لکھئے۔ ۵۔ رویت ہلال غیر بصری کا شرعی قاعدہ مع دلائل تحریر فرمایئے۔ ۶۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب کا باطل فرقوں کو غلط نہ سمجھنا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا یہ صحیح ہے یا

مخالفین کی الزام تراشی ہے۔ اس کی وضاحت یا دلائل و وجہ بیان فرمائی جائے۔ ۷۔ سائلین نے پروفیسر صاحب کی خوابوں کے متعلق بھی ذکر کیا ہے مگر ان کا شرعی فتویٰ سے کوئی تعلق نہیں یہ روحانی معاملہ ہے۔ اس لئے مجھے اس کی وضاحت طلبی کی ضرورت نہیں۔ البتہ بزرگان تصوف خوابوں کی تشہیر سے منع فرماتے ہیں۔ خاص کر زندگی میں۔ ہاں خواب دیکھنے والے بزرگ کی بعد وفات تذکرۂ رویا کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ ہے ہمارے دوسرے جواب الجواب کا خلاصہ۔ مگر آج تقریباً چار ماہ گزرنے کو ہیں ہمیں پروفیسر صاحب کی طرف سے کوئی بھی کسی قسم کا خط وصول نہیں ہوا۔ اس کو کیا سمجھا جائے مجہولیت یا مغروریت یا مصروفیت۔ بہرحال یہ بداخلاقی بھی ہے اور توہین عدالت اسلامی بھی۔ بہرکیف ہمارا فرض تھا فریق ثانی مدعا علیہ کو اطلاع دیں۔ وہ ہم نے پورا کیا نیز پروفیسر صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ میرے خلاف فتویٰ اور شرعی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے اطلاع کیوں نہ دی گئی سائلین کے سوالیہ استفتا کا جواب حسب ذیل ہے۔

۲۰۰۲۔۴۔۱۶

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابُ

سوال نمبر ۱ کا جواب

داڑھی مقدس کی شرعی اسلامی حد اور حیثیت

داڑھی مقدس کے بارے میں پروفیسر طاہر القادری نے اپنے جواب الجواب میں یہ لکھ کر کہ قادری صاحب اور ان کے ادارے کے متعین ائمہ اور زیر تعلیم طلبا کی داڑھیاں حد شرعی سے کم نہیں جب چاہیں ناپ لیں البتہ ہم قبضہ داڑھی کو سنت مؤکدہ مانتے ہیں اور بس اس فقرے سے صاف ظاہر ہے کہ پروفیسر اور فرقہ منہاجیہ کے نزدیک قبضہ یعنی چار انگل داڑھی نہ حد شرعی ہے نہ قابل عمل صرف نبی کریم ﷺ کی سنت موکدہ ہے اور بس یعنی ہم منہاجیوں کیلئے قابل عمل نہیں معاذ اللہ معاذ اللہ۔ یہ فقرہ انتہائی متکبرانہ گستاخانہ اور گمراہانہ ہے میں نے تمام منہاجیوں کی داڑھیاں دیکھی ہیں ایک یا ڈیڑھ انگلی سے زیادہ نہیں اسی کو ہی یہ لوگ حد شرعی سمجھ رہے ہیں اور آقا کائنات ﷺ کی داڑھی مقدس کو یہ لوگ سنت مؤکدہ مانتے ہوئے بھی حد شرعی نہیں سمجھتے گویا کہ ان لوگوں کا دین اسلام قرآن اور حدیث وفقہ سے علیحدہ ہے۔ ہم نے اپنے اسی فتاویٰ العطایا کی جلد سوم میں داڑھی مبارک کے متعلق ایک مبسوط مضبوط مفصل با دلائل فتویٰ شائع کیا ہے جس میں بتایا ہے چار انگلی داڑھی ہی شرعی ہے کیونکہ سنت مؤکدہ ہے اور سنت موکدہ کا تارک فاسق معلن ہے اور نا قابل امامت لہٰذا فاسق معلن کو امام بنانا قطعاً ناجائز ہے۔ ان تمام دلائل کا مطالعہ فتاویٰ جلد سوم میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں اتنا مزید سمجھ لو کہ جو شخص سنت موکدہ کا تارک ہو وہ لعنتی اور ملعون ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ ۹۰ پر ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ الْفَارِسی عَنْ یَعْقُوْبِ بْنِ سِفْیَانَ عَنْ اِسْحَاقِ بْن مُحَمَّدَ الْقَرْوِیْ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰن

بْنِ ابی الْمَوَالِی عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَوْھَبٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحمد بن عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُمْرَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃٌ لَعَنْتُھُمْ لَعَنَ ھُمُ اللّٰہُ وَکُلُّ نَبِیٍّ مُجَابٍ۔ اَلْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ۔ وَالذَّائِدُ فِی کِتَابِ اللّٰہِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبْرُوْتِ لِیُذِلَّ مَا اَعَزَّاللّٰہُ وَیُعِزُّمَا اَذَلَّاللّٰہُ۔ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیْ وَلَمْ یُخْرِجَاہُ۔ ترجمہ: روایت ہے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے کہ چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر لعنت ہے۔ ا۔لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ہر نبی دعا مانگنے اور قبولیت کئے جانے والی دعا میں۔ تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والے پر لعنت۔ ۲۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے پر لعنت۔ ۳۔اور جبر وظلم سے مسلط ہو کر حاکم بنے والے پر تا کہ عزت دے ان پر چیزوں کو جن کو رب تعالیٰ نے ذلیل وحرام کیا ہے اور ذلیل کرے ان چیزوں کو جن کو رب تعالیٰ نے عزت دی ہے اور معظم مکرم بابرکت بنایا ہے۔ ۴۔اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے یا حرم کو حرم نہ سمجھے۔ ۵۔اور میری عترت میں سے وہ شخص جو حلال سمجھے اپنے لئے وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیں ہیں۔ ۶۔اور اس پر بھی لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی جو میری سنت کا تارک یعنی چھوڑنے والا ہے۔ یہ حدیث پاک بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ داڑھی کی سنت موکدہ کا تارک بھی لعنتی ہے اب فرقہ منہاجیہ والے سوچ لیں کہ وہ داڑھیاں حد شرعی یعنی چار انگل سے چھوٹی کرا کے ہر روز اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی طرف سے کتنی لعنتیں لے رہے ہیں اور اپنے ماننے والے ائمہ طلبا اور عوام کو دلوا رہے ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمان ان منہاجی فاسقین سے بچیں اور اپنی نمازوں عبادتوں روزوں قربانیوں کو بچائیں یہ سب فساق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے یہ لوگ فاسق معلن ہیں نیز فاسق معلن اور غیر معلن میں فرق یہ ہے کہ جس کا گناہ اس کے جسم پر ہر وقت یا بحالت نماز ظاہر ظہور ونظر آتا ہو وہ فاسق معلن ہے یا جو علی الاعلان گناہ کرتا ہو جائز سمجھ کر یا ناجائز سمجھتے ہوئے نہ خوف خدا ہو نہ شرم نبی ہو وہ بھی فاسق معلن ہے۔ لیکن جو چھپ کر ڈر کر گناہ کو گناہ سمجھ کر گناہ کرتا ہو اور اس کے جسم پر ظاہراً گناہ کا کوئی نشان نہیں ہے وہ فاسق غیر معلن ہے۔ اس کا حکم شرعاً نرم ہے۔

دوسرے سوال کا جواب

اسلامی پردے کا بیان

پردے کے متعلق یہ کہنا کہ عورتوں کے صرف بالوں کا پردہ فرض ہے چہرے کا نہیں کھلے چہرے بازاروں میں جا سکتی ہیں انتہائی احمقانہ جہالت ہے۔ اس قول سے سراسر گمراہی اور بے حیائی پھیل رہی ہے نیز اس جہالت سے ثابت ہوا کہ ادارہ منہاج القرآن کے بانی و دیگر عملہ علم سے بے خبر عقل سے بے فہم تحقیق سے بے توفیق۔ نہ تفقہ فی الدین۔ نہ حق الیقین نہ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ پر عمل نہ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کی پرواہ بس قلم گھسیٹنے اور قلم ضلالت کے ذریعہ عوام کو جہنم میں کھینچنے کا

شرق نہ جانے کے بعد اگر صرف بالغوں کا پردہ فرض ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورتوں کو پگڑی باندھنے یا ٹوپی وغیرہ پہننے کا حکم فرماتا نہ کہ لمبی چوڑی چادریں [illegible] اگر ان لوگوں میں ذرہ بھر عقل یا علم ہوتا تو کبھی بھی خلاف اسلام وقرآن وحدیث اپنا یہ نیا عقیدہ بناتے [illegible] کی وجہ سے عوام میں یہ نئے فرقے باطلہ کے نام سے شہرت پا رہے ہیں کسی نے ان کو فرقہ [illegible] کا نام دیا ہے اور کسی نے فرقہ منہاجیہ کا۔ اس قسم کے باطل نظریات دین مصطفوی کی خدمت و حمایت نہیں بلکہ دین حق و شریعت [illegible] سے تصادم و مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل و راہ ہدایت عطا فرمائے۔ قانون شریعت کے مطابق پردہ [illegible] حجاب صلوۃ یعنی بوقت نماز اعضاء جسمانی کو چھپانا یہ پردہ سر سے ایڑھیوں تک ہے۔ اس طرح کہ ہر عورت جب نماز پڑھنے لگے تو اپنے سر سے پاؤں کی ایڑھیوں تک مکمل طور پر بال کندھے پیٹھ، پیٹ سینہ شرمگاہ وغیرہ موٹے کپڑے سے ڈھک لے اس پردے میں چہرہ اور ہاتھ داخل نہیں۔ فقہاء کرام جہاں کہیں بھی پردے کا بیان کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اس میں چہرہ اور ہاتھ مراد اور شامل و داخل نہیں وہاں یہی حجاب نماز مراد ہے ان کم عقلوں نے اسی کو حجاب عوامی و بازاری سمجھ کر فحاشی و بے حیائی کو فروغ دیا۔ ایک بزرگ نے مجھے فرمایا کہ شاید منہاجی لوگ مشکوۃ شریف صفحہ ۳۷۷ پر منقول روایت سے اپنے اس باطل نظریے کی دلیل لیتے ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَقَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یُّصْلَحَ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ رواہ اَبُوْدَاؤدَ۔ ترجمہ:۔ روایت ہے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ بیشک اسماء بنت ابی بکر صدیق داخل ہوئی حضور اقدس ﷺ کے سامنے حالانکہ اس پر باریک کپڑا تھا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء بیشک عورت جب حیض کی عمر کو پہنچ جائے نہیں درست ہے کہ دیکھا جائے اس کے بدن کچھ بھی مگر یہ اور یہ اور اشارہ فرمایا اپنے چہرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ میں نے ان بزرگوں کی بات کا جواب اپنی تفسیر نعیمی پارہ اٹھارہ سورۃ نور صفحہ ۱۰۷ پر دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت چند وجوں سے ان کی دلیل نہیں بن سکتی اور اس سے استدلال نا سمجھی ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مرات شرح مشکوۃ میں۔ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضُ کا ترجمہ فرمایا ہے کہ جب عورت قریب بلوغ پہنچ جائے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت اسماء اس وقت مکمل بالغہ نہیں تھیں مگر یہ لوگ مطلقاً ہر عورت کا پردہ اتار رہے ہیں۔ جس کی تصاویر لوگوں کے پاس ہیں کہ جوان و بے پردہ چہرہ بلکہ آدھا سر بھی کھلا عورتوں میں۔ پروفیسر صاحب کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر داد وتحسین دے رہے ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ مولیٰ تعالیٰ میرے ان بھائیوں کو ہدایت کاملہ اور فہم تامہ عطا فرمائے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس روایت کی شرح میں علامہ ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں۔ اپنی کتاب مرقات شرح جلد چہارم ۴۳۸ پر۔ وَلَعَلَّ ھٰذَا کَانَ قَبْلَ الْحِجَابِ۔ ترجمہ۔ اور شاید یہ واقعۂ روایت آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے یعنی حضرت اسما کی حاضری بارگاہ اور آقاء کائنات حضور ﷺ کا یہ حکم حجاب اور استثنا کا اشارہ فرمانا

اصلی اور مکمل حجاب اسلامی سے پہلے کا ہے۔ ورنہ آقا ﷺ کبھی بھی یہ استثناء نہ فرماتے۔ کیونکہ یہ استثنا بقول ملا علی قاری قرآن مجید کی صریحی آیت حجاب و دیگر احادیث مقدسات کے سراسر خلاف ہے۔ نزول حجاب کے بعد اس قسم کا استثنا نا ممکن ہے۔ وجہ سوم یہ کہ یہ روایت خبر واحد پر ہے اور فقہاء علم اصول خبر واحد پر حدیث ہی نہیں مانتے اس لئے قیاس کے مخالف خبر واحد کو چھوڑ دیتے ہیں اور قیاس پر عمل کرتے ہیں نہ کہ خبر واحد پر جیسا کہ نبراس ۴۴۹ اور نور الانوار ۱۰۲ پر ہے اور یہ روایت ہر طرح قیاس کے خلاف ہی ہے کیونکہ عقلاً بھی چہرہ ہی اصل پردے کا مقام ہے اسلئے کہ اسی میں وہ حسن و جمال ہے جو مردی شہوت کا موجب ہے اور چہرے میں ہی تعارف ہے۔ چوتھی وجہ یہ کہ یہ روایت مجمل ہے کیونکہ اسمیں اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا ہے اور یہاں ھٰذا کے مشار الیہ میں بہت سے احتمال نکل سکتے ہیں جبکہ آقا ﷺ کا چہرہ مقدس بھی سننے والی حضرت اسماء سے پھرا ہوا ہے یعنی فَاَعْرَضَ عَنْهَا۔ راوی یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ راوی کی یہ سمجھ غلط ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ چہرہ پاک اسماء سے اَعْرَضَ ہے تو یہ اشارہ کس کو دکھایا گیا حالانکہ کلام کی مخاطبہ اسماء ہیں دوم یہ کہ راوی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے اور یہ اشارہ نہ راوی نے خود دیکھا نہ عائشہ صدیقہ نے نہ حضرت اسماء نے اسکی وجہ یہ کہ راوی تابعی تو اسوقت دنیا میں ہی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اور حضرت صدیقہ یا حضرت اسماء کو انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ چنانچہ ابو داؤد شریف جلد دوم کتاب اللباس ۵۶۷ پر یہی روایت مع سند اس طرح لکھی ہے۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ كَعْبِ الْاَنْطَاكِيُّ وَ مُؤَمِّلُ بْنُ فَضْلِ الْحَرَّانِيُّ عَنِ الْوَلِيْدِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَهْ عَنْ خَالِدٍ قَالَ يَعْقُوْبُ ابْنُ دُرَيْكٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا اَسْمَآءُ اِنَّ الْمَرْئَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يُصْلَحْ لَهَا اَنْ يُرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَ هٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَ كَفَّيْهِ قَالَ اَبُوْدَ اؤُدَ هٰذَا مُرْسَلٌ خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ۔ ترجمہ۔ حدیث بیان کی یعقوب بن کعب انطاکی اور مؤمل بن فضل حرانی نے ولید سے ولید نے سعید بن بشیر سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے خالد سے۔ فرمایا امام یعقوب نے کہ ابن دریک یعنی خالد بن دریک نے عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کی کہ بیشک اسماء بنت ابو بکر صدیق حاضر ہوئی بارگاہ رسالت میں حالانکہ اس پر باریک کپڑے یعنی باریک لباس تھا۔ تو آقا ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء بیشک عورت جب حیض کی مدت کو پہنچ جائے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ دیکھا جائے اس کے جسم سے مگر یہ اور یہ۔ اور اشارہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرے اور اپنی ہتھیلیوں کی طرف۔ فرمایا امام ابو داؤد نے یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ خالد بن دریک نے حضرت عائشہ صدیقہ کا زمانہ نہ پایا۔ اور نبی کریم ﷺ کے اشارے کو صدیقہ کے دیکھنے کا کوئی تذکرہ و ثبوت نہیں اور حضرت اسماء بھی دیکھ نہ سکیں کیونکہ ان کی طرف سے منہ پھرا ہوا تھا۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ یہ روایت صرف ابو داؤد نے بیان فرمائی اور وہ بھی اس کو مرسل کہتے ہیں جیسے کہ ابھی اوپر ذکر ہوا۔ اور فقہاء کرام مرسل روایت سے دلیل نہیں پکڑتے بلکہ توقف کا حکم دیتے ہیں کہ ایسی روایت کو نہ مانو نہ انکار کرو نہ اس

سے دلیل نہ بناؤ۔ بلکہ نبی کی حدیث پاک سے اسکی مطابقت تلاش کرو۔ اگر مطابق ہو تو مانو۔ مرسل وہ روایت ہے جو تابعی روایت کرے اور کہہ کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا یا کہ فلاں صحابی یا صحابیہ نے یہ بیان فرمایا حالانکہ اس تابعی نے نہ اس صحابی و صحابیہ سے ملاقات کی نہ زمانہ دیکھا ہو یا نہ زندگی پائی ہو۔ یہ مندرجہ بالا روایت اسی دوسری قسم سے ہے۔ ایک مرسل روایت اس سلسلے میں ہے مشکل مراسیل ابو داؤد ۱۸ پر ہے۔ باب مَاجَآءَ فِی اللِّبَاسِ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْجَارِیَةَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ یُصْلَحْ اَنْ یُرٰی مِنْهَا اِلَّا وَجْهُهَا وَیَدَ هَا اِلَی الْمَفْصَلِ۔ ترجمہ روایت ہے حضرت قتادہ سے یعنی قتادہ بن دعامہ یکنّٰی اَبَا خطاب السّدوسی تابعی الاعمٰی البصری الحافظ ہے (از اکمال ۳۰) کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیشک لونڈی جب حائضہ ہو جائے تو درست نہیں کہ دیکھا جائے اس کے جسم سے مگر اس کا چہرہ اور اس کا ہاتھ مفصل یعنی ہتھیلی کے جوڑ تک۔ اس حدیث پاک میں لونڈی کے پردے کا ذکر فرمایا گیا ہے نہ کہ آزاد معظم و مکرم عورت کے پردے کا لفظ جاریہ کا معنی ہے مملوکہ لونڈی۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت متناً مضطرب ہے کیونکہ اسکے الفاظ کہیں کچھ ہیں۔ کہیں کچھ۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ اِلَّا هٰذَا وَ هٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَ کَفَّیْهِ لیکن روح البیان پارہ اٹھارہ صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔ اِلَّا هٰذَا وَ اَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفِّهٖ۔ اور تفسیر مظہری پارہ اٹھارہ صفحہ ۴۹۳ پر ہے۔ اِلَّا وَجْهَهَا وَیَدَهَا وہاں اَعْرَضَ عَنْهَا بھی نہیں ہے۔ انکے لفظی اختلافات ہونے کی وجہ سے یہ روایت مضطرب ہے اور مضطرب روایت بھی دلیل کے قابل نہیں ہوتی بلکہ قابل توقف ہے اس لئے کہ مشکوک و متروک ہے (از مقدمہ مشکوٰۃ ۳) اگر یہ روایت صحیح فرمان نبوی ہوتا تو اتنے اہم حکم میں اشارہ اور مجمل لفظ و اضطراب نہ ہوتا۔ نہ یہ خبر واحد ہوتی نہ مرسل۔ ظاہر ہوا کہ بناوٹی ہے۔ ساتویں وجہ یہ کہ یہ روایت درایۃً بھی درست نہیں کیونکہ بہت سی آیات حجاب اور دیگر مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ قرآن و حدیث تو فرمائے کہ بوڑھی عورتیں بھی اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ اور اصل زینت صرف چہرے میں ہے۔ (۱) جوان عورتوں میں قدرتی حسن کی۔ (۲) بناؤ سنگھار کی ہر عورت میں۔ اسی لئے چہرہ دیکھ کر ہی شہوت مردی ابھرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں چہرہ ڈھکنے کا ہی حکم ہے اسی پر زور ہے اور مردوں کو اسی چہرہ اجنبیات کے دیکھنے سے ممانعت اور نگاہیں پھیرنے کا حکم ہے۔ میں حیران ہوں کہ ان نوخیز پروفیسروں جاہل خطیبوں کی کیسی عقل ماری گئی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سچی سمجھ دینے والا ہے۔

اسلامی پردے کی دوسری قسم

حجاب محارم یعنی حجاب اندرونی ذی رحم محرم اہل خانہ مردوں سے پردہ۔ یعنی باپ بھائی وغیرہ گیارہ قسم کے ان افراد سے پردہ جنکا ذکر سورۃ نور آیت ۳۱ میں فرمایا گیا ہے۔ یہ پردہ نصف پنڈلی سے یعنی گھٹنوں سے کندھوں تک ہر عورت پر ہر گھر میں ہر وقت فرض ہے۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ اس پردے میں سر، چوٹی، چہرہ، ہاتھ، پیر داخل نہیں۔

اسلامی پردے کی تیسری قسم

حجاب غیر محارم سے پردہ یعنی پردہ بیرونی و بازاری۔ اصل پردہ یہی ہے۔ اسکی سخت تاکید اور پابندی فرض ہے۔ اسمیں ہر جوان عورت کا پورا جسم ٹخنوں سے سر تک مکمل غلاف سے ڈھکنا واجب ہے۔ اسطرح کہ ٹخنے، گھٹنے، ناف، پیٹ، پیٹھ، کمر، کولہوں، کندھے چہرہ، سر کے بال، لٹکتی چوٹی وغیرہ۔ ہاتھ، کلائی، بازو سب کچھ بڑی اور موٹی چادر یا سلے ہوئے غلاف برقعہ میں اچھی طریقے سے ہر جوان عورت جب گھر سے باہر، گلی، محلے، بازار میں جائے یا شہر سے باہر سفر کرے تو ملفوف ہو کر باپردہ نکلے۔ اس پردے کے قرآن و حدیث و فقہ میں مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

پردۂ چہرہ کی پہلی دلیل

سورہ احزاب آیت ۵۹ میں ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔ ترجمہ۔ اے نبی فرمادو اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور تمام مسلمان عورتوں کو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں یہ وہ پردہ ہے جو قریب تر ہے پہچانے میں تاکہ (نہ پہچان کی وجہ سے) راستہ چلتے ایذا نہ دی جائیں۔ یعنی اگر انکا چہرہ، لونڈی عورتوں کی طرح کھلا ہوگا تو انکو لونڈی یا آوارہ عورت سمجھ کر ذلت آمیز ہنسی مذاق سے ستایا جائیگا۔ اسلئے جلابیت (موٹی و بڑی) چادروں سے اپنا سر چہرہ و تمام بدن چھپا کر چلیں تاکہ یہ مکمل پردہ انکی پہچان کرا دے کہ یہ عورت لونڈی یا آوارہ نہیں بلکہ شریف زادی معظم مکرم خاتون ہے۔ خیال رہے کہ شریعت اسلام نے آزاد شریف عورت اور لونڈی غلام کے پردے یہ فرق کیا ہے کہ لونڈی عورت بازار جاتے ہوئے لباس کے ساتھ سر پر دوپٹہ بھی اوڑھے گی مگر چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھے گی جیسا کہ مراسیل ابوداؤد ۱۸ کی حدیث ابھی اوپر بیان کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں حدیث پاک میں جاریۃ فرمایا گیا نہ کہ مطلقاً اِمْرَئَۃ لغت و اصطلاح عرب میں لونڈی مملوکہ کو جاریہ کہتے ہیں اور غیر مملوکہ آزاد عورت کو اِمْرَئَۃُ کہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اَنْ یُّعْرَفْنَ کے لفظ نے آزاد شریف زادی اور لونڈی کے لباس حجابی میں فرق بیان فرمادیا۔

دلیل دوم

اس آیت پاک کی تفسیر میں تمام مفسرین متقدمین و متاخرین فرماتے ہیں کہ۔ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ کا معنی ہے۔ یَقْنَعْنَ بِالْجَلْبَابِ حَتّٰی تُعْرَفَ الْاَمَۃُ مِنَ الْحُرَّۃِ۔ ترجمہ رب تعالیٰ نے عورتوں کو چادریں اپنے اوپر اوڑھنے کا جو حکم فرمایا ہے تو یُدْنِیْنَ کا معنی ہے چادروں سے اپنے اوپر نقاب ڈال لیں نہ کہ صرف سر ڈھکنا۔ اور نقاب چہرے پر ہی ڈالا جاتا ہے۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان پارہ ۲۲ میں اسی آیت حجاب کی تفسیر کرتے ہوئے صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں۔ لَا تَتَشَبَّهْنَ بِالْاَمَاءِ فِیْ لِبَاسِهِنَّ اِذَا هُنَّ یَخْرُجْنَ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ لِحَاجَتِهِنَّ فَكَشَفْنَ شُعُوْرَهُنَّ وَوُجُوْهَهُنَّ۔ ترجمہ۔ آزاد شریف زادی عورتیں نہ مشابہت بنائیں اپنے لباس میں مملوکہ لونڈیوں سے (اور

آج کل کی آزاد عورتوں سے) جس وقت نکلیں اپنے گھروں سے اپنی ضروریات کیلئے تو ڈھک لیا کریں اپنے بالوں کو اور اپنے چہروں کو۔ آگے صحیح روایتوں کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ حَدَّثَنِیْ عَلِیٌّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ عَلِیٍّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ اَمَرَ اللّٰہُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ فِیْ حَاجَۃٍ اَنْ یُّغَطِّیْنَ وُجُوْھَھُنَّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِھِنَّ بِالْجَلَابِیْبِ وَیُبْدِیْنَ عَیْنًا وَّاحِدَۃً۔ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان۔ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ترجمہ: حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان عورتوں کو جب وہ کسی بھی حاجت ضرورت کیلئے گھروں سے نکلیں تو ڈھک لیا کریں اپنے چہروں اپنے سروں کو اوپر سے موٹی چادروں کے ذریعے اور صرف ایک آنکھ ظاہرا کھلی رکھیں (راستہ دیکھنے کے لئے) اسی آیت کی تفسیر میں محدث ابن عون لکھتے ہیں۔ بِرِدَائِہٖ فَتَقَنَّعَ بِہٖ فَغَطّٰی اَنْفَہٗ وَ عَیْنَہُ الْیُسْرٰی وَ اَخْرَجَ عَیْنَہُ الْیُمْنٰی۔ ترجمہ انہوں نے اپنی چادر سے پردہ کرنے کا طریقہ بتایا تو اس سے نقاب اوڑھا اور پھر اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھک لی اور دائیں آنکھ کھلی یعنی چادر سے باہر نکال رکھی۔ محدث ابن سیرین فرماتے ہیں میں نے امام فقیہ حضرت عبیدہ سے یُدْنِیْنَ کی تفسیر پوچھی۔ فَقَالَ بِثَوْبِہٖ فَغَطّٰی رَاْسَہٗ وَ وَجْھَہٗ وَاَبْرَزَ ثَوْبَہٗ عَنْ اِحْدٰی عَیْنَیْہِ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ (الخ) قَالَ کَانَتِ الْحُرَّۃُ تَلْبَسُ لِبَاسَ الْاَمَۃِ فَاَمَرَ اللّٰہُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ وَ اِدْنَاءُ الْجِلْبَابِ اَنْ تَقَنَّعَ وَ تَشُدَّ عَلٰی جَبِیْنِھَا۔ ترجمہ۔ حضرت عبید نے عملی طریقہ بیان فرمایا اپنے کپڑے سے تو ڈھک لیا اپنے سر کو اور اپنے چہرے کو اور ظاہر رکھی اپنے کپڑے سے اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے مسلمان عورت بھی لونڈی جیسا لباس پہنا کرتی تو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ کہ وہ اپنے اوپر موٹی اور بڑی چادریں اوڑھا کریں اور موٹی چادروں کا اوڑھنا یہ ہے کہ نقاب ڈالیں اور لٹکائیں اپنی پیشانیوں پر۔ یعنی برقعے اور گھونگھٹ کی شکل میں۔ عربی لغت میں جلباب بڑی اور موٹی کپڑے کی چادر کو کہتے ہیں۔

دلیل سوم

جس پردے کے جواز کا ذکر پروفیسر طاہر القادری کر رہے ہیں اور مسلمان عورتوں میں جس کا رواج ڈالنا چاہتے ہیں اس کو قرآن مجید کی سورۃ احزاب آیت ۳۳ میں تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی۔ ترجمہ۔ اور اپنے گھروں میں ہی زیادہ رہا کرو اور نہ بے پردہ چہرہ کھول کر پھرو پہلی جاہلیت کی بے پردگی کی مثل فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جاہلیت سے مراد زمانہ کفر ہے اس کے تین معنی کئے گئے ہیں۔ (۱) حضرت آدم یا حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰ تک کا کفریہ زمانہ۔ زمانہ جاہلیت ہے (از تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر) (۲) حضرت آدم سے نبی کریم ﷺ تک یعنی نزول آیت حجاب اور ابتداء تبلیغ اسلام سے کفار کا ہر طریقہ ورواج جو حکم قرآنی کے خلاف ہو وہ طریقہ جاہلیت ہے۔ (۳) تا قیامت وہ ہر کفریہ طریقہ جاہلیت ہے۔ پہلے

زمانے کی کافر عورتیں بھی صرف دوپٹہ اوڑھے چہرے کھلے بازاروں گلیوں میں پھرتی تھی اور اب ہندوستان میں ہندو اور سکھ عورتیں بھی دوپٹہ اوڑھے کھلے منہ بے پردہ پھرتی ہیں یا پھر آوارہ عورتیں منہ کھلے نظر آتی ہے۔ ہندوستان میں گھونگھٹ اور برقع ہی مسلمان اور غیر مسلم عورتوں میں فرق وفصل کرنیوالا ہے گویا کہ کفر واسلام میں چہرے کا پردہ حد فاصل ہے۔ پروفیسر صاحب کے اس قسم کے نظریات گویا کفریہ رواجات کو فروغ دینا ہے۔ کاش یہ پروفیسر نہ ہوتے عالم دین ہوتے تو ایسی گمراہی نہ پھیلاتے۔

دلیل چہارم

علامہ ابوبکر جصّاص اپنی کتاب احکام القرآن جلد سوم ۴۵۷ پر لکھتے ہیں۔ اَصلُ الْحِجابِ تَغطُّی الْوَجْہِ۔ یعنی اصل پردہ چہرہ چھپانا ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد چہارم ۱۶۸ پر ہے۔ وَ اِذْ اخرَجْنَ نِسَآءُ الْمُومِنَاتِ مِنْ بُیُوْتِہِنَّ فَتَغطَّیْنَ وَجُوْھَھُنَّ۔ یعنی جب بھی مسلمان عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اچھی طرح چھپالیا کریں۔

دلیل پنجم

ابوداؤد شریف جلد دوم باب مایُؤمَرُبِہٖ مِنَ الْبَصرِ۔ عَنْ جَرِیرٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظرِ الْفُجَائَۃِ فَقَالَ اَصْرِفْ بَصَرَکَ۔ ترجمہ۔ حضرت جریر نے فرمایا کہ میں نے آقا ﷺ سے پوچھا اچانک نگاہ کے بارے میں تو ارشاد مقدّس فرمایا آقا ﷺ نے فوراً نگاہ پھیر لو ہٹالو۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے نہ رہو۔ یہاں چہرے پر نگاہ پڑنا ہی مراد ہے نہ کہ بال یا لمبی چوٹی پر یہی وجہ ہے کہ چہرہ اجنبیہ دیکھنا ہی حرام ہے اور مسلمان عورتوں کو چہرہ کھولنا ہی حرام ہے اور چھپانا واجب ہے اگر کسی اجنبی مرد کی نگاہ کسی اجنبیہ عورت کے صرف سر اور بالوں یا لمبی چٹیا پر پڑی تو نہ پھرنا واجب نہ دیکھنا گناہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پردہ صرف اس کا ضروری ہے جس سے یا تعارف ہو یا شہوت پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جانور مذکر ومونث سے پردہ نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کی کوئی چیز سے مردوں کو شہوت نہیں آتی۔ مگر جہلاء زمانہ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے نہ منشاء رحمانی وقرآنی کو سمجھیں اسی لئے انکا ہر قول وقلم ضلالت ہی پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے شر شیطانی سے بچائے۔ آمین۔

دلیل ششم

ابوداؤد جلد اول بابٌ فِی الْمُحْرَمَۃِ خَفِیُّ وَجْہِھَا صفحہ ۳۰۵ پر ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ الرُّکْبَانُ یَمُرُّوْنَ بِنَاوَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَحرِّمَاتٌ فَاِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جَلْبَابَھَا مِنْ رَّاْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا فَاِذَا اجاوَزُوْنَا کَشَفْنَاھَا۔ روایت ہے حضرت صدیقہؓ سے انہوں نے فرمایا لوگ سواریوں پر بیٹھے ہمارے پاس سے گزرتے تھے حالانکہ ہم عورتیں (حج کے موقعہ پر) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں احرام باندھی ہوئیں تو جب اجنبی مرد ہمارے قریب آتے ہم میں سے ہرایک عورت اپنی چادروں کو اپنے سر کی طرف سے اپنے چہرے کے

ہمارے پاس سے گزرتے سوار اور ہم رسول اللہ کے ساتھ احرام میں ہوتیں جب وہ ہمارے سامنے آ جاتے تب ہم اپنے چہرے کھول لیتے یعنی لٹکتی چادروں کو چہرے کے سامنے سے ہٹا لیتے۔ سدل کا معنی ہے کپڑا لٹکانا۔ محرمہ عورت چہرہ چھپانے کیلئے اپنے چہرے سے کچھ ہٹا کر اپنا کپڑا لٹکا سکتی ہے آج بھی یہ حکم ہے کیونکہ یہ حکم جاری ہے۔ پردہ فرض ہے اس پردے محرمہ کا طریقہ یہی ہے کہ کپڑا چہرے کے ساتھ نہ لگے بلکہ دور لٹکانا جائز ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ہر مسلمان عورت پر ہر حال میں اجنبی مرد سے پردہ فرض ہے اور اصل پردہ چہرے کا ہے نہ کہ صرف بالوں کا۔

دلیل ہفتم

زمانہ صحابہ میں برقعے اور نقاب پہننے کا مسلمان عورتوں میں عام اسلامی رواج تھا اور نقاب یعنی برقعہ مشہور تھا۔ چنانچہ تفسیر بخاری جلد چہارم ۱۲۹ پر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان عام فرما دیا تھا کہ اَلْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ۔ دیگر روایت میں ہے وَنَهَى النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ۔ یعنی خبردار کوئی احرام والی عورت بحالت احرام نہ نقاب کا برقعہ اوڑھے نہ دستانے پہنے۔ دوسری روایت میں ہے کہ منع فرما دیا نبی کریم ﷺ نے اپنے احراموں میں عورتوں کو دستانوں سے اور برقعوں سے ان احادیث سے دلالۃً ثابت ہوا کہ شروع زمانہ اسلام میں مسلمان عورتیں برقعے پہنا کرتی تھیں یہ رواج مبارک بحمد اللہ تعالیٰ آج تک شرفا میں جاری ہے۔ اس روایت میں احرام پہنے عورت کو برقعہ و نقاب سے منع کیا گیا کیونکہ نقاب چہرے سے جڑ جاتا ہے مگر چونکہ اجنبی مرد سے چہرہ چھپانا پھر بھی بحالت احرام بھی فرض ہے اسلئے اسکا نعم البدل سدل جائز فرمایا گیا کیونکہ وہ چہرے سے دور ہٹا رہتا ہے۔ کپڑا سامنے لے کر یا دستی پنکھا یا کچھ اور۔

دلیل ہشتم

فتاویٰ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۲۷۷ پر ہے۔ وَتُمْنَعُ الْمَرْأَةُ الشَّابَّةُ مِنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ الرِّجَالِ لَا لِأَنَّهُ عَوْرَةٌ بَلْ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ كَمَسِّهِ وَ اِنْ اَمِنَ الشَّهْوَةَ لِاَنَّهُ اَغْلَظُ۔ ترجمہ: اور منع کی جائے گی جوان عورت چہرہ کھولنے سے مردوں کے درمیان اس لئے نہیں کہ چہرہ شرمگاہ ہے بلکہ اس لئے کہ فتنے کا خوف ہے جیسے کہ مرد کا ہاتھ لگنا عورت کے چہرے کو اگرچہ مرد شہوت سے امن میں ہو۔ اسلئے کہ یہ چہرہ کھلنا زیادہ برا و غلیظ ہے۔ اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نماز میں چہرہ کھولنا اور کھلا رکھنا اس لئے جائز ہے کہ چہرہ شرم گاہ نہیں ہے اگر شرم گاہ ہوتا تو بحالت نماز چھپانا واجب ہوتا دوم یہ کہ اجنبی مردوں کے سامنے اجنبیہ عورت کا چہرہ سخت ترین بدترین حرام ہے کیونکہ کسی مرد کو غیر عورت کا چہرہ دیکھ کر شہوت اگرچہ نہ آئے مگر فتنے کا سخت اندیشہ ہے۔ سوم یہ کہ اصل پردہ چہرے کا ہی ہے۔ اسلئے ہر مسلمان عورت کو سختی سے منع کیا جائیگا۔ غرض قرآن مجید، احادیث کثیرہ، محدثین، مفسرین، شارحین، علماء فقہ، علماء اصول فقہ سب کے نزدیک ہر مسلمان عورت پر چہرے کا پردہ فرض ہے۔ جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہ بدترین گمراہ و جہنمی افراد

ہیں اسلام کے باغی اور مسلمانوں کے دشمن۔ منہاج القران والوں کو اس حرام قول وعقیدے وعمل وتحریر سے فوراً توبہ و رجوع کر کے سچا و صحیح مسلمان بننا چاہیے۔

تیسرے مسئلہ کا جواب

شریعت اسلام اور پہلی تمام شریعتوں میں تصویر سازی ہر قسم کی حرام کی گئی ہے۔

یعنی جان دار مخلوق کا مجسمہ اور کپڑے، کاغذ، دیوار پر انسانی حیوانی چہرہ بنانا قطعاً حرام ہے۔

خواہ قلم و برش سے مصوری ہو یا کسی مشین سے فوٹو گرافی ہو سب حرام ہے۔

موجودہ دور کے جاہل خطیب، گمراہ پیر اور دنیا پرست مذہبی لیڈر از قسم پروفیسر صاحبان دیگر بدعات سیئہ وضلالات سیئہ پھیلانے کی طرح فوٹو گرافی کی بت سازی کو بھی جائز کہتے ہیں خود بھی اس حرام گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اور قوم مسلم کو بھی اس گمراہی سے جہنم میں دھکیل رہے ہیں۔ اب چند سالوں سے پروفیسر طاہر القادری صاحب نے فوٹو تصویر کو جائز قرار دے کر اسلام، قرآن، حدیث، فقہ اور اللہ رسول کی مخالفت کرتے ہوئے ان گمراہوں کا سہارا بننے کی ناکام کوشش کی ہے اور اِثْمِ وَعُدْوَان میں ان کا تعاون کر کے کوئی اچھی مثال قائم نہ کی۔ انہوں نے فوٹو گرافی وتصویر سازی کے جواز میں چار طرح قوم کو دھوکہ دیا۔ (۱) کبھی کہا کہ مجسمہ حیوانی حرام ہے تصویر حیوانی حرام نہیں اور جتنی بھی وعید شدید کی احادیث ہیں اس سے مجسمہ سازی مراد ہے نہ کہ کپڑے کاغذ پر تصویر بنانی۔ (۲) کبھی کہا کہ کیمرے وڈیو کی تصویر تصویر ہی نہیں بلکہ عکس ہے اور عکس بنانا جائز ہے۔ حالانکہ بے عقلوں کو معلوم نہیں کہ عکس بنایا نہیں جا سکتا بلکہ خود بخود بن جاتا ہے۔ (۳) کبھی تمثال کا معنی بت کر کے پہلی شریعتوں میں بت سازی تصویر کشی و مصوری کا جواز ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ تمثال کا معنی بت اور جاندار کی تصویر نہیں بلکہ نقشہ نویسی اور نقشہ ہے جو عام ہے ہر قسم نقش و نگار کو جاندار کے ہوں یا غیر جاندار کے۔ (۴) کبھی رقم ارقام مرقوم کے معنی جاندار کی تصویر کر کے دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ ہم نے حرمۃ تصویر پر ایک مفصل و مدلل فتوی اپنے اسی فتاوی کی جلد چہارم میں شائع کیا ہوا ہے جس میں ان کی تمام دھوکہ دہیوں کی مکمل تردید کرتے ہوئے ہر بات کا جواب اور ہر دلیل کا توڑ اور اصل معنی بیان کر دیا ہے وہاں مطالعہ فرمایئے بہر حال ان تخریب کار لوگوں کو اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجرِمَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ۔ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ عَلَيْهِ وِزْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ۔ (از مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۴۱۔ عن جریر وابن ماجہ صفحہ ۱۸ ...... عن منذر ابن جریر عن اَبِیْهِ عبد الله۔ ترجمہ: آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس نے مسلمانوں میں اچھا (مفید) کام ایجاد کیا یعنی رواج ڈالا تو جتنے لوگوں نے بھی اس کام کو کیا قیامت تک تو لکھا جائیگا اس موجد مروّج بندہ کیلئے بھی اس سب کے اعمال کا ثواب اور ان لوگوں کے ثواب سے بھی

بچہ کم نہ ہوگا۔ اور وہ بدبخت خبیث انسان جس نے اپنی جہالت و شرارت و شیطانیت سے مسلمانوں میں کسی برے کام شیطانی عمل کا رواج ڈالا تو جس جس نے بھی تا قیامت اس کام کو کیا ان سب کا عذاب اس خبیث موجد و مروج کو بھی ملے گا۔ ایجاد کرنے والوں کے عذاب میں سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔ کیا منہاج والوں کو اس وعید شدید کا خوف نہیں۔ ہزاروں عورتوں کو بے پردہ کرکے خوف الٰہی سے دور شرم و حیا سے نفور بنا دیا اور ہزاروں مردوں کو تصویر اور بت سازی کی شیطانیت میں ملوث کرکے عادات مشرکانہ میں مبتلا کر دیا اور لاکھوں وہ گھر جن کو مساجد الٰہیہ کا نمونہ ہونا چاہیے تھا ان کو انہی منہاجیوں نے بت خانوں، مندروں، گرجوں، گردواروں کا نمونہ بنا دیا بلکہ اب تو یہ منہاجی ائمہ و لیڈران اتنے نڈر و دیدہ لیر و بے خوف ہو چکے ہیں کہ خاص اپنی مسجد و عبادت کی جگہ میں پروفیسر صاحب کی قد آور تصویریں لگا رہے ہیں۔ انکے اداروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی مندر یا گرجا، گردوارہ ہے۔ کیا بروز قیامت پروفیسر اور لیڈران ادارہ ان تمام عذابوں کو برداشت کرنے کی ہمت رکھتے ہیں آج دنیا میں ہی سوچ لیں ابھی توبہ کا وقت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی میرے ان بھٹکے ہوئے بھائیوں کو ہدایت دینے والا ہے اگر انہوں نے اپنے ان نظریات سے سچی توبہ نہ کی تو بحکم آیت و فرمان روایت نہ نمازیں بچا سکیں گی نہ اعتکاف وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ...... بہرکیف ہر باطل قسم کی حیوانی انسانی تصویر بنانا حرام قطعی ہے اور منہاجیوں کا ان کو جائز کہنا اللہ رسول کے حرام کیے کو حلال کرنا ہے جو سراسر اسلام سے بغاوت اور شریعت سے غداری ہے۔ حرمت فوٹو تصویر کے مکمل دلائل ہمارے فتاوی العطایا جلد دوم اور جلد سوم میں بھی دیکھیے۔

سائلین کے چوتھے مسئلے کا جواب

قانون شریعت کے مطابق رویت ہلال صرف وہی معتبر و مقبول و حقیقی ہے جو انسانی آنکھ سے دیکھی جائے۔ انسانی آنکھ سے دیکھے بغیر ایک دن یا دو دن پہلے چاند کی پہلی تاریخ بنا لینا محض شیطانی خباثت ہے۔ اس شیطانیت کی موجد اس دور کی سعودی حکومت ہے۔ سعودی عرب پر اسوقت ابلیس کا مکمل تسلط ہے۔ یہی وہ نجدی و وہابی خارجی گروہ ہے جس کا آخری ٹولہ بفرمان حدیث مقدس دجال کے ساتھ ہوگا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے حج، روزے، عیدیں، قربانیاں برباد کرنے میں ابلیس سے مکمل تعاون کر رہے ہیں۔ ادارہ منہاج والے اور اس ادارے کے بانی اندھے بن کر سعودیوں کی اتباع کرتے ہوئے اس شیطانیت میں برابر کے شریک بنے ہوئے ہیں اور بلا دلیل ہر سال مسلمانوں کے روزے، عیدیں اور قربانیاں برباد اور ضائع کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ ان تمام غیر اسلام خرافات و شرارت کے باوجود پھر بھی یہ منہاجی سمجھتے ہیں کہ ہم مصطفوی ہیں۔ غالباً انہیں کیلئے کسی نے فرمایا ہے کہ

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی　　جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

کیا شان ہے غیب دانی آقا ﷺ کی کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے فرمایا دیا۔ اے مسلمانو۔ صُوْمُوْا الرُّؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا الرُّؤْيَتِهٖ۔ آنکھوں سے چاند دیکھ کر فرضی روزے شروع کرو اور آنکھوں سے چاند دیکھ کر ہی عید الفطر مناؤ اور فرضی روزے بند کرو۔ یہ فرمان نبوی اسوقت جاری ہوا تھا جب ابھی آنکھوں سے دیکھنے کے علاوہ اور کسی طرح چاند کے

متعلق کچھ جان لینے کا تصور بھی نہ تھا نہ کسی طرف سے آجکل کی ایسی ابلیسی تخریب کاری کا کوئی اندیشہ تھا پھر یہ فرمان نبوت جاری ہونا یقیناً قریب قیامت پندرہویں صدی کے شیطان صفت لیڈروں کی جانب ہی اشارہ تھا چشم نور نبوت کو معلوم تھا کہ قریب قیامت ایسے لوگ پیدا ہونگے جو ہر بہانے سے عبادات الٰہیہ کو برباد کرینگے۔ ہم نے رویت ہلال کے شرعی ضابطوں سے متعلق مکمل و مدلل فتویٰ شائع کیے ہیں جن میں سے چند پہلی اور چوتھی جلد میں اور ایک اسی جلد پنجم میں ہے وہاں صحیح حل تلاش کیا جائے۔ بہرحال منہاج والوں کا یہ کردار وعمل بھی اسلام کے خلاف اور سراسر گمراہی اور باعث عذاب الیم ہے۔

سائلین کے پانچویں مسئلے کا جواب

پروفیسر طاہر القادری اور انکے ائمہ تمام باطل فرقوں کو اچھا سمجھتے ہیں اور برحق مانتے ہیں اسی لئے ہر باطل امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ باطل ان سے نفرت کرتے ہوئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آقاء کائنات حضورت اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بہتر فرقہ ہوں گے سب جہنمی ہیں سواء ایک کے۔ چنانچہ۔ ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۸۷ پر ہے۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ وَلِيْدِ بِنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اِنَّ بَنِیْ اَسْرَائِيْلَ افْتَرَقَتْ عَلٰى اَحَدٍ وَّ سَبْعِيْنَ وَ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَه یہاں اسی صفحے پر پہلی حدیث مقدس بروایت عوف ابن مالک ہے۔ سَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِیْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِيْنَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِی النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ قَالَ هِیَ الْجَمَاعَةُ۔ ترجمہ روایت ہے حضرت انس ابن مالک اور حضرت عوف ابن مالک سے انہوں نے فرمایا کہ۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ بنی اسرائیل اکہتر ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے تھے لیکن میری امت بہتر ۷۲ اور تہتر ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی تمام فرقے جہنمی ہونگے سوائے ایک کہ وہ جنتی ہوگا۔ پوچھا گیا وہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہے فرمایا آقا ﷺ نے وہ اہلسنّت والجماعت ہے۔ اب اندازہ لگایئے کہ ان لوگوں کا کتنا بڑا ظلم عظیم ہے اپنی جانوں پر کہ چشمہ علم وحکمۃ کی زبان اقدس تو كُلُّهُمْ فِی النَّارِ۔ فرمائے مگر ان کی زبان جہالت کہے کہ كُلُّهُمْ عَلَى الْحَقِّ یعنی سب فرقے اچھے اور حق پر ہیں۔ گویا کہ کھلم کھلا نبی ﷺ کی بات کو توڑنا اور سراسر مخالفت نبوی کرنا ہے۔ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے منہاجیوں کی اس کفریہ حرکت کی تحقیق ہم نے خود ان سے خط وکتابت کے علاوہ دیگر ذرائع سے بھی حتی الامکان کر لی پھر یہ جواب لکھا ہے۔ مجھے سائلین کی طرف سے پروفیسر کی تحاریر اور وڈیو کیسٹیں بھی دکھائی گئیں جس سے ثابت وعیاں ہوا کہ ان لوگوں کا مسلک یہی ہے کہ ہر باطل فرقہ اچھا اور درست ہے۔ خود پروفیسر صاحب کی طرف سے معذرتی خطوط شائع کیے گئے جن میں علماء حق کی گرفت سے بچنے کیلئے توڑ موڑ کی گئی ہے۔

سائلین کے پانچویں سوال کا جواب

سائلین نے یہ بھی پوچھا ہے کہ پروفیسر صاحب مذکور کثرت سے جھوٹی خوابیں بناتے ہیں۔ ان کی زبانی بیان کردہ خوابوں کی آڈیو کیسٹیں بھی تیار کی گئی ہیں۔ جن کو سن کر یہ اندازہ ہوا کہ اس انداز کی خوابیں درست نہیں ہوسکتیں۔ اور نبی کریم ﷺ کو اس طرح سے خواب میں دیکھنا اور پھر پروفیسر صاحب کے دن رات گمراہانہ نظریات ظاہر کرنا، بے پردگی، فحاشی، حرام کاموں کو جائز قرار دینا۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے غلط کار انسان کو ایسی زیارتیں نہیں ہوسکتیں۔ اور بفرمان حدیث مقدس جھوٹی خواب بیان کرنے کا بہت بڑا عذاب ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف باب التصویر فصل اوّل صفحہ ۳۸۶ پر ہے۔ وَعَنْهُ (ای عَنِ ابْنِ عبّاسٍ) قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ یَرَهُ کُلِّفَ اَنْ یَّعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ وَلَنْ یَّفْعَلَ۔ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ کَارِهُوْنَ اَوْ یَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِیْ اُذُنَیْهِ الْآنُکُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَکُلِّفَ اَنْ یَّنْفُخَ فِیْهَا وَلَیْسَ بِنَافِخٍ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ ترجمہ۔ روایت ہے ان ہی عبد اللہ ابن عباسؓ سے انہوں نے فرمایا میں نے سنا آقا کائنات حضور اقدس ﷺ سے۔ آپ فرماتے ہیں جو شخص ایسی خواب بیان کرے جو اس نے نہ دیکھی ہو یعنی جھوٹی خواب بیان کرے تو عذاب سزا دیا جائے گا اس کام کا کہ دو جو کے دانوں کو گانٹھ لگائے اور وہ ہرگز نہ کر سکے گا کبھی بھی۔ اور وہ شخص جو چھپ کر لوگوں کی خفیہ باتیں سنتا ہو حالانکہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس شخص سے اسی حرکت کی بنا پر لوگ بھاگتے بچتے ہوں تو اسکے کانوں میں بروز قیامت پگھلا سلور ڈالا جائے گا۔ اور جو شخص جاندار مخلوق کی فوٹو تصویر بنائے وہ بھی عذاب دیا جائیگا اور اس کو یہ سزا دی جائیگی کہ اس اپنی بنی ہوئی تصویر میں جان یعنی روح ڈال اور وہ یہ کبھی بھی نہ ڈال سکے گا۔ اس حدیث مقدس میں کُلِّفَ سے مراد ابدی عذاب ہے چنانچہ مرقات شرح مشکوۃ جلد چہارم صفحہ ۴۸۷ پر ہے۔ وَهٰذَا التَّکْلِیْفُ مَعَ عَدَمِ قُدْرَتِهٖ مُبَالَغَةٌ فِیْ تَعْذِیْبِهٖ فَیُعَذَّبُ بِهٖ اَبَدًا۔ ترجمہ۔ اور یہ تکلیف دینا باوجود قادر نہ ہونے کے نہ ہو سکنے کے مبالغہ ہے اس جھوٹی خوابیں بنانے والے شخص کو عذاب دیئے جانے کا یعنی سخت عذاب لہٰذا وہ جھوٹا شخص اس جھوٹی خواب بنانے کی وجہ سے ہمیشہ عذاب دیا جائے گا۔ اس حدیث مندرجہ بالا میں حُلُم سے مراد ہے خوابیں۔ لَمْ یَرَهُ سے مراد ہے جھوٹی۔ اٰنُکَ کا معنی ہے رصاصِ ابیض یعنی سفید رانگ وسلور اور اَنْ یَّنْفُخَ سے ثابت ہوا کہ صَوَّرَ صُوْرَةً کا معنی ہے جاندار مخلوق یعنی انسان وحیوان کی تصویر وفوٹو بنانا۔ کیونکہ غیر جاندار میں روح نہیں ہوتی لہٰذا ان کی تصویر وفوٹو بنانا جائز ہے۔ جاندار کی حرام۔ مندرجہ بالا حدیث مقدس میں تین قسم کے شخصوں کے عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ (۱) جھوٹی خوابین بنا کر لوگوں کو سنانے پاگل بنانے بنانے والے کا عذاب ابدی۔ (۲) جاسوسی چغل خوری کرنے والے شخص کا عذاب۔ (۳) مصوروں کا عذاب دائمی کا ذکر۔ بعض شارحین عظام نے فرمایا کہ۔ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (مشکوۃ ۳۵) اس متواتر حدیث مقدس میں ہر قسم کا جھوٹا کذاب شخص مراد ہے یعنی جھوٹی روایت بنانے والا بھی اور جھوٹی خوابیں بنانے والا بھی کیونکہ

دونوں ہی نبی کریم ﷺ پر جھوٹ کا افتریٰ متعمدًا۔ یعنی جان بوجھ کر باندھتے ہیں۔ ایک نے قَالَ النَّبِیُّ۔ کہہ کر جھوٹ بولا اور دوسرے نے رَاَیْتُ النَّبِیَّ فِی الْمَنَامِ۔ کہہ کر جھوٹ بولا۔ دراصل جھوٹی خوابیں بنانے کا آغاز اس چودھویں صدی میں ہوا۔ سب سے پہلے جھوٹی خوابیں دیوبندی وہابی مولویوں نے سنائیں۔ جن میں خلیل انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی پیش پیش رہے۔ پھر مرزا غلام قادیانی نے خوب جھوٹی خوابیں بنائیں۔ اور اب یہ صاحب شروع ہو گئے ہیں وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ......

سولہواں فتویٰ

فرض جمعہ کی دونوں رکعتوں میں لمبی قرئت کرنا ہر امام جمعہ پر لازمی سنّتِ موکدہ ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ہماری جامعہ مسجد کے خطیب ایک نوجوان عالم دین ہیں۔ تقریر بہت شاندار کرتے ہیں لوگوں کی پسند کے مطابق۔ ہر جمعہ نماز سے پہلے ایک گھنٹہ اور کبھی سوا گھنٹہ پھر اسکے بعد دس منٹ عربی میں دو خطبے پھر نماز جمعہ کی دو رکعتیں۔ یہ نماز با جماعت تقریبا تین منٹ میں پوری کر کے سلام پھیر دیتے ہیں کئی بزرگ بوڑھوں نے ان پر اعتراض بھی کیا جن میں یہ سائل فقیر حقیر بھی ہے کہ نماز میں اتنی جلدی نہ کیا کریں۔ اکثر پہلی رکعت میں سورۃ کَافِرُوْنَ اور دوسری میں سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ۔ پڑھتے ہیں۔ کبھی کبھی پہلی رکعت میں سورۃ وَالْعَصْرِ اور دوسری میں سورۃ کوثر پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں ایسی نماز پڑھاتے ہیں گویا کوئی پیچھے لگا ہوا ہے یا نماز جمعہ نہیں بلکہ نماز خوف پڑھا رہے جب ان سے کہا گیا کہ نماز جمعہ کی دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھا کرو تو فرمانے لگے کہ سب خطیب ہی ایسا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا واقعی موجودہ دور میں ہر نوجوان خطیب امام ایسا ہی کرتا ہے لیکن ہم نے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب اور شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی اور مفتی امین الدین کامونکی والے، سید ابو البرکات حزب الاحناب لاہور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی بزرگ ہستیوں کے پیچھے جمعہ کئی بار پڑھا ہے وہ خطبہ جمعہ وارد و تقریر مختصر فرمایا کرتے تھے مگر نماز جمعہ خوب دراز فرمایا کرتے تھے انکی اس درازی قرات کا اتنا سرور آیا کرتا تھا کہ دل انوار سے معمور ہو جاتا تھا۔ وہ سرور نماز اب کہیں نظر نہیں آتا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ دہلی دروازہ لاہور میں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اتفاقاً وہ جمعہ کا دن تھا۔ قبلہ سید ابو البرکات صاحبؒ کے اصرار پر حضرت حکیم الامت نے تقریر جمعہ و خطبہء جمعہ ادا فرما کر نماز جمعہ کی امامت فرمائی تقریبا پچیس منٹ پر نماز با جماعت ختم ہوئی ان کی سادھا سادھا تلاوتِ نماز میں اتنا سرور آیا کہ بہت سی صفوں میں ہچکیوں کی آواز سنائی دی گئی۔ خود میری بھی روتے روتے عجیب کیفیت تھی ایسے سرور ایمانی کی نمازیں اور نمازوں کا سرور اب کہیں نظر نہیں آتا۔ ہائے افسوس کہاں چلی گئیں وہ بزرگ اور عشق سے بھرپور ہستیاں اس پر ہمارے خطیب صاحب

ہے ہمیں شرعی قانون سے مطلع فرمایا جائے کہ نماز جمعہ کی دو رکعتوں میں کتنی قرأت ضروری ہے۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

دعا گو سائل۔ چوہدری محمد طفیل حسین چکی موڑ لاہور ۲۰۰۳ء۔ ۲۲

الجواب

بِعَوْنِ الْعَلَّامِ الْوَهَّابْ

قانون شریعت کے مطابق نماز جمعہ مثل نماز ظہر ہے اور نماز ظہر میں لمبی قرأت کرنا سنت موکدہ لازمہ ہے ایسے ہی نماز جمعہ کی دونوں فرض رکعتوں میں بھی لمبی قرأت لازم ہے۔ مذکورہ خطیب امام و دیگر موجودہ نوجوان خطباو ائمہ حضرات کا چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز جمعہ ختم کر دینا غلط ہے اور ترک سنت مؤکدہ کیوجہ سے گناہ کبیرہ ہے نماز اگر چہ ہوگئی مگر امام گناہگار ہوا۔ اگر بے علمی اور مسئلے کی ناواقفی کیوجہ سے ایسا کرتا ہے تو آئندہ اس گناہ کبیرہ سے بچنا چاہیے اور اگر جان بوجھ کر مسئلہ ماننے سے ضد کرتا ہے تو بحکم فرمان حدیث پاک لعنت کا مستحق اور فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا نا جائز ہے۔ مستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ ۹۰ پر ہے۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنِ جَعْفَرِ الْفَارِسِی عَنْ یَعْقُوبَ ابْنِ سُفْیَانَ عَنْ اِسْحَاقِ ابْنِ مُحَمَّدِ الْقَرْوِی۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِی الْمَوَالِي۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَوْهَبِ۔ عَنْ اَبِی بَكْرِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِوا بنِ حَزْمٍ۔ عَنْ عُمْرَةَ۔ عَنْ عَائِشَةَ۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ۔ لَعَنَ هُمُ اللّٰهُ وَ كُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ۔ اَلْمُكَذِّبُ بِقَدرِ اللّٰهِ۔ وَالزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ۔ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُذِلَّ مَا اَعَزَّ اللّٰهُ وَ يُعِزَّ مَا اَذَلَّ اللّٰهُ۔ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ۔ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِیْ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیَ۔

ترجمہ۔ روایت ہے ام المومنین والمومنات حضرت صدیقہؓ سے فرمایا انہوں نے کہ فرمایا آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے کہ چھ قسم کے لوگ وہ ہیں کہ ان پر لعنت ہے یعنی ان کے لئے لعنت ہے۔ ان پر لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے بھی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اور انبیاء سب مقبول الدعا ہوتے ہیں۔ (۱) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (۲) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ (۳) اور وہ حاکم جو زبردستی قوم پر مسلط ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی معزز و محترم چیزوں کو ذلیل سمجھے یا ذلیل کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذلیل و حرام کردہ چیزوں کو عزت دے۔ (۴) اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھے اور حلال کرے۔ (۵) اور میری عترت میں سے وہ سید شخص جو حلال سمجھے ان چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس پر) حرام کردی ہے۔ (۶) اور وہ شخص بھی لعنت کا مستحق ہے جو (عمداً) میری سنت (مؤکدہ) کا تارک یعنی چھوڑنے والا ہو۔ یہ آخری جملہ ہر قسم کے تارک سنت پر وارد ہے۔ خواہ لباس اور چہرے و بدن کی سنتوں کا تارک ہو یا عبادات کی سنتوں کا تارک ہو۔ اس حدیث مقدس میں تمام تارکین سنت کیلئے وعید ہے۔ جس میں سنت تلاوت بھی شامل ہیں۔ تلاوت قرآن مجید کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تلاوت خارجی: یعنی نماز کے علاوہ اس کے لئے سنت صحابہ سے سات منزلیں مقرر فرمائی گئی ہیں ہر دن ایک منزل تلاوت فرمانا سنت صحابہ ہے اس طرح تلاوت خارجی سے سات دن میں پورا قرآن مجید ختم کرنا سنت صحابہ ہے۔ تقسیم منازل اس طرح ہے کہ **پھلی منزل** سورۃ فاتحہ سے سورۃ نساء کی آخری آیت تک۔ **دوسری منزل** سورۃ مائدہ سے سورۃ توبہ کی آخری آیت تک۔ **تیسری منزل** سورۃ یونس سے سورۃ نحل کی آخری آیت تک۔ **چوتھی منزل** سورۃ اسریٰ سے سورۃ فرقان کی آخری آیت تک۔ **پانچویں منزل** سورۃ شعراء سے سورۃ یٰسین شریف کی آخری آیت تک۔ **چھٹی منزل** سورۃ والصفت سے سورۃ حجرات کی آخری آیت تک **ساتویں منزل** سورۃ ق سے آخری سورۃ والناس کی آخری آیت تک۔

دوسری تلاوت داخلی: یعنی نماز کے اندر تلاوت۔ تلاوت داخلی کے اعتبار سے قرآنی سورتوں کی دو قسمیں فرمائی گئیں ہیں **پھلی قسم** مجموعات سورتیں یہ کل ستالیس سورتیں ہیں از سورۃ بقرہ تا سورۃ فتح مگر فاتحہ ان میں شامل نہیں ہے مجموعات وہ دراز سورتیں ہیں جن میں ہر سورۃ کے اندر بہت سے مضامین اور واقعات ہوتے ہیں یہ سورتیں مکمل پوری روزانہ کی پانچوں نمازوں میں نہیں پڑھی جاتیں۔ بلکہ چند چند آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔

تلاوت داخلی کی دوسری قسم: مفصلات سورتیں۔ یہ کل چھیاسٹھ سورتیں ہیں اور از سورۃ حجرات تا آخری سورۃ والناس نمبر ۱۱۴۔ مفصلات کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) پہلی طوال مفصل (۲) اوساط مفصل (۳) قصار مفصل لفظ مفصلات جمع ہے مفصل کی اور مفصل بمعنی متفرق۔ مفصلات وہ چھوٹی سورتیں ہیں جن میں ہر سورۃ کا علیحدہ جداگانہ متفرق ایک ایک مضمون ہو۔ ان چھوٹی سورتوں میں قدرے دراز سورتوں کا نام طوال مفصل ہے۔ اور ان سے چھوٹی سورتیں اوساط مفصل ہیں اور ان سے چھوٹی سورتیں قصار مفصل ہیں۔ چھوٹی بڑی ہونے سے مراد آیتوں لفظوں وحرفوں کی کمی بیشی ہے۔ ان مفصلات کی ترتیبی تعداد میں دو قول ہیں۔ اکثر نے فرمایا کہ سورۃ حجرات سے سورۃ عبس تک طوال مفصل ہیں کل اکتیس سورتیں۔ سورۃ عبس ان میں شامل نہیں یعنی سورۃ نازعات طوال مفصل کی آخری سورۃ ہے۔ پھر سورۃ عبس سے سورۃ والضحیٰ تک اوساط مفصل ہے کل تیرہ سورتیں سورۃ والضحیٰ ان میں شامل نہیں یعنی اوساط مفصل کی آخری سورۃ واللیل ہے۔ پھر سورۃ والضحیٰ سے آخری سورہ والناس تک کل بائیس سورتیں قصار مفصل ہیں اور سورۃ الناس قصار میں شامل ہے اس طرح مفصلات سورتیں کل چھیاسٹھ یعنی ۳۱۔ ۱۳ اور ۲۲ ہیں۔ لیکن دوسرا قول بعض نے فرمایا۔ سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک طوال مفصل ہے۔ بروج شامل نہیں کل چھتیس سورتیں اور سورۃ بروج سے سورۃ بینہ تک اوساط مفصل ہے بینہ ان میں شامل نہیں۔ کل تیرہ سورتیں اور سورۃ بینہ سے آخری سورۃ والناس تک قصار مفصل ہے والناس ان میں شامل ہے کل سترہ سورتیں۔ اس گنتی سے بھی مفصلات کی سورتیں چھیاسٹھ ہی بنتی ہیں۔ عینی شرح ہدایہ جلد اول میں یہ دونوں قول لکھے ہیں۔ چنانچہ امام بدر الدین عینی نے فرمایا۔ از حوالہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۰۸ حاشیہ ۶ قَوْلُهُ بِاَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ (الخ) طِوَالُ الْمُفَصَّلِ مِنْ سُوْرَةِ الْحُجُرَاتِ اِلٰى سُوْرَةِ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْاَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ مِنْهَا

إِلَى سُورَةِ لَمْ يَكُنْ وَالْقِصَارُ الْمُفَصَّلُ مِنْهَا إِلَى الْآخِرِ۔ قَوْلُهُ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ قِيلَ طِوَالُ الْمُفَصَّلِ مِنَ الْحُجُرَاتِ إِلَى سُورَةِ عَبَسَ وَالْأَوْسَاطُ مِنْ كُوِّرَتْ إِلَى وَالضُّحَى وَالْقِصَارُ مِنْهُ إِلَى آخِرِ الْمُصْحَفِ۔

ترجمہ۔ قول لازم یہ ہے کہ طوال مفصل حجرات سے بروج تک اور اوساط مفصل بروج سے لَمْ يَكُنْ یعنی سورۃ بینہ تک اور قصار مفصل بینہ سے آخر تک۔ ترجمہ۔ مصنف کا فرمان قصار مفصل سے کہا گیا ہے کہ طوال مفصل حجرات سے سورۃ عبس تک اور اوساط سورۃ تکویر سے والضحیٰ تک اور قصار والضحیٰ سے آخر تک ان مفصلات کی وضاحت وتفصیل ہم نے اوپر بیان کر دی ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شریعت اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی خوبی بھی ہے کہ ہر عمل وقول کیلئے مسلمان کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین ضابطے مقرر فرما دیئے گئے ہیں۔ ان ضابطوں کی پابندی کو کہیں فرض کہیں واجب کہیں سنت موکدہ لازم کہیں سنت غیر موکدہ مستحب بنا دیا گیا ہے۔ جیسا ضروری ویسا ہی اس کا درجہ۔ ان مضبوط اعمال میں سے جماعت نماز اور نماز کی تلاوت ہے۔ یہاں بھی کسی امام یا نمازی کو اپنی جاہلانہ من مانی کرنیکی اجازت نہیں۔ تلاوت واقعی کا بہترین ضابطہ فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ہدایہ جلد اول ۱۰۷ پر ہے۔ وَيَقْرَءُ فِي الْحَضَرِ فِي الْفَجْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِأَرْبَعِينَ آيَةً أَوْ خَمْسِينَ آيَةً سِوٰى فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُرْوَى مِنْ أَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ وَمِنْ سِتِّينَ إِلَى مِائَةٍ وَبِكُلِّ ذَالِكَ وَرَدَ الْأَثَرُ وَوَجْهُ التَّوْفِيقِ أَنَّهُ يَقْرَءُ بِالرَّاغِبِينَ مِائَةً وَبِالْكُسَالٰى أَرْبَعِينَ وَبِالْأَوْسَاطِ مَابَيْنَ خَمْسِينَ اَلٰى سِتِّيْنَ وَ قِيلَ يُنْظَرُ إِلَى طُوْلِ اللَّيَالِي وَ قِصَرِهَا وَإِلَى كَثْرَتِ الْأَشْغَالِ وَقِلَّتِهَا قَالَ وَفِي الظُّهْرِ مِثْلُ ذَالِكَ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي سِعَةِ الْوَقْتِ (الخ) وَالْعَصْرُ وَالْعِشَاءُ سَوَآءٌ يَقْرَءُ فِيهِمَا بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ وَ فِي الْمَغْرِبِ دُوْنَ ذَالِكَ يَقْرَءُ فِيهَا بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ۔ وَالْأَصْلُ فِيهِ كِتَابُ عُمَرَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنِ اقْرَءْ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَ فِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ وَ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ۔ ترجمہ۔ اور تلاوت کی جائے مقیمی حالات میں (جبکہ سب نمازی مقیمی ہوں اپنے علاقوں میں مسافر نہ ہوں) نماز فجر با جماعت کی دونوں رکعتوں کے اندر چالیس یا پچاس آیتیں سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور یہ بھی روایت ہے کہ کبھی تلاوت نماز فجر چالیس سے ساٹھ آیتوں تک تلاوت کی جائے اور کبھی ساٹھ سے سو آیتوں تک اور ان تمام تعدادوں کا ذکر احادیث مبارکہ میں وارد ہے اور ان مختلف گنتیوں کی مطابقت اس طرح ہے کہ اگر نمازی مقتدی تلاوت سننے کا شوق رکھتے ہوں تو سو آیتوں تک تلاوت کر سکتا ہے اور کسلمند مقتدیوں میں چالیس آیتوں تک امام تلاوت کرے اور درمیانے قسم کے نمازیوں میں جو نہ شوقین ہوں نہ کسلمند ہوں وہاں پچاس سے ساٹھ آیتوں کے درمیان تلاوت کی جائے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ آیتوں کی یہ کمی زیادتی موسمی راتوں کی بڑی چھوٹی ہونے کی وجہ سے ہے یا نمازی لوگوں کی کثرت مشغولیت کام کاج اور قلت مشغولیت کی بناء پر ہے۔ فرمایا مصنف علیہ الرحمتہ نے کہ نماز ظہر با جماعت میں فجر کے برابر تلاوت کی جائے اس لئے کہ دونوں نمازوں کے وقتوں میں بہت گنجائش ہے اور نماز عصر وعشا تلاوت میں برابر ہیں ان دونوں کی دونوں رکعتوں میں تلاوت کی جائے اوساط مفصل کی سورتوں میں سے اور مغرب کی

نماز میں تلاوت عصر وعشاء سے کم یعنی مغرب کی تلاوت قصار مفصل کی سورتوں کی جائے اوران قانون وضابطہ تلاوت کی دلیل فاروق اعظمؓ کا وہ حکم نامہ مکتوب خط ہے جو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف بھیجا تھا یہ کہ نماز فجر اور ظہر میں طوال مفصل سے قرئت کیا کرو اور نماز عصر وعشاء میں اوساط مفصل کی سورتوں میں اور نماز مغرب میں قصار مفصل کی سورتوں سے۔

تلاوت کے قانون کی دوسری دلیل: فقہ کی مشہور ومعتبر کتاب صغیری شرح منیہ باب الجمعہ ۲۸۱ پر ہے۔ یَقْرَاءُ فِیْھِمَا قَدْرَ مَایُقْرَءُ فِی الظُّھْرِ۔ ترجمہ اورتلاوت کی جائے جمعہ کی دونوں رکعتوں میں اسی کی مقدار جو تلاوت کی جاتی ہے نماز ظہر میں۔ یعنی فجر کی مثل ظہر ہے اور ظہر کی مثل جمعہ۔ لہٰذا تینوں نمازوں کی تلاوت ایک جتنی کہ کم از چالیس آیتیں اورزیادہ سے زیادہ سوآیتیں۔

دلیل سوم: فتاویٰ کبیری ۶۰۸ باب فِی قِرْئَۃِ رَکْعَتَیِ الْجُمُعَۃِ میں ہے۔ وَ فِی التُّحْفَۃِ وَغَیْرِھَا یَقْرَءُ فِیْھِمَا اَیْ فِیْ رَکْعَتَیْنِ۔ قَدْرَ مَایُقْرَءُ بِاَنْ فِی الظُّھْرِ لِاَنَّھَا بَدَلٌ مِنْھَا اور اسی فتاویٰ کبیری کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے وَیُکْرَہُ تَطْوِیْلٌ تُزِیْدَ الْخُطْبَتَانِ عَلٰی سُوْرَۃٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ۔ ترجمہ۔ اور فتاوی تحفہ وغیرہ میں ہے کہ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں تلاوت کی جائے اسی مقدار سے جتنی آیتیں نماز ظہر میں تلاوت کی جاتی ہیں (یعنی چالیس آیتوں سے سو آیتوں تک) اس لئے کہ نماز جمعہ نماز ظہر ہی کی جگہ اسکے بدلے میں ہے۔ غرض کہ فجر کے برابر ظہر ہے گنجائش وقت کی وجہ سے اور ظہر کے برابر نماز جمعہ ہے گنجائش وقت اور بدل ہونے کی وجہ سے کبیری ۶۱۲ کا ترجمہ۔ اور مکروہ (تحریمی) ہے جمعہ کی تقریر و دونوں خطبے لمبے کرنا طوال مفصل کی سورت سے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جمعہ دراز ہونی چاہیے خطبوں اور تقریر سے۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ خطبات جمعہ ہی تقریر جمعہ ہے۔ آج بھی عرب میں خطبے ہی تقریر ہوتی ہے۔

قانون تلاوت کی دلیل چھارم: ترمذی شریف جلد اول۔ باب ماجاءَ فِی الْقِرئَۃِ فِیْ صلوٰۃُ الْجُمُعَۃِ۔ حَدَّثَنَا قُتَیبَۃَ وَ حَاتَمُ ابْنُ اسمٰعِیل وَ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ رافِعٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّم قَالَ اِسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَاھُرَیْرَۃَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَخَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فَصَلّٰی بِنَا اَبُوْھُرَیْرَۃَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَرءَ سُوْرَۃَ الْجُمُعَۃِ وَ فِیْ سَجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ (اَیْ رَکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ) اِذَا جَآءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ۔ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَاَدْرَکْتُ اَبَاھُرَیْرَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ تَقْرَءُ بِسُوْرَتَیْنِ کَانَ یَقْرَءُ ھُمَا بِالْکُوْفَۃِ فَقَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ اِنِّیْ سِمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّم یَقْرَءُ بِھِمَا۔ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَءُ فِیْ صَلوٰۃِ الْجُمُعَۃِ۔ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا اور خود مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے۔ پھر بروز جمعہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز جمعہ پڑھائی تو انہوں نے پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون تلاوت فرمائی۔ حضرت عبیداللہ نے فرمایا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرکے کہا کہ آپ نے آج نماز جمعہ میں وہ دو سورتیں تلاوت فرمائی ہیں جو حضرت علی کوفے کی جامع مسجد میں بروز جمعہ نماز جمعہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیشک میں نے آقا ﷺ سے بھی نماز جمعہ کی تلاوت میں یہی دونوں سورتیں پڑھی سنی ہیں۔ فرمایا ابو عیسیٰ ترمذی نے یہ حدیث پاک حسن صحیح ہے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے آقا ﷺ نے نماز جمعہ میں سورۃ اعلیٰ اور کبھی سورۃ غاشیہ بھی کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ سورۃ جمعہ و منافقون کی آیات گیارہ گیارہ، سورۃ اعلیٰ کی آیات انیس اور غاشیہ کی آیات چھبیس ہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اگر کسی وقت کسی مشغولیت کی وجہ سے جانے کی جلدی ہو تو جمعہ کی رکعتوں میں گیارہ آیات تلاوت کرسکتا ہے مگر اس سے کم کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لئے گیارہ آیات سے کم تلاوت کرنا نماز جمعہ میں جائز نہیں ہے۔ یہی حدیث مقدس ابن ماجہ میں صفحہ ۸۰ پر ہے مگر وہاں ہے۔ كَانَ عَلِیٌّ يَقْرَءُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ اور مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۷ پر ہے۔ كَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ يَقْرَءُ

قانون تلاوت کی دلیل پنجم: حدیث دوم۔ ابن ماجہ صفحہ ۷۸ باب مَاجَآءَ فِی الْقِرْئَةِ فِی الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَحَاتَمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مَدَنِیٌّ وَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ صَبَاحٍ وَ سُفْيَانُ وَ ضَمْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاکُ ابْنُ قَيْسٍ اِلَی النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ۔ اَخْبِرْنَا بِاَیِّ شَیْءٍ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ قَالَ. كَانَ يَقْرَءُ فِيْهَا هَلْ اَتٰکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَه۔ ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عبداللہ سے انہوں نے فرمایا کہ ضحاک نے نعمان ابن بشیر کی طرف خط لکھا کہ ہمیں بتاؤ۔ آقا ﷺ بروز جمعہ نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ کے ساتھ کس چیز کو یعنی مفصل کی کون سی سورت تلاوت فرماتے تھے۔ نعمان نے فرمایا کہ آپ اس میں سورۃ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں مع بمعنی سواہ ہے یعنی سورۃ جمعہ کے علاوہ کون سی سورۃ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت نعمان نے جواب دیا کہ پہلی رکعت میں کبھی کبھی غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔ حدیث سوم۔ ابن ماجہ صفحہ ۷۸۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عَمَّارٍ۔ وَوَلِيْدُ ابْنُ مُسْلِمٍ وَسَعِيْدُ ابْنُ سَنَانٍ عَنْ اَبِی الزَّاهِرِيَه۔ عَنْ اَبِیْ عُتْبَةَ الْخَوْلَانِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَءُ فِی الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَهَلْ اَتٰکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَه۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو عتبہ خولانی سے کہ بیشک آقا کائنات نبی کریم ﷺ کبھی سورۃ اعلیٰ کی تلاوت فرماتے نماز جمعہ میں اور کبھی سورۃ غاشیہ کی تلاوت فرماتے۔

قانون تلاوت کی دلیل ششم: مشکوٰۃ شریف کتاب الجمعہ باب الخطبہ والصلوٰۃ فصل اول صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔ عَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ

وَقَصْرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا سنا میں نے آقا علیہ السلام سے آپ فرماتے تھے کہ بیشک خطیب شخص کی نماز کا لمبا وزیادہ ہونا اور اس کی تقریر کا چھوٹا ہونا اس شخص کے عالم وفقیہ ہونے کی نشانی ہے۔ لہٰذا اے خطیبو لمبا کیا کرو نماز کو اور کم کیا کرو تقریری خطبہ و خطاب کو۔ اس حدیث مقدس کی اقتضاء النص سے ثابت ہوا کہ جو خطیب امام تقریر اور خطبہ زیادہ کرے اور نماز چھوٹی کرے وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہے۔ اس حدیث مقدس کی شرح از مرقات صفحہ ۱۲۳ شرح مشکوٰۃ دوم اسی صفحہ ۱۲۳ کے حاشیے پر اس طرح ہے۔ حاشیہ ۷ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ مَقْصُوْدَةٌ بِالذَّاتِ وَالْخُطْبَةُ تَوْطِيَةٌ فَتُصْرَفُ الْعِنَايَةُ اِلَى الْاَهَمِّ كَذَا قِيْلَ اَوْ لِاَنَّ حَالَ الْخُطْبَةِ تَوَجُّهُهٗ اِلَى الْخَلْقِ وَحَالَ الصَّلٰوةِ مَقْصَدُهُ الْخَالِقُ فَمِنْ فَقَاهَةِ قَلْبِهٖ اِطَالَةُ مِعْرَاجِ رَبِّهٖ۔ ترجمہ: نماز جمعہ کو لمبا کرنا اور تقریر وخطبہ جمعہ کو چھوٹا وتھوڑا کرنا اس لئے لازم اور ضروری ہے کہ اصل مقصود اول بالذات نماز ہے اور خطبہ وتقریر اس کے تابع اور پیچھے ہے اسی کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اپنا زیادہ وقت اہم وضروری عبادت کی طرف لگانا بہت ضروری ہے۔ یہی بات سب بزرگوں کی طرف سے کہی گئی ہے۔ یا نماز جمعہ کو لمبا کرنا اس لئے اہم ولازم کہ حالت خطبہ وتقریر میں توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے اور حالت نماز میں بندے کا مقصد خالق تعالیٰ ہی ہے تقریر وخطبہ مخلوق سے باتیں کرنا ہے اور نماز میں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض ومعروض کرنا ہے تو قلب مومن کی فقاہت اور لیاقت وسمجھداری عقلمندی اپنے رب تعالیٰ کی معراج کے وقت وحاضری بارگاہ کو طول دینا ہے۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ خطیب وامام جو تقریر تو لمبی لمبی لفاظی سے کرتے ہیں جن میں اکثر خطبا کا مقصد محض سامعین کو خوش کرنا اور اپنی کامیابی کے نعرے لگوانا ہوتا ہے۔ فی زمانہ خلوص للّٰہیت شاذ ونادر ہے مگر نماز کی جماعت اس طرح بھاگتے ہوئے مختصر کرتے ہیں گویا نماز سے پیچھا چھڑا رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یا یہ لوگ نماز کو غیر اہم ومقصد ثانیہ سمجھتے ہیں۔

قانون تلاوت کی دلیل هفتم: حدیث چہارم نسائی شریف جلد اول صفحہ ۲۱۵ باب القرئة فی صلاة الجمعه اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ حَارِثٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُخَوَّلٍ عَنْ مُسْلِمِ الْبَطِّيْنِ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ الٓمٓ۔ تَنْزِيْل۔ وَهَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ وَ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ بِسُوْرَةِ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ۔

حدیث پنجم: عَنْ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔ ترجمہ حدیث چہارم: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ بیشک نبی کریم علیہ السلام جمعہ کے دن صبح کی نماز میں کبھی الم تنزیل یعنی سورۃ سجدہ تلاوت فرماتے تھے اور کبھی سورۃ دہر تلاوت فرماتے تھے اور نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ ومنافقون تلاوت فرماتے تھے۔ پانچویں حدیث مقدس کا ترجمہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ آقاء کائنات حضور اقدس علیہ السلام کبھی کبھی نماز جمعہ میں سورۃ اعلیٰ اور کبھی سورۃ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔

قانون تلاوت کی دلیل ہشتم: مسلم شریف کی شرح نووی جلد اول صفحہ ۲۸۸ پر اِسْتَخْلَفَ اَبَا هُرَيْرَةَ والی حدیث کی شرح میں [illegible] عَنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ الْمُنَافِقِيْنَ۔ فِيْهِ اِسْتِحْبَابُ قِرَاءَتِهِمَا بِكَمَالِهِمَا وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْاٰخَرِيْنَ۔ ترجمہ:۔راوی کا قول حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ کی پہلی رکعت جمعہ میں سورۃ جمعہ کو اور دوسری میں سورۃ منافقون کو اس حدیث میں ثبوت [illegible] ان سورتوں کو پورا پورا پڑھنے کا ان دونوں رکعتوں میں اور یہی ہمارا (شافعی) مذہب ہے اور [illegible] کا مذہب ہے۔ اس عبارت نووی شرح سے ثابت ہوا کہ طوال مفصل۔ اوساط مفصل اور قصار مفصل کی [illegible] سورتیں ہر نماز کی ہر دو پہلی رکعت میں پوری پوری مکمل پڑھنی سنت مستحب ہے۔ یہ سورتیں [illegible] پڑھنا [illegible] کسی خاص مجبوری میں۔ ہاں البتہ سورۃ بقرہ سے سورۃ فتح تک کی مجموعات سورتوں میں سے ہر ایک کی چند آیتیں پڑھ سکتا ہے مگر ان میں بھی طوال اور اوساط وقصار آیتوں کی تعداد برابر یا زیادہ باعتبار نمازوں کے تلاوت لازم ہے۔ مثلاً فجر، ظہر، جمعہ کی نمازوں میں سورۃ بقرہ سے بیس یا تیس آیتیں۔ عصر وعشاء میں اوساط برابر آیتیں اور مغرب میں قصار برابر آیتیں پڑھی جائیں۔ نیز ہم نے جو کہا ہے کہ آقاء کائنات ﷺ نے نمازوں میں کبھی یہ سورت اور کبھی یہ سورت تلاوت فرمائی اس لفظ کبھی کبھی کی دلیل شرح نووی کی تشریحی عبارت ہے۔ چنانچہ مسلم جلد اول صفحہ ۲۸۸ پر شرح نووی میں ہے۔ فَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَقْتٍ يَقْرَءُ فِي الْجُمُعَةِ الْجُمُعَةَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَ فِيْ وَقْتٍ سَبِّحْ وَهَلْ اَتَاكَ وَ فِيْ وَقْتٍ يَقْرَءُ فِي الْعِيْدِ قَاف وَاقْتَرَبَتْ وَ فِيْ وَقْتٍ سَبِّحْ وَهَلْ اَتَاكَ۔ ترجمہ: پس تلاوت فرماتے تھے نبی کریم ﷺ کسی وقت نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون اور کسی وقت سورۂ اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ اور کسی وقت نماز عید میں تلاوت فرماتے تھے۔ سورۃ ق اور سورۃ قمر اور کسی وقت تلاوت فرماتے ہیں سورۃ اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ۔ اردو زبان میں فی وقت کا محاورتی ترجمہ ہے کبھی کبھی۔

قانون تلاوت کی دلیل نہم: صغیری شرح منیہ میں صفحہ ۲۸۱ پر ان ہی احادیث مبارکہ کی بنا پر یہ فرمان ہے۔ وَاِذَا قَرَءَ الْجُمُعَةَ وَاِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ اَوْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ تَبَرُّكًا لِلْمَاثُوْرِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَسَنًا۔ لٰكِنْ يَتْرُكُهٗ اَحْيَانًا لِئَلَّا يَتَوَهَّمُ الْعَوَامُ وَجُوْبَهٗ۔ ترجمہ: اور جب کسی امام نے نماز جمعہ میں اس نیت سے سورۃ منافقون یا سورۃ اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ تلاوت کی کہ یہ سورتیں کبھی کبھی آقاء کائنات ﷺ تلاوت فرمایا کرتے تھے اس امام نے بھی تبرکاً پڑھیں تو بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہ کرے بلکہ کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے طوال سے یا مجموعات سے طوال برابر تا کہ عوام مقتدی یہ وہم نہ کریں کہ شاید وہی سورتیں پڑھنا واجب ہیں جو نبی کریم ﷺ پڑھا کرتے تھے جن کا صراحتاً ذکر احادیث مبارکہ میں آتا ہے۔ (از حاشیہ صغیری ۲، صفحہ ۲۸۱) اس دلیل سے ثابت ہوا کہ ہر امام نماز فجر، ظہر، جمعہ میں مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ کبھی کبھی چالیس یا پچاس یا

ساٹھ یا سو آیتیں بھی فی رکعت تلاوت کیا کرے کیونکہ وہ بھی ماثورات منقولات یعنی احادیث وسنت سے ثابت ہے۔

قانون تلاوت کی دسویں دلیل: چھٹی حدیث مقدس نسائی شریف جلد اول، باب مَایُسْتَحَبُّ مِنْ تَقْصِیْرِ الْخُطْبَةِ۔ یعنی تقریر خطبہ چھوٹا اور تھوڑا کرنے کا باب۔ صفحہ ۲۰۹۔ اَخْبَرَنَا محمد بن عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ غَزْوَانَ۔ عَنْ فَضْلِ بْنِ مُوْسٰی عَنْ حُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ یحیٰی بن مُقْبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ اَبِیْ اَوْفٰی یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیَقِلُّ اللَّغْوَ وَیُطِیْلُ الصَّلٰوةَ وَیُقْصِرَ الْخُطْبَةَ (الخ)۔ ترجمہ: روایت ہے یحییٰ بن مقبل سے انہوں نے فرمایا میں نے سنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے وہ فرماتے تھے کہ آقا ﷺ ذکر الٰہی بہت فرماتے تھے اور لغو یعنی بیکار بات بالکل نہ فرماتے تھے اور نمازیں لمبی فرماتے تھے اور تقریر چھوٹی ومختصر فرماتے۔ یہاں لفظ لغو کے معنی میں تین قول ہیں۔ (۱) لغو بمعنی بیکار تب یَقِلُّ کے معنی ہیں بالکل نہیں۔ (۲) لغو بمعنی مزاحیہ بات تب یقل کا معنی ہے بہت کم یعنی کبھی کبھی شاذ ونادر۔ (۳) لغو بمعنی دنیوی بات اور یقل کا معنی بہت کم۔ چنانچہ اس حدیث مقدس کی شرح میں نسائی شریف جلد اول کے صفحہ ۲۰۹ پر نہایہ کی عبارت حاشیہ ۱ اس طرح ہے۔ اَلْقِلَّةُ هٰنَا بِمَعْنَی الْعَدَمِ لَقَوْلِهٖ تَعَالٰی۔ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ۔ اَیْ لَا یَلْغُوْا اَصْلًا اَوْ یُرَادُ بِاللَّغْوِ الْهَزْلُ وَالدُّعَا بِهٖ اِنَّ ذَالِکَ کَانَ مِنْهُ قَلِیْلًا۔ ترجمہ: یہاں حدیث پاک میں قلت کا معنی ہے عدم یعنی بالکل نہ ہونا اس معنی کی دلیل وہ آیت ہے کہ فرمایا گیا۔ فَقَلِیْلًا مَّایُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی وہ کافر بالکل ایمان نہیں لاتے۔ اس قول میں حدیث پاک کا معنی ہے کہ آپ بالکل بھی لغو بات نہ کرتے تھے۔ یا لغو کا معنی ہے ہزل یعنی مزاح خوش طبعی یا دعا بہ دنیوی کلام بات چیت۔ بیشک ایسا کلام آپ بہت کم فرماتے تھے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ تقریر وخطبہ کم کرو اور نماز دراز کیا کرو۔ یہ تمام ضابطے و قانون نماز باجماعت میں امام کیلئے ہیں۔

دیگر نمازوں کی قرئت کا بیان از احادیث مقدسات

ساتویں حدیث مقدس: نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۵۱ پر ہے۔ حَدَّثَنَا محمد ابْنَ بِشَارٍ مَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ ابْنِ عُمَیْرٍ۔ عَنْ شُعَیْبٍ اَبِیْ رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَقَرَءَ الرُّوْمَ (الخ)۔ ترجمہ: حضرت شعیب ابوروح سے روایت ہے وہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے کہ بیشک آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو سورۃ روم تلاوت فرمائی۔ خیال رہے کہ سورۃ روم کی چھپن آیتیں ہیں اور یہ سورت سورہ مجموعات میں سے ہے۔ **آٹھویں حدیث مقدس:** نسائی اول صفحہ ۱۵۲ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِیْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ بِالسِّتِّیْنَ اِلَی الْمِاَةِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے کہ بیشک آقا ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے سو آیتوں تک تلاوت فرماتے تھے۔ یعنی کبھی کسی دن ساٹھ آیتیں اور کبھی کسی دن سو آیتیں۔ **نویں حدیث مقدس:** عَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ ابْنِ

[illegible] قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اِلَّا مِنْ وَّرَآءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ
بِہَا فِی الصُّبْحِ [illegible] سے حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان سے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے پوری
سورۃ [illegible] کی اقتداء میں (نماز پڑھنے کی حالت میں) حفظ کرلی۔ کیونکہ آقا ﷺ چند دن متواتر نماز فجر میں
یہی سورۃ پڑھتے [illegible] سنتے سنتے یاد ہوگئی۔ خیال رہے کہ سورۃ قاف کی پینتالیس آیتیں
ہیں اور [illegible] سے ہے۔ دسویں حدیث پاک: عَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ
قَالَ مَا صَلَّیْتُ وَرَآءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلٰوۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ۔ قَالَ سُلَیْمَانُ کَانَ یُطِیْلُ
الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الظُّہْرِ وَیُخَفِّفُ الْاُخْرَیَیْنِ وَیُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَیَقْرَءُ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَ
یَقْرَءُ فِی الْعِشَآءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَیَقْرَءُ فِی الصُّبْحِ بِطُوْلِ الْمُفَصَّلِ (از نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۵۴)۔ ترجمہ: روایت
ہے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ ابن یسار سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا حضرت
ابوہریرہ نے میں نے نماز پڑھی نہیں کسی بھی ایسے شخص کے پیچھے جس کی نماز فلاں صحابی کے مقابل آقا ﷺ کی نمازوں
کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہو۔ راوی سلیمان نے فرمایا کہ وہ فلاں صحابی ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتے تھے۔ یعنی
ان میں بہت زیادہ تلاوت فرماتے تھے اور ظہر کی دوسری دو رکعتوں کو چھوٹا کرتے تھے اور عصر کی نماز کو بھی چھوٹا کرتے
تھے اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی سورتیں تلاوت کرتے تھے اور نماز عشا میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھتے تھے اور
نماز فجر میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھتے تھے اس حدیث مقدس سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔ (۱) حضرت ابوہریرہ کا
اشبہ صلوٰۃ فرمانا بتا رہا ہے کہ آقا ﷺ بھی اسی طرح نمازوں میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۲) راوی کا کَانَ یَطِیْلُ
فرمانا اس کا معنی ہے طوال مفصل کی سورتیں پڑھتے تھے اور یہی سنت مؤکدہ ہے۔ (۳) ثابت ہوا کہ نماز فجر اور ظہر میں
بڑی سورتیں پڑھنی لازم ہیں جو امام چھوٹی سورتیں پڑھے گا وہ گناہ گار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور یہ ہم نے پہلے
ثابت کردیا ہے کہ نماز ظہر، فجر کی مثل ہے ایک وجہ سے اور نماز جمعہ ظہر کی مثل ہے دو وجہ سے۔ لہٰذا ان تینوں میں لمبی لمبی
سورتیں پڑھنی اشد لازم ہیں۔ (۴) اس روایت میں تین بار یَقْرَءُ فرمایا گیا یہ تینوں فعل کَانَ یَطِیْلُ کے تحت ہو کر ماضی
استمراری بن گئے۔ جس کا ترجمہ ہے ہمیشہ امام بن کر اسی طرح ظہر و فجر میں لمبی سورتیں عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی
سورتیں اور نماز مغرب میں اس سے چھوٹی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور مندرجہ بالا احادیث مقدس سے ثابت ہو چکا ہے
کہ نبی کریم ﷺ کبھی کبھی نماز فجر میں سو آیات کبھی ساٹھ کبھی چھپن کبھی پینتالیس آیتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس
لئے ہر امام پر لازم ہے کہ نماز فجر و ظہر و نماز جمعہ میں کبھی چالیس اور کبھی پچاس کبھی ساٹھ اور کبھی سو آیتیں تلاوت کیا
کرے۔ عجیب غفلت پیدا ہوگئی ہے کہ مسلمانوں نے تلاوت چھوڑ دی ہے نہ گھروں میں عورتیں بچے تلاوت کرتے ہیں
نہ مسجدوں میں مسلمان مرد نہ مقتدی نمازی خارج نماز تلاوت کرتے ہیں نہ امام داخل نماز۔ پس چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ
کر نماز و قرآن سے جان چھڑاتے ہیں حالانکہ تلاوت قرآن مجید افضل عبادت ہے۔ افضل اعمال اور افضل ذکر ہے

چنانچہ جامع صغیر فی احادیث جلد اول صفحہ ۵۰ پر ہے۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ قِرْئَۃُ الْقُرْآنِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا آقا ﷺ نے سب سے بہتر عبادت تلاوت قرآن مجید ہے۔ (بحوالہ مسند ابانہ) حدیث دوم۔ جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۸۶ پر ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِرْئَۃُ الْقُرْآنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرْئَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرْئَۃُ الْقُرآنِ فِی غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدْقَۃِ وَالصَّدْقَۃُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّۃٌ مِنَ النَّارِ۔ ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ۔ فرمایا آقا ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت نماز میں بہت ہی بہتر ہے اس تلاوت سے جو تلاوت نماز کے باہر کی جائے۔ اور خارج نماز تلاوت افضل ہے تسبیح وتکبیر کے ورد وظیفے سے اور ذکر تسبیح افضل ہے صدقہ نفلی سے اور صدقہ نفلی افضل ہے نفلی روزے سے اور ہر روزہ ڈھال وآڑ ہے جہنم کی آگ سے۔ مگر آج کل کے خطیبوں اور اماموں کا نوجوان طبقہ اپنی جہالت بے عقلی کم علمی کی وجہ سے یہ بات نہیں سمجھتا چاہئے تو یہ تھا کہ ہر مسلمان کے گھر بلکہ در و دیوار سے تلاوت قرآن کی صدائیں بلند ہوتیں مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کے گھروں سے ہنود و یہود ونصاریٰ کی مثل فحشیات ولغویات ولہویات کی آوازوں کے فلمی گانے گونج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خطیبوں، اماموں اور عوام مسلمانوں کو سچی ہدایت نصیب ہو۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمْ

کتبہ

فہرست جلد پنجم

تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاویٰ (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
دُرودِ تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہِ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
از بلا (اردو، انگریزی)	ردّ عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	...۸۰۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات اعلیٰ مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مولف غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔